تفہیمِ غالب کی روایت میں
علی گڑھ کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

تحقیقی وتنقیدی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی (اردو)

مقالہ نگار

فرح ذبیح

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر عقیلہ جاوید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

شعبۂ اُردو

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۲۰۰۶ء

تفہیمِ غالب کی روایت میں
علی گڑھ کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

تحقیقی و تنقیدی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی (اردو)

اس مقالہ کی منظوری ایڈوانسڈ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ کے اجلاس منعقدہ 18-4-2002 میں مراسلہ نمبر Acad.Adv/Ph.D/2-2002/944 مورخہ 04-05-2002 کے تحت دی گئی۔

شعبۂ اُردو

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۲۰۰۶ء

❀ انتساب ❀

عقیدت

احترام

اور خلوص

کے تین رشتوں

ڈاکٹر انوار احمد

محترم لطیف الزّماں خاں

اور

لیفٹیننٹ کرنل محمد ریاض شاہین

کے نام

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ یہ مقالہ "تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کی خدمات کا تحقیقی جائزہ" میری ذاتی کاوش اور محنت کا ثمر ہے۔ نیز یہ مقالہ اس سے پہلے کسی بھی یونیورسٹی میں کسی ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔

____

فرح ذبیح

مقالہ نگار

تصدیق نامہ

اِس امر کی تصدیق کی جاتی ہے کہ میں نے پی ایچ۔ڈی شعبہ اُردو کی طالبہ فرح ذبیح کے تحقیقی مقالہ بعنوان "تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کی خدمات کا تحقیقی جائزہ" کا مطالعہ دِقتِ نظر سے کیا ہے۔ میں طالبہ کے تحقیقی کام سے مطمئن ہوں اور اِس اُمر کی سفارش کرتی اور اجازت دیتی ہوں کہ ان کا یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی (اُردو) کی ڈگری کی جانچ کے لیے جمع کروا دیا جائے۔

ڈاکٹر عقیلہ جاوید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

فہرست ابواب

تفصیل ابواب

بول، زباں اَب تک تیری ہے

الحمدللہ! مقالہ ہٰذا کی تکمیل کا دن آیا۔ اللہ سبحان ھوتعالیٰ کی بارگاہ میں کروڑہا اظہارِ تشکر کروں تو بھی کم ہے کہ وہ تمام جہانوں کا مالک ہے وحدہ لاشریک ہے۔ تمام تعریفیں اُس کے لیے ہیں۔ اُس کا کوئی ہمسر و ہم ثانی نہیں ہے۔ ’’کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل‘‘ اُسی نے ہر مشکل لمحے میں ہر لحظہ اپنی مہربانیوں، عنایتوں اور نوازشوں سے فیض یاب رکھا اور میری پارینہ خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

میں نے اپنے مقالے کو چھ ابواب میں منقسم کیا ہے۔ اس میں پہلا باب ’’علی گڑھ کا ادبی اور فکری تناظر (پس منظر، تحریک، خدمات)‘‘ کے عنوان سے شامل ہے۔ اس باب میں علی گڑھ شہر کی تاریخ، جغرافیائی اہمیت، سیاسی و سماجی زندگی، علمی اور ادبی اہمیت و پس منظر، علی گڑھ بطور تحریک، علی گڑھ تحریک کے مقاصد، علی گڑھ میں اردو ادب کے فروغ و اشاعت کے لیے کی جانے والی کوششوں اور علی گڑھ تحریک کے اردو شعر و ادب پر اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا باب ’’تخلیقاتِ غالب اور علی گڑھ۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ‘‘ کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے تین مختلف حصوں کے تحت پہلے حصے میں غالب کے دواوین کی اشاعت علی گڑھ سے شائع ہونے والے پہلے دیوان اور مختلف دواوین کا جائزہ، دواوین غالب کی اشاعت کے سلسلے میں علی گڑھ میں کی جانے والی کوششیں ان کے معیار اور علی گڑھ سے شائع ہونے والے دواوینِ غالب کا مکمل اشاریہ تاریخی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس حصے میں صرف اردو دواوین کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں غالب کے فارسی کلام کی اشاعت، علی گڑھ میں شائع شدہ غالب کا فارسی کلام، اہم ترین نسخوں کا تحقیقی جائزہ اور علی گڑھ سے غالب کے شائع شدہ فارسی کلام کا تاریخی ترتیب سے مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔

اس باب کے تیسرے اور آخری حصے میں نثرِ غالب (اردو، فارسی) کی اشاعت اور فروغ کے سلسلے میں علی گڑھ میں کی جانے والی کوششوں، علی گڑھ میں شائع ہونے والی نثرِ غالب کا جائزہ اور مکمل اشاریہ تاریخی ترتیب کے ساتھ شاملِ مقالہ ہے۔

تیسرا باب ’’علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کی روایت۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ‘‘ کے عنوان سے شاملِ مقالہ ہے۔ جس میں علی

گڑھ میں تحقیقِ غالب کا آغاز وارتقاء، روایت، پہلا تحقیقی مضمون اور کتاب اور پہلے تحقیقی مقالے کا کھوج لگانے کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کے موضوعات، غالب کی شخصیت، حالات اور زندگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے علی گڑھ میں تحقیقی کام کا تجزیہ اہم محققین کے حوالے سے اہم ترین کتب ومضامین کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ علی گڑھ میں غالب کے حوالے سے اب تک ہونے والے تحقیقی کام کا مکمل اشاریہ حروفِ تہجی کی ترتیب سے شامل ہے۔

چوتھے باب کا عنوان ''علی گڑھ میں نقدِ غالب کی روایت تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' ہے۔ اس میں تفہیمِ غالب کے سلسلے میں تنقیدی سرمائے کی اہمیت غالب کے حوالے سے اردو ادب میں موجود مختلف تنقیدی رویوں کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں نقدِ غالب کے حوالے سے پہلے مضمون اور کتاب کا تعین کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ علی گڑھ میں نقدِ غالب کے موضوعات اندازِ نظر، اُسلوب، نقدِ غالب کے حوالے سے علی گڑھ کی اہمیت، تفہیم غالب کے حوالے سے علی گڑھ میں موجود مختلف تنقیدی نظریات، علی گڑھ میں غالب کے حوالے سے اہم ناقدین کی اہم کتب ومضامین کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ علی گڑھ میں سرمائے نقدِ غالب کا مکمل اشاریہ حروفِ تہجی کی ترتیب سے اس باب کا حصہ ہے۔

پانچواں باب ''تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کے ادبی جرائد کا مطالعہ'' کے عنوان سے شامل مقالہ ہے۔ جس میں ادبی جرائد کی اہمیت وافادیت غالب کے حوالے سے ادبی جرائد کا آغاز علی گڑھ میں ادبی جرائد کی تاریخ، علی گڑھ میں غالب کے حوالے سے شائع ہونے والے ادبی جرائد پہلا غالب نمبر، تفہیمِ غالب میں علی گڑھ کے جرائد کا کردار، اہم ترین جرائد کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور علی گڑھ میں غالب کے حوالے سے ادبی جرائد کا مکمل اشاریہ پیش کیا گیا ہے۔

چھٹا اور آخری باب ''تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کا حصہ'' کے عنوان سے مقالہ میں شامل کیا گیا ہے۔ جس میں علی گڑھ اور غالب شناسی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ غالب کی شاعری نثر تفہیمِ غالب کے موضوعات، غالب کی شخصیت اور ادبی مقام ومرتبے کو متعین کرنے کے سلسلے میں علی گڑھ کی اہمیت وافادیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے علی گڑھ کا مقام ومرتبہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اب تذکرہ اُن ہستیوں کا جو میری زندگی کی زینت ہیں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میری رودادِ حیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جو کام کی تکمیل میں ممد ثابت ہوتے ہیں اور بعض پُرخلوص سرپرست از خود اِن خواہشات کی تکمیل کا محرک بن جاتے ہیں اور جن کی سرپرستی بہترین وکامیاب نتائج کے حصول کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ ان میں سب سے پہلا نام جناب لطیف الزّماں خاں کا ہے جو میرے ایسے محسن، ہمدرد اور بہی خواہ ہیں کہ جن کا ہاتھ اور رہنمائی میرے سر پر نہ ہوتا تو سارے سہارے بے معنی تھے۔ ایم فل سے لے کر پی ایچ۔ ڈی تک ان کی سرپرستی، نگرانی اور ذہنی ذرخیزی میرے آگے بڑھنے کا باعث بنی۔ سچ تو یہ ہے کہ جناب لطیف الزّماں خاں نے اپنے علم وتجربات اور پُرمغز گفتگو، محققانہ بالغ نظری اور مفید مشوروں

سے کئی مشکل مقامات پر میری رہنمائی فرمائی۔ ان میں غالبیات سے متعلق سمندروں کی گہرائی اور وسعت بیکراں موجود ہے۔ غالبیات سے متعلق جو مواد کہیں اور دستیاب نہیں ہوتا وہ ان کے خزانے میں آنے والے متلاشی کو نا اُمید نہیں کرتا۔ کِذب نہیں کہ مقالہ لکھنے کے دوران جب میرا قلم رُک جاتا کہ ''تھم اے راہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا'' تو میں ان کے پاس دوڑی چلی جاتی اور پھر کوئی مسئلہ میرے لیے باقی نہ رہتا۔ کیا میرے شکریے کا ایک لفظ ان کے خلوص، محبت، اپنائیت، ان کی ادب نوازی، علم پروری اور غالب شناسی کا ہم وزن ہوسکتا ہے؟ اگر ان کی تعریف و تعارف لکھنے لگوں تو یہ طولانی جداگانہ تصنیف کی متقاضی ہوجائے گی۔ وہ الفاظ میرے قلم کی گرفت سے باہر ہیں جن کے وہ حق دار ہیں۔ خدا اس ستارے کو ہمیشہ صحت وتندرستی سے رکھے اور ہمارے سروں پہ ہمیشہ ضوفگن رہیں (آمین)۔

لطیف الزّماں خاں کے شکریے کے ساتھ ایک اور صراحت کرتی چلوں کہ جو مضامین و کتب بھارت، علی گڑھ سے درکار تھے وہ بھی لطیف الزّماں خاں کے توسط سے دستیاب ہو سکے، اُن ارباب کی شکر گزار ہوں جو موضوع سے متعلق مطلوبہ مواد کی فراہمی میں ممد ثابت ہوئے، خاص کر مہر الٰہی ندیم (علیگ) کا شکریہ مجھ پر واجب ہے کہ رابطہ باہم نہ ہونے کے باوجود اپنے بسیط و مبسوط خیالات و مشورے اور دیگر کتب و مضامین سے نوازتے رہے۔

اِسی طرح اُستادِ محترم ڈاکٹر انوار احمد ہیں جنہوں نے اپنی زندگی علم و ادب کی ترویج و ترقی کے لیے وقف کر رکھی ہے میرے پی ایچ ڈی کے مقالے کے عنوان کے انتخاب سے لے کر تکمیل تک میرے ناتراشیدہ ذہن کو جلا بخشی۔ انسان دوست، علم دوست، پیار، خلوص، عقیدت، اپنائیت اور محبتوں کے پیکر اپنے شاگردوں کی بے لوث بہتری چاہنے والے، زکریا یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کی مرنجاں مرنج شخصیت، ادبی محفلوں کے روحِ رواں اپنے شاگردوں کے دلوں کی دھڑکن، میری تعلیم کو تسلسل و تواتر سے توانائی عطا کرنے والے ڈاکٹر انوار احمد ہمیشہ ہمارے دلوں پہ راج کریں گے۔ میں ذاتی طور پر آپ کی سنجیدہ، پُر وقار اور متنوع شخصیت سے حد درجہ متاثر ہوں۔ خدائے عز و جل انہیں عمرِ خضر عطا کرے اور اس طرح اردو دنیا کے اُفق پر یہ انمول اور گراں قدر ستارہ جگمگاتا رہے (آمین)۔

ڈاکٹر روبینہ ترین صاحبہ (صدر نشین، شعبۂ اُردو) کی اپنے شعبے کے شاگردوں سے بے لوث محبت اور خلوص اپنی مثال آپ ہے۔ ساتھ ہی آپ ہر دل عزیز، خوش خلق اور بے پناہ تنظیمی صلاحیت رکھنے والی فرض شناس خلقی استاد ہیں۔ میرے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کی آرزو کو عملی تعبیر دینے میں اُن کی علمی متانت اور شائستگی سے بھرپور گفتگو تحریک کا کام کرتی ہے۔ اس حقیقت میں کلام نہیں کہ وہ صلہ دستائش سے بے نیاز شعبے کی اور ادب کے طالب علموں کی سرپرستی و خدمت کر رہی ہیں۔ خدا انہیں ہمیشہ تابندہ رکھے۔ (آمین!)

میرے جو جذباتِ سپاس ہیں وہ الفاظ ڈاکٹر محترمہ عقیلہ جاوید کے شکریے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ مجھے ان کی پی ایچ ڈی

کی پہلی سکالر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جیسے جیسے اُن کے ساتھ کام کرتی گئی، اُن سے قربت ومحبت بڑھتی گئی اور میں نے جانا کہ ڈاکٹر عقیلہ جاوید بے لوث، ہمدرو، سیماب صفت طبیعت، روشن خیال، تحقیقی وتنقیدی بصیرت رکھنے والی رہبر ہیں۔ جب بھی میرے حوصلے وست شکن ہوئے۔ آپ کا رجائی لہجہ مآ خذات واستناوات کی نشاندہی اور مفید مشورے میرے لیے طلوع سحر بن جاتے اور میں تمام تر حوصلے مجتمع کر کے پھر سے لکھنے میں مشغول ہوجاتی اور جب آپ کہتیں کہ ''تم لکھ لوگی!'' تو یہ تسلی بخش الفاظ میرے لیے نشاطِ خاطر کا باعث بنتے۔ اس مقالے کی تکمیل انہیں کی مرہونِ منت ہے۔ خدا انہیں ہمیشہ اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے (آمین)۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جب میں نے یہ دیباچہ لکھنا شروع کیا تو ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ (شعبۂ اردو) حیات تھے۔ اُنہوں نے ملتان سے براستہ لاہور، اسلام آباد جانے والے ۱۰ر جولائی ۲۰۰۶ء بروز سوموار ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ پر فوکر طیارے کے حادثے میں شہادت پائی۔ اور اِس طرح شعبۂ اردو ایک معروف ادیب، محقق، نقاد اور خلقی اُستاد سے محروم ہوگیا۔ خدا اُنہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کریں۔ (آمین!)

شعبۂ اُردو کے دیگر متعلمین ڈاکٹر محمد ساجد خان، ڈاکٹر قاضی عابد، ڈاکٹر ممتاز کلیانی کی علمی رہنمائی اور شفقتوں کی ممنون ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر علمدار بخاری کا تذکرہ بھی قابلِ فخر سمجھتی ہوں۔ میں لطیف الزّماں خاں کے ساتھ ساتھ محمد علی صدیقی کی بھی ممنون ہوں کہ ان دونوں نے اس موضوع پر لکھنے کی طرف توجہ دلائی جس سے مجھے اِس موضوع پر لکھنے کی انسپیریشن ملی۔ فارسی اور انگریزی تراجم کے سلسلے میں ڈاکٹر بشیر انور اور بی۔ ڈی حیدر کے بھرپور تعاون کی بھی شکر گزار ہوں۔

اپنے سابق کلاس فیلو ڈاکٹر سیّد عامر سہیل کی شکر گزار ہوں۔ مقالے کے دوران اُن کی رہنمائی قابلِ رشک رہی۔ وہ ایثار، محبت، روشن خیالی سے تشکیل پانے والا شخص، تحقیقی وتنقیدی دنیا کا ایسا شہسوار جس کی اقبال مندی اوجِ ثریا سے ہم کنار ہونے کی پیش گوئی کررہی ہے۔ میں کبھی اِن کے خلوص کا شکر یہ ادا نہ کرسکی جب کہ آج مقالہ کی تکمیل کا دن ہے میں اس خوشی میں انہیں بھی شریک کرنا چاہتی ہوں۔ خدا انہیں بامِ عروج کی بلندیوں سے ہم کنار کرے اور ان کا گھر بار ہمیشہ شاد آباد رکھے (آمین)۔

جامعہ زکریا کے سابق اُستاد ڈاکٹر طاہر تونسوی کا نام دامِ خیال سے باہر کیسے رہ سکتا ہے۔ ان کی زیرِ نگرانی ورہبری مَیں نے اپنا ایم فل کا مقالہ مکمل کیا تھا۔ آپ ادب اور زندگی کے بارے میں نہایت سائنٹفک رویے کے قائل ہیں۔ وہ کسی بھی میکانکیت کی بجائے اپنی بیش بہا بصیرت افروزی اور متوازن رویوں کی بدولت ادب پر ان مٹ نقوش بناتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ازخود مقالہ ہٰذا کی تکمیل کے خواہاں رہے۔ خدا انہیں ہمیشہ تندرست وتوانا رکھے (آمین)۔

میری پہلی باقاعدہ تقرری آری پبلک ڈگری کالج ملتان میں ہوئی۔ اس مادرِ درس گاہ سے مجھے والہانہ عقیدت تو ہے ہی مگر جن سربراہوں کی سرپرستی میں مَیں نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا وہ مجھے عزیز تر ہیں۔ میرے سابق پرنسپل کرنل محمد ریاض شاہین بھرپور انتظامی صلاحیت کے مالک ہیں۔ حلقۂ احباب بہت وسیع ہے یوں کہہ لیں غالب کی طرح مجلسی انسان ہیں اپنے

احباب کے بارے وہ کہتے ہیں ''یہی میری کل کائنات ہے'' بڑے کشادہ دل، کشادہ ذہن، کشادہ پیشانی، خوش گفتار، خوش لباس، خوش شکل، اقلیمِ سخن کے شہنشاہ، ان کی شخصیت کی یہی باغ و بہار اپنے حلقۂ احباب میں آفتابِ تازہ کی مانند ہے۔ مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں جو بہت سا حوصلہ، انسپریشن اور توجہ کا ارتکاز درکار تھا۔ وہ ہمیشہ انہیں سے میسر رہا۔ زندگی کو نظم، ربط اور سلیقہ دینے میں انہیں کمال حاصل ہے۔ ژرف نگاہی، دقت نظری اور باریک بینی سے زندگی اور اس میں استوار رویوں کا مشاہدہ کرنے والے کرنل ریاض شاہین میری زندگی کا ایسا ''موڑ'' ہیں جنہوں نے مجھے گردشِ زمانہ کی تلاطم خیزی میں رنگ و خوشبو کو سمیٹنا سکھایا۔ خدا انہیں زندگی اور تندرستی عطا کرے۔ (آمین)

مقالے کی تسوید کے دوران عزیز و اقربا کی دعائیں، محبتیں اور خلوص شکریے کی رسمیات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ پھر بھی یہ رسمِ دنیا بھی ہے اور موقع بھی تو ذکر کروں گی۔ نرم و نازک اور سبک احساس کا جو سب سے زیادہ قریب اور اپنا ہوتا ہے یقین جانیے یہی ''اپنا پن'' میری اماں کے رگ و پے سے جھلکتا ہے۔ جو پچھلے دس سال سے فالج کی مریضہ ہونے کے باعث ایک ہاتھ سے میرے لیے دعا گو ہیں۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنا میرا شوق بعد میں میری اماں کا خواب پہلے تھا۔ خدا انہیں صحت کاملہ عطا کرے (آمین)۔ اپنے ابا کے بلند درجات کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا گو ہوں جن کی دعاؤں کے ثمر سے فیض یاب ہوئی ہوں ابھی میں school going تھی اُن کا انتقال ہوا۔ خدا میرے ابا کی روح کو جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین)۔

اب ذکر اپنے معصوم ننھے منے بھتیجے ''شیری'' کا جو ماشاءاللہ زندگی کی آٹھویں بہار میں قدم رکھ چکا ہے۔ ۹ ماہ کی عمر سے میرے پاس ہے وہ توجہ اور قیمتی وقت جو میرے بھتیجے کے لیے مختص تھا، وہ میں نے مقالے میں صرف کیا۔ خدا اِسے عمرِ خضر عطا کریں۔ (آمین) ساتھ ہی ساتھ اس کے ہم سبق ''سنی'' کے لیے میرے دل میں بے حد پیار ہے۔ سات سال کی عمر میں بلا کا ذہین، زیرک اور کننگ ہے خدا اُسے صحت و تندرستی عطا کرے (آمین)۔ اپنے بھائی زین کے خلوص، بڑی بہن عینی کی ہمدردیوں کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ میں اپنے کولیگ سیّد اقبال شاہ اور عمران ملک کے تعاون کی بھی شکر گزار رہوں گی۔

اظہر بھائی، نذر بھائی خاص طور پر شکریے کے حق دار ہیں کہ اِن کی محنت، جانفشانی اور ہنرمندی کی بدولت یہ مقالہ، مقالہ بن سکا کہ ٹائپنگ کا سارا مرحلہ ان کی فنکارانہ مہارت کی وجہ سے طے پایا۔

فرح ذبیح

۳۰ر جولائی ۲۰۰۶ء

پہلا باب

علی گڑھ کا ادبی اور فکری تناظر

(پس منظر، تحریک، خدمات)

(الف) علی گڑھ شہر کی جغرافیائی اہمیت، سیاسی و سماجی زندگی کی جھلکیاں، عہد کے حالات کا مطالعہ

(ب) علی گڑھ ایک علمی و ادبی استعارہ اور علمی و ادبی فضیلت کا پس منظر

(ج) برصغیر کی سیاسی و ادبی صورتِ حال اور علی گڑھ کا حصہ

(د) علی گڑھ بطور تحریک، تعلیمی ادارہ، پس منظر اور وجوہات کا تجزیہ، ضرورت و اہمیت کا جائزہ

(ہ) علی گڑھ تحریک کے اردو شعر و ادب پر اثرات، علمی خدمات، ادبی رویوں، اہم مصنفین کتب اور مجموعی ادبی تناظر کا تجزیہ

موجودہ دَور میں وسیع تر علمی و ادبی پس منظر کا حامل شہر علی گڑھ ایک طویل سیاسی، سماجی اور تاریخی اہمیت کا حامل بھی ہے۔ اس قدیم شہر کی مثال ایک ایسے چشمے کی ہے جس سے ہزاروں، لاکھوں ہستیاں اپنی تعلیمی آبیاری کر چکی ہیں اور ہزاروں فرزندانِ علم زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس مادر علمی سے فیض یاب ہونے والے فرزندان نے علم و ادب کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اور اپنے سماجی رتبے کی بلندی کے ساتھ ساتھ اس مادرِ علمی کی نیک نامی کا باعث بھی بنے ہیں۔

اس شہر کی قدیم تاریخی حیثیت کو جاننے کے لیے تاریخ کے طویل جھروکوں میں جھانکنا ضروری ہے۔ زمانہ قدیم میں اس شہرِ بے مثال کو ''کول'' اور ''کور'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ نام ''کور'' یا ''کول'' کیوں پڑا؟ اس حقیقت سے آگاہی کے لیے مصطفیٰ حسین جلیسری کا ایک طویل اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''اس تاریخی مقام پر ایک دل فریب جھیل تھی جہاں کے مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ قصبہ جلیسر ضلع ریٹہ کے مہاراجہ بدھ سین صاحب قصبہ جلالی سے دہلی جاتے ہوئے اس جھیل کے کنارے اس لیے رک گئے کہ ان کا قافلہ پیچھے رہ گیا تھا۔ ابھی انہوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ ایک لومڑی پوری قوت سے ان پر حملہ آور ہوئی۔ راجہ صاحب نے ایک تلوار کا وار کیا جو اُس کو اچٹتی ہوئی لگی مگر لومڑی مجروح ہو کر بھی چیختی رہی۔ راجہ صاحب نے خیال کیا کہ ضرور اس قطعۂ ارضی میں کوئی تاثیر ہے کہ یہاں کے جانور بھی دلیر اور بہادر ہیں۔ بس راجہ صاحب نے اپنی تلوار زمین میں گاڑ کر ایک مٹی کا ڈھیر کر کے کہا کہ یہاں ایک شہر آباد کیا جائے گا۔ اسی طرح انہوں نے علی گڑھ کی نیو جمادی جس کا ابتدائی نام ''کور'' ثابت ہوتا ہے اور یقین بھی اس طرح ہوتا ہے کہ ہندی بھاشا میں کور سرحد یا کنارے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا کچھ دستاویزات اور مورتیوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دوسو سال قبل مسیح اور بدھ مذہب کا دَور دورہ تھا تو یہ شہر بھی اس علاقہ

میں شامل تھا اور اس کا ابتدائی نام کور تھا مگر بعد میں اس جھیل کی نسبت سے اس کا نام
کول اور جھیل پڑ گیا جس کا ثبوت آج بھی اس طرح موجود ہے کہ شہر علی گڑھ کی صدر
تحصیل کول کے نام سے موسوم ہے۔'' [۱]

اس طویل اقتباس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تاریخ میں علی گڑھ کی جڑیں طویل اور گہری ہیں۔
جیسا کہ اوپر کی بحث سے پتہ چلتا ہے کہ اس جگہ کا قدیم نام کول تھا اور کول سے علی گڑھ نام مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے ایک ماتحت سردار محمد علی جنگجنگ فاتحِ کول کے عہد میں پڑا مگر یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غالب تک آتے آتے علی گڑھ کو کول کے نام سے پکارے جانے کا رواج موجود تھا۔ ڈاکٹر کاظم علی خان اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''عہد غالب میں بھی دیارِ علی گڑھ کو اس کے قدیم نام کول سے یاد کیے جانے کی روایت
جاری تھی۔ غالب نے اپنے متعدد اُردو خطوط میں اس شہر کو علی گڑھ اور کول دونوں
ناموں سے یاد کیا ہے۔'' [۲]

مرزا تفتہ کے نام ایک خط میں غالب لکھتے ہیں:

''کیوں مرزا تفتہ تم بے وفا یا میں گناہ گار یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی
ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر آیا تو وہ کہنے لگے کہ وہ کول
میں ہیں۔ اب میں حیران ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن
کا پتہ کیا لکھوں۔'' [۳]

کول اور علی گڑھ کے علاوہ اس علاقہ کو محمد گڑھ، ثابت گڑھ اور رام گڑھ کے ناموں سے بھی پکارا اور جانا جاتا رہا ہے۔ اس حوالے سے جمال محمد صدیقی کہتے ہیں کہ

"Aligarh and its earlier name Kol (Koul) Muhammad Garh,
Sabit Garh, Ramgarh and Aligarh have been the different
names assigned to Koil at different times." [۴]

لودھی خاندان کی مغلوں کے ہاتھوں شکست پر جہاں ہندوستان کے اور علاقے ان کے ہاتھ سے گئے وہیں کول بھی لودھیوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ بابر کے عہد میں الیاس خان نامی شخص اس علاقے پر حکمران تھا جس کو گرفتار کر کے آگرہ بھیج دیا گیا اور بابر نے یہاں کی حکومت میر محمد علی کے سپرد کر دی جس نے نہ صرف اس کے قدیم اور بوسیدہ قلعے کی تعمیر نو کروائی بلکہ اس علاقے کا نام بھی اپنے نام کی مناسبت سے علی گڑھ رکھا۔ یہ نام مغلیہ سلطنت کے زوال تک پکارا اور لکھا جاتا رہا تا آنکہ ترکوں نے

اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس حوالے سے مصطفیٰ حسین خان منظر جلیسری لکھتے ہیں:

''ترک سردار ثابت خان نے علی گڑھ پر اپنی حکومت قائم کر لی اور اس قلعہ میں ترمیم کے بعد اپنے نام کی مناسبت سے اس کا نام ''ثابت گڑھ'' سے بدل دیا جو جاٹوں کے عہد تک برائے نام قائم رہا لیکن علی گڑھ کا نام اتنا مشہور ہو چکا تھا کہ جاٹوں کا رکھا ہوا نام رام گڑھ بھی ان کے عہد تک ہی برائے نام قائم رہا اور جب فرانسیسیوں کے دورِ حکومت میں یہ علاقہ فرانسیسی مقبوضات میں داخل کر لیا گیا تو اس کا نام علی گڑھ کی ہر دل عزیزی کی وجہ سے کیونکہ زبان زد عام و خاص بھی تھا پھر بزمانہ جرنل ڈیمائن کے سرکاری طور پر بھی علی گڑھ ہی موسوم کر دیا گیا۔'' [۵]

اُس کے بعد سے دورِ حاضر تک اس کا نام علی گڑھ ہی پڑ گیا جس میں بعد کے زمانے میں کوئی تبدیلی نہ لائی گئی۔ جغرافیائی طور پر بھی علی گڑھ ایک اہم حیثیت کا حامل شہر ہے۔ یہ دہلی سے ۱۲۶ کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مشرق میں ہے یعنی غالب کی جائے پیدائش آگرہ سے ۵۷ کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ آب و ہوا کے اعتبار سے یہ ایک معتدل علاقہ ہے حتیٰ کہ بارشوں کے سالانہ تناسب کے حوالے سے اس علاقے کو خشک تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۷۰ء سے ۱۹۴۰ء تک کے درمیانی ستر سالوں میں بارش کے سالانہ دنوں کا تناسب ۳۶ء۲ دن فی سال ہے۔ ۱۹۰۰ء تک علی گڑھ شہر کی آبادی پچاس سے ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی جب کہ ۱۹۸۰ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق اس شہر کی آبادی تقریباً پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ اس شہر کو انتظامی طور پر ۶ تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام تحصیل کھیر، اگلاس، ہاتھرس، اترولی، سکندرہ راؤ اور کول ہیں اور شہر کے محلوں کے نام زیادہ تر دروازوں اور سراؤں سے موسوم کیے گئے ہیں۔

علی گڑھ شہر کو عالمی شہرت و عزت سے ہم کنار کرنے میں سرسید احمد خان کا کردار انتہائی اہم ہے۔ یہ آپ کی تعلیمی تحریک ہی تھی جس نے اس شہر کو شہرتِ دوام بخشی۔ سرسید احمد خان کی طرف سے شروع کی گئی تعلیمی تحریک کی وجہ سے لاکھوں طلباء اس مادرِ علمی سے اپنی تعلیمی آبیاری کر چکے ہیں اور اَب تک یہ سلسلہ کئی نئے شعبوں کے تعارف کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ اس علاقے کی ترقی و خوشحالی کا دَور درحقیقت مسلمانوں کے انحطاط اور بدحالی سے شروع ہوتا ہے۔ انیسویں صدی کے اوائل ہی سے ہندوستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں تیز رفتار تبدیلی کا آغاز ہو چکا تھا اور اس تبدیلی نے آنے والے دَور میں ہندوستانی معاشرت میں انقلاب برپا کیے۔ مغلوں کا زوال ایک نئی سیاسی قوت انگریز کا طلوع ثابت ہوا۔ اقتدار چونکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے انگریزوں کے ہاں آیا تھا اس لیے انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کے لیے کسی قسم کی ہمدردی کے جذبات نہیں تھے بلکہ انگریزوں نے شعوری کوشش سے مسلمانوں کو معاشی اور معاشرتی طور پر کمزور کرنے کی سعی کی۔ ہندوؤں نے اپنے آپ کو نئے

دَور کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیا اور انگریز قوم سے مفاہمت کی راہ نکالی اور پھر مسلمانوں کے ہاں بھی اس دَور کی ابتری سے نبرد آزما ہونے کی کوئی مربوط و مستحکم حکمت عملی موجود نہیں ملتی۔ گویا یہ دَور (۱۸۵۷ء اور مابعد) مسلمانوں کی معاشی اور معاشرتی زبوں حالی کے منہ بولتے ثبوت کے طور پر موجود ہے۔ معیشت اور معاشرت کے ساتھ ساتھ مذہبی طور پر بھی اس زمانے میں ابتلا دکھائی دیتا ہے ☆۔ اخلاقی اقدار دم توڑ چکی تھیں اور مذہبی طور پر ایک جمود کی سی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں سرسید احمد خان ایک قومی مصلح کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں جنہوں نے اپنی زمانہ شناس نظروں سے مستقبل کی ایک روشن جھلک دیکھی۔ نئے افکار و نظریات کی اہمیت کو جانا اور قوم کو ان نئے نظریات کو قبول کرنے کا مشورہ دیا اور ان نظریات کی تبلیغ و پرچار کے لیے سرسید احمد خان نے جس چیز کی اہمیت کو سب سے زیادہ محسوس کیا وہ ایک تعلیمی ادارے کا قیام تھا۔ یہ بات تاریخ سے ثابت شدہ ہے کہ تعلیمی، سماجی اور ادبی حوالے سے جو اثرات علی گڑھ نے ہندوستان کے لوگوں کے اذہان پر مرتب کیے ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ علی گڑھ تحریک یا تحریک سرسید اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس کا آغاز محکومی کا دائرہ مکمل ہونے کے بعد ہوا اور پھر اس تحریک نے جمود و انحطاط کا حصار توڑ کر نشاۃِ ثانیہ کا بیڑا بھی اپنے سر اُٹھالیا۔ اس تحریک کے آغاز کے حوالے سے ڈاکٹر سید عابد حسین لکھتے ہیں کہ

> ''انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب عام طور پر ہندوستانیوں اور خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی، معاشرتی اور اخلاقی پستی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور زندگی کا دھارا سکڑتا چلا جاتا تھا یکا یک تہہ کے اندر سے نئی لہریں اُبھرنے لگیں جنہوں نے اسے پھر سے بڑھا کر اچھا خاصا دریا بنا دیا۔ مسلمانوں میں زندگی کی نئی رو سید احمد خان اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں کی اُپج سے اُٹھی اور جس قدر پھیل سکتی تھی پھیلی۔'' [۶]

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ پریشانی، بدحالی اور ابتلا کے اِس دورِ نازک میں **سرسید احمد خان** (۱۸۱۷ء–۱۸۹۸ء) ایک نجات دہندہ اور مصلح کے روپ میں آئے اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے مسلمانوں کی محرومیوں کے ازالے کے لیے بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ سید احتشام حسین، سید احمد خان کی کوششوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سرسید نے مغل حکومت کا چراغ بجھتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مسلمانوں کی بدحالی اور زوال کا نظارہ کیا تھا۔۔۔۔ غدر نے جس طرح رہی سہی آن بھی ختم کر دی

☆ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے لے کر علی برادران اور مولانا ظفر علی خان جیسے نوجوانوں کی تحریکِ پاکستان کی کوششوں اور مسلم لیگ کی تشکیل ۱۹۰۶ء تک کا دَور شامل ہے۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل ہوئی۔ یہ برعظیم میں مسلمانوں کی پہلی سیاسی جماعت تھی جس نے اپنی ترقی کے ارتقائی منازل طے کرتے ہی مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کیا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وطنِ پاکستان حاصل کر لیا۔ یاد رہے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سرسید احمد خان نے ۱۹۸۶ء میں قائم کی جس کے مقاصد مسلمانوں کو بیدار کرنا، حصولِ تعلیم کے لیے آمادہ کرنا اور مسلمانوں کو درپیش مسائل زیرِ غور رکھنا تھے۔

تھی اُس نے ان کے قلب کو بے حد متاثر کیا اور ان میں جو عملی صلاحیتیں سو رہی تھیں وہ جاگ اُٹھیں۔ وہ اُس وقت کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ جری، باعمل، جلد فیصلہ کرنے والے، ذکی الفہم، پُر جوش، حوصلہ مند، دُور بین اور عقل پرست تھے انہوں نے یہ دیکھا کہ غدر نے انگریزی حکومت کو مستحکم کر دیا ہے اور اب مسلمانوں کے لیے مستقبل تاریک ہے۔'' [۷]

انیسویں صدی کا ہندوستان اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کے اعتبار سے تاریخ میں اہم حیثیت کا حامل ہے۔ روایتوں کی سخت جانی، تہذیبی اختلافات، معاشی تغیرات اور سیاسی حالات نے اس ہندوستانی معاشرے میں پیچیدہ مرکبات اور متضاد عناصر پیدا کر دیئے تھے۔ بگاڑ کے غم اور بنانے کے ولولے نے اس معاشرے میں عجیب کیفیات کو جنم دیا۔ ایک طرف تو پرانی اقدار شکست و ریخت کا شکار ہو رہی تھیں تو دوسری طرف نئی اقدار کو قبول کرنے سے بھی انکار کیا جا رہا تھا۔ یہی تضادات تھے جنھوں نے سرسید جیسے رہنما کو ہندوستانی تہذیب کی نشاۃ ثانیہ کی طرف مائل کر دیا اور پھر اسی احساس نے اُس ہمہ گیر علمی و ادبی تحریک کو جنم دیا جس کو ہم علی گڑھ تحریک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ تحریک اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس نے ہندوستان کی سیاسی، مذہبی، علمی، ادبی، فلسفیانہ، نفسیاتی، معاشرتی اور سماجی زندگی نے تمام پہلوؤں پر نمایاں اثرات مرتب کیے۔

علی گڑھ تحریک کا باقاعدہ آغاز اگرچہ سرسید احمد خان کی انگلستان واپسی کے بعد ۱۸۷۰ء میں ہوا مگر اس تحریک کی بنیادیں اُس وقت پڑ چکی تھیں جب سرسید غازی پور میں تعینات تھے۔ سرسید احمد خان کا تبادلہ ۱۸۶۲ء میں مراد آباد سے غازی پور ہوا تو آپ کو یہاں ایک پُرسکون ماحول میسر آیا۔ انگریزی تعلیم کے حوالے سے بنیادی تصور آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود تھا اور غازی پور میں آپ نے اپنے ذہن میں پہلے سے موجود دو باتوں کو مزید پختہ کیا۔ اول تو یہ کہ انگریز اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت اور دوستی کے رشتے کا قیام بہت ضروری ہے اور دوسرا یہ کہ مسلمانوں کو اپنی تمام تر توتیں جدید تعلیم کے حصول پر صرف کر دینی چاہئیں۔

اِس دوران آپ نے یہاں ۱۸۶۴ء میں ایک ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم کی جس نے آگے چل کر سائنٹفک سوسائٹی کا نام حاصل کیا۔ اس سوسائٹی نے نہ صرف ایشیاء کے قدیم مصنفین کی کتب کے تراجم کیے بلکہ مختلف علوم پر مشتمل انگریزی کتب کے تراجم بھی اس سوسائٹی کے حصے میں آتے ہیں۔ سرسید یہ چاہتے تھے کہ انگریزی زبان کے بعض الفاظ اردو یا ہندوستانی زبان میں ادا کیے جائیں۔ مثلاً سائنٹفک سوسائٹی کو ''سیئنفک سوسائٹی'' ادا کیا جائے۔ اِن خیالات کا ذکر افتخار احمد نے اپنے مضمون ''سائنٹفک سوسائٹی'' میں کیا ہے۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام پھر ۱۸۶۶ء میں ایک اخبار انسٹی ٹیوٹ گزٹ بھی نکالا گیا جس کے بارے میں نورالحسن نقوی لکھتے ہیں:

''۱۸۶۶ء میں سائنٹفک سوسائٹی کی طرف سے ایک اخبار انسٹی ٹیوٹ گزٹ بھی نکالا گیا جس میں مختلف علوم پر مضامین شائع ہوتے رہے۔ اس اخبار نے اُردو زبان کی

بے نظیر خدمت انجام دی۔'' (محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک از نورالحسن نقوی)[۸]

۱۸۶۹ء میں سر سید احمد خان انگلستان کے سفر پر روانہ ہوئے اور اس سفر کے دوران انہوں نے معروف برطانوی جامعات آکسفورڈ اور کیمبرج کے نظامِ تعلیم کا بغور مطالعہ کیا اور یہ انگلستان کا سفر ہی تھا جو علی گڑھ تحریک یا تحریک سر سید کے لیے خشتِ اول ثابت ہوا۔ وطن واپسی پر سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی بقاء اور ترقی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ ان کی اس تحریک نے سماجی، اخلاقی، علمی اور معاشرتی بہتری میں اہم کردار ادا کیا اور سر سید احمد خان کے ساتھیوں، حالی (۱۸۳۷ء-۱۹۱۴ء)، شبلی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء)، نذیر احمد (۱۸۳۱ء-۱۹۱۲ء)، محسن الملک (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء)، وقار الملک (۱۸۴۱ء-۱۹۱۷ء) کے بھرپور ساتھ پر تحریک عروج حاصل کرتی چلی گئی اور معاشرتی طور پر اس کا اثر ہی تھا کہ فکر و نظر کے نئے دریچے وا ہوئے اور لوگوں کی سوچ میں بھی اجتہادی جذبے نے انگڑائی لی۔ لوگوں نے جب نئے خطوط پر سوچنا شروع کیا تو فلسفہ، تاریخ، سیاسیات، ادب، اخلاق اور معاشرت کے حوالے سے ایک بھرپور بحث کا آغاز ہوتا چلا گیا۔ سید احتشام حسین اپنے مضمون ''علی گڑھ تحریک کے اساسی پہلو'' میں لکھتے ہیں:

> ''جیسا کہ کہا گیا کہ سر سید تحریک ایک ہمہ گیر تحریک تھی۔ یہ ہندوستان کے دورِ بیداری کا اہم جزو تھی۔ اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حالات کا ساتھ دینا، وقت کے تقاضوں کو سمجھنا اور مایوسی کے چنگل سے نکلنا سکھایا تھا۔ اس کے اصلاحی مشن نے طرزِ کہن پر اڑنے اور تعلیم نو سے ڈرنے سے بچایا تھا۔''[۹]

تحریکِ علی گڑھ کے مقاصد کی توضیح تین زاویوں سے ممکن ہے۔ سیاسی، مذہبی اور ادبی نقطۂ نظر سے اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کی تہذیبی بقا اور سیاسی ترقی کے لیے جدوجہد کرنا تھی۔ مذہبی حوالے سے اس تحریک کے زیر اثر نئے علوم کی روشنی میں دین کی توضیح و تشریح کو مقصد بنایا گیا۔ ادبی لحاظ سے جائزہ لیا جائے تو سر سید کے عہد تک اُردو نثر کا دائرہ محض مذہب، تصوف اور تاریخ تک ہی محدود تھا۔ البتہ شاعری میں کسی حد تک موضوعات کی رنگارنگی اور تنوع ضرور تھا۔ تذکرہ نگاری بھی کوئی بامِ عروج حاصل نہ کر سکی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ادبی نثر بھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہی تھی اور خاص طور پر اس اُردو زبان میں اظہار و ابلاغ کے وہ سانچے اور معیار متعین نہ ہو سکے تھے جن کے ذریعے زندگی کے مسائل کو بیان کیا جا سکے۔ اس دَور کے معیارات کے طور پر فورٹ ولیم کالج کی سلیس نثر، دہلی کالج کی علمی نثر اور مرزا غالب کی شخصی نثر کے نمونے ہی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اس تمام سرمائے سے ہٹ کر محض سر سید اور ان کے عہد کے رفقاء کار کے کاوشِ قلم سے وجود میں آنے والے علمی سرمائے پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ایک رنگارنگی اور تنوع کی کیفیت عیاں ہوتی ہے۔ خاص طور پر سر سید نے اپنے زورِ قلم سے اُردو نثر کو ایک نئی زندگی عطا کی اور ایسی بنیاد ڈالی جس پر نثرِ جدید کی پُرشکوہ عمارت کھڑی نظر آتی ہے۔ یہ سر سید احمد خان کی سحر انگیز شخصیت کا کرشمہ ہی تھا کہ اپنے عہد اور فن

میں نابغہ (Genius) اُن کے پاس جمع ہوتے چلے گئے اور پھر اسی گلدستے سے ہی کچھ پھولوں کو چن کر اُردو کے عناصرِ خمسہ کا گلدستہ تشکیل پاتا ہے۔

سرسید احمد خان کی تحریک کی کامیابی کا سرچشمہ ان کی طرف سے روایت وتقلید سے انحراف کے باعث ہی پھوٹتا ہے۔ سرسید جیسا شخص ہی روایت کے منہ زور دریا کے آگے بند باندھ سکتا تھا اور اُس نے ایسا کیا بھی۔ انہوں نے آزادیِ خیال اور آزادیِ رائے کی ایک ایسی طرح ڈالی جس میں عقل، نیچر، تہذیب اور مادّی ترقی کو بنیادی اہمیت دی جانے لگی۔ محض سرسید احمد خان کی تخلیقات کو ہی دیکھ لیں، اُن میں موضوعات کا تنوع دکھائی دیتا ہے۔ آثار الصنادید، آئین اکبری، رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند، تبیین الکلام، تہذیب الاخلاق کے مضامین، خطباتِ احمدیہ نہ صرف سرسید کے ہاں موضوعات کے تنوع کو ظاہر کرتی ہیں بلکہ ان کتب سے سرسید کے بھرپور علم اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ان کی بھرپور گرفت کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔

سرسید احمد خان کا عظیم کارنامہ **خطباتِ احمدیہ** کی تخلیق ہے۔ یہ کتاب سرسید نے سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمدؐ کے جواب میں لکھی اور اس میں ولیم مور کی طرف سے حضرت محمدؐ کی حیاتِ مبارکہ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دیا۔ سرسید نے اس کتاب کی تحریر کے دوران بھرپور جاں فشانی اور محنت سے کام لیا اور ولیم میور کے اعتراضات کا جوابات اس قدر بھرپور اور عمدہ طریقے سے دے کہ خود ولیم میور کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ان کے اعتراضات بے بنیاد تھے۔ حالی اِس کتاب کی تخلیق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سرسید کا سب سے ضروری اور اہم مقصد ولایت کے سفر میں اس کتاب کا لکھنا اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اسے شائع کرانا تھا جس سے اسلام کی اصلیت عیسائی قوم پر ظاہر ہو اور جو غلطیاں اکثر عیسائی مصنفین نے اور خاص کر سر ولیم مور نے اپنی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' میں اسلام کی حقیقت اور بانیٔ اسلام کے کیریکٹر کو ظاہر کرنے میں دانستہ یا نادانستہ کی ہیں ان کو رفع کیا جائے۔''[۱۰]

''آثار الصنادید'' (۱۸۴۷ء) ایک ایسی معرکۃ الآراء کتاب ہے جس نے سرسید احمد خان کو شہرت سے ہم کنار کیا۔ یہ سرسید کے دورِ اول کی ایک اہم تصنیف ہے جو اُن کی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ آثار الصنادید دراصل انیسویں صدی میں دہلی شہر کے حوالے سے ایک اہم دستاویز ہے جس میں سرسید نے شہر کی عمارتوں اور آثارِ قدیمہ کی تحقیق کی اور ان عمارتوں اور کھنڈروں کی تاریخی تحقیق کے لیے ان کے کتبے کھینچے اور ان کے نقشے اُتارے اور ان کے بارے میں معلومات درج کیں۔ اس کتاب کی تالیف سے فنِ تعمیر میں ایک وسیع علمی بحث کا آغاز ہوا اور آنے والے دَور کے محققین اور علماء کے ہاتھ ایک مستند ذریعہ آ گیا۔

آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۷ء اور دوسرا ایڈیشن ۱۸۵۴ء کے اُسلوب میں فرق ہے۔ پہلے ایڈیشن میں زبان پر

فارسیت کا اثر غالب ہے ساتھ ہی ساتھ عبارت پُرتکلف، مقفّٰی و مسجع استعمال ہوئی ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں سرسید نے نظرِ ثانی کی اور زبان سادہ، سلیس اور رواں استعمال کی گئی۔ اس میں انگریزی نثر کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ اُسلوب کے فرق سے اُردو زبان کے ارتقا کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ دوسرے ایڈیشن میں چوتھا باب خارج کر دیا گیا۔

۱۸۹۲ء میں سرسید احمد خان نے ''آئینِ اکبری'' اور ''تاریخِ فیروز شاہی'' کی تصحیح کی اور ان کے حواشی بھی تحریر کیے۔ یہ ایسا گراں قدر کام تھا جس کی بعض انگریز مصنفین نے بھی تعریف کی۔ آئینِ اکبری ابوالفضل کی ایسی فارسی کتاب ہے جس کی پہلی اور تیسری جلد کی سرسید نے تصحیح کی کیونکہ ان دونوں جلدوں میں بے شمار غلطیاں تھیں۔ اس حوالے سے مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

> ''جب سرسید دلّی میں منصف تھے تو حاجی قطب الدین (مرحوم) نے جو دلّی کے ایک مشہور ناشر تھے ان سے درخواست کی تھی کہ اگر آپ آئین اکبری پر ایک تفصیلی نظر ڈال کر اس کی تصحیح اور درستی کر دیں تو میں اس کو چھپوا دوں۔''[۱۱]

''اسبابِ بغاوتِ ہند'' (۱۸۵۹ء) میں ۱۸۵۷ء کے دَور کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ انگریزوں کے نزدیک اس بغاوت کے ذمہ دار مسلمان ٹھہرے۔ سرسید اس بغاوت کے الزام سے مسلمانوں کو بری کرنا چاہتے تھے تاکہ بغاوت کے اصل اسباب کو انگریزوں کے سامنے لایا جاسکے۔ مولانا حالی کے بقول:

> ''سرسید کو اس بات کا دل سے یقین تھا کہ انگریزوں نے بغاوت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے وہ کہتے تھے کہ انگریزوں کا یہ سمجھنا کہ غدر ایک ملکی بغاوت تھی اور اس کی بنیاد انگلش گورنمنٹ کی حکومت اُٹھا دینے کی سازش پر مبنی تھی محض غلط ہے اور اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ وہ ملک کے ساتھ اِس طرح پیش آئے کہ جیسے باغی کے ساتھ پیش آنا چاہیے اُن کے نزدیک نہ یہ ملکی بغاوت تھی نہ کسی قسم کی سازش بلکہ صرف سپاہیوں کی عدول حکمی تھی وہ بھی نہ بہ ارادۂ بغاوت بلکہ بہ سبب جہالت اور مذہبی توہمات کے۔''[۱۲]

سرسید نے وفادار ''مسلمانانِ ہند'' میں اُن وفادار مسلمانوں کے کارنامے گنوائے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں خالص انسانی بنیادوں پر انگریزوں کی جانیں بچائیں۔ یہ کارنامے گنوانے کے لیے سرسید کے ذہن میں انگریزوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ قائم کرنا شکوک وشبہات کو ختم کرنا اور حاکم ومحکوم کے درمیان پائی جانے والی وسیع خلیج کو کم کرنا تھا۔

''تبیین الکلام'' (۱۸۶۲ء) سرسید کی ایک اور معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ اس میں سرسید احمد خان نے توریت، انجیل اور قرآنِ حکیم کی تفسیر لکھی اور اسلام اور عیسائیت میں مشترک اقدار و امور کو بیان کیا تاکہ دونوں مذاہب کے درمیان پائی جانے

والی مغائرت کو ختم کیا جا سکے۔ حالی ''حیاتِ جاوید'' میں لکھتے ہیں:

> ''۱۸۵۷ء سے پہلے جب کہ دہلی اور آگرہ وغیرہ میں مشنریوں کے کاروبار زیادہ پھیلنے لگے اور مسلمانوں کے ساتھ جابجا ان کے مباحثے ہونے لگے اُس وقت سرسید کو بھی خیال ہوا تھا کہ اسلام کی اہمیت میں مشنریوں کے اعتراضات کے جواب لکھے جائیں۔۔۔ بہت سی باتیں جو عیسائی بائبل سے اُصول اسلام کے خلاف نکالتے تھے ان کو سرسید عیسائیوں کی غلط فہمی سے منسوب کرتے تھے۔''[۱۳]

''رسالہ احکام طعام باہلِ کتاب'' (۱۸۶۸ء) میں سرسید نے مسلمانوں کے دلوں سے انگریزوں کی نفرت کو دُور کرنے کے لیے ثابت کیا کہ اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا پینا اور ان کا پکا ہوا کھانا جائز ہے بشرطیکہ چیز حلال ہو۔ حالی، سرسید احمد خان کی اس کاوش کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''۱۸۸۶ء میں سرسید کے پاس ایک سوال بطور استغنا کے آیا تھا کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ بشرطیکہ کھانے پر کوئی حرام چیز نہ ہو کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ سرسید نے اس کا جواب آیات و احادیث کے حوالے سے لکھ دیا کہ جائز ہے اور ہندوستان کے سوا تمام دنیا کے مسلمان انگریزوں کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔''[۱۴]

۱۸۷۰ء میں سرسید احمد خان نے رسالہ **''تہذیب الاخلاق''** جاری کیا جس کا مقصد مسلمانوں کی معاشرتی، مجلسی اور تہذیبی اصلاح کرنا تھا۔ اس رسالے میں انگریزی اُصولوں کو اس طرح پیش کیا جاتا کہ پڑھنے والا پہلے پہل تو محظوظ ہوتا اور بعد میں اپنے غور و فکر سے ان باتوں سے اپنی ذاتی اور مجلسی اصلاح کی طرف مائل ہو جاتا تھا۔ یہ رسالہ دراصل دو انگریزی جریدوں ٹیٹلر اور سپکٹیٹر کی تقلید میں جاری کیا گیا اور اس رسالے میں لکھنے والوں میں سے ادیبوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی مگر یہ ادیب مصلح پہلے تھے اور ادیب بعد میں۔ یہی رسالہ تھا جس نے اُردو ادب میں ایک نئی صنف یعنی مضمون نگاری کو متعارف کروایا اور سرسید احمد خان اُردو ادب میں پہلے مضمون نگار ٹھہرے کیونکہ اس رسالے میں سب سے زیادہ اصلاحی مضامین خود سرسید احمد خان کے شائع ہوئے۔

اپنی مضمون نگاری میں سرسید احمد خان نے اُسلوبِ نثر کا ایک نیا انداز متعارف کروایا ان کی زبان نہ تو پیغمبری اور نہ ہی شاعرانہ خصوصیات رکھتی ہے بلکہ انہوں نے طرزِ ادا کا ایک سیدھا اور صاف طریقہ اختیار کیا۔ تشبیہات اور استعارات سے مزیّن رنگین عبارات کو ترک کر دیا اور ایک نیچرل طرزِ بیان اختیار کیا جس میں سادگی، بے تکلفی اور مدعا نویسی کو خاص اہمیت دی گئی۔ منطقی استدلال اور زورِ بیان کے ذریعے قاری کے دل میں اپنی بات ڈالنے کا فن سرسید کو خوب آتا تھا۔

شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء-۱۹۱۵ء)☆ پانی پت، ضلع کرنال کے محلہ انصاریاں میں پیدا ہوئے۔ مولانا الطاف حسین حالی علی گڑھ میں سر سید احمد خان کے بعد دوسری قد آور شخصیت علی گڑھ تحریک کے زیر اثر اُردو ادب کی بے پناہ خدمت کی۔ مولانا حالی کو غالب جیسی عہد ساز شخصیت کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل تھا جب کہ سر سید احمد خان سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ علی گڑھ تحریک اور سر سید احمد خان کے زیر اثر مولانا حالی کا سب سے بڑا کارنامہ مسدس ''مد وجزر اسلام'' (۱۸۷۹ء) کی تخلیق ہے (یہ کتاب سر سید کی تحریک پر لکھی گئی تھی) جس میں مولانا حالی نے مسلمانوں کے عروج و زوال کو نہایت دل سوز انداز سے بیان کیا اور اسلام کی گزشتہ عظمت کو دکھانے میں عقیدت، ذہانت، جذبات کی شدت اور تخیل کے جوہر آزمائے جب کہ حالی علی گڑھ کے نثری قبیلے کے بھی سرخیل دکھائی دیتے ہیں۔ مختلف حیثیتوں سے مولانا حالی کی حیثیت مسلم الثبوت ہے بطور نقاد مولانا حالی اُردو تنقید کے بانی کہے جاتے ہیں کیونکہ اُردو میں باقاعدہ تنقید کا آغاز حالی کے **''مقدمۂ شعروشاعری''** (۱۸۹۳ء) سے ہوتا ہے۔ انگریزی تنقید سے واقفیت کے باعث مولانا حالی نے اس مقدمہ میں اُردو شاعری کے سنہری اُصول وضع کیے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے میں:

> ''حالی کا مقدمۂ شعروشاعری اُردو میں نئی تنقید کی اولین باضابطہ کتاب الاصول سمجھی جاتی ہے۔''[۱۵]

مقدمۂ شعروشاعری کے ذریعے حالی نے شاعری کو بامقصد بنانے میں بھرپور مدد فراہم کی اور اُردو تنقید میں اس مقدمہ کے ذریعے حالی نے جس بصیرت اور شعور کا ثبوت دیا وہ اتنی مدت گزر جانے کے باوجود آج بھی قائم ہے اور آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس نے اس مقدمے سے استفادہ نہ کیا ہو۔

مولانا حالی کی دوسری مسلم الثبوت حیثیت ایک سوانح نگار کی ہے اور اس میں بھی حالی نے اولیت کا ثبوت دیا انہوں نے اُردو سوانح نگاری کو تذکرہ نویسی کی روش سے آزاد کیا۔ حیاتِ سعدی (۱۸۸۶ء)، یادگارِ غالب (۱۸۹۷ء) اور حیاتِ جاوید (۱۹۰۱ء) ایسی سوانح عمریاں ہیں جس میں حالی نے اپنے ہیرو کے ساتھ بھرپور لگاؤ کے علاوہ سادگیِ بیان، بے ساختگیِ مدعا نگاری اور منطقی اندازِ تحریر کو فروغ دیا یہ محض سوانح عمریاں ہی نہیں بلکہ اس میں قومی ترقی اور بہتری کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول:

☆ شیخ اسماعیل پانی پتی نے حالی کی تاریخ ولادت ۱۲۵۲ھ بمطابق ۱۸۳۶ء لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ خود حالی نے اپنی سنِ ولادت کے بارے میں ''حالی کی کہانی خود اُن کی زبانی'' میں لکھا ہے: ''میری ولادت تقریباً ۱۲۵۳ھ بمطابق ۱۸۳۷ء میں ہوئی۔'' اور وفات ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء اور پہلی جنوری ۱۹۱۵ء کی درمیانی رات دو بجے ہوئی۔ یکم جنوری دن دو بجے حالی کو پانی پت میں حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر کی درگاہ میں مدفون کر دیا گیا۔ بحوالہ ''حالی کی سوانح''، خلیق انجم، مشمولہ غالب نامہ، حالی نمبر، جلد ۲۳، شمارہ ۲، ۲۰۰۶ء۔

''اس دور کی سوانح نگاری کا سرچشمہ تحریک جذبۂ احیائے قومی ہے چنانچہ عمدہ ترین سوانح عمریاں بزرگوں اور ناموروں کی یادگار کی بجائے قوم کی ترقی کے خیال سے لکھی گئیں۔ مولانا حالی نے غالب کی لائف اس لیے لکھی ہے کہ غالب کی خوش طبعی اور ظرافت سے قوم میں زندہ دلی اور شگفتگی پیدا ہو۔ حیاتِ سعدی اور حیاتِ جاوید کا نصب العین بھی یہی ہے۔'' [۱۶]

مولانا حالی کی اولین سوانح عمری **''حیاتِ سعدی''** ہے جو کہ (۱۸۸۶ء) میں تخلیق کی گئی یہ عظیم فارسی شاعر شیخ سعدی شیرازی کے حالات اور ان کی تصانیف پر تنقید سے تعلق رکھتی ہے اور حالی نے اس تصنیف کے لیے مشرق ومغرب کے ماخذات سے بھرپور استفادہ کیا ہے جب کہ **''یادگارِ غالب''** ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی جس کی تخلیق کا مقصد قوم کو مرزا غالب کی شاعرانہ اہمیت اور شگفتہ مزاجی سے واقف کرنا تھا۔ دو حصوں پر مشتمل اس کتاب میں پہلا حصہ غالب کی زندگی کے واقعات اور ان کی شخصی عادات واخلاق کا بیان ہے جب کہ دوسرے حصے میں مرزا کے اُردو وفارسی کلام کے ساتھ ساتھ اس کلام پر تنقید اور ایران کے مشہور شعراء سے ان کے فارسی اشعار کا موازنہ ملتا ہے۔ **''حیاتِ جاوید''** ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔ سرسید احمد خان کے سوانحی حالات پر مشتمل اس کتاب کے بھی دو حصے کیے گئے ہیں جس میں پہلا حصہ سرسید کے سوانحی حالات اور دوسرا حصہ ان کے عوامی کارناموں پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر مولانا حالی نے اپنی نظم ونثر دونوں کے ذریعے قومی شعور اور اصلاحِ قوم کی طرف بھرپور توجہ دی اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اُردو ادب کی روایت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔

شمس العلما علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء-۱۹۱۴ء) تاریخی لحاظ سے ایک ہنگامہ خیز شخصیت تھے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اس سال کو ہندوستان کی تاریخ میں جنگ آزادی کے حوالے سے جانا جاتا ہے کہ آپ کی وفات کے سال یعنی ۱۹۱۴ء کو پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔ اس تاریخی اتفاق سمیت اُردو ادب میں مولانا شبلی نعمانی کا نام بھرپور اہمیت کا حامل ہے اور آپ نے نہ صرف سیرت، فلسفہ، ادبیات، تاریخ، تنقید، خطوط، سفرنامے، سوانح اور شاعری کے ذریعے اُردو ادب کی خدمت کی بلکہ مختلف اصناف کی اس رنگارنگی اور ہمہ جہتی کے ذریعے آپ کی علمی وادبی قدرومنزلت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۸۸۱ء میں شبلی پہلی دفعہ علی گڑھ آئے تو سرسید احمد خان کی نظر مردم شناس نے ۲۴ سالہ اس نوجوان کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگا لیا۔ مولانا شبلی کی ہمہ جہتی یقیناً لائق تحسین ہے۔

''مورخ، سوانح نگار اور شاعر شبلی تنقید میں بھی ایک مسند کے مستحق ہیں شعروشاعری کے بارے میں ان کے خیالات شعر العجم اور موازنۂ انیس ودبیر کے علاوہ ان کے مقالات میں بھی ملتے ہیں اور سوانح مولانا روم سے بھی کچھ اشارے جمع کیے

جا سکتے ہیں۔''[۱۷]

مولانا شبلی نعمانی کی اہم تصنیف سیرت النبی تھی جسے اگر چہ وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے مگر اپنی زندگی میں ہی آپ اس کا بیشتر کام مکمل کر چکے تھے اور اسے آپ کے شاگرد سید سلیمان ندوی نے مکمل کیا۔ سیرت النبی کے علاوہ آپ نے ''المامون'' (۱۸۹۸ء)، ''الفاروق'' (۱۸۹۸ء)، ''سیرت النعمان'' (۱۸۹۱ء) اور ''الغزالی'' (۱۹۰۲ء) کے تحت مسلم اکابرین کی سوانح عمریاں لکھیں ''اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر'' تاریخ ''مکاتیبِ شبلی'' خطوط جب کہ ''سفرنامۂ مصروشام'' سفرنامے پر مشتمل ہیں مقالاتِ شبلی ۸ حصوں پر مشتمل مولانا شبلی نعمانی کے مقالات ہیں جب کہ اُردو اور فارسی کلام کے متعدد مجموعے بھی شائع کرائے مگر اُن تمام تصانیف کے برعکس جس چیز نے مولانا شبلی کو ادبی و تاریخی اہمیت سے ہمکنار کیا وہ ''موازنۂ انیس و دبیر'' (۱۹۰۴ء) اور ''شعرالعجم'' کی تخلیق ہے۔ واضح رہے کہ شعرالعجم پانچ حصوں پر مشتمل ایک ایسی تصنیف ہے جس میں فارسی شاعری اور اصنافِ سخن پر محققانہ نظر کے ساتھ ساتھ فارسی غزل گو شعراء کے کلام پر تنقید بھی شامل ہے جب کہ موازنۂ انیس و دبیر میں مولانا شبلی نعمانی نے میر انیس اور مرزا دبیر کی مرثیہ نگاری کا تقابل کرتے ہوئے اُردو میں تقابلی تنقید کی طرح ڈالی۔ موضوعات کی اس ہمہ جہتی اور وسعت سے اُردو ادب نے مولانا شبلی نعمانی کا ایک بلند مقام متعین ہوتا ہے اور یہی چیز مولانا شبلی نعمانی کو اُردو ادب کے صاحبِ طرز انشا پردازوں سے ممتاز کرتی ہے۔

شمس العلماء مولوی نذیر احمد (۱۸۳۱ء-۱۹۱۲ء) ضلع بجنور کے ایک گاؤں رہیڑ میں پیدا ہوئے۔ مولوی نذیر احمد نہ صرف علی گڑھ تحریک میں سرخیل کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اُردو میں ناول جیسی صنفِ ادب کا موجد ہونے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ ایک مدرس کی حیثیت عملی زندگی کا آغاز کرنے والے نذیر احمد اپنی ذہانت اور شخصی کوششوں کے باعث ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر پہنچے اور پھر نظام دکن نے ان کی شہرت کے عوض ممبر بورڈ آف ریونیو مقرر کیا۔ نذیر احمد نے اپنی پوری زندگی تصنیف و تالیف میں گزاری اور علمی و ادبی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ حکومت کی طرف سے آپ کو شمس العلماء کا خطاب بھی آپ کی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور اور واضح اظہار ہے۔ نذیر احمد نہ صرف اعلیٰ پائے کے ادیب تھے بلکہ علی گڑھ کے اصلاحی اور منطقی نقطۂ نظر کو تمثیلی انداز میں بیان کرنے کا فن بھی آپ کو بخوبی آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید تحریک کے اس شہسوار کو اُردو ادب کا پہلا ناول نگار کہا گیا۔ نذیر احمد کے سامنے ایک نقطۂ نظر تھا اور اسی نقطۂ نظر یعنی معاشرتی اصلاح کے سبب ہی انہوں نے اُردو ادب میں جدید ناول کی طرح ڈالی۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں مقصدیت، اصلاح اور قومی تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسلمانانِ ہند کی بہتری خاص طور پر طبقۂ نسواں کی تعلیم و تربیت کا بیڑا بھی اُٹھایا۔

''مراۃ العروس'' (۱۸۶۹ء)، ''بنات النعش'' (۱۸۷۳ء)، ''توبۃ النصوح'' (۱۸۷۷ء)، ''فسانۂ مبتلا'' (۱۸۸۵ء)، ''ابن الوقت'' (۱۸۸۸ء)، ''ایامیٰ'' (۱۸۹۱ء)، ''رویائے صادقہ'' (۱۸۹۲ء)، ''ترجمۂ قرآن مجید'' (۱۹۰۳ء)، ''الحقوق

الفرائض'' (۱۹۰۶ء)، ''امہات الامۃ'' (۱۹۰۹ء)، ''موعظہ حسنہ'' اور ''مصائبِ غدر'' نذیر احمد کی ایسی تصانیف ہیں جن سے نہ صرف ان کا علمی مقام و مرتبہ متعین کیا جا سکتا ہے بلکہ ان تحریروں میں وہ مسلمان قوم کی اصلاح کے اپنی فرضِ اولین سے بھی بخوبی نبرد آزما ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر ان کے ناولوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''نذیر احمد کے ناولوں کی حیثیت محض تاریخی ہے۔ اس عہد میں اسلامی معاشرت میں اصلاح کی جو تحریک جاری تھی انہوں نے بھی اُس سے اثر قبول کیا اور پھر اپنے شعور کے مطابق قوم کو سدھارنے کی کوشش کی۔'' [۱۸]

نذیر احمد کے ان قصوں سے اُردو ادب میں نہ صرف ایک نئی صنف یعنی ناول متعارف ہوئی بلکہ ان میں نذیر احمد کے عہد کے مسلمان معاشرے کی بھی بھرپور تصویر کشی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> ''نذیر احمد کے ناولوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کی معاشرت کے ایک اہم دور کی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان کے ناولوں میں اس عہد کی ذہنیت، سماجی تصورات اور معاشرتی نظریات کے بہترین مرقع دستیاب ہوتے ہیں۔'' [۱۹]

مراۃ العروس مولوی نذیر احمد کی وہ تصنیف ہے جس کو اُردو ادب کا پہلا ناول بھی شمار کیا جاتا ہے۔ مراۃ العروس ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی اور اس میں مولوی نذیر احمد نے عورتوں کی تعلیم کو اپنا موضوع بنایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اصغری جیسا لافانی کردار بھی اس ناول کے ذریعے اُردو ادب کو عطا کیا۔ اصغری اپنی ہنرمندی، کفایت شعاری سمجھ داری اور سگھڑ پن کی وجہ سے مسلمان عورتوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔

''بنات النعش''، ''توبۃ النصوح''، ''فسانۂ مبتلا''، ''ابن الوقت''، ''ایامیٰ'' اور ''رویائے صادقہ'' نذیر احمد کے ایسے ناول ہیں جن کے ذریعے انہوں نے مسلمان قوم کی اصلاح کی کوشش کی۔ اگرچہ نذیر احمد کو یہ قصے لکھتے ہوئے خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ اُردو ادب میں ناول جیسی جدید صنف کی بنیاد رکھ رہے ہیں مگر جب ناقدین نے ان قصے کہانیوں کو جب مغربی ناول کے اُصولوں میں پرکھا تو پتہ چلا کہ نذیر احمد کے یہ تمثیلی قصے محض قصے نہیں بلکہ ناول جیسی صنفِ ادب ہیں۔ نذیر احمد نے ان ناولوں میں نہ صرف ہندوستان کی معاشرت کی عکاسی کی بلکہ کردار نگاری، مکالمہ نگاری، سادہ اُسلوب اور عمدہ پلاٹ کے ذریعے فنی طور پر بھی اُردو ادب کی عظیم خدمت کی۔ نذیر احمد کے معترضین اگرچہ ان کو ناول نگار کی بجائے ایک واعظ کا درجہ عطا کرتے تھے کیوں کہ اُن کے پیشِ نظر مسلم معاشرے کی اصطلاح، طبقۂ نسواں کی اصلاح اور روزمرہ زندگی کے مسائل تھے اس لیے اُن کے ناولوں کو مقصدی بھی کہا گیا مگر اس حقیقت سے

انکار ممکن نہیں کہ نذیر احمد کے سامنے لاکھ مقصدیت ہو مگر فنی طور پر وہ اُردو ادب کے اولین ناول نگار ہی ٹھہرتے ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء-۱۹۱۰ء) ☆ اگرچہ تحریک سرسید سے براہِ راست منسلک نہ تھے مگر آپ کا شمار اُن افراد میں ہوتا ہے جو علی گڑھ کی علمی اور فکری فضا سے متاثر تھے۔ مولانا آزاد دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مولوی محمد باقر تھا جنہوں نے دہلی سے اُردو کا پہلا اخبار ''اُردو اخبار'' ۱۸۳۷ء میں نکالا۔ اُردو ادب میں آزاد ایک نقاد، مورخ اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ خاص طور پر نقاد کی حیثیت سے آپ کی اہمیت تسلیم شدہ ہے اور آپ کی تصنیف آبِ حیات نے نہ صرف یہ کہ آپ کو شہرتِ دوام بخشی بلکہ اسی کتاب کے ذریعے آپ کے تنقیدی نظریات کا پرچار بھی ہوتا ہے۔ سلیم اختر لکھتے ہیں:

> ''آزاد کی اصل شہرت آبِ حیات (۱۸۸۰ء) کی وجہ سے ہے۔ نہ صرف اُسلوب کی رنگینی، الفاظ کے فنکارانہ استعمال اور عبارت کے شاعرانہ حُسن کی وجہ سے بلکہ اس سے بھی کہ یہ پہلی کتاب ہے جس نے تذکروں کی فہرست ساز تنقیدی روایات سے انحراف کیا۔''[۲۰]

''آبِ حیات'' (۱۸۸۰ء) محمد حسین آزاد کی ایسی کتاب ہے جس میں قدیم تذکرہ نویسی کے انداز کو ترک کر کے تذکرہ نویسی کے جدید رنگ کو شاعری کی تاریخ میں منتقل کیا گیا ہے۔ یہ محض تذکرہ ہی نہیں بلکہ اُردو شاعری کی تاریخ اور تنقید پر مشتمل کتاب ہے۔ اس میں آزاد نے ولی دکنی سے لے کر اسداللہ خان غالب کی زندگی کے حالات، نمونہ کلام اور شاعری پر تنقید شامل ہے۔ اس کتاب کی منفرد بات یہ ہے کہ انہوں نے اُردو شاعری کو پانچ ادوار میں تقسیم کر کے ہر دَور کے ممتاز شعراء کا تعارف بھرپور انداز میں کرایا ہے۔ اگرچہ یہ شاعری کی تنقید پر مشتمل کتاب ہے مگر آزاد کے اُسلوب میں تخیل کی فراوانی کے باعث یہ انشا پردازی کا ایک لازوال نمونہ بھی ٹھہرتی ہے۔

اگرچہ ''آبِ حیات'' کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم تذکرہ نویسی سے ہٹ کر اُردو شاعری کی ایک مستند اور مربوط تاریخ ہے مگر اس کی خصوصیات میں نمایاں خصوصیت اس کی ابتدا میں اُردو زبان کے آغاز و ارتقا کے بارے میں محمد حسین آزاد کی بحث ہے جس میں آزاد نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اُردو زبان درحقیقت برج بھاشا سے نکلی ہے۔ اگرچہ اُردو زبان کے آغاز و ارتقا کے بارے میں مختلف نظریات سامنے آچکے ہیں اور محمد حسین آزاد کے نظریے کے رَد کے طور پر بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر ''آبِ حیات''

☆ مولانا محمد حسین آزاد ۸ ذی الحج ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۰ رجون ۱۸۳۰ء بروز جمعرات دہلی میں پیدا ہوئے۔ اِن کی تاریخ پیدائش ''ظہورِ اقبال (۱۱۱۱+۱۳۴) سے نکلتی ہے۔ ''ظہورِ اقبال'' ذوق کی کہی ہوئی تاریخ ہے اور اقبال مندی کا دائمی نشان بھی۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: (۱) ''آبِ حیات'' (مع حواشی و تعلیقات اور اختلاف نسخ) ترتیب و تدوین ابرار عبدالسلام، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، ۲۰۰۶ء (۲) محمد حسین آزاد: ''احوال و آثار'' از ڈاکٹر محمد صادق، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۱۲ (۳) محمد حسین آزاد، حیاتِ تصانیف، اسلم فرخی، انجمن ترقی اردو، کراچی۔

سے اُردو زبان کے نظریات کے سلسلے میں اولیت کا اعزاز کبھی نہیں چھینا جا سکتا۔

جدید اُردو شاعری کے ارتقاء کے سلسلے میں بھی محمد حسین آزاد کا نام بھرپور مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ آزاد کے قیام لاہور کے دوران آپ ۱۸۷۴ء میں قائم ہونے والی انجمنِ پنجاب کے روحِ رواں تھے۔ خاص طور پر نظمِ جدید کے آغاز و فروغ کے لیے کی جانے والی کوششوں میں انجمن پنجاب اور آزاد و مولانا حالی کی کوششیں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان کوششوں کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> ''مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی کا انجمن پنجاب سے جو گہرا تعلق رہا اور اس نے جس طرح انہیں نظم نگاری کی طرف مائل کر کے جدید شاعری کی طرف راغب کیا اس کی بنا پر انجمن پنجاب اُردو ادب کی تاریخ میں ایک سنگ میل قرار پاتی ہے۔''[۲۱]

''نیرنگِ خیال'' (۱۸۸۰ء) آزاد کا ایسا فن پارہ ہے جو انہیں سر سید احمد خان کے بعد مضمون نگاری کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ یہ دراصل ادبی مضامین کا مجموعہ ہے جس کا پہلا حصہ آٹھ مضامین پر مشتمل ہے جو اُن کی حیات میں شائع ہوا جب کہ دوسرا حصہ پانچ مضامین پر مشتمل ہے جو مابعد شائع ہوا۔ آزاد نے مضمون نگاری کی تالیف کا آغاز ۱۸۷۵ء کے بعد کیا جس کے باعث مضمون نگاری میں سر سید کے بعد آزاد ہی کا نمبر آتا ہے۔ یہ مضامین دراصل ترجمہ یا انگریزی مضامین سے ماخوذ ہیں مگر آزاد نے انہیں اس انداز اور اُسلوب کے ساتھ اُردو میں ڈھالا کہ یہ طبع زاد سو معلوم ہوتے ہیں۔ یہ مضامین انگریزی اور یونانی ادب سے ماخوذ ہیں اور کہیں کہیں آزاد نے اصل سے انحراف کر کے تخیل کی رنگ آمیزی بھی شامل کی ہے جس کے باعث نہ صرف یہ کہ یہ مضامین تمثیلی رنگ اور نثر کی دلکشی لیے ہوئے ہیں بلکہ ان میں انشائیہ کے بہت سے خصائص بھی ملتے ہیں۔ مجموعی طور پر آزاد ایسی متنوع شخصیت کے مالک تھے جس نے ایک نقاد، شاعر اور صاحبِ اُسلوب نثر نگار کے طور پر اُردو میں نام کمایا۔

شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ خان (۱۸۳۲ء- ۱۹۱۰ء) دلّی کے ایک مذہبی اور ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ریاضی، عربی، فارسی اور اُردو زبان میں خاص مہارت تھی۔ سر سید احمد خان کی تحریک سے فطری اور فکری لگاؤ تھا۔ ۱۸۶۶ء میں سائنٹفک سوسائٹی کی رکنیت قبول کی اور اس کے فروغ کے لیے ۱۵۷ کتب لکھیں جس میں سے کچھ طبع زاد اور کچھ تراجم پر مشتمل تھیں۔ مولوی ذکاءاللہ بنیادی طور پر مادری زبان میں تعلیم دینے کے حق میں تھے۔ اس لیے انہوں نے ۱۷ سال کی عمر میں ریاضی کی ایک کتاب اُردو زبان میں لکھی جو اپنی نوعیت کی اولین تصنیف تھی۔

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی (۱۸۴۴ء- ۱۸۹۵ء) سر سید تحریک کے اہم رکن تھے۔ ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے، کشمیری الاصل تھے مگر والد کی ملازمت کے باعث پنجاب اور سہارن پور میں زیادہ تر وقت گزرا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ

آپ انگریزی، عربی، فارسی اور اُردو جانتے تھے مگر کوئی امتحان پاس کیا ہوا نہیں تھا یعنی آپ کی کوئی باقاعدہ تعلیم نہ تھی۔ غیر مسلم معترضین کے لیے جوابی مضامین لکھنے کی ذمہ داری آپ پر تھی۔ اپنے عہد کے دیگر لوگوں میں سے زیادہ محققانہ ذہن اور نظر رکھتے تھے۔ ادیب کم اور مناظر زیادہ تھے۔ آپ کا اندازِ بیان مدلل اور جامع تھا۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''سرسید نے جس دینی فکر کی بنیاد رکھی اُس کی ترقی میں شبلی، چراغ علی، نذیر احمد اور محسن الملک نے برابر کا حصہ لیا۔ ان سب بزرگوں نے اہم تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ سب سرسید کے علم الکلام سے اثر پذیر ہوئے۔ ان میں سرسید کی فکر سے قریب ترین چراغ علی تھے لیکن ان کی اکثر کتابیں انگریزی میں ہیں وہ عربی کے علاوہ عبرانی اور سریانی زبان سے واقفیت رکھتے تھے۔ ان کی بدولت ان میں تحقیق اور وسعت نظر اور علمی جستجو کے آثار زیادہ ملتے ہیں۔'' [۲۲]

نواب محسن الملک کا اصل نام سید مہدی علی تھا (۱۸۳۷ء-۱۹۰۷ء) اُتر پردیش کے شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۴ء میں ریاست حیدر آباد میں نواب محسن الملک کا خطاب ملا۔ سرسید احمد خان سے تعلق، دوستی اور عقیدت لاثانی تھی۔ خاص طور پر سرسید کی وفات کے بعد محسن الملک ہی تھے جنھوں نے سرسید کی تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ایک رہنما کا کردار ادا کیا۔ سرسید کی تصنیف لائف آف محمدؐ کی تخلیق میں بھی محسن الملک کی مالی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ علی گڑھ تحریک میں جن لوگوں نے مالی معاونت فرمائی ان میں محسن الملک کا نام سرِفہرست ہے۔ تہذیب الاخلاق میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے کی ترغیب دلانے میں بھی آپ کا اہم کردار ہے۔ اس کے علاوہ دین اور اخلاقیات سے متعلق بھی آپ نے متعدد کتب شائع کیں۔

وقارالملک نواب مشتاق حسین خان (۱۸۴۱ء-۱۹۱۷ء) ان کے خاندان کی ایک شاخ سنبھل میں آن بسی۔ ان کے والد منشی فضل حسین بسلسلہ ملازمت سرّ اوہ میں مقیم تھے۔ یہیں ۲۴ مارچ ۱۸۴۱ء کو مشتاق حسین کی ولادت ہوئی ☆۔ بچپن میں یتیمی کا داغ سہنا پڑا۔ سرسید احمد خان سے خاص عقیدت تھی بنیادی طور پر پُر وقار متحمل خود دار اور مذہبی آدمی تھے۔ ریاست حیدر آباد میں اہم عہدوں پر کام کیا اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے شروع کیے۔ رسالہ تہذیب الاخلاق کے مہتمم بھی رہے اور آپ کے مضامین بھی اس رسالے میں شائع ہوتے رہے جو زیادہ تر مذہبی اور اخلاقی نوعیت کے تھے۔ آپ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے مشترکہ طریق انتخاب کی مخالفت کی اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ پلیٹ فارم پر انتخاب لڑنے کی ترغیب دی۔ علی گڑھ اور سرسید

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''وقارالملک''، محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک، نورالحسن نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۱ تا ۱۴۹۔

کے اصلاحی کاموں سے ان کی گہری وابستگی کا اندازہ نورالحسن نقوی کے درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

> ''نواب وقارالملک کی قابل قدر بات یہ ہے کہ جب ٹرسٹیوں نے سید محمود کو سرسید کا جانشین مقرر کرلیا تو آپ نے بھی بخوشی اس فیصلے کو قبول کرلیا۔ حد یہ ہے کہ سرسید کی وفات کے بعد جب سید محمود سے سیکریٹری کا کام نہ سنبھل سکا تو وقارالملک نے یہ پیشکش کی کہ میں بغیر کسی منصب کے علی گڑھ میں رہ کر سید محمود کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاؤں گا۔''[۲۳]

قومی حوالے سے آپ کا کارنامہ مسلم لیگ کے قیام کی کوششیں کرنا تھا علی گڑھ یونیورسٹی کی تجویز بھی آپ کی مہتمی میں بروئے کار لائی گئی۔

علی گڑھ تحریک کے معاونین اور محمڈن کالج کے بانیوں میں مولوی سمیع اللہ کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔۱۸۳۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ایک وسیع پس منظر کے حامل مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ تھے اگرچہ آپ کا شمار علی گڑھ تحریک کے بانی اراکین میں ہوتا ہے مگر سید محمود کے جانشینی کے مسئلے پر سرسید احمد خان کی شدید مخالفت بھی انہوں نے ہی کی اور سرسید کے غیظ و غضب کا نشانہ بھی بنے مگر مرتے دم تک کالج کی بہتری کا خیال دامن گیر رہا۔

مندرجہ بالا سطور میں ان کاملین کا ذکر کیا گیا جنہوں نے علی گڑھ میں علم و ادب کی آبیاری کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنی تحریروں سے علم و ادب کی وہ شمع روشن کی جو آج تک بجھنے نہیں پائی۔ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے علی گڑھ میں علم و ادب کے فروغ کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔جسٹس سیّد محمود، راجہ جے کشن داس، مولوی سیّد زین العابدین، ایسے لوگ تھے جن کی خدمات سے کسی طور بھی انکار ممکن نہیں۔ان کے علاوہ مولانا وحیدالدین سلیم، نواب عمادالملک، عبدالحلیم شرر، مولوی عبدالحق، مولانا طفیل احمد منگلوروی، مولانا ظفر علی خان، سجاد حیدر یلدرم، حسرت موہانی، رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر ذاکر حسین، حکیم شجاع احمد، عبدالماجد دریا آبادی، آل احمد سرور، علی سردار جعفری، مجنوں گورکھ پوری، مسعود حسین خاں، خورشید الاسلام، اختر الایمان، مجاز لکھنوی، خلیل الرحمٰن اعظمی، قمر رئیس، قاضی عبدالغفار اور قاضی عبدالستار کے علاوہ بہت سے ادیب، شاعر، نقاد اور محقق علی گڑھ یونیورسٹی سے وابستہ رہے اور انہیں نامور ہستیوں کے باعث علی گڑھ میں ادب میں موضوعات کا تنوع دکھائی دیتا ہے اس کے علاوہ ادب میں مقصدیت کی جو طرح سرسید احمد خان نے ڈالی اس کو بامِ عروج بھی انہیں کاملین فن کے باعث پہنچا۔علی گڑھ کالج نے ۱۹۲۰ء میں جب مسلم یونیورسٹی کا درجہ حاصل کیا تو اس کے بعد ماہرینِ تعلیم کی ایک طویل فہرست بھی اس سے وابستہ دکھائی دیتی ہے۔اس یونیورسٹی میں ۱۹۲۰ء سے ۲۰۰۰ء تک کا ۸۰ سالوں پر محیط سفر ۲۰ وائس چانسلر کی سربراہی میں طے کیا گیا۔ذیل میں ان سربراہوں کے نام اور تقرری کی مدت دی جارہی ہے:

مہاراجہ محمود آباد سر محمد علی خان (۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۳ء)، صاحب زادہ آفتاب احمد خاں (۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۶ء)، نواب سر مزمل اللہ خاں شیروانی (۱۹۲۷ء تا ۱۹۲۹ء)، سر راس مسعود (۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۴ء)، ڈاکٹر ضیاالدین احمد (۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۸ء)، سر شاہ سلیمان (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۱ء)، ڈاکٹر ضیاالدین (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء) ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۶ء)، کرنل بشیر حسین زیدی (۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۲ء) بدرالدین طیب جی (۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۵ء)، نواب علی یاور جنگ (۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۸ء)، پروفیسر عبدالعلیم (۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء)، پروفیسر محمد علی خسرو (۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۹ء) جناب سید حامد (۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۵ء)، سید ہاشم علی (۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۰ء)، پروفیسر محمد نسیم فاروقی (۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۴ء)، ڈاکٹر محمود الرحمٰن (۱۹۹۴ء تا ۲۰۰۰ء)، جناب محمد حامد انصاری (۲۰۰۰ء)۔

یہ ماہرین تعلیم کی ایسی تعداد ہے جس کی بدولت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے بے پناہ علمی، ادبی اور فکری ترقی کی اور لاکھوں طلبا نے یہاں سے علمی فیض حاصل کیا۔ انتظامی اور تعمیراتی حوالے سے بھی اس جامعہ کی ترقی قابلِ تقلید ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مصطفیٰ حسین منظر جلیسری، ''علی گڑھ کے خدوخال''، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سن ندارد، ص ۳۰۔

۲۔ کاظم علی خان، ڈاکٹر، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص ۳۴۳۔

۳۔ اُردوئے معلیٰ، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۸۹۹ء، ص ۷۵۔

۴۔ Jamal Muhammad Siddiq, Aligarh District, A Historical Survey, Aligarh Muslim University, Aligarh.

۵۔ مصطفیٰ حسین منظر جلیسری، ''علی گڑھ کے خدوخال''، ص ۳۲۔

۶۔ عابد حسین، سید، ڈاکٹر، ''سید کا خواب اور اس کی تعبیر'' مشمولہ علی گڑھ تحریک آغاز تا امروز، مرتبہ نسیم قریشی، مسلم پریس، لکھنؤ، ۱۹۶۰ء، ص ۱۔

۷۔ احتشام حسین، سید، ''علی گڑھ تحریک کے اساسی پہلو'' مشمولہ علی گڑھ تحریک آغاز تا امروز، ۱۹۶۰ء، ص ۳۳-۳۴۔

۸۔ نور الحسن نقوی، ''محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۵۔

۹۔ احتشام حسین، سید، ''علی گڑھ تحریک کے اساسی پہلو'' مشمولہ علی گڑھ تحریک آغاز تا امروز، ۱۹۶۰ء، ص ۴۴۔

۱۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۲۔

۱۱۔ خواجہ الطاف حسین حالی، ''حیاتِ جاوید'' شائع کردہ، اکادمی پنجاب، لاہور، فروری ۱۹۵۷ء، ص ۱۲۲۔

۱۲۔ // // // ص ۱۴۶۔

۱۳۔ // // // ص ۱۶۶۔

۱۴۔ // // // ص ۱۹۸۔

۱۵۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''اشاراتِ تنقید''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵۸۔

۱۶۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سرسید اور ان کے نامور رفقاء کی اُردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، ص ۹۲-۹۱۔

۱۷۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''اشاراتِ تنقید''، ص ۹۲-۹۱۔

۱۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ص ۲۰۱۔

۱۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سرسید احمد خان اور نامور رفقاء''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص ۲۰۴۔

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ص ۲۰۵۔

۲۱۔ // // ص ۲۰۵۔

۲۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سر سید احمد خان اور نامور رفقاء''، ص ۶۸-۶۹۔

۲۳۔ نورالحسن نقوی، ''محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک''، ص ۴۶۔

❋

علی گڑھ میں تخلیقاتِ غالب کی اشاعت
تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(الف) غالب کی شناخت کا مسئلہ اور تفہیمِ غالب کے حوالے سے مشکلات

(ب) علی گڑھ میں تفہیمِ غالب کی روایت کا آغاز اور تشکیل، علی گڑھ اور غالب میں قدرِ مشترک

(ج) غالب کے اردو دواوین کی اشاعت، دیوانِ غالب کی اشاعت اور علی گڑھ، علی گڑھ میں شائع دواوین کا تحقیقی وتنقیدی تجزیہ، دواوینِ غالب اشاعت کے سلسلے اور شائع شدہ دواوین کا تحقیقی تجزیہ واشاریہ

(د) فارسی کلامِ غالب کی اشاعت، اس کی روایت، علی گڑھ میں شائع فارسی کلام کی اہمیت و افادیت، اہم نسخوں کا تحقیقی جائزہ و علی گڑھ سے فارسی کلام کا اشاریہ

(ہ) نثرِ غالب کی اشاعت، رسائل میں علی گڑھ کا کردار، نثرِ غالب کے فروغ میں علی گڑھ کا حصہ، اہم ترین نسخوں کا جائزہ اور علی گڑھ کے حوالے سے نثرِ غالب کا مکمل اشاریہ

بڑا شاعر اپنے دور کا حساس ترین نمائندہ ہوتا ہے اور وہ اپنے دَور کے متصادم حالات میں اپنے سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی خیالات وافکار میں یک گونہ ارتباط اور انضمام کا کھوج لگاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو غالب کو دیگر شعراء سے ممتاز کرتا ہے کہ وہ ایسا جمالیاتی نظام تشکیل دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو نہ صرف تہذیبی اقدار و روایات کے معتبر پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ روایت کے دائمی عناصر کے ارتکازِ تقدیس میں بھی معتبر حیثیت رکھتا ہے۔[۱]

مرزا اسداللہ خاں غالب (نجم الدولہ دبیرالملک نظام جنگ ۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) ایک عظیم شاعر ہیں۔ ان کا کلام اور ان کی تصانیفِ نظم ونثر ہمارا بہت بڑا ادبی ورثہ وسرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ نئے خیالات کو قبول کرنے اور کشادہ نظری کو فروغ دینے کی کوشش بھی ہے اِنہیں ہم مشترک تہذیب وثقافت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔ اِس نابغۂ روزگار نے چونکہ مغلیہ عہد کی بستیاں اُجڑتے دیکھی تھیں اِس لیے اِن کا آشوبِ آگہی، مسلک رنگ ونسل، مذہب وملّت اور ذات پات کی قید سے آزاد اور بلند ہو کر ساری انسانیت کو ایک رشتۂ یگانگت میں منسلک کرتا ہے۔ اِن کے کلام ونثر میں ایک عہد اور اُس کی تہذیب کی کروٹوں کا انعکاس ملتا ہے۔[۲]

تفہیم غالب کی روایت تقریباً دو صدیوں پر محیط ہے۔ مولانا حالی اور سرسید سے لے کر آج کے محقق اور نقاد تک غالب کی شاعری اور نثر کو سمجھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اتفاق سے یہ دوسو سال بالخصوص برصغیر اور بالعموم عالمی سطح پر تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی، نئی نئی ایجادات کا سلسلہ نئے علوم کا فروغ، نئے فلسفیانہ نظریات، ادبی نقطۂ ہائے نظر، تحریکیں، جنگیں، برصغیر کی تقسیم، غرض بے شمار واقعات ایسے ہیں جو زندگی اور متعلقاتِ زندگی کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔ نیز ان حالات میں ایک شاعر کی فکر کا نہ صرف زندہ رہنا بلکہ عصری تقاضوں کے مطابق معنی کی ترسیل ایک ایسا معجزہ ہے جو اُردو شاعری میں غالب کو ملا ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کی شاعری تر وتازہ ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے مضمون ''تفہیم غالب اکیسویں صدی میں'' لکھا ہے:

''تفہیمِ غالب ہر دور کا مسئلہ رہا ہے۔ غالب کی عظمت اس میں مضمر ہے کہ وہ ہر زمانے کی فکری اور جذباتی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا آیا ہے۔ وہ زندگی کی مرکب صورتوں کا ترجمان ہے۔ پیچیدہ تجربات اور نرم و نازک احساسات کا بیان پیچیدہ صورتوں کا متقاضی رہا ہے۔ ہر دور نے غالب کی پہچان اپنے عصری رجحانات کے حوالے سے کی ہے اس لیے غالب مشکل پسندی کے باوجود آج بھی زندہ ہے۔'' [۳]

غالب نے مغل سلطنت کی عمارت کو گرتے دیکھا، ۱۸۵۷ء کی تباہ کاریوں کا زمانہ اُن کے سامنے گزرا۔ سیاسی، سماجی، معاشی و معاشرتی انقلاب دیکھا۔ غرض یہ متصادم حالات مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی ماحول پر ہی اثر انداز نہیں ہو رہے تھے بلکہ افکار و خیالات کو بھی متاثر کر رہے تھے۔ سرسید و غالب کی سوچوں کے دھارے رائج الوقت افکار کا آئینہ تھے اور تہذیبی نشاۃِ ثانیہ کے مظہر بھی تھے۔ روحانی شکست و ریخت اور قدروں کے تصادم کے دور میں غالب و سرسید دونوں تبدیلی کے خواہاں تھے۔ بلکہ غالب برِصغیر میں انقلاب کے اوّلین داعی تھے اور نئی سائنسی ایجادات کے معترف بھی تھے۔

سرسید احمد خان کا بیان دیکھیے جو اُنہوں نے مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ترقی سے متعلق کمیشن ۱۸۷۲ء کے سامنے دیا تھا:

''وقت اور اس کی روح سائنسی علوم اور اس کے نتائج سب تبدیل ہو گئے ہیں۔ مسلم دانشوروں کی قدیم تصنیفات مسلمانوں کو حریتِ فکر اور سادگی کی تعلیم دینے میں ناکام رہی ہیں اور نہ ہی وہ عمومی طور پر حقوق کے حصول میں معاونت کرتی ہیں۔ یہ کتابیں احساسِ غلامی کا نفاذ کرتی ہیں اور عام لوگوں کو غرور، تکبر، غیر حقیقت پسندی اور خود فریبی میں مبتلا کرتی ہیں۔'' [۴]

سرسید کا مندرجہ بالا بیان اور غالب کی کوک ایک ہی طرح کا درد اپنے اندر لیے ہوئے ہیں ؎

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو، ایک نقشِ پا پایا

سرسید کا مندرجہ بالا بیان مسلمانوں کو وقت کے ساتھ اپنی زندگی اپنی محنت اور اپنے خیالات کو حرکت و عمل، جستجو اور عقلی ترقی و مقصدی زندگی کے مطابق ڈھالنے کا اشارہ کر رہا ہے ☆۱ اور غالب جیسا عظیم شاعر کلیات فارسی مثنوی دہم میں یہ پیغام یوں دیتا ہے ☆۲ کہ ؎

☆۱ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''غالب، سرسید کی پہلی آواز'' محمد علی صدیقی، مشمولہ ''افکار'' ۱۹۸۲ء، ص ۱۲-۱۴؛ ''کلیاتِ غالب فارسی'' مثنوی دہم۔

☆۲ ''قصائد و مثنویات فارسی'' مطبوعات مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۱۷۔

صاحبانِ انگلستان را نگر
شیوہ و اندازِ اینان را نگر
آتشے کز سنگ بیروں آورند
ایں ہنر منداں زخس چوں آورند
تا چہ افسوں خواندہ انداینان برآب
دود کشتے راہمی راند در آب
من کہ آئینِ ریا را دشمنم
در وفا اندازہ دانِ خود منم

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم انگلستان کی طرف دیکھو وہ کیسی کیسی ترقی کررہے ہیں انہوں نے اپنے ہنر سے کیسی کیسی نایاب اشیاء تخلیق کی ہیں۔ وہ سمندر کی لہروں پر کشتی اور جہاز چلارہے ہیں۔ غالب اس وقت یہ جان گئے تھے کہ پسماندہ مسلمان کیسے دوبارہ ترقی کرسکتے ہیں اوراپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ نئے ادب نئی سوچ نئی تخلیقات کی اہمیت کو وہ بخوبی جانتے تھے کہ یہی بات اقبالؔ نے اپنے بیٹے جاوید کو نظم ''جاوید کے نام'' میں کہی کہ اپنے زورِ بازو سے اپنی ذہنی تخلیق سے اپنی دنیا آباد کرو اور اپنے رہنے کا سامان کرو[۵]۔

غالب ایک ایسی قدآور شخصیت ہیں جو اپنے ہمعصروں میں منفرد ہیں۔ جن کے ہاں حسن وعشق کے موضوعات سے لے کر حیات وکائنات کے اسرار تک کی تفہیم نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے ہاں مختلف رنگوں کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ اِن کے ہاں موضوعات کے تنوع اور خیالات کی ندرت اور عظمت نے ایسا سحر تخلیق کیا ہے کہ ناقدین ان کے دیوان کو الہامی کتاب کا درجہ دیتے ہیں۔

غالب نے جس طرح غزل میں موضوع، خیال اور بیان کی نیرنگی کو پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روایت پر چلتے ہوئے نئی راہوں کو تلاش کرتے ہیں غالب کی شخصیت، غالب کی شاعری کے رنگ ہر طرح کے تعصب سے پاک ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ان کی شاعری کو مقبولیت ملی اور ان کی شاعری آج بھی تر وتازہ ہے اور ہر قاری کو یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

غالب ایسے ہمہ صفت شاعر ہیں جنہوں نے عصری تقاضوں اور پیچیدگیوں کو نہ صرف سمجھا بلکہ اپنی شوخی، سیماب صفتی اور حرکت پسندی کے نئے نئے موضوعات کو جنم دیا۔ نئے موضوعات کو متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ وہ روایت سے بھی رشتہ

نہیں توڑتے ایک بڑے شاعر کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ روایت پر چلتے ہوئے اس میں تجربے کے امتزاج سے وسعت پیدا کرے۔ اس اعتبار سے بلاشبہ غالب عظیم شاعر ہیں۔

غالب کی شخصیت اور فن پر لکھنے کا کام تقریباً ہر علاقے اور ہر ادبی مرکز میں ہوا ہے۔ ان مراکز کی اپنی ایک الگ شناخت اور حوالہ ہے ان میں ایک ادارہ علی گڑھ ہے جو اپنے طور پر خرد افروزی اور روشن خیالی کا استعارہ ہے۔ اردو ادب میں علی گڑھ اور اس کے اثرات کو آج کے عصری ادب پر واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اردو میں ادب برائے زندگی، مقصدیت، اصلاح اور عصری شعور ایسے مباحث کو علی گڑھ تحریک نے اٹھایا اور اسے اپنے فکری میلان اور رجحانات کا حصہ بنایا۔ علی گڑھ تحریک نے فرسودہ موضوعات، اسالیب اور نظریات کو رد کرتے ہوئے نئے فکری افق سے اردو ادب کو آشنا کیا نیز استدلالیت اور منطقیت پر مبنی نئے اسلوب کی طرح بھی علی گڑھ تحریک کا حاصل ہے۔ اِس کے علاوہ غالبیات کے حوالے سے معیار اور مقدار کے حوالے سے بہت اہم کام ہوا ہے۔ غالب کے اردو اور فارسی دواوین، خطوط، دیگر کتب کے علاوہ غالب کی شخصیت اور فن کے حوالے سے تحقیق وتنقید کے شعبوں میں نہایت وقیع کام ہوا ہے۔ اس کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں بھی غالب کے حوالے سے تحقیقی کام کیا گیا ہے۔ نیز رسائل کے غالب نمبرز بھی شائع ہوئے ہیں۔ علی گڑھ میں غالب پر اس قدر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے کہ اپنے طور پر یہ ایک داستان کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ علی گڑھ میں غالب پر ہونے والے تحقیقی کام کا تجزیہ اپنے طور پر اہمیت رکھتا ہے تاکہ اِس روایت کا تعین ہو سکے اس سارے عمل میں علی گڑھ میں تحقیق غالب کے آغاز اور پھر روایت کی تشکیل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے علی گڑھ کا تعارف وجغرافیائی حالات کا مختصر انداز میں جائزہ لینا ضروری ہے کہ جس دیار میں غالب مشکل پسند ہونے کے باوجود آج بھی زندہ ہے۔

انسان جس خطے کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے وہاں اپنی روزمرہ زندگی کی ضروریات کا انتظام بھی کرتا ہے اور یوں ضرورت وآبادی میں اضافہ کے باعث اُس خطے کے طول وعرض میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس خطے کی آب وہوا رہن سہن، عادات واطوار میں تبدیلی وترقی آنا شروع ہو جاتی ہے نئے علوم کو فروغ ملتا ہے۔ لوگوں کے وژن میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر اس علاقے یا خطے کا نام بھی مخصوص ہو جاتا ہے۔

یہی صورتِ حال ''علی گڑھ'' کے ساتھ رہی ہے۔ ''علی گڑھ'' کا ابتدائی نام جو آج بھی لوگوں کی زبان پر رہتا ہے اس کا قدیم نام ''کول'' تھا، یہ دہلی اور اکبر آباد کے درمیان قدیم شہر ہے۔ اکبر آباد میں غالب پیدا ہوئے اور رہائش دہلی میں اختیار کی اور دیارِ دہلی ہی مدفن بنا۔ ''علی گڑھ'' (کول) مغلیہ عہدِ حکومت میں حکمران بابر کے ایک ماتحت جنگ نے فتح کیا۔ اِس وقت سے یہ شہر ''علی گڑھ'' کے نام سے موسوم ہوا تھا[۶]۔ ''علی گڑھ'' کے نام سے موسوم ہونے کے بعد بھی اس علاقے کو جو کہ قصبہ نما شہر تھا عرصۂ دراز تک ''کول'' کے نام سے پکارا جاتا رہا۔ غالب کے دور میں بھی علی گڑھ کا پرانا نام ''کول'' زیادہ تر کہا جاتا

تھا۔ یہاں تک کہ غالب نے خود بھی اس شہر کو ان دونوں ناموں (کول اور علی گڑھ) سے یاد کیا ہے۔

غالب نے اپنے متعدد اردو خطوط جو انہوں نے منشی نبی بخش حقیر کو لکھے تھے اِس شہر کو ''علی گڑھ'' اور ''کول'' دونوں ناموں سے یاد کیا ہے[۷]۔ غالب کے مولد اکبرآباد اور مسکن و مدفن دہلی سے علی گڑھ کے محلِ وقوع کی قربت کو سب سے پہلے رشید احمد صدیقی نے محسوس کیا تھا، اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' میں واضح انداز میں اہلِ علم کی توجہ مبذول کرائی[۸]۔ مجھے تحقیق غالب میں علی گڑھ کی خدمات پر کام کرنے کی تحریک اس وقت پیدا ہوئی جب حال ہی میں مَیں نے ڈان اخبار میں محمد علی صدیقی صاحب کا مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' پڑھا تھا[۹]۔ اِس مضمون کو پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اِس موضوع کو باقاعدہ طور پر سمیٹنے اور اس روایت کا تعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تفہیم غالب کی روایت میں علی گڑھ کی ادبی خدمات کا اس طرح جائزہ لیا جائے کہ ایک مربوط روایت قائم ہو سکے یوں تو تفہیمِ غالب پر بہت سا کام ہوا ہے مگر اس روایت کا تعین نہیں ہو سکا۔

سرسید تحریک کا مرکز ''علی گڑھ'' تھا اور ہے۔ علی گڑھ تحریک کے بانی سرسید احمد خاں کی نابغۂ روزگار شخصیت غالب کے ساتھ وابستگی اور جن رشتوں کا سراغ ملتا ہے یہ ایک دلچسپ بحث ہے لہٰذا اصولی طور پر سب سے پہلے غالب اور سرسید کے تعلق کی وضاحت ضروری ہے۔

غالب اور سرسید کے صحیفۂ حیات کے مطالعے سے ایک دلچسپ اور عجیب اتفاق ہمارے سامنے آتا ہے کہ جس طرح سرسید احمد خاں کا مولد دہلی تھا اور یہ غالب کا مسکن رہا۔ اسی طرح غالب کا مولد آگرہ تھا اور یہ شہر کچھ عرصہ تک سرسید کا مسکن بھی رہا ہے۔ ان دونوں ہم عصر مشاہیر میں سے ایک کا مولد دوسرے کا مسکن رہا ہے۔ پہلی نسبت سرسید اور غالب کی ایک دوسرے کے ساتھ ان علاقوں کی ہے جہاں وہ پیدا ہوئے اور رہائش رکھی۔ دونوں ہی کسی نہ کسی طرح ان علاقوں سے وابستہ رہے۔ دوسرا دلچسپ سراغ جو غالب اور سرسید احمد خان کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتا ہے وہ پینشن کے حوالے سے ہے کہ پینشن کا مقدمہ غالب کی زندگی کا اہم معرکہ رہا ہے جس کے باعث زندگی کے ماہ وسال صرف ہوئے اور کلکتہ کا سفر بھی اختیار کیا نتیجہ بالآخر ناکامی کے سوا کچھ نا پایا۔ تنخواہ اور پینشن میں غالب اور سرسید میں یہ قدر مشترک رہی کہ غالب انگریزی سرکار سے پینشن اور مغل دربار سے تنخواہ پایا کرتے تھے۔ سرسید احمد خان کو مغل دربار سے خاندانی پینشن اور انگریزی سرکار سے تنخواہ ملتی تھی۔[۱۰]

غالب اور سرسید میں دوستانہ روابط، باہمی شناسائی اور قربت تو نہ رہی کیونکہ دونوں کی عمروں میں بیس برس کا تفاوت تھا ہاں ایک ہی دیار میں رہتے ہوئے قربت اور وابستگی کا ایک تعلق ضرور بنتا ہے[۱۱]۔ مرزا غالب متولد ۲۷ر دسمبر ۱۷۹۷ء، سرسید احمد خان (ولادت ۱۷را کتوبر ۱۸۱۷ء) سے عمر میں کم و بیش ۲۰ سال بڑے تھے۔ غالب اپنی شادی (۱۷ر رجب ۱۲۲۵ھ بمطابق شنبہ ۱۸ر اگست ۱۸۱۰ء) کے دو تین سال بعد تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں ۱۸۱۲ء میں اپنے مولد اکبرآباد کو خیرباد کہہ کر دہلی منتقل ہوئے اور غالب کے ورودِ دہلی کے چار پانچ سال بعد سرسید احمد خان کی ولادت ۱۷را کتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں ہوئی

تھی [۱۲]۔سرسید غالب کو چچا کہتے تھے اور جن عالموں کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ان میں غالب بھی شامل ہیں۔مولانا حالی نے حیاتِ جاوید میں اس بات کو واضح الفاظ میں لکھا ہے۔[۱۳]

فروری ۱۸۳۹ء سے سرسید احمد خان اپنی ملازمت کے سلسلے میں دہلی سے باہر رہتے تھے اس لیے انہیں غالب سے ملاقات کے مواقع نہ مل سکے [۱۴]۔تاہم غالب اور سرسید کے ادبی آثار میں کئی ایسے واقعات موجود ہیں جن سے اِن دونوں ہم عصروں میں تعلقات کا اظہار ہوتا ہے۔ اِن دونوں ہم عصروں میں ۱۸۵۵ء کے آس پاس کشیدگی کا سبب ''آئینِ اکبری'' پر غالب کی وہ تقریظ ہے جس میں غالب نے اس تخلیق پر اعتراض کیا۔مولانا حالی کے الفاظ میں:

> ''مرزا غالب کی تقریظ جو ایک چھوٹی سی فارسی مثنوی ہے وہ کلیات غالب میں موجود ہے مگر آئین اکبری میں سرسید نے اُسے قصداً نہیں چھپوایا۔اس تقریظ میں مرزا نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ابوالفضل کی کتاب اِس قابل نہ تھی کہ اس کی تصحیح میں اس قدر کوشش کی جائے چنانچہ کہتے ہیں
>
> مژدہ یاراں راکہ ایں دیریں کتاب
> یافت از اقبال سید فتح یاب
> دیدہ بینا آمد بازو قوی
> کہنگی پوشید تشریف نوی
> ویں کہ در تصحیح آئیں رائے اوست
> ننگ و عارِ ہمت والائے اوست
>
> ــــ جب یہ تقریظ مرزا نے سرسید کو بھیجی انہوں نے اس کو مرزا کے پاس واپس بھیج دیا اور لکھا کہ ایسی تقریظ مجھے درکار نہیں۔''[۱۵]

یہ کشیدگی ۱۸۵۵ء میں شروع ہوئی۔سرسید احمد خان اور غالب کے درمیان تعلقات کی خوشگوار فضا دوبارہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سرسید مراد آباد میں تھے اس وقت غالب نواب یوسف علی خاں (مرحوم) سے ملنے رامپور گئے اور واپسی پر سرسید احمد خاں کے سرائے میں قیام کیا۔حالی حیاتِ جاوید میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''سرسید کہتے تھے کہ جب میں مراد آباد میں تھا اس وقت مرزا صاحب نواب یوسف علی خاں (مرحوم) سے ملنے رامپور گئے تھے ان کے جانے کی تو مجھے خبر نہیں ہوئی مگر جب دلی کو واپس جاتے تھے میں نے سنا کہ وہ مراد آباد میں سرائے میں آ کر ٹھہرے

ہیں تو میں فوراً سرائے میں پہنچا اور مرزا صاحب کو مع اسباب اور تمام ہمراہیوں کے
اپنے مکان پر لے آیا۔ ظاہر ہے جب سے سرسید نے تقریظ کے چھاپنے سے انکار کیا
تھا وہ مرزا سے اور مرزا ان سے نہیں ملے تھے اور دونوں کو حجاب دامن گیر ہو گیا تھا اور
اس لیے مرزا نے مراد آباد میں آنے کی ان کو اطلاع نہیں دی تھی۔ الغرض جب مرزا
سرائے سے سرسید کے مکان پر پہنچے اور پالکی سے اترے تو ایک بوتل ان کے ہاتھ میں
تھی۔ انہوں نے اس کو مکان میں لا کر ایسے موقع پر رکھ دیا جہاں ہر آتے جاتے کی نگاہ
پڑتی تھی۔ سرسید نے کسی وقت اس کو وہاں سے اٹھا کر اسباب کی کوٹھری میں رکھ دیا مرزا
نے جب بوتل کو وہاں نہ پایا تو بہت گھبرائے۔ سرسید نے کہا آپ خاطر جمع رکھیے میں
نے اسکو بہت احتیاط سے رکھ دیا ہے۔ مرزا نے کہا بھئی مجھے دکھا تو دو تم نے کہاں رکھی
ہے انہوں نے کوٹھری میں لے جا کر بوتل دکھا دی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے بوتل اٹھا
کر دیکھی اور مسکرا کر کہنے لگے کہ بھئی اس میں تو کچھ خیانت ہوئی ہے۔ سچ بتاؤ کس
نے پی ہے شاید اسی لیے تم نے اٹھا کر کوٹھری میں رکھ دی تھی ــــ سرسید ہنس کے چپ
ہو رہے اور اس طرح وہ رکاوٹ جو کئی برس سے چلی آ رہی تھی رفع ہو گئی۔'' [۱۶]

غالب سے محبت و روابط کے سلسلے میں سرسید کے چھوٹے بیٹے سید محمود جو الہ آباد ہائی کورٹ کے پہلے ہندوستانی جج بنے
اپنے ایک لیکچر ۱۸۹۴ء میں اپنے موروثی روابط کا تذکرہ کیا ہے جس میں سرسید غالب کو چچا کہتے تھے اور سید محمود غالب کے شعر سخن
کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ غالب کو دادا کے لقب سے بھی یاد کرتے تھے۔ اصغر عباس نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

''ہماری زبان کے فصیح البیان خطیب سرسید کے چھوٹے بیٹے الہ آباد ہائی کورٹ کے
پہلے جج سید محمود بھی غالب کی شاعری کے قدر دان تھے۔ ۱۸۹۴ء کے ایک لیکچر میں
انہوں نے اپنے موروثی روابط کا ذکر کیا ہے جن کے باعث سرسید غالب کو چچا اور سید
محمود دادا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ غالباً اسی رشتے کی بنا پر علی گڑھ کے ظرافت
کے دلدادہ اس زمانے کے شوخ گفتار طلبا نے حالی کے حیوان ظریف کو جگت چچا بنا دیا
اغلب خیال ہے کہ اس زمانے میں علی گڑھ میں مرزا کی مقبولیت کا سبب غالب کی ذہنی
پھلجھڑیاں بھی ہوں گی۔'' [۱۷]

اِنھی روابط کا تذکرہ مولانا حالؔی نے ''حیاتِ جاوید'' (ص ۶۷۲) میں بھی کیا ہے کہ سرسید احمد خان مرزا غالب کو چچا کہتے

تھے اور مرزا غالب بھی سرسید پر بزرگانہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

احسن مارہروی سید محمود اور غالب کی رغبت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جب سید محمود پندرہ برس کے تھے تو دلی میں ایک مشاعرہ ہوا اس مشاعرے کی رُوداد اصغر عباس یوں بیان کرتے ہیں:

''علی گڑھ میں شعبہ اُردو کے استاد داغ کے شاگرد رسالہ فصیح الملک کے ایڈیٹر مکاتیب الغالب کے مرتب مولانا احسن مارہروی سید محمود کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب سید محمود پندرہ سال کے تھے دلی میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں مرزا شریک تھے ان کے اس شعر کی زمین میں

بے چارہ کتنی دُور سے آیا ہے شیخ جی
کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پاؤں

سید محمود نے بھی غزل کہی تھی اور اس مشاعرے میں جب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

کانٹے بچھا نہ راہ میں اے حسرتِ وصال
نازک ہے رہ روانِ غریب الوطن کے پاؤں

تو غالب نے بڑھ کر سید محمود کی پیشانی چوم لی تھی۔''[۱۸]

سرسید اور غالب کے روابط میں یہ واقعہ بھی اہمیت رکھتا ہے۔۱۸۵۷ء کی شورش کے بعد باغیوں کے ساتھ اخلاص رکھنے کی پاداش میں انگریزوں کے ساتھ غالب کے تعلقات کشیدہ ہوئے تو ابوالکلام آزاد کے مطابق سرسید ہی کی بدولت یہ تعلقات سازگار ہوئے۔ اس کے علاوہ دہلی کی تہذیبی زندگی لٹنے کا سرسید کو دل دوز احساس تھا سرسید نے اپنے ایک مضمون میں ان ہستیوں کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی تو غالب کا ذکر بھی اس میں کیا[۱۹]۔ سرسید اور غالب کا نقش ہمیں اس فارسی خط میں ملتا ہے جو غالب نے ۱۸۴۲ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان کسی وقت سرسید کو لکھا جو اس زمانے میں فتح پور میں منصف کی حیثیت سے تعینات تھے۔ ان دونوں صوبوں کی دیوانی عدالت آگرے میں تھی اور یہاں اچھی خاصی تعداد میں اہلِ کمال موجود تھے جو آئے دن تاج گنج اعتماد الدولہ اور نور افشاں میں تہذیبی جلسے منعقد کرتے جس میں سرسید بھی شریک ہوتے۔ یہیں خواجہ غلام کیخسرو گورنر کے نائب منشی کے مرتبے پر فائز تھے اور آگرہ کی اسی دیوانی عدالت میں فارسی میں قتیل اور اُردو میں مصحفی کے شاگرد مشہور لغت گو منشی غلام امام شہید سررشتہ دار تھے۔ سرسید کے ان سب سے دوستانہ مراسم تھے۔ غالب کے مذکورہ فارسی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید نے غلام امام شہید کے دو نعتیہ اشعار غالب کو اس درخواست کے ساتھ بھیجے کہ وہ ان پر تضمین فرما دیں لیکن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے غلام امام شہید کے اشعار کو شاعری اور سخنوری سے عاری سمجھا اور اشرف المسلمین کی شان میں اپنے اشعار

سرسید کولکھ بھیجے [۲۰]۔ یہ اشعار جس مثنوی سے لیے گئے ہیں پہلی بار ان کا حوالہ آثارالصنادید میں ملتا ہے۔سرسید آثارالصنادید میں لکھتے ہیں:

''ایک مثنوی اوپر غزوات حضرت رسالت دست کا ہی ختمی پناہی ﷺ کی اگر چہ ہنوز ناتمام ہے لیکن پھر بھی قریب پندرہ سولہ جز کے ہو چکی ہے انشاء اللہ جس وقت اتمام کو پہنچے گی گلدستہ بزم احباب ہوگی۔''[۲۱]

آثارالصنادید سرسید احمد خان، مرتبہ خلیق انجم (جلد دوم)، اُردو اکادمی، دلی، طبع ۱۹۹۰ء، ص۱۲۱ تا ۱۴۳ اور ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' حصہ اول، سید صباح الدین مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص۱۰ تا۱۱۱ پر اصغرعباس ''غالب اورعلی گڑھ''، غالب شمارہ ۱۹۰، ۲۰۰۰ء، ص۱۴۳ اور کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ ۱۹۹۶ء، ص۳۴۵ پر، رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نکتہ داں، دانیال کراچی، ۱۹۹۲ء، ص۳۱ پر متفق ہیں کہ آثارالصنادید پہلی کتاب ہے جس میں غالب کے حالات وکلام پر اظہار کیا گیا ہے اور غالب کا پہلا اُردو دیوان بھی ان کے بھائی سید محمد خان کے مطبع سیدالاخبار دہلی سے ۱۸۴۱ء میں شائع ہوا۔ بقول رشید احمد صدیقی:

''غالب کا اُردو دیوان سب سے پہلے سرسید کے بھائی سید محمد خان بہادر مالک مطبع سیدالاخبار نے ۱۸۴۱ء میں اپنے مطبع سے شائع کیا۔سرسید کی کتاب آثارالصنادید (۱۸۴۶،۴۷ء) سب سے پہلی کتاب ہے جس پر غالب کے حالات وکلام پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے اس کتاب کے باب چہارم جس میں دلی کے نامور مشائخ، علماء فقراء، اطباء اور شعراء وغیرہ کا ذکر ہے۔ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ تقریباً سب لوگ ایسے ہیں جن سے سرسید متعارف تھے۔ان میں مرزا غالب کا تذکرہ شعراء کے ضمن میں سب سے پہلے کیا گیا ہے جو سترہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔''[۲۲]

اسی رائے کو صباح الدین مدح وقدح کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج تک غالب کی ایسی مدح سرائی کسی نے نہیں کی ہے۔مثلاً

''سرسید احمد خان اپنے تمام معاصرین سے زیادہ غالب کے قدردان اور معترف تھے۔انھوں نے تقریباً ۱۸۴۵ء میں آثارالصنادید لکھی جب کہ غالب کی عمر ۴۸ سال تھی۔اس میں غالب سے متعلق انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو غالب کی مدح سرائی کی انتہا سمجھنا چاہیے کیونکہ جو تعریف سرسید نے کردی ہے اس سے بڑھ کر سو سال کے

اندر کسی اور سے نہیں ہو سکی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سرسید کو غالب سے کیسی شیفتگی اور وارفتگی تھی۔'' [۲۳]

رشید احمد صدیقی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی رائے میں سرسید احمد خان کی جانب سے آثار الصنادید میں شامل مضمون ''ذکر بلبل نوایان سواد جنت آباد حضرت شاہ جہاں آباد'' غالب کی مدح سرائی کے حوالے سے قدیم ترین مضمون ہے۔ واضح رہے کہ یہ مضمون تقریباً ۱۱۳ سال پرانا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل تعریفی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن سے غالب اور سرسید کے تعلق اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ کیجیے:

''راقم اثم کو جو اعتقاد اُن کی خدمت میں ہے اس کا بیان نہ قدرت تقریر میں ہے اور نہ احاطۂ تحریر میں آسکتا ہے اور چوں کہ ''دلہا بدلہا باشد'' اِن حضرت کو بھی وہ شغف راقم کے حال پر ہے کہ شاید اپنے بزرگوں کی طرف سے کئی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا ہوگا، میں اپنے اعتقاد میں ان کے حرف حرف کو بہتر ایک کتاب سے اور ان کے ایک گل کو بہتر ایک گلزار سے جانتا ہوں۔'' [۲۴]

مندرجہ بالا پیراگراف کا اُسلوب مقفٰی مسجع اور فارسی اثرات کو لیے ہوئے ہے۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت مرصع عبارت لکھنے کا رنگ عام تھا۔ اردو ابھی ارتقائی منازل میں تھی۔ سلیس اور رواں اُسلوب آہستہ آہستہ عام ہوا۔

سید احمد خان نے مرزا کے فارسی نظم نثر کے نمونے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کی اُردو شاعری کے نمونوں کو بھی اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ اس میں سید احمد خان نے غالب کے احوال و ادبی آثار کے علاوہ غالب کے جن شاگردوں کے احوال و آثار کو کتاب میں جگہ دی ہے ان میں یہ نام شامل ہیں:

نواب محمد ضیاء الدین خاں بہادر نیر ورخشاں (ص۱۴۴تا۱۵۹)

نواب زین العابدین خاں بہادر عارف (ص۱۵۹ تا ۱۶۳)

نواب غلام حسن خان محمود دہلوی (ص۱۶۳)

نواب ذوالفقار علی خاں آذر (ص۱۶۵)

نواب محمد مصطفیٰ خاں بہادر حسرتی وشیفتہ (ص۲۰۲ تا ۲۱۰) [۲۵]

رشید احمد صدیقی، غالب اور علی گڑھ، مشمولہ احوالِ غالب از مختار الدین احمد، انجمن ترقی اُردو (ہند)، دہلی، ۱۹۸۶ء، ص۱۹تا۲۴، آثار الصنادید جلد دوم، ص۳۵ تا ۲۳۴، غالب اور علی گڑھ از رشید احمد صدیقی، مشمولہ غالب نکتہ داں، دانیال کراچی ۱۹۹۷ء، ص۳۱ میں اس تقریظ کا حوالہ ملتا ہے جو آثار الصنادید کی اشاعت پر غالب نے لکھی اور آثار الصنادید کے کچھ نسخے خرید کر

اپنے دوستوں کو بھیجے، رشید احمد صدیقی اپنے مضمون غالب اور علی گڑھ، ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں:

''اسی آثار الصنادید پر غالب نے تقریظ جو لکھی، اس کی اشاعت میں دلچسپی لی، خطوط لکھ کر لوگوں کو اس کی طرف مائل کیا، کچھ نسخے خرید کر دوستوں کو بھیجے اور کتاب کی بڑی تعریف کی اور اپنے کرم فرما رجب علی ارسطو جاہ کو فارسی خط میں اس کی تعریف بھی کی۔'' [۲۶]

غالب کی یہ تقریظ پنج آہنگ (مشمولہ کلیاتِ نثر غالب) میں بھی محفوظ ہے۔ [۲۷]

غالب مدح وقدح کی روشنی میں حصہ اول مصنفہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۷۷ء ص ۱۳-۱۲ میں آثار الصنادید میں شامل غالب پر ایک سو تیرہ سال پرانے مضمون کے بارے میں رائے ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں سرسید نے یہ تحریر اس وقت لکھی جب مقفیٰ مسجع عبارت کے لکھنے کا رواج تھا چونکہ یہ تحریر سرسید نے ۱۸۴۵ء میں لکھی تھی اور اس انداز میں غالب نے بہادر شاہ کی تعریف لکھی تھی اور چونکہ آثار الصنادید غالب کی زندگی میں جب غالب کی عمر ۴۸ سال تھی لکھی گئی لہٰذا یہ تحریر غالب کی نظر سے بھی گزری ہوگی۔ انہوں نے غالب کی اس طرح تعریف کی کہ جس کے سامنے سعدی، عنصری، خاقانی، خسرو، حافظ جیسے باکمال اساتذہ غالب کی برتری کے سامنے ہیچ ہیں [۲۸]۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

''سرسید احمد خان کی یہ مدحت طرازی ان کو گراں نہ گزری ہوگی کیونکہ انہوں نے بہادر شاہ ظفر کی تعریف اس انداز میں کی تھی ان کی شاعری کو عارفانہ کلام کہا قیصر وروح کو ان کا جانثار بتایا، مولانا جامؔی جیسے لوگوں کو ان کی تعریف کی شراب کا جرعہ خوار قرار دیا اُن کو ایرج، تُور اور بہرام جیسے بادشاہوں کا وارث قرار دیا اور ان کے بازو کے بارے میں لکھا کہ گیو گودرز بیژن اور رہام جیسے پیل تن پہلوان اس کی قوت کو جانتے ہیں۔'' [۲۹]

چشم بد دُور خسرو نہ شکوہ | لوحش اللہ عارفانہ کلام
جاں نثاروں میں تیرے قیصر روم | جرعہ خواروں میں تیرے مرشد جام
وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے | ایرج و تُور و خسرو و بہرام
زورِ بازو میں مانتے ہیں تجھے | گیو و گودرز بیژن و زہام [۳۰]

مختار الدین احمد، احوالِ غالب ص ۱۹ پر بیان کرتے ہیں کہ غالب نے سید صاحب کی کتاب آثار الصنادید کا ایک نسخہ اپنے کرم فرما حکیم سید رجب علی خان ارسطو جاہ (۱۸۰۶-۱۸۶۹ء) کو اپنے جس فارسی مکتوب کے ہمراہ ارسال کیا تھا اس میں

غالب نے اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ حیاتِ جاوید ص ۳۴-۳۵ پر مولانا حالی لکھتے ہیں ارسطو جاہ علم ریاضی میں سرسید کے حقیقی نانا (دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان مصلح جنگ) کے شاگرد رہ چکے تھے۔ ارسطو جاہ سید رجب علی خان کے مختصر حالاتِ زندگی بزمِ غالب، عبدالرؤف عروج، ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء میں ۱۶۱ تا ۱۶۳ موجود ہیں ☆ا۔

اس طرح آثارالصنادید میں غالب احوال وآثار کا تذکرہ شامل ہونے سے غالب کی شہرت ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک میں بھی پہنچ گئی۔ لہٰذا یہ ساری مذکورہ بالا تفصیل غالب اور علی گڑھ کے بانی سرسید کے تعلق اور غالب سے متعلق حالات وکلام کے سلسلہ اشاعت کی پہلی پہلی بوندوں پر روشنی ڈالتی ہے لہٰذا ہم حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ غالب کی شاعری اپنے اندر ایک عہد کو سمیٹے ہوئے ہے۔ غالب نے عہد مغلیہ کا زوال اپنی آنکھوں سے دیکھا غالب اور سرسید کے درمیان ذاتی قسم کے یہ روابط غالب اور علی گڑھ کے سلسلے میں پس منظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غالب کے عزیزوں، کرم فرماؤں، شاگردوں اور عقیدت مندوں کی فہرست میں ایسے متعدد افراد کے نام ملتے ہیں جن کے روابط سرسید احمد خان سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ ان دونوں ہم عصر مشاہیر کے مشترک مربیوں اور رفیقوں وغیرہ کی جامع ومکمل فہرست محنت وفرصت کی طالب ہے۔ ہم غالب وسید احمد خان کے دائرہ تعارف وتاثر میں شامل صرف ان چند افراد کا مختصر ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جن کا حوالہ اِن دونوں مشاہیر کے احوال یا ادبی آثار وغیرہ میں ہماری نظر سے گزرا ہے [۳۱] اور میرے مقالے ''تفہیم غالب کی روایت میں علی گڑھ کی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کا دوسرا باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی فصل میں ان عقیدت مندوں، شاگردوں، عزیزوں، کرم فرماؤں کی فہرست جن میں تقریباً ۱۲۵ افراد بہ تفصیل ذیل ہیں، اس مقالے کے پس منظر کی حیثیت رکھتے ہیں:

۱۔ سید محمد خان ۲۔ حکیم احسن اللہ خان ۳۔ مفتی صدرالدین آزردہ ۴۔ نواب کلب علی خان بہادر ۵۔ نواب علاء الدین احمد خاں علائی ۶۔ نواب ضیاء الدین احمد خان نیر ورخشاں ۷۔ زین العابدین خان عارف ۸۔ غلام حسن خاں محو دہلوی ۹۔ نواب ذوالفقار علی خاں آذر ۱۰۔ مولوی غلام محمد خاں تپش ۱۱۔ منشی نول کشور ۱۲۔ نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ وحسرتی ۱۳۔ حکیم سید رجب علی خاں ارسطو جاہ ۱۴۔ مولانا الطاف حسین حالی ۱۵۔ مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی ۱۶۔ منشی ہرگوپال تفتہ ۱۷۔ منشی نبی بخش حقیر ۱۸۔ مولوی سید محمد عبدالرزاق شاکر ۱۹۔ مولوی عبدالقیوم۔

ان امور کی تفصیل کے لیے دیکھئے:

۱۔ احوال غالب، مرتبہ: مختارالدین

۲۔ بزم غالب، عبدالرؤف عروج

غالب اور سر سید احمد خان کے دائرہ تعارف میں شامل چند افراد

غالب کی شاعری اپنے اندر ایک عہد کو سمیٹے ہوئے ہے غالب نے عہدِ مغلیہ کا زوال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ غالب اور سر سید احمد خان کے درمیان ذاتی نوعیت کے یہ روابط غالب اور علی گڑھ کے سلسلے میں پسِ منظر کی حیثیت رکھتے ہیں غالب کے عقیدت مندوں دوستوں اور کرم فرماؤں کی فہرست میں ایسے متعدد افراد کے نام بھی شامل ہیں جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ سر سید احمد خان سے بھی بنتا ہے ان کی تعداد تو زیادہ ہے لیکن یہاں پچیس احباب کے نام اور مختصر تعارف دیا جا رہا ہے جن کا حوالہ اِن دونوں مشاہیر کے احوال یا ادبی آثار سے بنتا ہے۔

سید محمد خاں

سید محمد خاں (متوفی ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ بمطابق ۱۳ دسمبر ۱۸۴۵ء) سید احمد خاں کے حقیقی بڑے بھائی تھے [۳۲]۔ سید محمد خاں نے دہلی سے ایک ہفتہ وار اخبار سید الاخبار کے نام سے نکالا تھا جس میں سید احمد خان کے مضامین چھپتے تھے۔ اس اخبار کے شائع کردہ دو نام ملتے ہیں: ا۔لیتھوگرافک پریس دہلی ۲۔ مطبع سید الاخبار دہلی [۳۳] غالب کی زندگی میں شائع ہونے والا دیوان لیتھوگرافک پریس دہلی سے چھپا تھا اور یہ پہلی بار شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپا تھا [۳۴]۔ یہ دیوان نایاب ہے مگر کالی داس گپتا رضا (بمبئی) کے کتب خانہ میں موجود ہے انہوں نے اس کا عکس چھپوا دیا ہے۔ غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب پانچ مرتبہ شائع ہوا۔ پہلی مرتبہ ۱۸۴۱ء میں چھاپا گیا۔ اصل دیوان اتنا بوسیدہ ہے کہ اب اس کا عکس بھی نہیں چھپوایا جا سکتا۔ دیوان غالب نسخۂ عرشی میں عرشی صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ء) میں مرزا صاحب کا دیوان اس مطبع (سید الاخبار میں چھپنا شروع ہوا۔'' [۳۵]

مطبع سید الاخبار میں غالب کے دیوان کے علاوہ سر سید کی بعض کتابیں شائع ہوئی تھیں جن میں آثار الصنادید طبع اول مطبوعہ ۱۸۴۷ء بھی شامل ہے۔ [۳۶]

حکیم احسن اللہ خاں

حکیم احسن اللہ خاں ۱۲۱۲ھ-۱۲۹۰ھ کا پورا نام احترام الدولہ، عمدۃ الحکماء، معتمد الملک حاذق الزماں ثابت جنگ حکیم احسن اللہ خان بہادر تھا۔ وہ دربار تیموریہ کے معتمد اور بااثر امیر ہونے کے علاوہ انتہائی امیر معالج بھی تھے۔ غالب اور سرسید دونوں پر حکیم احسن اللہ خاں کے احسانات ہیں انہیں کی وجہ سے سرسید کو بہادر شاہ ظفر نے خطاب دیا اور غالب کو خاندانِ تیموریہ کی تاریخ لکھنے پر مامور کیا[۳۷]۔عبدالروف عروج بزم غالب میں یوں رقم طراز ہیں:

> ’’سرسید احمد خاں نے غلط نہیں لکھا ہے کہ ہر شخص حکیم صاحب کو اپنا محسن سمجھتا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ سرسید ہی نہیں، غالب اور مومن پر بھی اِن کے احسانات تھے۔۱۸۴۲ء میں سرسید کو بہادر شاہ ظفر نے جوادالدولہ عارف جنگ کا جو خطاب دیا تھا۔ اس کی تحریک حکیم صاحب ہی نے کی تھی۔ حکیم صاحب ہی کی وجہ سے غالب کو قلعۂ معلیٰ میں باریابی کا موقع ملا تھا۔ حکیم صاحب ہی نے بہادر شاہ ظفر کو تیموری خاندان کی تاریخ لکھنے کی تجویز پیش کی تھی اور اس خدمت پر غالب کو مامور کیا تھا اِس تاریخ کی صورت یہ تھی کہ حکیم صاحب واقعات جمع کرتے اور غالب اِن کو اپنی بہار آفریں عبارت کا لباس پہناتے۔‘‘[۳۸]

خاندانِ تیموریہ کی تاریخ ’’مہرِ نیمروز‘‘ کے نام سے معرضِ وجود میں آئی تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں نواب احمد بخش خاں والیِ فیروز پور جھرکہ (متوفی اکتوبر ۱۸۲۷ء) کی سرکار میں ملازم رہے تھے اور نواب احمد خاں غالب کے حقیقی چچا خسر تھے۔ اس طرح حکیم احسن اللہ خاں اور غالب کے دیرینہ مراسم کا پتہ چلتا ہے۔[۳۹]

مفتی صدرالدین آزردہ

مولانا حالی کے مطابق ان کا شمار دہلوی عالموں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔ غالب کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے سرسید احمد خاں نے اپنے ادبی ذوق کی آبیاری انہیں سے کی آثار الصنادید میں سرسید احمد خاں آزردہ کے متعلق عقیدت مند نظر آتے ہیں۔ سرسید احمد خاں نے مفتی صدرالدین آزردہ کو ’’سرکردہ علمائے روزگار‘‘ لکھا ہے۔ یہ دہلی کے صدرالصدور بھی رہ چکے ہیں۔ غالب کے خلاف قرض کا مقدمہ ہوا تو انہوں نے سارا روپیہ اپنی جیب سے ادا کر دیا۔ عبدالروف عروج اس کا بیان اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

> ’’جب انگریزوں نے سیاسی استحکام کی خاطر ذی حیثیت مسلمانوں کو صدرالصدور کے

عہدوں پر مامور کرنا چاہا تو ان کی نگاہ مفتی صاحب پر پڑی اور وہ بہ اصرار دہلی کے
صدر الصدور بنائے گئے۔ مشہور ہے کہ ایک موقع پر ان کے سامنے غالب کے خلاف
قرض کا مقدمہ پیش ہوا، مدعا علیہ نے حاضر ہو کر جواب دعویٰ کی بجائے یہ شعر پڑھ دیا

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

مفتی صاحب مسکرائے، غالب کے خلاف قرض کی ڈگری دیدی لیکن سارا روپیہ اپنے
پاس سے ادا کر دیا۔" [۴۰]

نواب کلب علی خاں بہادر

کلب علی خاں والیِ رام پور مرزا غالب کے مربی وشاگرد نواب یوسف علی خاں ناظم والیٔ رام پور (متوفی ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء) کے فرزند وجانشین تھے۔ کلب علی خاں کی سرکار سے غالب وظیفہ خوار تھے۔ کلب علی خاں کے نام غالب کے ۶۷ مطبوعہ خطوط موجود ہیں۔ خلیق انجم کے مرتبہ "غالب کے خطوط جلد سوم" میں پہلا خط ملاحظہ ہو جس سے غالب اور نواب کلب علی خاں کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے:

"حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت! سلامت

بعد تسلیم معروض باد۔ نوازش نامہ مع ہنڈوی صدر روپیہ عزِ ورود لایا۔ اپریل
۱۸۶۵ء کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول میں آیا۔

زیادہ حدِ ادب:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب۔ غالبؔ۔" [۴۱]

سر سید نے ۲۵ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڑھ میں جو مدرسۃ العلوم قائم کیا تھا اس کے قیام کے لیے مبلغ تیس ہزار روپے کی خطیر رقم ۲۳ مئی ۱۸۷۴ء کو (قیام مدرسہ سے ایک سال قبل) عطا کی تھی۔ گویا نواب کلب علی خاں سید احمد خاں اور مرزا غالب دونوں ہی کے سرپرست اور مربی تھے۔ [۴۲]

نواب علاؤالدین احمد خاں علائی

رئیس لوہارو حیات ۲۵/اپریل ١٨٣٣ء تا اکتوبر ١٨٨٤ء نے ابتدائی تعلیم رشتے کے پھوپھا غالب سے پائی۔ اس کا بیاں بزم غالب ص ٢٨١ پر بھی ہوا ہے۔ نواب علاؤالدین علائی خاں شاعری میں غالب سے اصلاح لیتے تھے۔ علاؤالدین علائی کے نام غالب کے ۵۷ مطبوعہ خطوط موجود ہیں، ''غالب کے خطوط'' مرتبہ خلیق انجم غالب انٹی ٹیوٹ دہلی اور انجمن ترقی اردو پاکستان دونوں اداروں کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ غالب کے ایک مطبوعہ خط (۲ جولائی ١٨٦٠ء) غالب کے خطوط جلد اول ص ٣٦٦ سے پتہ چلتا ہے کہ غالب اور نواب علاؤالدین احمد خاں علائی میں تبادلۂ کتب بھی ہوتا تھا۔ اس خط میں غالب یوں لکھتے ہیں:

> ''سبحان اللہ، ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا، نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا۔ مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو۔ یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ ''دساتیر'' اور ''برہان قاطع'' کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں۔ ازاں جملہ ''برہانِ قاطع'' تم کو دے چکا ہوں ''دساتیر'' میرا ایمان وحرزِ جان ہے۔۔۔۔ اردو کا دیوان رام پور سے لایا ہوں اور وہ آگرے گیا ہے، وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے گا۔
>
> تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
> مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو
>
> مرقومۂ روز دوشنبہ ۲ جولائی ١٨٦٠ء۔'' [٤٣]

(اردوئے معلّیٰ حصہ اول طبع اول مطبوعہ ١٨٦٩ء ص ٣٩٠) سے پتہ چلتا ہے کہ علائی اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی زبانوں میں بھی اچھی دست گاہ رکھتے تھے۔ علائی غالب کے علاوہ سرسید سے بھی سلسلہ مکاتبت رکھتے تھے [٤٤]۔ علائی کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کالج کے قیام کے لیے سرسید احمد خاں کی اپیل پر علائی نے اپنی مالی پریشانیوں کے باوجود مالی امداد کا وعدہ کیا یہ خط انگریزی میں تھا اور انگریزی کتاب ''سیلیکٹیڈ ڈاکیومنٹس فرام دی علی گڑھ آرکائیوز'' ص ١٦٥ تا ١٦٦) میں موجود ہے۔ [٤٥]

نواب ضیاءالدین احمد خاں نیر ورخشاں

(عہدِ حیات اکتوبر ١٨٢١ء تا شنبہ ٢٧ جون ١٨٨٥ء) کاظم علی خاں اپنے مقالے (''غالب اور نیر ورخشاں'' مطبوعہ رسالہ آج کل نئی دہلی، دسمبر ١٩٨٠ء ص ٣٤ تا ٤٠ اور ''غالب اور معروف دہلوی'' مطبوعہ رسالہ جامعہ نئی دہلی ستمبر ١٩٨٠ء ص ٤٤٧ تا

۴۵۳) میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ نواب ضیاء الدین مرزا غالب کے حقیقی خسر، نواب الٰہی بخش خاں معروف دہلوی کے حقیقی بڑے بھائی نواب احمد بخش خان والیٔ فیروز پور جھرکہ وجاگیر دار لوہارو کے فرزند اور غالب کی اہلیہ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

''تلامذہ غالب'' میں نواب ضیاء الدین احمد خاں اور غالب کے تعلق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> ''غالب کے جو تعلقات ہیں خاندان کے لیے تھے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ غالب کی بیوی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خاں معروف کی بڑی صاحبزادی تھیں جس زمانے میں نواب شمس الدین احمد خاں فیروز پور جھرکہ کے حکمراں تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ کسی طرح لوہارو بھی مجھے مل جائے___ اس معاملے میں غالب نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تعلیم و تربیت میں غالب نے قدرتاً بہت دلچسپی لی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں نیّر اور اردو میں رخشاں تخلص تھا۔ اپنے استاد کے مایۂ ناز شاگرد ثابت ہوئے اور میرزا کو ان پر فخر تھا۔ انہوں نے ایک اور فارسی قصیدہ نیر رخشاں کی مدح میں کہا۔ (قصیدہ نمبر ۶۲) غالب نے اپنی زندگی میں سند خلافت لکھ دی تھی___ ان کا تمام کلام غدر میں ضائع ہو گیا بعد میں جو کچھ جمع ہوسکا اِسے ان کے صاحب زادے نواب سعید الدین احمد خاں طالب نے ''جلوہ صحیفۂ زریں نیر ورخشاں'' کے تاریخی نام سے ۱۹۱۵ء میں شائع کرایا تھا۔''[۵۶]

زین العابدین خاں عارف

بزمِ غالب، ذکرِ غالب، اور تلامذۂ غالب میں زین العابدین خاں عارف دہلوی (۱۲۳۳ھ ۱۸-۱۷ ۱۸ء تا ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء) کو غلام حسین خاں مسرور کے فرزند اور نواب الٰہی بخش خاں معروف کے نواسے عارف کی والدہ بنیادی بیگم مرزا غالب کی زوجہ امراؤ بیگم کی سگی بہن تھیں اس طرح غالب عارف کے حقیقی خالو تھے۔ بزمِ غالب میں عبدالروف عروج کے الفاظ ہیں

> ''زین العابدین خاں عارف، غالب کی بیوی کے حقیقی بھانجے تھے اُن کے والد کا نام شرف الدولہ غلام حسین خاں بہادر سہراب جنگ تھا۔ جو نواب فیض اللہ خاں بہادر کے بیٹے اور نواب قاسم خاں کے پوتے تھے۔ عارف ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ بنیادی بیگم اپنے شوہر سے علیحدہ رہتی تھیں۔ انہوں نے ہی اپنے بیٹے کی تمام تر

تربیت کا بوجھ سنبھالا۔''[۴۷]

غالب کی اپنی اولاد نہ تھی انہوں نے عارف کو اپنا بیٹا بنالیا۔ شعروسخن کے شائق اور غالب کے شاگرد تھے [۴۸]۔ عارف کے مختصر انداز میں زندگی اور ادبی کارناموں کا ذکر سرسید کی آثار الصنادید، طبع اول مطبوعہ ۱۸۴۷ء میں شامل ہیں[۴۹]۔ بقول مالک رام:

''جب مرزا غالب کا اپنا کوئی بچہ زندہ نہ رہا تو انہوں نے زین العابدین خاں کو متبنٰی کر لیا۔ زین العابدین خاں نہایت پُرفکر شاعر تھے۔ اپنے نانا الٰہی بخش خاں معروف کے تخلص کی رعایت سے عارف تخلص اختیار کیا۔ ابتداء میں شاہ نصیر سے اصلاح لی اور بعد کو میرزا سے مشورہ کرتے رہے۔ شاہ نصیر سے تلمذ کے زمانے میں ایک دیوان بھی انہیں کے رنگ میں مرتب کر لیا تھا۔ لیکن غالب کی شاگردی کے بعد انہی کی پیروی کرنے لگے اور دوسرا دیوان ''مطلعِ مہر سعادت'' مرتب کیا، خطِ نسخ کے ماہر تھے ___ ایک سال کے اندر اتنی مشق بہم پہنچائی کہ استاد نے اصلاح دینی چھوڑ دی اور سند لکھ دی انہی خوبیوں کے باعث مرزا کو بہت عزیز تھے مگر افسوس کہ انہیں عارف کی جواں مرگی کا داغ اٹھانا پڑا۔ انتقال کے وقت عمر ۳۶ سال تھی۔''[۵۰]

غلام حسین خاں محوؔ دہلوی

غلام حسین خاں محو دہلوی زین العابدین خاں عارف دہلوی کے مختلف البطن بھائی تھے۔ محو غالب کے شاگرد تھے۔ محو کے والد غلام حسین بھی شاعر تھے۔ محو غالب و ذوق دونوں کے شاگرد رہے ہیں۔ محو نے برطانوی حکومت سے پینشن بھی حاصل کی جس کا ذکر غالب نے فروری ۱۸۵۹ء کے خط میں بھی کیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ پر قابلِ قدر کتاب تصنیف کر چکے ہیں۔ محو کے مختصر احوال و آثار، آثار الصنادید جلد دوم ص ۲۸۱، تلامذۂ غالب از مالک رام، بزم سخن از سید علی حسین مختصر مگر جامع انداز میں دیئے گئے ہیں۔[۵۱]

آثار الصنادید جلد دوم میں محو کا غالب سے تعلق کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے

''محو کو ذوق اور غالب دونوں سے شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے۔ انہوں نے غالبًا اپنا دیوان مرتب نہیں کیا۔ شطرنج کے شوقین تھے۔ محو کو برطانوی حکومت سے سو روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا تھا۔ غالب نے فروری ۱۸۵۹ء کے ایک خط میں میر مہدی مجروح کو لکھا ہے

''غلام حسن خاں سو روپے مہینے کے پینشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو روپے ہوتے ہیں۔ اِن کو بارہ سو ملے۔ محو نے ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب پر نصرت نامہ گورنمنٹ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ خواجہ حسن نظامی نے اس کتاب کا خلاصہ ''غدر کا روزنامچہ'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کے مصنف کا نام سہواً نواب غلام حسین خاں لکھا ہے۔'' [۵۲]

نواب ذوالفقار علی خاں آذر

نواب ذوالفقار علی خاں آذر بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر بڑے شاعر نہیں تھے۔ اسی لیے سرسید احمد خاں نے اِن کے جو مختصر حالات آثار الصنادید میں لکھے انہیں کو بعد کے تذکرہ نگاروں نے دہرایا ہے [۵۳]۔ نواب ذوالفقار علی خاں آذر غالب کے تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جس کا بیان سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید کی جلد اول میں بھی کیا ہے۔ سخن شعراء ص ۱۹، تذکرہ اہلِ دہلی، ص ۱۳۰ خمخانۂ جاوید، ص ۵۲ گلستانِ سخن ۱-۲۲۳، تذکرہ بشیر ص ۱۹ بحوالہ ماخذات جلد ۴ ۱۷ ماخذات ص ۴۷ تلامذۂ غالب دوسرا ایڈیشن ص ۶۶ میں ان کا تخلص ''آذر'' اور ''آزر'' دونوں استعمال ہوئے ہیں۔

مولوی غلام محمد خاں تپش

غالب کے شاگرد تھے شاعری کے علاوہ اردو صحافت اور نثر نگاری پر بھی عبور رکھتے تھے۔ منشی نول کشور کے اودھ اخبار کے مدیر رہنے کے ساتھ ساتھ اپنا اخبار ''مشیر قیصرِ ہند'' لکھنو ستمبر ۱۸۷۷ء سے جاری کیا تھا۔ سرسید کے ساتھ تپش کے تعلقات کا سراغ کہیں نہیں ملتا مگر کاظم علی خاں کو دو ایسے خط ملے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ تپش علی گڑھ تحریک اور سرسید کے حامیوں میں سے تھے اِن کا نام سید احمد خاں کے مشہور جریدے تہذیب الاخلاق، علی گڑھ کے مضمون نگاروں کی فہرست میں شامل تھا۔ ان کی تفصیل کاظم علی خاں کے مقالے ''غالب اور منشی نول کشور'' (مشمولہ رسالہ نیا دور لکھنؤ، نول کشور نمبر ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۰ تا ۱۵۱ میں درج ہے۔ [۵۴]

منشی نول کشور

منشی نول کشور (ولادت یک شنبہ ۳ جنوری ۱۸۳۶ء وفات سہ شنبہ ۱۹ فروری ۱۸۹۵ء) موصوف کے والد ساسنی جس کا ضلع علی گڑھ بنتا تھا کے زمیندار تھے۔ منشی نول کشور کی ولادت تو ''ریڑھا''، ضلع متھرا میں ہوئی لیکن ابتدائی تعلیم والد کے مولد ساسنی سے حاصل کی۔ تعلیم کے سلسلے میں غالب کے مولد آگرہ میں سات سال قیام رہا۔ نول کشور نے آگرہ اور لاہور کے پریس

کا تجربہ حاصل کرنے کے بعد مستقل قیام لکھنؤ میں اختیار کیا۔ اِن کے پریس کی شاخیں کانپور، لاہور، لکھنؤ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اپنے روابط کی بنا پر غالب سے مکاتبت رہی۔ غالب کے نول کشور کے نام دو مطبوعہ اور دو غیر مطبوعہ خطوط سامنے آچکے ہیں جس کی وجہ سے غالب سے نول کشور کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ نول کشور، سرسید احمد خاں سے بھی رابطہ رکھتے تھے۔ سرسید کے دو اردو خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید کا رسالہ تہذیب الاخلاق ان کے مطالعہ میں رہا۔ نول کشور نے ''اودھ اخبار'' نکالا تھا جس میں سرسید کے مضامین شائع ہوتے تھے۔[۵۵]

بزمِ غالب میں عبدالروف عروج غالب اور نول کشور کے روابط کو یوں ظاہر کرتے ہیں

> ''غالب اور نول کشور میں دوستانہ روابط کب قائم ہوئے اِس سے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اودھ اخبار کی فائلوں سے اتنا ضروری پتہ چلتا ہے کہ اِس سے غالب کی کتابوں کے اشتہارات، اعلانات اور غزلیں شائع ہوتی تھیں۔ غالب کے بعض خطوط سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۱۸۶۰ء میں اودھ اخبار کے اعزازی خریداروں میں سے تھے۔ سالانہ ٹکٹ بھیجنے پر اِن کو اخبار بلا معاوضہ مل جاتا تھا۔ منشی نول کشور ۱۸۶۳ء میں دہلی آئے تو غالب سے بھی ملے غالب نے اس ملاقات کا حال علاؤالدین خاں کے نام ایک خط میں لکھا۔''[۵۶]

منشی نول کشور نے ۱۹ فروری ۱۸۹۵ء کو ۶۱ سال کی عمر میں انتقال کیا۔[۵۷]

نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہؔ وحسرتیؔ

۱۲۶۱ھ/ ۱۸۰۶ء - ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء رئیس جہانگیر آباد شاعری میں مومن خان مومنؔ دہلوی اور مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ غالب کے شاگرد ہونے کا تذکرہ آثار الصادید جلد دوم اور تلامذۂ غالب میں بھی دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ شیفتہ سرسید کے عزیز ساتھیوں میں سے تھے۔ مولانا حالی نے حیاتِ جاوید ص ۴۱۵ میں لکھا ہے کہ نواب محمد مصطفیٰ خاں بھی سید احمد خاں کی سائنٹیفک سوسائٹی کے رکن تھے تلامذۂ غالب میں شیفتہ کا غالب سے تعلق یوں بیان ہوا ہے

> ''اپنے زمانے کے رئیسوں کی عام روش کے مطابق ان کی ابتدائی زندگی بھی بے راہ روی اور لغزشوں سے پاک نہیں تھی تقریباً عام تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات میں نارنول والی رجمو کا ذکر کیا ہے غالب سے ان کا شراب کا لطیفہ مشہور ہے کہ ایک دن سردی کے زمانے میں سرِ شام شیفتہؔ ان سے ملنے کو گئے۔ تو میرزا اس وقت'' ساغرو مینا''

سے شوق کر رہے تھے، انہوں نے شیفتہ کو بھی دعوت دی انہوں نے جواب دیا ''حضرت! میں نے توبہ کر لی ہے'' تو غالب نے کہا'' ارے غضب کیا، کیا جاڑوں میں بھی''۔ اس زمانے کا شعر ہے

ماحسرتی! زشیوۂ غالب گرفتہ ایم
آمیختن بہ بادۂ صافی ، گلاب را [۵۸]

حکیم رجب علی خاں ارسطو جاہ

حکیم سید رجب علی خاں ۱۸۰۶ء-۱۸۶۹ء غالب کے مکتوب الیہ تھے۔ سرسید احمد خان کے نانا خواجہ فرید الدین کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ غالب کے ایک فارسی خط کا تذکرہ جو انہوں نے ارسطو جاہ کو لکھا تھا ''احوالِ غالب'' ص ۱۹ پر موجود ہے۔ غالب نے دربار سے خلعت کی بحالی کے لیے رجب علی خاں ارسطو جاہ سے کہا تھا اور غالب کو دربارِ خلعت پھر سے جاری ہو گیا تھا اس کی تفصیل بزم غالب میں یوں بیان ہوئی ہے:

''غالب سرکار انگریزی میں علاقۂ ریاست دودمانی کے رکھنے کے مدعی تھے، دربار میں ان کے لیے داہنی صف میں دسواں نمبر سات پارچہ مع جیغہ سرپیچ مالائے مروارید خلعت مقرر تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد ان کی پینشن تو جاری ہو گئی لیکن یہ اعزاز ختم کر دیا گیا۔ جس کی بحالی لے لیے انہوں نے مختلف انداز سے اپنی کوششیں شروع کیں۔ وہ جانتے تھے کہ رجب علی کو سرکارِ انگریزی میں اثر رسوخ حاصل ہے اور وہ کمانڈرانچیف کے میر منشی کی حیثیت میں کام کر رہے ہیں اگر انہوں نے ان کے سلسلے میں کسی قسم کی سفارش کی تو اسے مسترد نہیں کیا جائے گا، چنانچہ ایک خط کے ذریعے ان کی توجہ دلائی کہ اس مرتبہ پنجاب میں جو دربار ہوا ہے اس میں ان کا نام رئیس زادوں کی فہرست سے نکال کر رعایا میں لکھا گیا ہے اور وہ خلعت دربار کے اعزاز سے محروم ہو گئے ہیں اس کے ساتھ ہی انہوں نے رجب علی سے یہ بھی درخواست کی کہ اگر وہ اپنے اثر رسوخ سے کام لیں تو یہ ان کی عنایت ہوگی۔ رجب علی نے ان کی اس سلسلے میں کہاں تک مدد کی یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ ضرور ہے کہ ۳ر مارچ ۱۸۶۳ء کو دربار و خلعت پھر سے جاری ہو گیا۔'' [۵۹]

مولانا الطاف حسین حالی

مولانا الطاف حسین حالی، ولادت ۱۸۳۷ء، وفات یکم جنوری ۱۹۱۵ء بمطابق تذکرہ ماہ وسال ص ۱۳۵اور تلامذۂ غالب ص ۱۴۳،۱۴۸ کاظم علی خاں کے پاس دیوانِ حالی کا وہ کمیاب پہلا ایڈیشن موجود ہے جو مطبع انصاری دہلی سے ۱۸۹۳ء پر شائع ہوا تھا۔ دیوانِ حالی طبع اول کا سرِ ورق نامی پریس کانپور میں چھپا تھا۔ دیوانِ حالی کے اس ایڈیشن ص ۲۸۸ میں مولانا حالی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ جس میں حالی کو مرزا غالب کے ان شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے جن پر استاد فخر کرتے ہیں۔

دیوان حالی طبع اول میں مولانا حالی کا شیفتہ کے بیٹوں کا اتالیق ہونے کا تذکرہ بھی ملتا ہے[۶۰]۔ حیاتِ جاوید، تلامذۂ غالب، یادگار حالی میں سرسید اور حالی کی پہلی ملاقات کا تذکرہ ملتا ہے۔ اگرچہ مولانا حالی غالب کے شاگرد تھے۔ مولانا حالی سرسید کے حامیوں میں سے تھے۔ مولانا حالی نے یادگارِ غالب (غالب کی سوانح حیات) لکھی (حیات جاوید) سرسید کی سوانحِ حیات لکھی اور مقدمہ شعروشاعری، مسدسِ حالی لکھی مسدس حالی پر سرسید کو فخر تھا کہ انہیں کی تحریک پر مولانا حالی نے یہ مسدس لکھی تھی۔ دیکھا جائے تو ''یادگارِ غالب'' کی نسبت ''حیاتِ جاوید'' بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ اِس بات کا اعتراف کاظم علی خاں نے بھی اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' ص ۳۵۷ پر کیا ہے۔ مولانا حالی اور سرسید کی پہلی ملاقات کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے مگر اِس ضمن میں یہ بتانا ضروری ہے کہ سرسید اور مولانا حالی کی پہلی ملاقات کے شواہد حیاتِ جاوید میں خود حالی کا بیان اور مالک رام وصالحہ عابد حسین کا قیاس مختلف مقامات اور سن کا پتہ دیتا ہے البتہ ان کی ملاقات ۱۸۵۱ء کے آس پاس ہوئی ہے اس بحث کے شواہد کی تفصیل تلامذۂ غالب ص ۱۴۷ تا ۱۴۸ یادگارِ حالی میں ۱۶۵ تا ۱۶۷ حیاتِ جاوید ص ۴۱۵ تا ۴۱۶ میں دی گئی ہے۔

صالحہ عابد حسین کے مطابق مولانا حالی اور غالب میں بہت کم مشابہت نظر آتی ہے کہ غالب پوتڑوں کے رئیس، آبائی پیشہ سپہ گری، نازک مزاج، نازک دماغ، بلند مرتبہ مشہور شاعر، شراب وکباب کے رسیا، جوئے کے شوقین، عاشق مزاج، زندگی کے مصائب سے بیزار، ناقدری زمانہ سے دل برداشتہ انانیت ایسی کہ اپنے سواکسی کو بلند مرتبہ شاعر تسلیم کرنے سے انکاری اور پھر مولانا حالی کی طبیعت، خاندان، حسب نسب سب کچھ غالب سے مختلف تھا۔ حالی متوسط گھرانے کے فرد شروع کی زندگی تنگی میں گزری جس کو استاد جانا اُس کا اعتراف کیا۔ منکسر المزاج محنتی، جفاکش نہ زمانے کا گلہ کیا نہ ناقدری کی شکایت۔ جب حالی سترہ اٹھارہ سال کے نوجوان تھے تو غالب کی عمر چالیس برس تھی۔ غالب کا حالی سے کہنا کہ ''اگر تم نے شعر نہ کہا تو اپنی طبیعت پر ظلم کرو گے'' سترہ اٹھارہ سال کے نوجوان کو شعر گوئی کی طرف مائل کر دیا اور مولانا حالی غالب کے شاگردی میں آ گئے۔ حالی اور غالب کے تعلقات دس بارہ سال تک رہے۔ غالب حالی سے بڑے پیار محبت اور شفقت سے ملتے تھے۔ حالی اور غالب کی طبیعت کے اختلاف کی بحث اکثر ہوتی رہتی تھی۔ صالحہ عابد حسین کے نزدیک:

''بظاہر مولانا الطاف حسین حالیؔ اور مرزا نوشہ غالبؔ میں بہت کم مشابہت نظر آتی

ہے۔ غالبؔ شراب کے شوقین عاشق مزاج اپنے بلند مقام سے ضرورت سے زیادہ
مرعوب اور انانیت سے چُور___ حالی منکر المزاج___ عیش و آرام کیا آسائش کی زندگی
کی بھی تمنا نہ کی___ حالیؔ اور غالبؔ کے تعلقات دس بارہ سال تک رہے اور غالبؔ اس
نوجوان سے جس محبت، عزت، برابری سے ملتے تھے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان
دونوں میں کوئی بہت گہری مماثلت اور دلی تعلق تھا۔ غالبؔ کی شخصیت اور سیرت کو حالیؔ
کے بعد سمجھنے والے نہ ملے۔'' [۶۱]

صالحہ عابد حسین نے اپنے مقالہ ''حالی کی دریافت غالب'' اور صباالدین عبدالرحمٰن نے ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' (ص ۶۸-۷۰) میں مرثیہ غالب کی نشاندہی بھی کی ہے جس نے غالب کو شہرت دوام بخشی۔ اس مرثیے کے چند شعر جو غالب کی سیرت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں

بلبل ہند مر گیا ہیہات - جسکی تھی بات بات میں اک بات
نکتہ داں نکتہ سنج، نکتہ شناس - پاک دل پاک ذات پاک صفات
شیخ اور بذلہ سنج، شوخ مزاج - رند اور مرجع کرام و ثقات
لاکھ مضمون اس کا ایک ٹھٹھول - سو تکلف اور اس کی سیدھی بات

اور

بے صلہ مدح، شعر بے تحسیں - سخن اس کا کسی پہ بار نہ تھا
نذر سائل تھی جان تک لیکن - درخورِ ہمتِ اقتدار نہ تھا
خاکساروں سے خاکساری تھی - سربلندوں سے انکسار نہ تھا
بے ریائی تھی زہد کے بدلے - زہد اس کا اگر شعار نہ تھا

غالب کی شخصیت اور سیرت کو حالی کے بعد کسی اور نے نہ جانا یادگارِ غالب اس کی بہترین مثال ہے۔ [۶۲]

منشی نبی بخش حقیر

منشی نبی بخش حقیر اکبر آبادی (متوفی ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) غالب کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا۔ غالب نے ان کے نام ۷۰ خطوط لکھے۔ آگرہ کے رہنے والے تھے ملازمت کے سلسلہ میں کافی مدت علی گڑھ میں رہے [۶۳]۔ غالب ان کے حسنِ ادا کے معترف تھے اور انہوں نے کئی خطوط میں ان کی سخن سنجی کو سراہا ہے۔ حقیر پہلے نظیر اکبر آبادی سے اصلاح لیتے تھے بعد میں غالب

سے لینے لگے۔ غالب نے ان کی وفات پر قطعۂ تاریخ بھی لکھا ملاحظہ ہو

شیخ د نبی بخش کہ بحسن خلق ، داشت مذاقِ سخن و فہم تیز
مرگِ ستم پیشہ ، امانش نہ داد ، کیست کہ بامرگ بسیچد ستیز
سال وفاتش ، زپے یادگار ، بادلِ زار و مژۂ دِجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر ، گفت مدہ طول و بگو ''رستخز''

ان کا بیشتر کلام ضائع ہوگیا ہے۔[۶۴]

اسمٰعیل میرٹھی

غالب کے شاگرد مولانا اسمٰعیل میرٹھی زمانہ حیات نومبر ۱۸۴۴ء تا یکم نومبر ۱۹۱۷ء اسمٰعیل میرٹھی کی بعض نظمیں سرسید احمد خان کے اول معاون مولانا وحید الدین سلیم پانی پتی کے رسالے ''معارف علی گڑھ میں شائع ہوئی تھیں بحوالہ ''تلامذۂ غالب''ص ۴۴ تا ۵۱، مقالہ کاظم علی خاں'' خسرو شناسی اور علی گڑھ درق (غیر مطبوعہ) کتاب امیر خسرو اور علی گڑھ: محی الدین اظہر نسرین پبلشنگ ہاؤس علی گڑھ طبع ۱۹۸۱ء ص ۱۴۴۔

جب غالب نے سفر رام پور اختیار کیا، اس وقت اسمٰعیل میرٹھی کی عمر سولہ برس تھی غالب کے ساتھ ان کی شاگردی کا تعلق خط وکتابت کے ذریعے تھا۔ مالک رام نے غالب اور اسمعیل کے تعلقات کو یوں بیان کیا ہے:

''غالب پہلے جنوری ۱۸۶۰ء میں رام پور گئے ہیں اور دوسری مرتبہ اپریل ۱۸۶۵ء میں دوسری مرتبہ مرزا میرٹھ میں نہیں ٹھہرے البتہ پہلے سفر میں رام پور سے واپسی پر دو دن کے لیے نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ کے ہاں اترے۔ اس وقت مولانا محمد اسمٰعیل کی عمر صرف سولہ برس تھی اور ابھی انہوں نے شاعری شروع بھی نہیں کی تھی اس لیے ان دونوں سفروں میں استاد اور شاگرد کی ملاقات کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میرا خیال ہے کہ دونوں کبھی نہیں ملے اس لیے مولانا نے مشورہ سخن خط وکتابت ہی سے کیا ہوگا۔''[۶۵]

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو (تلامذۂ غالب، ص ۳۷)

تمہارے تیر میں انداز تھا نظر کا سا - ہر اک دل کا ہے نقشہ مرے جگر کا سا
مرے سوا حریفِ ستم کوئی بھی نہ تھا - اب مہربان ہو گئے یہ کیا غضب ہوا
ہے بے لب وزبان بھی غل تیرے نام کا - محرم نہیں ہے گوش، مگر اس پیام کا

منشی ہر گوپال تفتہ

منشی ہر گوپال تفتہ (زمانۂ حیات ۱۲۱۴ھ تا ۱۵ رمضان ۱۲۹۶ھ) کا شمار مرزا غالب کے چہیتے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ غالب کے تفتہ کے نام ۱۲۳ مطبوعہ خطوط ہیں۔ قصبہ سکندر آباد ضلع بلند شہر میں رہتے تھے مگر مولوی محمد ظہور علی (صدر الصدور کول) کی خواہش پر زندگی کے بقیہ ایام علی گڑھ میں گزارے بمطابق رسالہ ''فکر و نظر'' علی گڑھ، سرسید نمبر اکتوبر ۱۹۹۲ء ص ۱۰۹ غالب کی وفات پر قطعہ بھی لکھا پہلے رامی تخلص کرتے تھے۔ غالب کی شاگردی کے بعد مرزا تفتہ تخلص کرنے لگے۔ بقول مالک رام:

''تفتہ ابتدا میں رامی تخلص کرتے تھے مثلاً

رامی تو ، کرغمت بیمار بود

عاقبت امروز ، از دنیا گذشت

ز رامی تو، چو ماسرگذشت پر سیدیم

کشید آہ و گریباں درید و ہیچ نگفت

جب غالب کی شاگردی اختیار کی تو انہوں نے تخلص بدل کر تفتہ اور مرزا کا خطاب دے کر مرزا تفتہ بنا دیا۔ تفتہ استاد کے محبوب شاگردوں میں سے تھے اور انہوں نے اپنی تہذیب و تحسین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تفتہ نے تمام عمر فارسی میں شعر کہے۔ اردو میں ان کے صرف ایک قطعہ کا پتہ چلتا ہے جو انہوں نے استاد کے انتقال پر لکھا:

غالب وہ شخص تھا ہمہ داں جس کے فیض سے - ہم سے ہزاروں ہیچ مداں نامور ہوئے

فیض و کمال و صدق و صفا اور حسن و عشق - چھ لفظ اس کے مرنے سے بے پاؤ سر ہوئے [۲۶]

مولوی سید محمد عبد الرزاق شاکر

مولوی سید محمد عبد الرزاق شاکر (۱۸۳۵ء تا ۱۹۱۴ء) غالب کے شاگرد ہیں۔ مچھلی شہر کے رہنے والے تھے دورانِ ملازمت علی گڑھ قیام رہا۔ ملازمت کے بعد علی گڑھ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اس پیشے کی نسبت سے غالب انہیں ''اشرف الوکلاء'' سے خطاب کرتے تھے۔ ''تلامذۂ غالب'' ص ۳۰۴ تا ۳۰۷، بزم غالب ۲۱۸ تا ۲۶۱ دونوں میں مندرجہ بالا بیان پایا جاتا ہے۔ مالک رام کے الفاظ یہ ہیں

''ابتداء میں وکالت کا امتحان دیا اور اس میں کامیابی کے بعد وکالت شروع کی اس

لیے غالب نے ایک خط میں انہیں اشرف الوکلاء کہہ کر خطاب کیا ہے__ ۱۸۹۴ء
میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر علی گڑھ میں سکونت اختیار کی۔'' [۶۷]

ان کا سارا کلام ضائع ہو گیا۔ [۶۸]

مولوی عبدالقیوم

مولوی عبدالقیوم (صدر امین علی گڑھ) غالب سے غیر معمولی عقیدت رکھتے تھے۔ غالب کے خطوط کے مجموعوں ''عودِ ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کی اشاعت میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے جس کا ذکر اس ایک خط میں ملتا ہے جو خواجہ غلام غوث بے خبر نے ان کے نام لکھا تھا۔ اس خط کا تذکرہ کاظم علی خاں نے اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' میں کیا ہے۔ [۶۹]

علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت کی ابتداء ۱۸۴۱ء میں اُردو دیوان کی اشاعت سے ہوئی اور اب تک علی گڑھ کے آسمانِ ادب پر کئی درخشاں ستارے ضوفگن ہوئے ہیں جنہوں نے ہندوستان کے اکابر شعراء میں غالب کا درجہ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے جن کی تعداد لامحدود ہے۔ اس ذیل میں ۳۳ مشاہیر ادب کو اس باب میں موضوعِ سخن بنایا گیا ہے:
سرسید احمد خان، احتشام الدولہ، سید محمد خان بہادر، مولانا حالی، سر راس مسعود، حسرت موہانی، سہا مجددی، ڈاکٹر ذاکر حسین، رشید احمد صدیقی، عبدالرحمٰن بجنوری، خورشید الاسلام، جلیل قدوائی، آل احمد سرور، اقبال سہیل، امتیاز علی خان عرشی، اکبر علی خان عرشی، سردار جعفری، عطاءاللہ خان درانی، مولانا محمد علی، قمر رئیس، نورالحسن ہاشمی، قاضی عبدالودود، محمد نعیم (چودھری)، سید مہدی حسن، خلیفہ سید محمد حسن خان، قاضی سعید الدین، ڈاکٹر سید محمود، شوکت علی خان، فانی بدایونی، سجاد انصاری، زین العابدین، فخر الدین احمد علی

راس مسعود مطالعۂ کلامِ غالب کے شائق تھے جب مشہور ناول نگار ای۔ ایم۔ فارسٹر کے ساتھ دلی کی گلیاں چھان ڈالیں لیکن دیوانِ غالب کا کوئی نفیس نسخہ دستیاب نہ ہوا تو انہوں نے منشی رحمت اللہ رعد ایڈیٹر عالم تصویر اور مالک نامی پریس کانپور کو دیوانِ غالب چھاپنے کی تاکید کی لیکن اس کام کی تکمیل سے پہلے رعد کا انتقال ہو گیا تو یہ ذمہ داری نظامی بدایونی کے سپرد کی۔ راس مسعود نے انہیں خوب صورت طباعت کے بارے میں ایسے مفید مشورے دیئے کہ وہ حیران رہ گئے [۷۰]۔ نظامی ایڈیشن اکتوبر ۱۹۱۹ء کا دیباچہ سید محمود (علیگ) نے لکھا تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی [۷۱]۔ رشید احمد صدیقی اس دیباچے کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''کالج کے دو نامور فرزندوں ڈاکٹر سید محمود (بہار) اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے غالب کی
اہمیت وعظمت کو نقد ونظر کے جدید طریقوں سے اپنی تصانیف اور تحریروں میں جتایا۔'' [۷۲]

سرسید کے بیٹے راس مسعود نے دیوان غالب کی طباعت کو دلچسپ ودلکش بنانے کے لیے جو تجاویز نظامی بدایونی کو دیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر حسنِ طباعت، ترتیب وتصحیح پر بہت گہری ہے [۷۳] اور سید محمود، راس مسعود کی تعریف میں

مقدمہ دیوانِ غالب ۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں یوں گویا ہیں:

''سب سے پہلے میرے معزز دوست سید راس مسعود صاحب بی اے (آکسن) کو ہوا۔ ادبیات سے جو شوق اُن کو ہے غالباً وہی اس بات کا محرک ہوا کہ اُردو علم وادب کے خدائے سخن کو اس کسمپرسی کی حالت میں نہ رہنا چاہیے۔ جس میں وہ اب تک ہماری غفلتوں اور لاپرواہیوں سے پڑا ہوا ہے۔ غیر ملکوں کے لٹریچر کے مطالعہ نے اُن پر ثابت کر دیا ہوگا کہ قومی یا ملکی ترقی کے لیے اعلیٰ علم وادب کس درجہ ضروری اور لازمی ہے اور بغیر اس کے کوئی قوم مدارج ترقی کے پہلے زینہ پر قدم نہیں رکھ سکی چنانچہ ان کی تحریک پر مولانا نظامی بدایونی نے دیوانِ غالب کا پہلا ایڈیشن نفیس کاغذ اور صاف ستھری چھپائی کے ساتھ ملک میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ دوسرا ایڈیشن اور زیادہ عمدگی اور صحت کے ساتھ نکلا۔ تعلیم یافتہ گروہ نے اس کی قدر کی جس سے پتہ چلا کہ اہلِ ملک غالب کی عظمت کو پہچاننے اور اس کی ترجمان حقیقت کے فلسفیانہ خیالات کو سمجھنے لگے ہیں۔ ان دونوں اشاعتوں کے بعد نظامی صاحب کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے تحریک کی کہ اب تیرا ایڈیشن پاکٹ ایڈیشن کی صورت میں شائع ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی تجاویز پیش کیں۔ مولانا نظامی نے میری تجاویز کو منظور کر لیا لیکن اس قصور کے بدلے ساتھ ہی میری سزا بھی تجویز کر دی اور مجھ سے فرمائش کی کہ تیسرے ایڈیشن کے لیے مقدمہ تم لکھو گے۔'' [۷۴]

سرسید کی کتاب ''آثار الصنادید'' ۱۸۴۷ء میں غالب کے احوال وادبی آثار پر مفصل مضمون شامل ہے اور اس کے ساتھ غالب کے پانچ تلامذہ اور غالب کی فارسی نظم ونثر کے نمونے بھی ملتے ہیں [۷۵]۔ غالب نے اس کتاب پر تقریظ لکھی دوستوں کو بذریعہ مراسلت مطلع کیا اور اس کتاب کے نسخے خرید کر دوستوں کو بھیجے۔ رشید احمد صدیقی نے بھی اس نقطے پر روشنی ڈالی ہے:

''اسی آثار الصنادید پر غالب نے تقریظ لکھی اس کی اشاعت میں دلچسپی لی خطوط لکھ کر لوگوں کو اس کی طرف مائل کیا۔ کچھ نسخے خرید کر دوستوں کی طرف بھیجے اور کتاب کی بڑی تعریف کی ملاحظہ ہو غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی خط بنام سید رجب علی صاحب جس کا عکس غلام رسول مہر کی کتاب میں موجود ہے۔'' [۷۶]

اغلب خیال ہے کہ جب ۱۸۴۱ء میں دیوانِ غالب شائع ہوا اس وقت غالب کی عمر تقریباً ۴۳، ۴۴ سال ہوگی ☆۔

> ''دیوانِ غالب سب سے پہلے اکتوبر ۱۸۴۱ء میں سید المطابع دہلی س شائع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ خان بہادر ابو محمد کے صاحب صاحبزادے کے پاس ہے۔ مولانا عرشی کا بیان ہے کہ اس کی ایک کاپی پبلک لائبریری رام پور میں اور ایک پرانی نقل کتب خانہ سرکار میں ہے۔ صفحات کا شمار ۱۰۸ ہے۔ شروع میں غالب کا ایک فارسی دیباچہ اور آخر میں نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر کی تحریر کردہ ایک تقریظ ہے۔ نیر نے اپنی اس تقریظ میں اشعار کی تعداد دس سونوے سے کچھ اوپر۔۔۔ بتائی ہے۔ اس میں دو قصیدے، تین قطعے اور دس رباعیاں ہیں مثنوی کوئی نہیں۔ جس زمانے میں یہ نسخہ زیرِ طبع تھا غالب نے میجر جان جاکوب کو لکھا تھا: 'دیوانِ ریختہ کہ درنا تمامی تمام است عجب نیست کہ ہم دریں ماہ بتمامی وآنگاہ بنظر گاہ سامی رسد۔'' [۷۷]

اور جب ۱۸۴۸ء میں آثار الصنادید شائع ہوئی، اس وقت غالب کی عمر ۴۸ سال تھی [۷۸] یعنی غالب کو یہ اختصاص حاصل ہے کہ انہیں زندگی میں ہی عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔ سرسید کے رفیق کار **مولانا حالی** نے غالب پر بسیط سوانح عمری لکھی اور **عبدالرحمٰن بجنوری** نے محاسنِ کلامِ غالب لکھ کر غالب کے احوال وآثار بیان کرنے کے لیے نقد ونظر کے جدید طریقوں کے دَر وا کیے اس سلسلے کی تحریک آج تک باغ وبہار ہے۔ [۷۹]

غالب شناسی کی روایت کا آغاز خانوادۂ سرسید احتشام الدولہ سید محمد خان بہادر [۸۰] نے کیا اس سلسلے کو مزید سرسید نے بڑھایا [۸۱]۔ سرسید کا ایک سو بارہ سال پرانا مضمون تفہیم غالب کے حوالے سے تفہیم غالب کی روایت کی دوسری کڑی ہے۔ اس دَور میں کئی مشکلات کا سامنا بھی تھا۔ علی گڑھ میں کوئی پریس نہ تھا اُردو پریس، دہلی، کانپور اور لکھنؤ میں تھا۔ دیوانِ غالب خانوادۂ سرسید نے اپنے مطابع سے چھاپا جو دہلی میں تھا غالب کے کلام کی اشاعت علی گڑھ سے چھاپہ خانہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ ہوئی ورنہ علی گڑھ کے بانی سرسید نے ہی غالب شناسی کی روایت کا آغاز کیا تھا۔

☆ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' جلد اوّل، مطبوعہ معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۹۷ء میں لکھتے ہیں ''سرسید احمد خان اپنے معاصرین سے زیادہ غالب کے قدردان اور معترف تھے۔ انہوں نے تقریباً ۱۸۴۵ء میں ''آثار الصنادید'' لکھی جبکہ غالب کی عمر ۴۸ سال کی تھی۔'' یاد رہے کہ ''آثار الصنادید'' کی پہلی اشاعت ۱۸۴۷ء کو منظرِ عام پر آئی۔ ''آثار الصنادید'' (۱۸۴۵ء) کی تخلیق کے وقت غالب کی عمر ۴۸ سال تھی تو ''دیوانِ غالب'' کی پہلی اشاعت (۱۸۴۱ء) کے وقت غالب کی عمر تقریباً ۴۳، ۴۴ سال بنتی ہے۔

غالب کے اُردو کلام کی اشاعت ان کی زندگی میں پانچ مرتبہ ہوئی۔ یہ اختصاص آج تک کسی کو حاصل نہیں کہ کسی کے فن کو اس کی زندگی میں اتنی آبیاری ملی ہو حالاں کہ فارسی کلام پر غالب کو ناز تھا وہ ان کی زندگی میں صرف دو بار شائع ہوا۔ اگر چہ غالب نے کہنے کو تو کہا تھا۔

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالبؔ
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

لیکن یہ ایک طرح کی سخن گسترانہ بات تھی جس طرح ان کا اپنے اُردو کلام کو ہیچ، بے وقعت اور پایہ سخن وری سے فروتر سمجھ کر اس سے برأت کا اظہار ع

بگذر راز مجموعۂ اُردو کہ بیرنگِ من است

ایک طرح کا شاعرانہ انکسار ہے۔ غالب اپنی زندگی ہی میں خفائی کے مقابل ظہوری بن چکے تھے اور ان کے اس ظہور و شہرت کا سبب ان کا اُردو کلام تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کا فارسی کلام جس پر انہیں ناز تھا ان کی زندگی میں صرف دو مرتبہ شائع ہوا لیکن اُردو کلام کی پوری پانچ مرتبہ اشاعت ہوئی ان اشاعتوں کے سوا غالب کی زندگی میں اُردو دیوان کا کوئی ایڈیشن نہیں چھپا[۸۲]۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ غالب کا دیوان غالب کی زندگی میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ مثلاً مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''میری معلومات کے مطابق غالب کی زندگی میں اور کوئی اُردو دیوان کا اور کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔''[۸۳]

اسی طرح مالک رام ''ذکرِ غالب'' کی اشاعتِ اول میں لکھتے ہیں:

''غالب کی زندگی میں اُردو دیوان کا اور کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔''[۸۴]

ڈاکٹر محی الدین زور ''روحِ غالب'' میں لکھتے ہیں:

''غالب کی زندگی میں اُردو کلام کے یہی چار ایڈیشن شائع ہوئے۔''[۸۵]

آں جہانی **کالی داس گپتا رضا** کو یہ اختصاص حاصل ہے کہ اُن کے کتب خانے میں غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے پانچوں دیوان موجود ہیں انہوں نے ۱۸۴۱ء کا دیوان جو اَب نایاب ہے اس کا عکس چھپوا دیا ہے اور غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب کے پانچ مرتبہ شائع ہونے کے سن وار ترتیب بھی پیش کی ہے: غالب کی زندگی میں اُن کا مجموعہ کلام اُردو پانچ بار چھپا اس کا نام انہوں نے دیوان غالب رکھا۔ پہلے دو ایڈیشنوں کے سرورق کی عبارت میں ''دیوان'' کا لفظ موجود ہے اگر چہ سرورق پر ''دیوانِ غالب'' کا عنوان طبع نہیں ہوا ہے البتہ آخری تین ایڈیشنوں کا عنوان ''دیوانِ غالب'' ہی ہے جو اُن کے سرورق پر نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اشاعتوں کی تفصیل یہ ہے:

پہلا ایڈیشن-مطبع سید الاخبار، دہلی، اکتوبر ۱۸۴۱ء، کل شعر ۱۰۹۶ [۸۶]

دوسرا ایڈیشن-مطبع دار السلام، دلی، مئی ۱۸۴۷ء، کل شعر ۱۱۵۸ [۸۷]

تیسرا ایڈیشن-مطبع احمدی، دلی، ۲۹ جولائی ۱۸۶۱ء، کل شعر ۱۷۹۶

چوتھا ایڈیشن-مطبع نظامی، کان پور، جون ۱۸۶۲ء، کل شعر ۱۸۰۲

پانچواں ایڈیشن-مطبع مفید خلائق، آگرہ، بعد از جون ۱۸۶۳ء، کل شعر ۱۷۹۷ [۸۸]

پہلے باب میں علی گڑھ کو بطور شہر، بطور تحریک اور بطور تعلیمی ادارہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔نثر کا نیا دَور علی گڑھ میں شروع ہوتا ہے سرسید کا اثر اُردو ادب میں اُسلوب، موضوع اور روح و معانی پر جیسا اور جتنا ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ **سرسید** کے ادبی سرمائے میں جس چیز نے انفرادیت بخشی اس میں روایت کی تقلید نہیں بلکہ تحقیق ہے۔ مادیت، عقلیت، اجتماعیت اور حقائق نگاری سرسید کے فکر و ادب کی بنیادیں ہیں بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

> ''سرسید کے ادبی سرمائے کو جو چیزیں مستقل حیثیت سے امتیاز اور انفرادیت بخشتی ہیں ان کو مجموعی لحاظ سے تین چار جملوں میں یوں سمیٹا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں سرسید ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے فکر و ادب میں روایت کی تقلید سے ہٹ کر آزادیٔ رائے اور آزاد خیالی کی رسم جاری کی اور ایک ایسے مکتب کی بنیاد رکھی جس کے عقائد میں عقل، نیچر، تہذیب اور مادی ترقی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ کہنے کو تو یہ چند معمولی الفاظ ہیں مگر انہی چند سادہ لفظوں میں اس زمانے کے مشرق و مغرب کی اکثر و بیشتر ذہنی آویزشوں اور کش مکشوں کی طویل سرگزشتیں پوشیدہ ہیں انہی چند الفاظ میں انیسویں اور بیسویں صدی کے ہندوستان کی سماجی اور ادبی تاریخ کے بڑے بڑے عقیدوں اور بڑے بڑے نعروں کی گونج سنائی دیتی ہے۔''[۸۹]

سرسید احمد خان کے ذہن میں قوم کو مایوسی سے نکالنے کی اُمنگ موجود تھی جس کے تحت اُنہوں نے تحقیق میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو دریافت کرنے پر زور دیا۔آثار الصنادید کے حوالے سے ہی جائزہ لیں تو پرانی عمارتوں کے کتبوں اور تختیوں کا کھوج درحقیقت قدیم تہذیب اور ثقافت کے کھوج کے سلسلے کی ایک کڑی تھی اور پھر غالب کو محض اس وجہ سے اہمیت دی گئی کہ اُن کے ہاں اُمید پرستی موجود تھی۔

جتنی حقیقت نگاری علی گڑھ تحریک کے حوالے سے نثر میں ہوئی ہے۔یا یوں کہہ لیجیے کہ نثر کا نیا دَور سرسید کی تحریروں سے اور شاعری کا نیا دَور غالب کی شاعری سے شروع ہوتا ہے جس کی اہمیت و افادیت کا ثبوت خود سرسید نے ۱۸۴۵ء میں

آثار الصنادید اور خانوادۂ سرسید نے ۱۸۴۱ء میں غالب کا پہلا دیوان شائع کر کے دے دیا گویا غالب سرسید تحریک کی پہلی آواز ہیں۔ غالب مغلیہ عہد کا زوال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ غالب اس عہد کے خاتم نہیں بلکہ نئے عہد کے نقیب ہیں وہ اپنی تہذیبی کسمپرسی پر کڑھنا بھی جانتے ہیں اور عملی Pregmatic رویہ اختیار کرنے کے جبر پر شرمندہ بھی نہیں[۹۰]۔ غالب نے اپنی شاعری و نثر میں پورے عہد کو سمیٹ رکھا ہے جب معاشرہ گندے پانی کے جوہڑ جیسی شکل اختیار کر لیتا ہے تو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے عالمانہ سوچ رکھنے والی کوئی ہستی نمودار ہوتی ہے جو پتھر کا کام کرتی ہے جو اس جمود کو توڑ سکے۔ نتیجتاً نئی لہریں، نیا دَور نیا زمانہ نئی تخلیقات جنم لیتی ہیں جن کی بھٹکی فضا میں معاشرہ سانس لے سکتا ہے۔ یہی حال تقریباً سرسید اور غالب کا تھا اِن دونوں ہم عصر مشاہیرِ ادب کی عالمانہ سوچ کی کڑیاں ملتی ہیں دونوں کی عمروں میں بے شک بیس برس کا تفاوت تھا مگر اِن دونوں کی جن علاقوں سے گہری وابستگی رہی، وہ ایک تھا۔ دونوں کی سوچ میں بھی کافی میلان تھا کہ غالب کلیات فارسی کی مثنوی دہم میں اور سرسید مسلمانانِ برصغیر کی تعلیمی ترقی سے متعلق کمیشن ۱۸۷۲ء میں ایک ہی پیغام دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو وقت کے ساتھ اپنی زندگی اپنی محنت اور اپنے خیالات کو حرکتِ عمل، جستجو اور عقلی ترقی و مقصدی زندگی کے مطابق ڈھالنا چاہیے ☆۔ یہ ان دونوں اقلیم ادب کی ذہنی ہم آہنگی ہے کہ دونوں معاشرے کی دل دوز حالت کو محسوس کر رہے تھے۔ دونوں ہی قوم کے ہیرو ہیں دونوں ہی آج زندہ ہیں اور جدید دور میں جدید تہذیب کے جدید شعر و ادب کے نقطۂ آغاز کا محرک انہیں کو جانا جاتا ہے۔ غالب کا بجا طور پر یہ دعویٰ کہ ''ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے'' غالب کو شاعری کے حوالے سے تو سب ہی جانتے ہیں اور غالب نے اپنی زندگی میں ہی اپنی شہرت کے چرچے سُن لیے تھے مگر نثر کے حوالے سے غالب قابلِ ذکر نثار بھی تھے کہ سرسید تحریک علی گڑھ میں نئی نثر کا دَور تھا اور غالب کی مکتوب نگاری غالب کی جدت طرازی کا بین ثبوت ہے اگرچہ دانستہ باضابطہ طور پر غالب نے نثر نگاری کی طرف توجہ نہ دی مگر یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ غالب کی شاعری کی طرح غالب کی نثر بھی نہایت وقیع اور قابل قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں خطوطِ غالب سے مغلیہ عہد کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے وہاں جدید اُردو کا نیا آہنگ اور اچھوتا انداز بھی ملتا ہے۔ اسلام عشرت کے بقول:

> ''۔۔۔غالب محض ایک عظیم شاعر ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک اچھے اور کامیاب نثار بھی تھے البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ فارسی اور اُردو شاعری کی طرح باضابطہ طور پر نثر نگاری کی طرف کبھی بھی مائل نہ ہوئے یہی وجہ ہے کہ ان کا نثری حصہ دوسرے تمام نثر نگاروں کے مقابلے میں بے حد قلیل اور کم مایہ ہے۔ پھر بھی یہ غالب کی عظمت اور

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''غالب سرسید کی پہلی آواز'' از محمد علی صدیقی، مشمولہ ''افکار'' ۱۹۸۲ء، ص ۱۲-۱۴؛ ''مثنوی دہم''، قصائد و مثنویات فارسی، مشمولہ مجلسِ یادگار، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۷۱۔

ان کے فن کا کمال ہے کہ ان کا نثری سرمایہ کم ہونے کے باوجود مختلف نثاروں کے برعکس بہت زیادہ وقیع اور قابلِ قدر ہے چونکہ غالب کا رجحان نثر کی جانب نہیں تھا اس لیے انہوں نے نہ تو کوئی داستان لکھی نہ کوئی مقالہ لکھا نہ کسی کی سوانح عمری لکھی اور نہ کبھی کوئی تقریر کی۔ اُردو میں ایک دیوان کے علاوہ ان کے مکتوبات، چند تقریظات اور دوایک رسائل ملتے ہیں۔ بس تقریظات اور رسائل چونکہ خیالِ خاطر احباب کی غرض سے لکھے گئے ہیں اس لیے قابلِ اعتنا نہیں ہیں اور تب لے دے کر غالب کے خطوط رہ جاتے ہیں جسے اُردو زبان وادب کا قابلِ ذکر اور قابلِ داد سرمایہ کہیے۔ یہ وہ مراسلت ہیں جو غالب نے اپنے عزیز واقارب، دوستوں، محسنوں اور شاگردوں کو لکھے۔'' [۹۱]

یہ خطوط انہوں نے نہایت بے تکلفی سے لکھے بقول غالب کہ یہ خطوط میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر نہیں لکھے لہٰذا جب ان کے ایک عزیز شاگرد منشی شیونرائن آرآم نے ۱۸۵۸ء میں انہیں مرتب کر کے چھپوانا چاہا تو غالب نے سخت مخالفت کی [۹۲]۔ منشی جی کو غالب نے ان مکتوبات کو شائع کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے ایک خط میں لکھا:

''اُردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہوگا۔ ورنہ صاف تحریر سرسری ہے اس کی شہرت میری سخن وری کے منافی ہے۔ اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ آپس کے معاملات دوسروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میرے خلاف طبع ہے۔'' [۹۳]

ان کے خطوط کو اتنی شہرت ملے گی غالب نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ ان کے خطوط جدید نثر کی بنیاد قرار پائیں گے۔ اسلام عشرت لکھتے ہیں گویا غالب کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ وہی خطوط جو سرسری طور پر لکھتے رہے اور جنہیں وہ اپنی شان وشکوہ کے خلاف سمجھتے ہیں ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ان کی اہمیت مسلّم ہو جائے گی اور انہیں رقعات کی بنا پر کوئی انہیں نئی نثر کا بانی قرار دے گا کوئی انہیں اُردو نثر کا امیر کہے گا اور کوئی 'اُردو نثر کا امام' کا لقب دے گا۔ [۹۴]

لہٰذا غالب سرسید تحریک کی پہلی آواز ہیں چاہے شاعری کا میدان ہو چاہے نثر کا میدان دونوں میں غالب نے خود کو منوایا ہے اور غالب بحیثیت شاعر، بحیثیت نثر نگار، بحیثیت شخص، تمام حوالوں کے ساتھ شعروادب کے عظیم شہسوار کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے اور غالب کی پہچان بانی علی گڑھ سرسید احمد خان کے توسط سے ہوئی۔ تحریک علی گڑھ سے نئے ادب کو فروغ ملا اور غالب کی شاعری کا نیا طرز غالب اور علی گڑھ میں قدرِ مشترک کی پہلی اینٹ تھی جو خانوادۂ سرسید [۹۵] نے المطابع سید الاخبار

دہلی سے ۱۸۴۱ء میں غالب کا دیوان شائع کروا کر رکھی تھی۔ اس کے بعد غالب کی زندگی پر مکمل اور جامع سوانح عمری غالب کے شاگرد مولانا حالی نے لکھی آج تک ایسی سوانح عمری نہیں لکھی گئی۔ دیوانِ غالب نسخۂ حمیدیہ کا دیباچہ عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا جو ۱۹۲۱ء میں چھپا اس کے بعد یہ دیباچہ ''محاسنِ کلامِ غالب'' کے نام سے شائع ہوا☆ اور پھر اس کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ان کا شمار مشکل ہے۔[۹۶] اس دیباچے کے بعد غالب شناسی کا وہ اہم دور شروع ہوتا ہے جو بیسویں صدی سے اب تک جاری ہے۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق جو انجمن ترقی اُردو کے سکریٹری تھے انہوں نے ۱۹۱۶ء میں غالب کا صحیح نسخہ تیار کرنے کی ذمہ داری بجنوری کو سونپی۔ بجنوری نے کئی ایڈیشن سامنے رکھے اغلاط درست کیں اور ایک نیا نسخہ مرتب کیا مگر انہی دنوں نسخہ حمیدیہ دریافت گیا۔ اب پھر سے انہوں نے نسخۂ حمیدیہ کی نقل تیار کروائی اور دوبارہ اس پر کام شروع کیا لیکن عمر نے وفا نہ کی بعد میں نسخۂ حمیدیہ[۹۷] **مفتی انوارالحق** نے شائع کیا اس کے ساتھ بجنوری کا لکھا ہوا مقدمہ بھی شامل کیا گیا۔ بقول رشید احمد صدیقی:

> ''انجمن ترقی اُردو نے ۱۹۱۶ء میں دیوانِ غالب کا نہایت صحیح اور خوبصورت ایڈیشن نکالنے کا ارادہ کیا تو اس کام کے لیے ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن کی نظرِ انتخاب ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری پر پڑی۔ بجنوری مرحوم نے بڑی تن دہی ومحنت سے غالب کے مختلف نسخے تلاش کیے کچھ مطبوعہ ایڈیشن سامنے رکھے، اغلاط کی تصحیح کی اور اپنا ایک نسخہ مرتب کیا اور وہ مقدمہ لکھا جو محاسن کلام غالب کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ مقدمہ متداول دیوان پر تھا، لیکن ڈاکٹر بجنوری کی حیات ہی میں نسخۂ حمیدیہ کا پتہ چل گیا تھا جس کی انہوں نے نقل تیار کرالی تھی اور اس پر باضابطہ کام کرنے کا ارادہ بھی کرلیا تھا، لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ بعد میں نسخۂ حمیدیہ مفتی انوارالحق صاحب نے شائع کیا جس کے ساتھ بجنوری مرحوم کا یہ مقدمہ شامل ہے۔''[۹۸]

تفہیم غالب کی روایت کی تشکیل کے کئی سلسلے ہیں۔ مذکورہ بالا سطور میں یادگارِ غالب مرتبہ حالی اور نسخۂ حمیدیہ کا مقدمہ از بجنوری، غالب کی شاعرانہ عظمت زاہد علی کے مطابق ''ایک طویل عرصے تک 'یادگار' اور 'محاسن' کے مضبوط ستونوں پر قائم رہی ہے۔'' دیوانِ غالب کو یکتا اور الہامی کتاب کا نام دینے والے بجنوری ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے اس کم فرصتی میں غالب کے غیر متداول کلام کا مقدمہ لکھ کر خود کو ہمیشہ کے لیے زندہ وجاوید کر گئے۔ آج کون ہے جو بجنوری کے اس جملے سے واقف نہیں[۹۹] ''ہندوستان میں دو الہامی کتابیں ہیں ____ مقدس ویدا اور دیوانِ غالب۔''[۱۰۰] بجنوری ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۱۸ء

☆ ''محاسنِ کلامِ غالب ۱۹۲۱ء میں پہلی بار سہ ماہی 'اُردو' کے پہلے مقالے کی صورت میں چھپی۔ مابعد اس نے کتابی شکل اختیار کر لی اور بے شمار ایڈیشن علی گڑھ، لکھنؤ، حیدرآباد، کراچی اور دکن سے متواتر شائع ہوتے رہے۔''

میں مر گئے۔ کل تینتیس برس جیے مگر بقائے دوام کا سامان کر گئے۔

ان خیالات کا ذکر کرنے کے بعد جو غالب شناسی کی روایت میں ستون کا درجہ رکھتے ہیں میں ان تحریروں اور کوششوں کا حوالہ دینا مقالے کی اہم ضرورت سمجھتی ہوں جس سے غالب شناسی کی روایت کی تشکیل ہوئی غالب شناسی کا آغاز غالب کی حیات میں ہو چکا تھا اس ضمن میں جتنے نشانات میری نظر سے گزرے ہیں مذکورہ سطور میں اُن کا تفصیلی تذکرہ حوالوں کے ساتھ کرنے کے بعد اب میں غالب شناسی کی روایت کا جائزہ غالب کی وفات کے فوراً بعد سے لوں گی جو اغلباً ان کے اقلیمِ سخن میں کوہ نور کی ضوفشانی کی حیثیت رکھتا ہے۔

غالب کے انتقال پر جو پہلا مضمون غالب کے متعلق شائع ہوا اس کا عنوان ''مرزا اسداللہ خاں متوفی المتخلص بہ غالب و نوشہ'' تھا یہ مضمون منشی بالگوبند ماتھر کے ماہوار رسالہ ''ذخیرۂ بالگوبند'' میں مارچ ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا جب کہ غالب کی وفات ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء میں ہوئی[۱۰۱] مگر اس وقت میرے پیش نظر صرف غالب کے اُردو کلام کی روایت مقصود ہے۔ غالب کی وفات کے بعد جب علی گڑھ تحریک فعال ہوئی تو سر سید ۱۸۸۳ء میں غالب اور ذوق کی یاد میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لیے ایک اداریہ لکھا اس مد میں سو سو روپے زر تعاون کی پیش کش کی اس قدم کو میں تفہیم غالب کی روایت کی تشکیل کی اہم کڑی سمجھتی ہوں جس کی ابتدا غالب کی وفات کے بعد ۱۸۸۳ء میں بانی علی گڑھ سر سید احمد خان نے کی۔ بقول اصغر عباس:

> ''غالب کے انتقال کے بعد جب علی گڑھ تحریک قوت سے فعل میں آئی تو ۱۸۸۳ء میں سر سید نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں اُردو کے شاعر ذوق اور فارسی کے غالب کی یادگار میں کالج میں بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لیے ایک اداریہ لکھا، سر سید نے خود اس مَد میں سو سو روپیہ دینے کی پیش کش کرتے ہوئے لکھا کہ اگر بارہ بارہ بزرگ سو سو روپیہ اس مَد میں زرتعاون دے دیں تو کالج میں اِن دونوں قوم کے افتخار کے باعثوں کی یادگار قائم ہو جائے گی۔''[۱۰۲]

اس یادگار کا ذکر سیلیکٹڈ ڈاکیومنٹس فرام دی علی گڑھ آرکائیوز ص ۲۸۹ (مکتوب سید مہدی حسن بنام سید احمد خان مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء) میں بھی موجود ہے کہ سر سید کا ادارہ علی گڑھ، سر سید کی زندگی میں ہی غالبیات کے مطالعے میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ مزید انکشاف یہ کرتے ہیں کہ سید احمد خان کے نام **سید مہدی حسن** کا ایک خط جو ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں لکھا گیا کہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مورخہ ۲۱ اگست ۱۸۸۳ء میں خلیفہ سید محمد حسن خان (میر منشی ریاست پٹیالہ) کی ایک تجویز چھپی تھی جس کے ذریعے علی گڑھ کالج میں ذوق و غالب کی یادگار قائم کرنے کی تحریک کی گئی تھی[۱۰۳]۔ ڈاکٹر اصغر عباس اس یادگار کے سلسلے میں

اداریے کا ذکر کرتے ہیں اور کاظم علی خان علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں خلیفہ **سید محمد خان** کی تجویز کا ذکر کرتے ہیں۔ اس بحث سے قطع نظر یہ طے ہے کہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں تجویز ضرور چھپی تھی۔ یہ یادگار بھی قائم ہوئی یا نہیں اس کی کھوج لگانا ہمارے لیے اہم نہیں جتنی کہ یہ بات اہم ہے کہ اسی اثنا میں یادگارِ غالب، طبع اول، ۱۸۹۷ء نے غالب شناسی کا نیا دَور وا کیا[۱۰۴]۔

''یادگارِ غالب'' غالب پر لکھی گئی پہلی مبسوط سوانح عمری ہے چونکہ نثر کے زمرے میں آتی ہے لہٰذا اس بحث کی تفصیل میں جائے بغیر (جو کہ ہمارے تیسرے باب کا موضوع ہے) میں حسرت موہانی کی شرح کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں۔ فضل الحسن **حسرت موہانی** کے تخلص سے مشہور ہوئے علی گڑھ کے طالب علم خوش گو شاعر بے باک صحافی اور جنگ آزادی کے نڈر سپاہی تھے۔ ساری زندگی جنھوں نے ملک وقوم کے لیے طرح طرح کی مشکلیں اُٹھائیں۔ اپنے رفیقوں کے تعاون سے کالج میں ۱۹۰۳ء سے قبل انجمن اُردوئے معلیٰ قائم کی، ان کا کہنا ہے کہ اس انجمن میں شریک ہونے والے طلباء جلسہ شروع ہونے سے پہلے وقت گزاری کے لیے اشعارِ غالب کی تشریح کیا کرتے تھے۔ یہ رسالہ ادبی دنیا میں اہمیت کا حامل ہے۔ غلام رسول مہر ''غالب'' لاہور پریس، دہلی، سن ندارد، ص ۱۰ پر انکشاف کرتے ہیں کہ غالب سے ان کی دلچسپی کے محرکات میں حسرت کی شرح دیوان غالب کا بہت دخل ہے۔

قاضی عبدالودود کا بیان ہے کہ مطالعہ غالب کی تحریک انہیں حسرت کی شرح دیوان غالب ۱۹۰۵ء سے اور ان کے رسالہ اردوئے معلیٰ کے مطالعہ سے ہوئی۔ قاضی عبدالودود رقم طراز ہیں:

> ''مجھے یاد نہیں کہ کس طرح حسرت موہانی کا (رسالہ) اُردوئے معلیٰ میں نے دیکھا اور اس کے کئی پرانے مجلدات منگوائے اور ان میں شعرائے اُردو سے متعلق جو مضامین تھے، پڑھے، بعد کو مجھے غالب سے دلچسپی ہوئی اور میں نے اتنی بار اس کا دیوان دیکھا کہ اس کا بڑا حصہ مجھے یاد ہو گیا۔''[۱۰۵]

حسرت موہانی کے بعد **سہا مجددی** کی شرح کلامِ غالب ۱۹۲۳ء میں ''مطالب الغالب'' کے نام سے شائع ہوئی کوتاہ قد سہا جب شاعروں میں شعر پڑھتے تو سناٹا چھا جاتا تھا۔ اسی اثنا میں علی گڑھ کالج میں شوکت علی خاں، فانی بدایونی اپنی شاعری کا جادو جگا رہے تھے اور کلام غالب کے تتبع میں مشغول تھے[۱۰۶] اور انجمن حدیقتہ الشعر کے تحت سہا۔ **اقبال سہیل** اور **سجاد انصاری** غالب کی زمینوں میں غزلیں پڑھ رہے تھے۔ سجاد انصاری کے مضامین کا مجموعہ محشر خیال غالب کے فیضان کا اثر ہے انہی دنوں **قاضی سعید الدین احمد** نے دیوانِ غالب کی شرح ایک مقدمہ کے ساتھ ۱۹۲۶ء میں ''مطالب الغالب'' کے نام سے شائع کی۔ بقول اصغر عباس:

''بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے ابتدائی دنوں میں انجمن حدیقۃ الشعر کا قیام عمل میں آیا جس میں کالج کے طالب علم بلند شہر کے سید ممتاز حسین سہا مجددی، سجاد انصاری جن کا پہلے اثر اور بعد میں کمال تخلص ہوا اور مولانا اقبال سہیل غالب کی زمینوں میں غزلیں لے کر انجمن کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے، خود سجاد انصاری کے مضامین کا مجموعہ محشر خیال کا نام غالب کے فیضان کی غمازی کر رہا ہے لیکن انجمن حدیقۃ الشعر کے روح ورواں دراصل سہا مجددی تھے جو بعد میں ہزار داستان کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اِن کا قد تین فٹ تھا لیکن جب انجمن کے مشاعروں میں غزل پڑھتے تو سناٹا چھا جاتا۔ سہا مجددی نے ۱۹۲۳ء میں مطالب الغالب کے نام سے کلامِ غالب کی شرح شائع کی جس پر غالب کے متعلق سرسید اور بجنوری کے رویہ کا اثر ہے۔ اس زمانے میں قاضی سعید الدین احمد نے دیوانِ غالب پر ایک مقدمہ کے ساتھ ۱۹۲۶ء میں ایک شرح شائع کی۔'' [۱۰۷]

غالب شناسی کی روایت جس کی بنیاد سرسید دَور میں رکھ دی گئی تھی اُسے حسرت موہانی، سہا مجددی، قاضی سعید الدین اور اقبال سہیل جیسے علی گڑھ کے طالب علم آگے بڑھا رہے تھے اور اس ذوق کو تحریک دینے میں بڑی شد ومد سے حصہ لے رہے تھے اسی ضمن میں حسرت کے مجلّہ اُردوئے معلیٰ وشرح کلامِ غالب سے قاضی عبدالودود کو غالبیات سے شغف ہوا۔ اقبال سہیل کی غالبیات دوستی کا ایک واقع پیش کرتی ہوں جسے رشید احمد صدیقی نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے [۱۰۸]۔ علی گڑھ کے ممتاز طالب علم اقبال سہیل غالب کے قدردان غالب کے اشعار اتنی خوب صورتی سے سناتے اور مبصرانہ اور دلنشیں انداز میں اشعار کی خوبیوں کو واضح کرتے کہ ہم سوچتے شعر وادب کا ذوق رکھنا بھی نعمت سے کم نہیں۔ چونکہ غالب وذوق کے حلقے قائم ہو چکے تھے ایک دوسرے کی خامیوں خوبیوں کو بڑے شد ومد سے بیان کیا جاتا۔ اس واقعے کا تذکرہ اصغر عباس اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' میں بھی کیا ہے۔ بقول رشید احمد صدیقی:

''اقبال سہیل نے وقتاً فوقتاً ذوق پر ایسی کڑی اور کبھی کبھی استہزائی اور تفریحی تنقید کی اور غالب کی شاعرانہ عظمت کا ایسا سکہ بٹھایا کہ کالج میں ذوق کا کوئی حمایتی نہ رہا اور جو کبھی تھا بھی وہ بھی منہ چھپاتا پھرتا تھا۔'' [۱۰۹]

علی گڑھ کے ایک اور طالب علم جو ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۹ء تک علی گڑھ میں زیرِ تعلیم رہے [۱۱۰] علی گڑھ کے یہ نامور فرزند عبدالرحمٰن بجنوری (پیدائش ۱۸۸۵ء وفات ۷ نومبر ۱۹۱۸ء) [۱۱۱] کی کتاب محاسنِ کلامِ غالب جو ۱۹۲۱ء میں مطبع مسلم یونیورسٹی

انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ سے اپنے مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی غالب شناسی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔[۱۱۲]

اسی دَور میں کالج کے ہونہار طالب علم **مولانا محمد علی** کا تذکرہ ضروری ہے کہ مولانا محمد علی نے غالب شناسی میں اہلِ ملک کے ذوق کو تحریک دی اپنے اخبار ہمدرد میں غالب کے اشعار کو سمویا جو غالب کے عالمگیر شہرت کا باعث بنے۔ غالب کے مزار کی تعمیر کی طرف اہل ملک کی توجہ دلائی[۱۱۳]۔ بقول رشید احمد صدیقی:

''غالب کے مزار کو گم نامی اور شکست وریخت سے بچانے اور اسے غالب کے شایانِ شان ایک یادگار کی شکل میں منتقل کرنے کی اپیل سب سے پہلے علی گڑھ کے نام ور اولڈ بوائے اور ہندوستان کے مسلمہ لیڈر مولانا محمد علی مرحوم بی اے (آکسن) نے اپنے مشہور اخبارات ہمدرد اور کامریڈ میں بڑے شدومد سے کی تھی۔''[۱۱۴]

مولانا محمد علی اور مولانا اقبال سہیل دو ایسی شخصیات ہیں جن کی کوششوں سے اہل ملک کو غالب شناسی کا ذوق ہوا اور اِن دونوں نے غالب کے اشعار کے ذریعے اس ذوق کی آبیاری کی لہٰذا ان کا نام علی گڑھ کے طالب علموں کی حیثیت سے غالب شناسی کی روایت میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔

علی گڑھ کے ایک اور نامور طالب علم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر **ڈاکٹر ذاکر حسین** ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے اور مئی ۱۹۶۹ء میں انتقال ہوا[۱۱۵]۔ ڈاکٹر ذاکر حسین جب اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی گئے تو وہاں سے انہوں نے کلامِ غالب کا نہایت نفیس برلن ایڈیشن شائع کیا جو دیوانِ غالب اُردو کی اشاعت کے سلسلے کی اہم کڑی ہے[۱۱۶]۔ مذکورہ ایڈیشن پر جو غالب کی تصویر ہے وہ انہوں نے ایک جرمن آرٹسٹ سے غالب کا حلیہ بتا کر بنوائی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آج پورے برصغیر میں یہی تصویر سب سے زیادہ مقبول ہے اس ایڈیشن کے چند اوراق کے ٹائپ ذاکر حسین نے خود کمپوز کیے اور باقی ان کے ساتھی مجیب صاحب نے ٹائپ کیے[۱۱۷]۔ رشید صاحب یوں رقم طراز ہیں:

''غالب کے اُردو کلام کا نہایت خوب صورت جیبی ایڈیشن نکالنے کا سہرا علی گڑھ کے دوسرے اولڈ بوائے اور موجودہ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے سر ہے جب وہ ۱۹۲۵ء میں جرمنی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ یہ ایڈیشن نہایت حسین جلد وجدول اور نفیس نسخ ٹائپ میں مطبع شرکت کاویانی برلن سے شائع ہو کر بے حد مقبول ہوا۔''[۱۱۸]

مقالہ اصغر عباس، مقالہ اکبر حیدری کشمیری، مقالہ خورشید الاسلام میں غالب اور ذاکر حسین کی عقیدت کے جو احوال

سامنے آتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے ڈاکٹر ذاکر حسین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر، بہار کے گورنر اور صدر جمہوریہ ہوئے تو انہوں نے ملک میں غالب فہمی کے سلسلے میں قابلِ قدر کوششیں کیں انہیں کی تحریک پر حکومتِ بہار نے تصانیفِ غالب کی اشاعت کے لیے ایک خطیر رقم منظور کی ۱۹۶۶ء میں ذاکر صاحب نے غالب کو ان کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے غالب صدی تقریبات کا اہتمام اور ایوانِ غالب کی تعمیر کی تجویز پیش کی جسے غالب کے منہ بولے بیٹے زین العابدین عارف کی پوتی کے فرزند فخر الدین علی احمد عمل میں لائے ۱۶ فروری ۱۹۶۹ء کو گیان بھون میں ذاکر صاحب نے غالب صدی تقریبات کا اختتامی خطبہ پڑھا لیکن مئی ۱۹۶۹ء کو ان کا انتقال ہو گیا[۱۱۹]۔ دیوانِ غالب اُردو (نسخۂ عرشی) انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء نظامی ایڈیشن ۱۹۲۲ء کے بعد یہ نسخہ ایڈیٹنگ کے اعتبار سے بہترین نسخہ ہے یہ نسخہ مشہور محقق ماہر غالبیات جناب امتیاز علی عرشی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے اس کے کل صفحات ۵۰۲ ہیں۔ یہ دیوان نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ کلام کی ترتیب اور صحت، نسخوں کے اختلاف کی نشان دہی، شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے اب تک ساری کاوشوں پر بھاری ہے اُردو تحقیق میں ادبی تحقیق اور عالمانہ نظر کا ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے۔ یہ نایاب نسخہ تمام اُردو کلام کو تاریخی ترتیب سے لیے ہوئے ہے۔ اس کی ترتیب میں بارہ قلمی نسخوں اور دیگر حوالوں کی مدد لی گئی ہے خاص خاص شعروں کی شرح غالب کے لفظوں میں کی گئی ہے[۱۲۰]۔ ۱۹۶۹ء میں غالب صدی تقریبات کے موقع پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق طالب علم اکبر علی خان عرشی زادہ نے دیونِ غالب نسخۂ عرشی ادارہ یادگار غالب، یو۔ پی، ۱۹۶۹ء سے شائع کر کے غالب شناسی کی تاریخ میں یادگار اضافہ کیا[۱۲۱]۔

یہ رائے تو تھی کاظم علی خان کی مگر میں نے جب لطیف الزماں خاں ☆ سے اس نسخے سے متعلق رائے لی تو وہ یوں گویا ہوئے: یہ دیوان ایک جعلی مخطوطے کا عکس ہے جسے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے تیار کرایا تھا۔ نثار احمد فاروقی نے اپنے قلم سے ایک رجسٹر میں دیوانِ غالب لکھا۔ امروہہ میں مخطوطہ تیار کروایا۔ اکبر علی خاں نے ہندوستانی پارلیمنٹ میں یہ سوال کسی ممبر کے ذریعے اُٹھایا کہ مخطوطہ پاکستان کیسے گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مخطوطہ پاکستان کبھی آیا ہی نہیں اسے تو خود اکبر علی خاں نے غائب کیا۔ جب نثار احمد فاروقی کے خلاف حکومتِ ہند نے تحقیقات شروع کیں تو انہوں نے پہلی فرصت میں رجسٹر اپنے چچا کے پاس لاہور بھیج دیا۔ اُنہوں نے طفیل صاحب مدیر نقوش کو دیا اور طفیل صاحب نے لطیف صاحب کو۔ اب یہ رجسٹر لطیف صاحب کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہے۔

غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں ایک مخطوطہ دریافت ہوا۔ اکبر علی خاں نے اسے دیوان غالب بخط غالب کا نام دیا۔ یہ نسخہ نقوش لاہور میں اس سے پہلے شائع ہوا اس دیوان کا تعارف آل احمد سُرور کا لکھا ہوا ہے، مباحث تاریخی ترتیب،

☆ معروف محقق، نقاد، خاکہ نگار، مرتب، مترجم لطیف الزّماں کا کتب خانہ (ملتان) غالبیات کے حوالے سے پاکستان کا سب سے بڑا کتب خانہ اور دنیا دوسرا بڑا کتب خانہ ہے۔ آپ کو رشید احمد صدیقی سے عقیدت ہے اور غالب آپ کا پہلا اور آخری عشق ہے۔ ملتان میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ آج کل ملتان میں مقیم ہیں۔

کیفیت، مقدارِ کلام، اندازِ خط، حاشیوں کے اضافے کے بعد نئی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ مخطوطہ جعلی تھا۔ اکبر علی خان نے اپنا نام بھی غالب کے خط میں لکھوایا اور عنوان دیوان غالب بخط غالب لکھوایا۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی نے پانچ سو صفحات پر مبنی اپنی کتاب ''بیاضِ غالب تحقیقی جائزہ'' میں ثابت کر دیا ہے کہ دیوان غالب بخطِ غالب مرتبہ اکبر علی خان عرشی زادہ جس کا دوسرا نام نسخہ امروہہ بھی ہے اور یہ نسخہ لاہور کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ایک جعلی نسخہ ہے۔ ان کی کتاب ''غالب کی شناخت'' اسی جعلی مخطوطے کے گرد گھومتی ہے [۱۲۲]۔

پاکستان بننے کے بعد غالب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو بھی تحریک عمل میں لائی گئی اس کا اہلِ ہندوستان نے بخوشی خیر مقدم کیا اور انجمن ترقی اُردو کی طرف سے رشید صاحب کے دَور میں ہی غالب کی شاعری اور زندگی پر مقالات کا بسیط سلسلہ شروع کیا گیا۔ بقول رشید صاحب:

> ''۔۔۔غالب کی شاعری کی عظمت اور ان کی شاعری کی دل آویزی نے بہت بڑا اضافہ کیا ہے ان کو ہندوستان کی قابلِ فخر یادگاروں میں سے ایک یادگار سمجھتے ہیں اور ان کی یاد کو تازہ رکھنے اور تازہ کار بنانے کے لیے ان تمام تحریکوں کا خیر مقدم کرتے ہیں جو اس مقصد کے لیے بروئے کار لائی جائیں۔'' [۱۲۳]

اسی انجمن کے تحت ۱۔ احوالِ غالب ۲۔ افکارِ غالب ۳۔ گنجینۂ غالب کے عنوان سے غالب پر بے شمار کتابیں شائع کی گئیں [۱۲۴]۔ اس سلسلے کا پہلا قدم ۱۹۴۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے بعض طلباء نے اُٹھایا اور علی گڑھ اُردو میگزین غالب نمبر شائع کیا۔ یہ میگزین غالب پر مقالات کا گنجینۂ گوہر ہے۔ بے محل نہ ہوگا اگر یہاں اِن دو اشخاص کا ذکر کر دیا جائے جنہوں نے اس انجمن کے تحت غالب شناسی کی روایت کو مضبوط بنایا یعنی ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر مختار الدین احمد نے اس ذیل میں بڑی محنت وقابلیت کا ثبوت دیا [۱۲۵]۔ غالب کے شایانِ شان دہلی ہال کی تعمیر کے لیے غالب میموریل کی ایک تحریک بھی اُٹھائی گئی جس میں ہر طبقہ کے لوگ خلوص کے ساتھ ایک لاکھ کی رقم جمع کرنے میں سرگرداں تھے اسی دَور میں غالب کی تصویر سے آراستہ ڈاک خانہ کے ٹکٹ کا اجراء بھی ہندوستان کے اکابر شعراء میں غالب کا درجہ متعین کرتا ہے [۱۲۶]۔ بہ الفاظ رشید احمد صدیقی:

> ''اِن دنوں غالب میموریل کی ایک تحریک بھی اُٹھائی گئی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ غالب کے شایانِ شان دہلی میں ایک غالب ہال تعمیر کیا جائے۔۔۔۔ ہر طبقہ بڑے خلوص اور سرگرمی کے ساتھ ایک لاکھ روپے کی رقم جمع کرنے اور مجوزہ اسکیم کو بروئے کار لانے میں منہمک ہیں۔'' [۱۲۷]

اسی دوران علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے ہاسٹلوں میں اربابِ ذوق نے غالب پر بہت کام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ حلقے سکڑنے لگے مگر پرانی نسل نے اس روایت کو قائم رکھا۔ عطا اللہ خان درّانی کا پسندیدہ مشغلہ بورڈنگ ہاؤس میں چاول پکانا اور مطالعۂ کلامِ غالب تھا انہوں نے ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ذاکر صاحب کی تحریک پر گراں قدر عطیہ دیا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سید حسین ریسرچ اس خطیر رقم سے قائم ہوئی۔ درّانی صاحب کی ہی فرمائش پر دیوان غالب کا انگریزی میں لفظی ترجمہ ملک کے دانشور پروفیسر **آل احمد سرور** نے کیا اور ۱۹۶۱ء میں سرور صاحب نے یہ مسودہ درانی صاحب کو بھیج دیا[۱۲۸] لیکن قاضی عبدالستار نے لکھا ہے کہ آل احمد سرور نے ایک لفظ کا ترجمہ نہیں کیا۔ اگر ترجمہ درانی صاحب کو ملا ہوتا تو وہ شائع کرادیتے۔ خورشید الاسلام نے رالف رسل کے تعاون سے غالب کے فارسی اور اُردو کلام کو انگریزی کا جامہ پہنایا ہے۔ علی گڑھ کے طالب علم ''انگارے'' کے مرتب اور ''دلی کی شام'' کے مصنف **احمد علی** نے ۱۹۶۹ء میں اٹلی کے مشرقی علوم کے مرکز کی جانب سے نسخۂ حمیدیہ کے منتخب اشعار کا انگریزی ترجمہ کیا اور غالب کے فکر وفن پر ایک نہایت نفیس اور جامع مقدمہ لکھا۔ اسی دَور میں علی گڑھ کے طالب علم **پروفیسر نور الحسن ہاشمی** نے غالب کے سو اشعار کو اودھی روپ دیا اور علی گڑھ کے سابق استاد شعبۂ اُردو اور اب شکاگو یونیورسٹی کے جنوب مشرق مطالعات کے مرکز میں استاد **چودھری محمد نعیم** نے غالب کے پچیس اشعار کا انگریزی ترجمہ کیا جسے رائٹرس ورکشاپ کلکتہ نے شائع کیا[۱۲۹]۔

۱۹۶۵ء میں غالب کے اُردو دیوان کے انتخاب کا ازبک ترجمہ **پروفیسر قمر رئیس** کی کوششوں سے غالب کے پردادا کے وطن سے شائع ہوا۔ اس کا مقدمہ قمر رئیس نے لکھا ہے جو برصغیر میں ان کی مقبولیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ بقول اصغر عباس:

> ''۱۹۶۵ء میں غالب کے اُردو دیوان سے منتخب غزلیات کے ازبک ترجمے پر مشتمل ایک کتاب علی گڑھ کے طالب علم پروفیسر قمر رئیس کی کوششوں سے غالب کے پردادا کے وطن سے شائع ہوئی اس کتاب پر قمر رئیس نے ایک بسیط مقدمہ لکھا جس میں اُردو ادب میں غالب کا مقام متعین کرتے ہوئے برصغیر میں ان کی مقبولیت کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔'' [۱۳۰]

سردار جعفری نے اُردو اور ہندی رسم الخط میں غالب کا دیوان مع مقدمہ شائع کیا[۱۳۱]۔ جلیل قدوائی نے ادارہ نگارش ومطبوعات ناظم آباد کراچی باراول اگست ۱۹۶۰ء میں ۱۰۵ صفحات پر مشتمل مرزا غالب کے اُردو کلام کا انتخاب شائع کیا۔ یہ انتخاب وہ تمام کلام سامنے رکھ کر کیا ہے جو اب تک مستند طور پر غالب سے منسوب ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ اس انتخاب میں غیر مطبوعہ کلام میں سے بھی کچھ اشعار منتخب کیے گئے ہیں اس لیے وثوق سے کہہ سکتے ہیں وہ تمام اشعار جو غالب کی شہرت کا باعث ہیں اس میں شامل ہیں[۱۳۲]۔

امتیاز علی عرشی نے انتخاب غالب کے عنوان سے ۱۹۴۲ء میں کتاب شائع کی (مطبوعہ قیمہ بمبئی بار اول ۱۹۴۲ء، یہ کتاب غالب کے فارسی اور اُردو کلام کا وہ انتخاب ہے جو غالب نے نواب خلد آشیاں کی فرمائش پر ایک بیاض (اُردو فارسی کلام کا انتخاب) جداگانہ کتابی صورت میں نقل کر کے نواب خلد آشیاں کو بھیجی [۱۳۳] ریختۂ غالب یعنی انتخابِ کلام غالب مرتب نورالحسن ہاشمی مطبوعہ نصرت پبلشرز لکھنؤ، ۱۹۸۵ء اس انتخاب میں آٹھ سو اشعار شامل ہیں نسخۂ حمیدیہ کے ۳۰ پر لطف اشعار کا انتخاب بھی شامل ہے اور جن اشعار میں فارسیت نمایاں ہے اس کا انتخاب بھی کیا گیا ہے اور تین معروف غزلیں مختلف ردیفوں سے منتخب کر کے لکھ دی گئی ہیں [۱۳۴]۔

انفرادی تجزیہ دیوانِ غالب اُردو

۱۔ دیوان غالب

پہلا ایڈیشن	مطبع سید الاخبار، دہلی	اکتوبر ۱۸۴۱ء	کل شعر ۱۰۹۶ [۱۳۵]
دوسرا ایڈیشن	مطبع دار السلام، دہلی	مئی ۱۸۴۷ء	کل شعر ۱۱۵۸ [۱۳۶]
تیسرا ایڈیشن	مطبع احمدی، دہلی	۲۹ جون ۱۸۶۱ء	کل شعر ۱۷۹۶
چوتھا ایڈیشن	مطبع نظامی، کانپور	جون ۱۸۶۲ء	کل شعر ۱۸۰۲ [۱۳۷]
پانچواں ایڈیشن	مطبع مفید خلائق، آگرہ	بعد از جون ۱۸۶۳ء	کل شعر ۱۷۹۵ [۱۳۸]

فہرست

(۱) دیباچہ غالبؔ (فارسی) ص ۳ تا ۵ (۲) غزلیں ص ۹۵ تک، قصیدے ص ۹۹ تک (غزلیں ۶ تا ۹۵، قصیدے ۹۵ تا ۹۹) (۳) قطعات ورباعیات (ص ۹۸ تا ۱۰۳) (۴) تقریظ نوشتہ نواب ضیاء الدین احمد خان نیز ورخشاں (۱۲۵۴ھ، ۱۸۳۹ء) (۵) تقریظ میں شعروں کی تعداد ۱۰۷۰ بصورت موجودہ ۱۰۹۳ (۶) تین شعر مقرر لکھے ہیں اس لیے صحیح تعداد ۱۰۹۶ (۷) غلط نامہ ۱۰۹

دیوانِ غالب پہلی مرتبہ سر سید احمد خان کے بھائی سید محمد خان بہادر کے چھاپہ خانہ سے ۱۲۵۷ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۸۴۱ء کو سید عبدالغفور کے اہتمام سے چھاپا گیا۔ اس دیوان کے شروع میں (صفحہ ۳-۵) غالب کا فارسی دیباچہ اور آخر میں (صفحہ ۱۰۴-۱۰۸) نیر ورخشاں کی تقریظ ہے جو انہوں نے دیوان کی اشاعت سے تین برس پہلے لکھی تھی، تقریظ میں نیر ورخشاں نے اشعار کی تعداد ۱۰۷۰ بتائی ہے گویا دیوان ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۹ء) میں مرتب ہو چکا تھا اور جب تین برس بعد شائع ہوا تو اس میں ۲۵ اشعار کا اضافہ کر دیا گیا تھا[۱۳۹]۔ طبع دوم مئی ۱۸۴۷ء میں اشعار کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، مالک رام 'مقدمہ دیوانِ غالب' ۱۹۵۷ء میں اس کی تعداد میں ۱۱۶ اشعار کا اضافہ بتایا ہے۔ اسی طرح وجاہت علی سندیلوی 'باقیاتِ غالب' صفحہ ۳۲ پر بھی یہی رائے رکھتے ہیں مگر معین الرحمٰن اس بحث کو سمیٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ ذکرِ غالب، طبع سوم، صفحہ ۱۶۵ پر اس ایڈیشن کے اشعار کی تعداد مالک رام نے ۱۱۵۹ بتائی ہے[۱۴۰]۔ اس دیوان کے شروع میں (صفحہ ۲-۳) اور آخر (صفحہ ۹۴-۹۸) بالترتیب غالب کا اپنا فارسی دیباچہ اور نیر ورخشاں کی تقریظ ہے[۱۴۱]۔ خلیق انجم 'غالب کی نادر تحریریں' صفحہ ۱۵۰ و بعد میں لکھتے ہیں غالب نے تیسرے ایڈیشن کی طباعت کی اجازت مطبع احمدی کے مالک اور اپنے دوست محمد حسین خان کو دے دی تھی انہوں نے یہ تیسرا

اڈیشن چھاپا۔ یہ اڈیشن اتنا غلط چھپا کہ غالب نے خود ایک نسخے کی تصحیح کر کے محمد حسین خان کو پھر چھاپنے کے لیے دیا۔ یہ نادر نسخہ، آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے(دیوان نمبر ۹۹۸) لیکن دیوان کا چوتھا اڈیشن بوجوہ محمد حسین خان تحسین کے اہتمام میں چھپنے کے بجائے اگلے برس مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوا[۱۴۲]۔ طبع چہارم ۱۲۵۷ ہجری/ جون ۱۸۶۲ء میں بھی مالک رام مقدمہ دیوان غالب صفحہ ۱۲۸ اور وجاہت علی سندیلوی 'باقیاتِ غالب' صفحہ ۳۲ پر اور ذکرِ غالب، طبع سوم، صفحہ ۱۶۶ کے مطابق اس دیوان میں طبع سوم سے ۶ شعر زیادہ ہیں۔ یہ دیوان غالب نے اپنے دیوان اُردو طبع سوم مطبع احمدی، ۱۸۶۱ء کے نسخے کی خود تصحیح کر کے چھپوایا۔ اس اڈیشن کے آخر میں نیر ورخشاں کی تقریظ نہیں ہے۔ آخری صفحہ (۱۰۴) پر خاتمۃ الطبع، مہتمم مطبع، محمد عبدالرحمٰن کی طرف سے ہے [۱۴۳]۔ کالی داس گپتا رضا کی رائے دیکھئے:

> ''غالب کی زندگی میں ان کا مجموعۂ کلام اُردو پانچ مرتبہ چھپا۔ اس کا نام انہوں نے دیوانِ غالب رکھا۔ پہلے دو اڈیشنوں کے سرورق کی عبارت میں 'دیوانِ غالب' کا لفظ موجود ہے اگرچہ سرورق پہ 'دیوانِ غالب' کا عنوان طبع نہیں ہوا ہے، البتہ آخری تین اڈیشنوں کا نام 'دیوانِ غالب' ہی ہے جو ان کے سرورق پر دیکھا جاسکتا ہے۔'' [۱۴۴]

۲۔ دیوانِ غالب (عکسی) مع پیش لفظ کالی داس گپتا رضا

ول پبلی کیشنز، بمبئی، اشاعت بمبئی، ۱۹۸۶ء، کل صفحات ۱۰۹۔

(چوتھا اڈیشن، مطبع نظامی کانپور، جون/ جولائی ۱۸۶۲ء)

فہرست:

(۱) پیش لفظ۔ دیوانِ غالب (عکسی) مطبع نظامی کانپور (۲) سرورق (۳) دیباچہ (۴) غزلیات (۵) قصائد (۶) درصفت انبہ (۷) قطعات (۸) درمدح دلی (۹) قطعہ از مدح (۱۰) بیانِ مصنف (۱۱) متفرقات (۱۲) درمدح شاہ (۱۳) قطعہ (۱۴) گزارِ مصنف بحضورِ شاہ (۱۵) قطعات (۱۶) رباعیات (۱۷) خاتمۃ الطبع

زیرِ نظر اڈیشن غالب کی زندگی میں چھپنے والے چوتھے اڈیشن کا عکس ہے جو کالی داس گپتا رضا نے ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے اب یہ اتنا بوسیدہ ہو چکا ہے کہ اس کا عکس بھی نہیں بنوایا جا سکتا۔ غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب (اردو) کے پانچ اڈیشن شائع ہوئے۔ پہلا اڈیشن ۱۸۴۱ء۔ دوسرا اڈیشن ۱۸۴۷ء۔ تیسرا اڈیشن ۱۸۶۱ء۔ چوتھا اڈیشن ۱۸۶۲ء۔ پانچواں اڈیشن ۱۸۶۳ء۔ کالی داس گپتا رضا نے پیش لفظ کے عنوان سے اِن تمام اڈیشنز کی تفصیل دی ہے۔ کالی داس گپتا رضا کے کتب خانے میں یہ پانچوں دواوین جو غالب کی زندگی میں شائع ہوئے موجود ہیں۔

۳۔ دیوان غالب نظامی ایڈیشن

نظامی پریس بدایوں اشاعت پہلی بار ۱۹۱۵ء، صفحات ۲۶۴۔

فہرست

(۱) معرّا، نظامی بدایوں (۲) مع دیباچہ، راس مسعود، سوانح غالب (۳) مرزا غالب کا فوٹو بھی شامل ہے

یہ اہم ایڈیشن ۱۹۱۵ء میں شائع ہونے کے بعد مزید چار مرتبہ شائع ہوا اور اس کا دیباچہ سر راس مسعود نے لکھا ہے جو سرسید کے بیٹے اور وائس چانسلر رہے۔

۴۔ دیوانِ غالب نظامی بدایونی

نظامی پریس بدایوں، چوتھی بار، ۱۹۲۲ء، صفحات ۲۴۶

فہرست

(۱) دیباچہ۔سید محمود (۲) مرزا غالب کے خودنوشتہ حالاتِ زندگی (۳) دیوان، فرہنگ

اِس دیوان میں سید محمود جو علی گڑھ کے طالب علم رہے ہیں، کا لکھا ہوا دیباچہ ۱۱۸ کتوبر ۱۹۱۹ء موجود ہے اور مرتب کے لکھے ہوئے چاروں ایڈیشنوں کے دیباچے بھی موجود ہیں۔ یہ نسخہ بالکل معرّا ہے اہلِ مطالعہ کی آسانی کے لیے فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ دیوان شروع ہونے سے پہلے کلام غالب کے معنی ومطالب سمجھنے کے لیے مختصر تمہید کے بعد ''غالب کے خودنوشتہ حالاتِ زندگی'' بھی دیئے گئے ہیں۔اس کے پڑھنے کے بعد غالب کے اس خاص نمبر پر تحریر کا جوانہوں نے اردو نثر میں اختیار کی تھی اور جس سے اردوئے معلّٰی اور عودِ ہندی کے صفحات بھرے پڑے ہیں لطف حاصل ہو جائے گا۔

۵۔ دیوانِ غالب (مرتبہ) مفتی محمد انوار الحق (نسخہ حمیدیہ)

طبع اول، مفید عام پریس آگرہ، مکتوبہ ۱۸۲۱ء، اشاعت ۱۹۲۱ء، کل صفحات ۳۴۲ + ۱۳۹ (ابتدائی صفحات)، سائز ۲۲×۲۹/۸، تعداد اشعار: ۱۸۸۳۔

فہرست

ا۔تمہید از مفتی محمد انوار الحق -ص ا تا ۱۴ ۲۔تذکرہ بجنوری -ص ۲۵ تا ۳۱ ۳۔مقدمہ از عبد الرحمان بجنوری -ص ۳۳ تا ۱۳۹

۲۔ دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) عکسی مرتب مفتی انوار الحق

اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو، ۱۹۸۲ء

نسخہ مطبوعہ ۱۹۲۱ء کا پہلا فوٹو آفسٹ ایڈیشن

مع پیش لفظ از محمود الٰہی

۳۔ دیوان غالب (مرتبہ) مفتی انوار الحق (نسخہ حمیدیہ)

مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال، ۱۹۸۲ء

دیباچہ بجنوری۔

نسخہ مطبوعہ ۱۹۲۱ء کا دوسرا ایڈیشن

۴۔ دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ) مرتب حمید احمد خان

مجلس ترقی اردو ادب لاہور، جولائی، پہلی بار ۱۹۶۹ء، دوسری بار، ۱۹۸۳ء

فہرست

(۱) دیباچہ از پروفیسر حمید احمد خاں (۲) متن وحواشی (۳) غلط نامہ

زیرِ نظر نسخہ حمیدیہ کا مقدمہ چونکہ عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا ہے لہٰذا یہ علی گڑھ کا اہم حوالہ بنتا ہے۔ اس نسخے کی دریافت کا احوال کچھ یوں ہے۔ مرزا غالب کی وفات کے پچاس سال بعد بھوپال کے کتب خانے حمیدیہ میں دیوان غالب کا سب سے پہلا نسخہ ایک خوشنما مخطوطے کی صورت میں دستیاب ہے۔ اس دریافت نے اس زمانے کے ادبی حلقوں میں سنسنی پھیلا دی کیونکہ غالب کا پہلا دیوان اس بے دریغ قطع و برید کے باعث جس کا ذکر حالی، آزاد اور خود غالب نے کیا ہے محض ایک ادبی حکایت بن کر رہ گیا تھا اب جو یہ پورا دیوان دستیاب ہو گیا تو اکثر اہلِ ذوق نے اس کی طباعت کا خیر مقدم کیا۔ یہ تو یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دیوان یہاں پر کیونکر پہنچا لیکن تاریخ کتابت اور مہروں سے اتنا پتا چلتا ہے کہ غالباً رئیس وقت نواب غوث محمد خاں صاحب کے بیٹے میاں فوجدار محمد خاں صاحب کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس دیوان کے مطالعہ سے انسان کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ غالب کا کلام ہے اور غالب کے سوا کسی کا ہو نہیں سکتا۔ مروجہ دیوان میں جتنی کٹی پھٹی غزلیں ہیں سب اِن میں مکمل موجود ہیں۔ جو اشعار متفرق طور پر تلاش کر کے بعض دواوین میں بڑھائے گئے تھے اور جن کی بابت قیاسی طور پر کہا جاتا تھا کہ غالب کے نہیں وہ بھی سب کے سب اِن میں پائے جاتے ہیں۔ چونکہ اس دیوان میں غالب کا تمام کلام حتیٰ کہ کٹی پھٹی غزلیں بھی موجود ہیں۔ شائع ہونے پر بعض لوگوں کو اعتراض تھا کہ جو اشعار مرزا نے خود رد کئے تھے انہیں نشر نہ کیا جائے بھوپال کے ڈائریکٹر سر رشتہ تعلیم مفتی محمد انوار الحق فہم سلیم نے صحیح فیصلہ کیا اور دیوانِ غالب کا یہ نسخہ جو نواب حمید اللہ خاں کے اعزاز میں نسخہ حمیدیہ کہلایا مخطوطے کی کتابت کے ٹھیک ایک صدی بعد ۱۹۲۱ء میں شائع ہو گیا۔

٦۔ دیوانِ غالب بدایونی
نظامی پریس بدایون، پانچویں بار، ۱۹۲۳ء، صفحات ۲۴٦
(جیبی سائز) (مع خودنوشتہ سوانح وفرہنگِ غالب)
تجزیہ اوپر ہو چکا ہے۔

۷۔ دیوانِ غالب (اردو) برلن ایڈیشن
(۱) مکتبہ جامع ملیہ، علی گڑھ، ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء، صفحات ۲۷٦
(۲) پاکٹ ایڈیشن، اسلامیہ علی گڑھ، برلن جرمن، ۱۹۲۵ء
فہرست
(۱) دیباچہ۔ از غالب بہ زبانِ فارسی، ۱۲۴۸ھ (۲) دیوان
تفصیل پچھلے صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

۸۔ دیوانِ غالب (مرتب) محمد شفیع الدین نیر
(۱) انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵٦ء
(۲) دیوان غالب مرتب شفیع الدین نیر آزاد کتاب گھر، دہلی، ۱۹۵٦ء، صفحات ۲۳۹۔
زیرِ نظر دیوان کے مرتب شفیع الدین نیر ہیں۔ یہ پہلی بار ادارہ علی گڑھ سے چھپا ہے دوسری بار آزاد گھر دہلی سے چھپا ہے۔

۹۔ دیوانِ غالب (مرتبہ) سردار جعفری
ہندوستانی بک ٹرسٹ بمبئی، جولائی ۱۹۵۷ء، صفحات ۴٦٦
فہرست
(۱) دیباچہ۔ سردار جعفری (۲) فرہنگ
یہ خاص ایڈیشن ہے اور اس ایڈیشن کے مرتب سردار جعفری علی گڑھ کے طالب علم رہ چکے ہیں۔ اِس دیوان میں سات آٹھ ہزار الفاظ کی فرہنگ دی گئی ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اعلیٰ طباعت کے لیے حکومت ہند نے پہلا انعام دیا۔ اس کا متن بمطابق دیوانِ غالب مرتبہ مالک رام ہے۔ دیباچہ مرتب نے لکھا ہے جس میں غالب کی شخصیت اور شاعری پر مفید معلومات ملتی ہیں۔ اس خاص ایڈیشن کا ایک (عام ایڈیشن) بھی ہندوستانی بک ٹرسٹ بمبئی نے ۱۹۵۸ء میں چھاپا ہے۔

اس خاص ایڈیشن میں جو ۲۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کے ایک صفحے پر اردو اور دوسرے صفحے پر ہندی میں ترجمہ دیا گیا ہے۔ دیباچہ جو ۴۹ صفحات پر مشتمل ہے وہ بھی ایک صفحے پر ہندی اور دوسرے صفحے پر اردو میں دیا گیا ہے۔ اس نسخے کا سائز عام سائز سے بڑا ہے۔ اب یہ نسخہ نایاب ہے اور ہندوستان میں بھی موجود نہیں ہے۔ یہ نسخہ لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ غالبیات میں موجود ہے۔ اس نسخے کی اہمیت سردار جعفری نے خود ہی اس نسخے پر تحریر کر دی ہے۔ نامور ادیب سردار جعفری ۱۵ مئی ۱۹۹۱ء کو ہندوستان سے ملتان تشریف لائے اور اس نسخے کو دیکھنے کے بعد اسی نسخہ کے صفحۂ اول پر تحریر لکھی، اس تحریر کو یہاں اسی طرح نقل کیا جا رہا ہے جس سے اس نسخے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا:

''جناب لطیف الزماں صاحب

غالب نے کہا تھا کہ

ہیں یوں تو زمانے میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

میں نے غالب کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک نیا اندازِ بیان اختیار کیا ہے۔۔۔ حیرت اس بات کی ہے کہ یہ کتاب جو اب نایاب ہے آپ کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ میں آپ کے ذوقِ ادب کے نام یہ عبارت سلام کے طور پر لکھ رہا ہوں۔''

(بحوالہ دیوانِ غالب مرتبہ سردار جعفری ہندوستان بک ٹرسٹ، بمبئی ۱۹۵۸) اس تحریر کے بعد اس نسخے کی اہمیت کے بارے میں لکھنا بے معنی سا لگتا ہے۔

۱۰۔ دیوانِ غالب اردو (نسخہ عرشی) ترتیب وتصحیح امتیاز علی عرشی

(۱) انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۸ء، کل صفحات ۵۰۲، تعداد اشعار: ۲۶۸ غزلیں کل اشعار ۱۴۷۳، ۳ قصائد: کل اشعار ۱۴۴، چار رباعیات ان کے علاوہ۔ (معین الرحمٰن، اشاریہ غالب)

(۲) دیوانِ غالب اردو (مرتب) امتیاز علی عرشی۔ انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، دوسری بار، ۱۹۸۲ء۔

(۳) دیوانِ غالب بخطِ غالب (نسخہ عرشی زادہ)۔ ادارہ یادگار غالب، ستمبر ۱۹۶۹ء۔

(۴) دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) مجلس ترقی ادب، لاہور، پہلی بار جون ۱۹۹۲ء، کل صفحات ۵۷۲۔

فہرست

(۱) تقریب۔آل احمد سرور (۲) دیباچہ (۳) گنجینۂ معنی (۴) دیوان (۵) نوائے سروش (۶) یادگارِ نالہ (۷) شرح غالب (۸) اختلافِ نسخ (۹) فہرستِ اشعار (۱۰) اشاریہ

تجزیہ

زیرِنظر ایڈیشن نظامی پریس ۱۹۲۲ء والے ایڈیشن جس کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب یہ نسخہ نایاب ہے اس کے بعد ''دیوانِ غالب نسخہ عرشی'' ایڈیٹنگ کے اعتبار سے بہترین نسخہ ہے۔ زیرِنظر ایڈیشن جو اردو کے مشہور محقق اور غالبیات کے ماہر جناب امتیاز علی خاں عرشی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ کلام کی ترتیب اور صحت نسخوں کے اختلافات کی نشاندھی، شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے اب تک کی ساری کاوشوں پر بھاری ہے اور اردو میں ادبی تحقیق اور عالمانہ نظر کا ایک قابلِ فخر اور ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ یہ نایاب نسخہ لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہے۔ میں نے اسے پہلے صفحہ سے آخری صفحہ تک غور سے دیکھا ہے۔ یہ نسخہ عرشی صاحب کا بہترین کارنامہ ہے۔انھوں نے اعراب جہاں ضرورت تھی لگائے اور غلط نامہ بھی دیا۔مگر لطیف الزماں نے اس نسخے کے ایک ایک لفظ کو پڑھا ہی نہیں بلکہ پورے نسخے کے لفظ لفظ پر اعراب لگائے ہیں اور ایک فہرست ان الفاظ کی تیار کی ہے جن کا عام طور پر تلفظ غلط ادا کیا جاتا ہے۔

عرشی صاحب نے اس کو مندرجہ ذیل سرخیوں میں تقسیم کیا ہے۔(۱) گنجینۂ معنی صفحہ ۱ تا ۱۸- اس حصہ میں قصائد اور غزلیات ہیں اور رباعیات بھی ہیں۔ (۲) نوائے سروش صفحہ ۱۱۹ تا ۱۰۸- دیباچہ قصائد، قطعات، غزلیات، مثنوی، رباعیات (۳) یادگارِ نالہ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۶- قطعات، سحری، مثنویات، مخمس، قصائد، غزلیات، مرثیہ اور سلام۔ (۴) شرح غالب صفحہ ۳۱۵ تا ۳۹۷- گنجینۂ معنی، یادگارِ نالہ، نوائے سروش۔ (۵) اختلافِ نسخ صفحہ ۳۹۹ تا ۴۷۲- گنجینۂ معنی، یادگارِ غالب، نوائے سروش ،فہرستِ اشعار صفحہ ۴۷۳ ۶ اشاریہ صفحہ ۵۰۲ تا ۶۸۰ اشخاص وغیرہ، کتب ورسائل، مقامات وغیرہ۔تقریب آل احمد سرور صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی ہند نے لکھی ہے۔ دیباچہ عرشی صاحب نے بے مثل لکھا ہے اور اس میں غالب سے متعلق ضروری باتیں کہی گئی ہیں مثلاً غالب فارسی کے صرف عالم ہی نہیں بلکہ ان کا مطالعہ بھی بڑا وسیع تھا۔ کن کن شعراء کا انھوں نے تتبع کیا اور یہ اصل واصول کیسے سمجھتے تھے۔تصوف اور نجوم سے کیسا شغف تھا۔ پھر تخلص اسد اور غالب کے بارے میں رائے ظاہر کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ غالب کو کسی سے تلمذ حاصل نہیں تھا۔ ریختہ گوئی اور انکی شاعری کے دوسرے دور سے متعلق رائے ظاہر کی گئی ہے اور غالب کی زندگی میں غالب کے اشعار کی تدوین کس طرح ہوتی رہی اسکو بتایا گیا ہے۔ پھر عرشی صاحب نے دیوانِ اردو نسخہ ءِ بھوپال کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ کس طرح اس میں اشعار شامل کیے گئے۔ بعد ازاں انتخاب دیوانِ اردو نسخۂ شیرانی

کے بارے میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ گلِ رعنا جو دوسرا انتخاب تھا اس میں اردو اور فارسی کی غزلوں کا انتخاب کس طرح عمل میں آیا۔ تیسرا انتخاب متداول دیوان ہے اور کن حضرات نے اسکا انتخاب کیا، معیارِ انتخاب کیا تھا اور مقدارِ انتخاب کیا۔ تاریخ انتخاب ان سب باتوں کے بارے میں عرشی صاحب نے تفصیل دی ہے۔ آخر میں انھوں نے بتایا کہ غالب شاعری سے بیزار ہو گئے تھے پھر بھی انھوں نے ایک انتخاب تیار کیا۔ عرشی صاحب نے دیباچہ جس محنت سے لکھا ہے اس کی دوسری مثال ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ زیرِ نظر دیوان کا دوسرا ایڈیشن انجمن ترقی اردو دہلی والوں نے چھاپا ہے جس میں اکبر علی خاں نے ''استدارک'' کا اضافہ کیا ہے۔ اکبر علی خان نے دیوان غالب بخطِ غالب کے بارے میں سات صفحات پر مشتمل بعنوان گذارش جو کچھ لکھا ہے وہ ایک جعلی مخطوطہ ہے اور اس طرح انھوں نے اپنے سادہ دل شریف النفس باپ کی تمام عمر کی محنت اور تحقیق میں جعل سازی کا پیوند لگایا ہے۔

اا۔ دیوان غالب نسخہ عرشی زادہ (اکبر علی خان)

ادارہ یادگار غالب پھلوار رام پور یو۔ پی، اشاعت ١٩٦٩ء، صفحات ١٣٤۔

غالب صدی کے موقع پر ١٩٦٩ء ایک مخطوطہ دریافت ہوا اکبر علی خاں نے اسے دیوان غالب بخط غالب کا عنوان دیا۔ یہی نسخہ نقوش لاہور میں اس سے پہلے شائع ہوا۔ اس دیوان کا تعارف آل احمد سرور نے لکھا مقدمہ اکبر علی خاں کا لکھا ہوا ہے۔

١٢۔ نے ناشنیدۂ غالب (مرتب) اکبر رضا جمشید

لیتھو آرٹ پریس ایمپوریم پٹنہ، جنوری ١٩٦٩ء، صفحات ١١٥۔

فہرست

نسخہ حمیدیہ، نسخہ آسی اور نسخہ عرشی سے ماخوذ ہے غالب کا غیر متداول کلام اردو کلام کا مجموعہ ہے جسے اکبر رضا جمشید نے غالب کی صد سالہ برسی پر پیش کیا۔ اِس دیوان میں مختلف رسائل اور بیاضوں میں بکھرے ہوئے جواہر کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ غالب کا کلام اس عہد کے عام انسان کی سطح سے بلند تھا۔ لوگ غالب کی نازک خیالی اور معنی آفرینی کو نہ سمجھ سکے لوگ آسان شعر کہنے کی فرمائش کرتے۔ اِن کم فہموں کے غوغے نے غالب کو اپنا کلام مولوی فضل حق کے کہنے پر ان کے حوالے کرنا پڑا اور کہا

کہ جو مناسب سمجھو اس میں سے نکال دو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ غیر متداول کلام جو رد کیا گیا اس میں ایسے اشعار موجود ہیں جو متداول کلام سے کہیں بہتر ہیں آج تک غالب کے کلام اور نثر پر توجہ دی گئی مگر غالب کا غیر متداول کلام محتاجِ توجہ ہے گو اکبر رضا جمشید کی یہ کوشش قابلِ تحسین ہے۔ دیوان کے شروع میں دو خط اکبر رضا جمشید کو دیوان کی اشاعت سے متعلق لکھے گئے وہ بھی شائع کر دیے گئے ہیں۔ جو چار چار پانچ پانچ سطروں سے زیادہ نہیں ہیں۔

۱۳۔ دیوانِ غالب (مقدمہ) نورالحسن نقوی

(۱) مکتبہ الفاظ مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۰ء، صفحات ۲۵۵

(۲) // // اشاعت ۱۹۸۸ء، صفحات ۲۵۵

(۳) // // ۱۹۹۳ء //

(۴) ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۷۱

(۵) دیوانِ غالب، پروگریسو بکس لاہور، باراول ۱۹۹۲ء، صفحات ۲۵۵۔

فہرست

(۱) تعارف (۲) دیباچہ (۳) غزلیات (۴) قصائد (۵) قطعات (۶) رباعیات۔

یہ دیوان (دیوانِ غالب، پروگریسو بکس لاہور، باراول ۱۹۹۲ء)، اس کا اصل ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں مکتبہ مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ میں نورالحسن نقوی کے مقدمہ کے ساتھ چھپا تھا اب لاہور میں کسی پبلشر نے بغیر اجازت یہ ایڈیشن شفیع قریشی کے تعارف کے ساتھ چھاپ دیا ہے۔

فہرست

(۱) مقدمہ نورالحسن نقوی (۲) دیباچہ از غالب (۳) غزلیات (۴) قصائد (۵) قطعات (۶) رباعیات

اس دیوان کا مقدمہ نورالحسن نقوی، سابق اُستاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے لکھا ہے۔ اس میں غالب کے حالات اور فن کا مختصر بیان بھی ہے اور دیباچہ از غالب بہ زبانِ فارسی شائع ہے۔ اس کے بعد دیوان شروع ہوتا ہے۔

۱۴۔ دیوانِ غالب (نسخۂ انجمن)

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۹ء، صفحات ۲۶۶۔

فہرست

(۱) حرفِ آغاز۔ خلیق انجم

اس دیوان کا حرفِ آغاز خلیق انجم (علیگ) نے لکھا ہے۔ ۱۹۷۵ء میں جناب شہاب الدین دسنوی اور شیام کشن نگم صاحب کی سفارش پر کمیٹی نے دیوانِ غالب کے دو سو نسخے انجمن ترقی اردو کو پیش کئے جو بہت جلد فروخت ہوگئے۔ موجودہ ایڈیشن کی بنیاد غالب یادگار کمیٹی بمبئی کے شائع کئے ہوئے اسی دیوانِ غالب پر ہے۔ اس دیوان غالب کا سائز عام سائز سے چھوٹا ہے۔ یہ ایڈیشن خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ ٹائٹل سنہری (Gold) رنگ کا ہے۔ بالکل سونے کی طرح چمکدار ہے اور نیلے رنگ کی روشنائی سے دیوانِ غالب نسخۂ انجمن لکھا ہے۔ یہ ایڈیشن صحتِ لفظی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ دیوان خوشخطی کا بہترین نمونہ ہے۔ بہترین چکنا کاغذ موزوں تقطیع اور خوشنما جلد کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس نسخے کو دیکھتے ہی آنکھوں سے لگانے کو جی چاہتا ہے۔ یہ ایڈیشن کسی متبرک چیز سے کم نہیں لگتا۔ یہ ڈی لکس ایڈیشن بطورِ خاص چھاپا گیا ہے۔

۱۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ انجمن) عام ایڈیشن

انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دلی، ۱۹۸۹ء، صفحات ۲۶۶۔

فہرست

(۱) حرفِ آغاز۔ خلیق انجم

یہ ایڈیشن سادہ کاغذ پر ہے اس کا متن رشید حسن خان نے غلطیوں سے پاک کیا اور عام پڑھنے لکھنے والے لوگوں کے پڑھنے کے قابل بنایا۔

۱۶۔ دیوانِ غالب (اردو) نسخۂ خدابخش - تقدیم فرخ جلالی

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اشاعت ۱۹۹۶ء، صفحات ۷۸۔

فہرست

(۱) دیوانِ غالب نسخۂ خطی خدابخش لائبریری - جناب فرخ جلالی (۲) دیوان۔

فرخ جلالی علی گڑھ میں رہتے ہیں مہر الٰہی ندیم (علیگ) کے پڑوسی ہیں۔ دیوان غالب کے کئی قلمی نسخے خدابخش لائبریری میں محفوظ ہیں۔ فرخ جلالی صاحب نے ان میں سے ایک کا خصوصی مطالعہ کر کے اسکی تدوین کی ہے اور اس پر تفصیلی حواشی لکھے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں تعارف اور متن پیش کیا جارہا ہے۔ مقدمہ اور حواشی اگلی بار شائع کریں گے۔

مجموعی جائزہ

اُردو دواوین کے تعارف پر مشتمل اس باب کے ابتدائی حصے میں راقم الحروف نے کل ۲۷ دواوین کا تعارف کروایا ہے۔تعارف کے ضمن میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر دیوان سے متعلق تمام ضروری جزئیات کا خاص خیال رکھا جائے۔ تعارف کے ذیل میں ہر دیوان کے ساتھ مرتب کا نام،سنِ اشاعت،مقامِ اشاعت اور کل صفحات بھی درج کیے گئے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس میں شامل مضامین کی مکمل فہرست،کتاب کا ایک مختصر مگر جامع تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے تا کہ اس میں شامل تمام مواد کا بھر پور احاطہ ہو سکے۔اس عمل کے دوران ہر دیوان کا مکمل تعارف قاری کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

ایک ہی کتاب کے مختلف ایڈیشن ہونے کی صورت میں دی گئی فہرست اور تجزیے میں ان ایڈیشنوں کے باہمی امتیازات اور فرق کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ان دواوین کی تاریخی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ان میں چند اہم دواوین درج ذیل ہیں:

۱۔ دیوانِ غالب بہ اہتمام سید عبد الغفور مطبع سید الاخبار،دہلی،اکتوبر ۱۸۴۱ء،مالک سید محمد خان بہادر،ص ۱۰۶۔

۲۔ دیوانِ غالب نظامی ایڈیشن مع دیباچہ راس مسعود نظامی پریس بدایوں،پہلی بار ۱۹۱۵ء،ص ۲۶۴۔

۳۔ دیوانِ غالب مرتبہ مفتی محمد انوار الحق (نسخۂ حمیدیہ) مقدمہ بجنوری،مفید عام پریس،آگرہ،۱۹۲۱ء،ص ۳۴۲۔

۴۔ دیوانِ غالب اُردو،ڈاکٹر ذاکر حسین،برلن ایڈیشن،۱۹۲۵ء۔

۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)،انجمن ترقی اُردو،علی گڑھ،۱۹۵۸ء،ص ۵۰۲۔

۶۔ دیوانِ غالب مرتبہ سردار جعفری،ہندوستانی بک ٹرسٹ،بمبئی،جولائی ۱۹۵۷ء،ص ۴۶۶۔

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ علی گڑھ کے مطبوعہ دواوین کے ساتھ ساتھ علی گڑھ سے وابستہ افراد کے مرتبہ دواوین کو بھی شامل مقالہ کیا ہے۔یہ ایسے افراد ہیں جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ سے بطور طالب علم یا معلم کے وابستہ رہے ہیں۔اس تعداد کو مدنظر رکھا جائے تو مجموعی طور پر ان ۲۷ دواوین میں اب تک علی گڑھ یونیورسٹی کے مطبوعہ دواوین کی کل تعداد سات (۷) جب کہ علی گڑھ سے وابستہ افراد کے مرتبہ دواوین کی تعداد بیس (۲۰) ہے۔

اس طرح بحیثیت مجموعی علی گڑھ میں اُردو دواوین کی اشاعت،ترتیب وتدوین کا کام نہایت حوصلہ بخش ہے۔اکتوبر (۱۸۴۱ء) میں سرسید کے بڑے بھائی احتشام الدولہ،سید محمد خان بہادر کے مطبع سید الاخبار سے غالب کا پہلا اُردو دیوان غالب کی حیات میں شائع ہوا۔ذاکر حسین کا شائع کردہ اردو دیوان برلن ایڈیشن (۱۹۲۵ء) اہمیت کے اعتبار سے اہم ہے۔اسی طرح نسخۂ عرشی (۱۹۵۸ء)،نسخۂ حمیدیہ (۱۹۲۱ء) جیسی شاہکار اشاعتیں قابلِ قدر ہونے کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت کو مضبوط اور قابلِ اعتبار بناتی ہیں۔

اشاریہ دیوانِ غالب

علی گڑھ سے وابستہ افراد کے مرتبہ دیوانِ غالب:

۱۔ دیوان غالب، پہلا اڈیشن، مطبع سید الاخبار، دہلی، اکتوبر ۱۸۴۱ء، کل شعر ۱۰۹۶۔

۲۔ // // دوسرا اڈیشن، مطبع دار السلام، دہلی، مئی ۱۸۴۷ء، کل شعر ۱۱۵۸۔

۳۔ // // تیسرا اڈیشن، مطبع احمدی، دہلی، ۲۹ جون ۱۸۶۱ء، کل شعر ۱۷۹۶۔

۴۔ // // چوتھا اڈیشن، مطبع نظامی، کانپور، جون ۱۸۶۲ء، کل شعر ۱۸۰۲۔

۵۔ // // پانچواں اڈیشن، مطبع مفید خلائق، آگرہ، بعد از جون ۱۸۶۲ء، کل شعر ۱۷۹۵۔

۶۔ دیوانِ غالب (عکسی) مع پیش لفظ، کالی داس گپتا رضا، ومل پبلی کیشنز بمبئی، اشاعت بمبئی، ۱۹۸۶ء، کل صفحات ۱۰۹۔ (چوتھا اڈیشن، مطبع نظامی کانپور، جون/جولائی ۱۸۶۲ء)

۷۔ دیوان غالب، نظامی اڈیشن، نظامی پریس بدایوں اشاعت پہلی بار ۱۹۱۵ء، صفحات ۲۶۴۔

۸۔ دیوانِ غالب، نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایوں، چوتھی بار، ۱۹۲۲ء، صفحات ۲۴۶

۹۔ دیوانِ غالب، (مرتبہ) مفتی محمد انوار الحق (نسخہ حمیدیہ)، طبع اول، مفید عام پریس آگرہ، مکتوبہ ۱۸۲۱ء، اشاعت ۱۹۲۱ء، کل صفحات ۳۴۲+۱۳۹ (ابتدائی صفحات)، سائز ۲۲×۲۹/۸، تعداد اشعار: ۱۸۸۳۔

۱۰۔ دیوانِ غالب، بدایونی، نظامی پریس بدایون، پانچویں بار، ۱۹۲۳ء، صفحات ۲۴۶

۱۱۔ دیوانِ غالب (مرتبہ) سردار جعفری، ہندوستانی بک ٹرسٹ بمبئی، جولائی ۱۹۵۷ء، صفحات ۴۶۶۔

۱۲۔ دیوانِ غالب اردو (مرتب) امتیاز علی عرشی۔ انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، دوسری بار، ۱۹۸۲ء۔

۱۳۔ دیوانِ غالب بخطِ غالب (نسخہ عرشی زادہ) ادارہ یادگار غالب، ستمبر ۱۹۶۹ء۔

۱۴۔ دیوان غالب نسخہ عرشی زادہ، (اکبر علی خان)، ادارہ یادگار غالب پھلوار رام پور یو۔ پی، اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۳۴۔

۱۵۔ دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) مجلس ترقی ادب، لاہور، پہلی بار جون ۱۹۹۲ء، کل صفحات ۵۷۲۔

۱۶۔ نے ناشنیدۂ غالب (مرتب)، اکبر رضا جمشید، لیتھو آرٹ پریس ایمپوریم پٹنہ، جنوری ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۱۵۔

۱۷۔ دیوانِ غالب، پروگریسو بکس لاہور، بار اول ۱۹۹۲ء، صفحات ۲۵۵۔

۱۸۔ دیوانِ غالب (نسخۂ انجمن) انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۹ء، صفحات ۲۶۶۔

۱۹۔ دیوانِ غالب (نسخۂ انجمن) عام اڈیشن، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دلی، ۱۹۸۹ء، صفحات ۲۶۶۔

۲۰۔ دیوانِ غالب (اردو) نسخۂ خدا بخش۔ تقدیم فرخ جلالی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اشاعت ۱۹۹۶ء، صفحات ۸۷۔

علی گڑھ کے مطبوعہ دیوانِ غالب:

۱۔ دیوانِ غالب (اردو)، (۱) مکتبہ جامع ملیہ، علی گڑھ، ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء، صفحات ۲۷۶ (۲) اسلامیہ علی گڑھ، برلن ایڈیشن، ۱۹۲۵ء

۲۔ دیوانِ غالب (مرتب) محمد شفیع الدین نیر، (۱) انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۶ء (۲) دیوان غالب، مرتب: شفیع الدین نیر، آزاد کتاب گھر، دہلی، ۱۹۵۶ء، صفحات ۲۳۹۔

۳۔ دیوانِ غالب اردو (نسخہ عرشی) ترتیب وتصحیح امتیاز علی عرشی، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۸ء، کل صفحات ۵۰۲، تعداد اشعار: ۲۶۸ غزلیں کل اشعار ۱۴۷۳، ۳ قصائد: کل اشعار ۱۴۴، چار رباعیات ان کے علاوہ۔

۴۔ دیوانِ غالب (مقدمہ) نورالحسن نقوی، مکتبہ الفاظ مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۰ء، صفحات ۲۵۵

۵۔ 〃 〃 اشاعت ۱۹۸۸ء، صفحات ۲۵۵

۶۔ 〃 〃 ۱۹۹۳ء 〃

۷۔ 〃 〃 ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۷۱۔

غالب کا فارسی کلام

فارسی لغت ☆۱میں غالب کا یہ دعویٰ کہ فارسی ادب میں مرزا کی تخلیقات نظم ونثر دونوں میں کسی ایرانی سے کم نہیں، درست معلوم ہوتا ہے۔ اپنے دَور میں غالب اسی طرح سخن ور تھے جس طرح اِن سے پہلے ہندوستان میں بیدل گزرے تھے☆۲۔ بیدل اور غالب دونوں اپنے اپنے دَور میں ملک الشعراء تھے۔ ان کے بعد اقبال کا اپنے دَور میں یہی منصب ومقام رہا تھا۔ غالب اپنی فارسی شاعری کی اہمیت سے آگاہ تھے اور اس کے مقابلے میں اپنی اُردو شاعری کو اہمیت نہیں دیتے تھے[۱۴۵]۔ وہ کہتے ہیں:

فارسی بیں تا بہ بنی نقش ہائے رنگ رنگ
بگزر از مجموعہ اُردو کہ بے رنگِ من است

اس شعر سے غالب کی ترجیح معلوم ہوتی ہے جس کا احساس کچھ ہی دنوں بعد اقبال کو بھی ہوا

گرچہ ہندی در عدو بت شکر است
طرز گفتار دری شیریں تر است

دورِ جدید کے دوعظیم شاعروں کا فارسی کے متعلق ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب واقبال کے دَور تک ہندوستان میں فارسی کا رواج اس حد تک تھا کہ یہ دوشعرا فارسی کے لیے اپنی ترجیح میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے[۱۴۶]۔ گویا غالب کے انتقال کے بعد اقبال واحد ایسے مفکر ہیں جن کے فارسی کلام پر بجاطور پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ اگر علامہ اقبال نے اپنے

☆۱ غدر کے دنوں میں مرزا غالب خانہ نشین ہوگئے۔ اِسی دوران ''برہان قاطع'' جو فارسی لغت کی مشہور کتاب ہے اور جس کے مؤلف محمد حسین تبریزی ہیں۔ اس میں غلطیاں نکالیں اور کتاب کے حاشیے میں لکھتے گئے جسے بعد میں فارسی دانوں کے فائدے کے لیے ''قاطع برہان'' کے نام سے مطبع نول کشور نے ۱۸۶۱ء میں شائع کردیا۔ مزید تفصیلات کے دیکھیے ڈاکٹر عبدالمغنی کا مضمون ''غالب کی فارسی شاعری'' مشمولہ ''آج کل'' نئی دہلی، ۱۹۷۴ء، ص۳ تا ۶۔

☆۲ مولانا حالی ''یادگارِ غالب'' (ص۱۸۲) پر لکھتے ہیں: ''اُردو ہی کی طرح فارسی شاعری کی ابتداء میں بھی غالب نے بیدل کا تتبع کیا اور طرز بیدل میں متعدد غزلیں غالب کے فارسی دیوان کی زینت ہیں۔ بعد گو عرفی، ظہوری، نظیری، طالب آملی کی غزل کا رنگ مرزا کی غزل میں پیدا ہوگیا اور غالب کے فارسی دیوان کے خاتمے پر تحریر کیے ہوئے اُن کے بیان کا اردو ترجمہ بیان کرتے ہوئے حالی بھی اُن کے بیان کی تائید کرتے ہیں۔ ترجمے کا کچھ حصہ دیکھیے: ''شیخ علی حزیں نے مسکرا کر میری بے راہ روی مجھ کو جتائی، طالب آملی اور عرفی شیرازی کی غضب آلود نگاہ نے آوارہ اور مطلق العنان پھرنے کا مادہ جو مجھ میں تھا اس کو فنا کردیا۔ ظہوری نے اپنے کلام کی گیرائی سے میرے بازو پر تعویز اور میری کمر پر زادِراہ باندھا اور نظیری نے اپنے خاص روش پر مجھ کو چلنا سکھایا۔ اب اس گروہ والا شکوہ کے فیض تربیت سے میرا کلک رقاص چال میں کبک ہے تو راگ میں موسیقار، جلوے میں طاؤس ہے پرواز میں عنقا۔'' (ص۸۳-۱۸۲)

اظہارِ خیال کے لیے فارسی کا انتخاب نہ کیا ہوتا تو ہم آج بآسانی کہہ سکتے تھے کہ ہندوستان میں فارسی ادب غالب کے ساتھ ختم ہوگیا[۱۴۷] اور غالب کے فارسی کلام میں اُردو کی نسبت ہندوستان میں رونما ہونے والے فکری، ادبی، معاشرتی اور لسانی نشاۃ الثانیہ اولین آثار ونقوش کا زیادہ احساس ملتا ہے[۱۴۸] مگر غالب جس کلام اُردو کو فارسی کی نسبت اہم نہیں سمجھتے تھے آج اسی کی وجہ سے مقبول ہیں۔ غالب کے اُردو دیوان کی باقاعدہ پہلی اشاعت تو ۱۸۴۱ء میں ہوئی اب ہم غالب کا فارسی کلام کی اشاعت کے سلسلے دیکھتے ہیں کہ کب اور کہاں سے شروع ہوتے ہیں۔ باقاعدہ علی گڑھ میں کلیات غالب فارسی کی اشاعت بہت دیر سے ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ پریس لکھنؤ، دلی اور کانپور میں تھا۔ علی گڑھ میں پریس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہاں اشاعت نہ ہوسکی مگر کلیات غالب فارسی کی اشاعت کے سلسلے قارئین سے اوجھل نہ رہیں اسی لیے اس کی تفصیل ضروری ہے کیونکہ دیوان غالب اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی کلام کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور بقول مالک رام غالب کی زندگی میں کلیاتِ غالب فارسی دوبار شائع ہوا۔[۱۴۹]

مرزا کی فارسی تصانیف میں بہ لحاظ اشاعت ان کے دیوان فارسی کو اولیت حاصل ہے مگر جہاں تک ترتیب کا تعلق ہے پنج آہنگ کے بعض حصے سب سے پہلے مرتب ہوئے[۱۵۰]۔ بقول مالک رام:

> ''گلِ رعنا کے فارسی حصے کے آغاز میں مرزا نے جو مختصر دیباچہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۲۸ء تک دیوان فارسی مرتب نہیں ہوا تھا بلکہ میرے خیال میں تو فارسی کلام مقدار میں بھی کچھ زیادہ نہیں تھا۔ فارسی دیوان کی ترتیب کی طرف سب سے پہلا اشارہ پنج آہنگ کے دیباچہ میں ہے۔''[۱۵۱]

علی بخش خاں، غالب کے برادرِ نسبتی پنج آہنگ مصنفہٗ غالب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ''درآغاز سال یک ہزار و دوصد و پنجاہ و یک ہجری ۱۲۵۱ھ شمس الدین خان رابقضاے آسمان آں وپیش آمد کہ ہیچ آفریدہ مبینا دوآں خود از غایت شہرت نہ شرح احتیاج ندارد و بعد از اں ہنگامہ، ہم دراں ہنگام از جے پور بہ دہلی رسیدم و بہ کاشانہ برادر والاشان وآموز کار مہربان مولانا غالب زاد افضالہ فرود آمدم۔ چوں دراں ایام دیوان فیض عنوان کہ مسمّی بہ میخانہ آرزو سرانجام تازہ فراہم آمدہ پیرایہ اتمام پوشیدہ بود آنچہ از نثر دراں ہمایوں صحیفہ صورت ارقام داشت، ہمہ رابہ خدمت والے

آں خسرو اقلیم سخن وری خواندم۔''☆[۱۵۲]

مالک رام فرماتے ہیں کہ نواب شمس الدین کے قتل فریزر کے سلسلے میں اوائل ۱۲۵۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۸۳۵ء کو پھانسی کی سزا ہوئی جس کی طرف اس تحریر میں مرزا علی بخش نے اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں''بعدازاں ہنگامہ ہمہ دراں ہنگام میں جے پور آیا اور غالب کے ہاں ٹھہرا وہ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں دلی آئے تھے اور انہی ایام میں دیوان تازہ فراہم ہوا تھا۔ اغلب خیال ہے کہ ستمبر، نومبر ۱۸۳۵ء کی سہ ماہی میں دیوان مرتب ہوا۔ دوسری بات یہ کہ اس کا نام''میخانہ آرزو سرانجام'' رکھا جائے تا حال اس کا کوئی نسخہ دریافت نہ ہوسکا ایک سب سے پرانا نسخہ دریافت ہوا ہے جو خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے یہ صرف ایران سے چھپا ہے اور کہیں نہیں چھپا۔ اس کی کتابت کی تاریخ ۱۱ ربیع الآخر ۱۲۵۴ھ (۴ جولائی ۱۸۳۸ء) ہے اور اس کی کتابت غالب کے مشہور دوست لالہ چھج مل کھتری نے کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مخطوطہ اصل نسخۂ 'میخانہ آرزو سرانجام' ہی کی نقل ہو بہرحال یہ نسخہ بھی غالب کا دیکھا ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں بعض چیزیں خود ان کے قلم سے اضافہ ہوئی ہیں [۱۵۳]۔

اسی طرح ڈاکٹر حنیف نقوی لکھتے ہیں:

> ''غالب کا فارسی دیوان پہلی بار ۱۸۴۵ء میں نواب ضیا الدین احمد خان نیر ورخشاں کی تصحیح وترتیب کے بعد مطبع دارالسلام واقع مومن دہلی میں چھپ کر شائع ہوا لیکن اس کا نقش اوّل اس سے تقریباً دس گیارہ برس قبل مرتب ہو چکا تھا نواب الٰہی بخش خاں معروف کے صاحب زادے اور غالب کی شریک حیات امراؤ بیگم کے برادرِ حقیقی نواب الٰہی بخش خاں پنج آہنگ کے دیباچے میں بیان کرچکے ہیں۔''[۱۵۴]

ڈاکٹر حنیف نقوی کہتے ہیں کہ غلام رسول پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی مشہور تصنیف''غالب'' میں جو پہلی بار ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی تصانیفِ غالب کے تحت دیوانِ فارسی کے اس غائب شدہ نقش اول کا اس کے نام کے ساتھ تذکرہ کیا[۱۵۵]۔ موصوف''پنج آہنگ'' کے دیباچے سے علی بخش خان کا منقولہ صدر بیان نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵۱ (مطابق ۱۸۳۵ء میں غالب کا فارسی دیوان مرتب ہو چکا تھا اور اس کا نام''مے خانۂ آرزو سرانجام'' رکھا گیا تھا انہوں نے فارسی

☆ ترجمہ:''بارہ سو اکاون ہجری کے سال کے شروع میں شمس الدین خان کو آسمان کی وجہ سے یہ بات پیش آئی کہ کوئی پیدا ہونے والی چیز اس دُنیا میں خود اپنی شہرت کی وجہ سے نہ اُسے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے اور اُس ہنگامے کے بعد بھی اُس وقت جب میں جے پور سے دہلی پہنچا اور جب میں اپنے والا شان بھائی کے مکان پر اور مہربان اُستاد مولانا غالب کہ خدا اُس کی فضیلتوں کو بڑھائے، میں اُترا۔ چونکہ اُن دنوں اُن کا دیوان جس کا عنوان بہت اچھا تھا کہ جو میخانہ آرزو کے نام سے شہرت رکھتا تھا اور ابھی تازہ تازہ آیا تھا اور اُس کا طریق کار ابھی چھپا ہوا تھا، وہ اُس کی عظیم نثر کی وجہ سے ایک صحیفے کی صورت میں لکھا گیا۔ میں نے وہ سب اُس شعر کے ملک کے بادشاہ کے ہاں پڑھا۔''

دیوان کے خاتمے کی نثر میں سالِ تحریرِ نثر ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء لکھا ہے لیکن فارسی دیوان کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۵ء میں نواب ضیا الدین احمد خان کی تصحیح سے مطبع دارالسلام دہلی میں چھپا۔'' [۱۵۶]

ڈاکٹر محی الدین قادری زور کلامِ فارسی کی ترتیب واشاعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تیس پینتیس سال کی عمر تک مرزا کے فارسی کلام کا ایک اچھا ذخیرہ فراہم ہو چکا تھا جس کو ۱۸۳۵ء میں انہوں نے ''مے خانۂ آرزو'' کے عنوان سے مرتب بھی کرلیا تھا مگر یہ کلیاتِ نظم دس سال تک شائع نہ ہوسکا۔'' [۱۵۷]

اس ساری بحث کے لیے راقم الحروف کے پیش نظر قاضی عبدالودود، مالک رام اور حنیف نقوی کے مضامین ہیں جس میں ''میخانہ آرزو سرانجام'' سے متعلق مباحث ہیں۔ جس خوب صورتی سے حنیف نقوی نے اس بحث کو سمیٹا ہے ویسا اُسلوبِ بیان وانداز مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ کلیات غالب ۱۸۴۵ء میں چھپا جب کہ اس کے صفحہ اول پر یہ تحریر ہے:

''یہ نواب ضیاء الدین احمد خان نیر ورخشاں کی تصحیح وترتیب سے مطبع دارالسلام حوض قاضی دہلی میں طبع ہوا۔'' [۱۵۸]

مگر اس سے بھی پہلے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب ''گلِ رعنا'' مرتب ہوا کیونکہ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کے دیباچے صفحہ نمبر ۲۰ اور اشاریہ غالب مرتب معین الرحمٰن ۱۹۶۹ء کے صفحہ نمبر ۳۱ پر اس کا سال ترتیب اور تفصیل واقعتاً ۲۹-۲۸-۱۸ دیا گیا ہے۔ یہ وہ انتخاب ہے جو غالب نے کلکتہ کے دوران مولوی سراج الدین ایڈیٹر ہفتہ وار فارسی اخبار ''آئینۂ سکندری'' کی فرمائش پر اپنے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب کرایا جو گلِ رعنا کے نام سے منسوب ہوا[۱۵۹] یہ غالب کے اُردو اور فارسی کلام کا پہلا انتخاب ہے جو ناپید رہا[۱۶۰] خوش قسمتی سے ۱۹۵۷ء میں ایک مکمل نسخہ دریافت ہوا۔ یہ خطی نسخہ مالک رام کے پاس محفوظ تھا[۱۶۱]۔ اس نسخے میں فارسی غزلوں کا انتخاب اور کچھ اُردو غزلیں باقی کے منتخب اشعار شامل ہیں۔ لہٰذا غالب کی فارسی تصانیف میں ''مے خانۂ آرزو سرانجام'' ۱۸۳۵ء سے بھی پہلے ''گلِ رعنا'' ۲۹-۲۸-۱۸ مرتب ہو چکا تھا اور اُردو کلام کی ترتیب ۱۸۳۸ء بتائی جاتی ہے لہٰذا کلامِ فارسی کلام اُردو سے بھی پہلے مرتب ہوچکی تھی۔ دیوانِ فارسی غالب طبع اول مطبع دارالسلام، حوض قاضی، دہلی ۱۸۴۵ء کی تصحیح وترتیب نواب ضیاالدین احمد خاں نیر ورخشاں نے کی۔ اُردو فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں نیر اور اُردو میں رخشاں تخلص کرتے تھے۔ غالب اور رخشاں کے تعلق داری کے لیے رجوع کیجیے: ''تلامذۂ غالب'' از مالک رام، ص ۲۸۸ تا ۲۸۹۔ اس دیوانِ فارسی میں خود غالب کا لکھا ہوا دیباچہ اور تقریظ موجود ہے جو اب بھی دیوان میں ملتا ہے اور پنج آہنگ کے آہنگ چہارم میں بھی موجود ہے۔ دیوان نظم ونثر کے ۵۰۶ صفحات پر محیط ہے اس کے بعد مزید تین صفحوں کا اضافہ کیا

گیا ہے۔ پہلے دو صفحات ''صحت نامہ'' کے لیے وقف ہیں اور تیسرے صفحے پر ایک رباعی اور ایک قطعہ میں دیوان کی طباعت کی دو تاریخیں ہیں یہ نیر ورخشاں نے لکھی ہیں تعدادِ اشعار تقریظ سے معلوم ہوتی ہے[۱۶۲]۔ اس ضمن میں یہ بتاتی چلوں کہ غالب کے اُردو دیوان پر بھی نواب ضیاالدین نیر ورخشاں کی تقریظ ہے اور کلیاتِ فارسی کی پہلی اشاعت پر بھی ان کی تصحیح و ترتیب ہے۔ لہٰذا غالب کے اولین تعارف نگار کی بحث میں ان کا نام بھی بوجوہ لیا جاتا ہے[۱۶۳]۔ اسی دیوان کا دوسرا ایڈیشن مطبع نولکشور، لکھنؤ، مئی جون ۱۸۶۳ء مرتبہ نواب ضیاالدین احمد خان نیر ورخشاں شائع ہوا، مالک رام ''غالب کی فارسی تصانیف'' سورج ۲۰۰۳ صفحہ ۱۸۷ پر، نگار جولائی ۱۹۶۰ء میں لکھتے ہیں کہ مرزا کا یہ کلام ضیاالدین احمد خان کے پاس جمع ہوتا تھا۔ منشی نول کشور نے غالب کی منشا سے یہ نسخہ شہاب الدین سے منگوایا مگر بعض موانع کی وجہ سے کتابت سرعت سے نہ ہو سکی اور ۱۸۶۳ء میں یہ ایڈیشن شائع ہوا۔ غالب کی زندگی میں فارسی کے لیے دو نسخے شائع ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کلیات غالب فارسی تین جلدوں میں مجلس ترقی ادب لاہور نے شائع کی جو بالترتیب یوں ہے:

کلیاتِ غالب فارسی: مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، جون ۱۹۶۷ء۔

کلیاتِ غالب فارسی: جلد دوم 〃 〃

کلیاتِ غالب فارسی: جلد سوم 〃 〃

کلیاتِ غالب کی ایک جامع تر اشاعت پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۶۹ء نے بھی کی۔ مثنوی ابر گہر بار (فارسی)، یہ مثنوی کلیات میں بھی شامل ہے۔ طبع اول: در مطبع اکمل المطابع، دہلی، ۱۲۸۰ھ، ۱۸۶۴ء۔ غالب کی یہ وہ منظومات ہیں جو ان کے کلیاتِ فارسی میں درج ہونے سے رہ گئی تھی یا کلیات کے چھپنے کے بعد لکھی گئی بعد میں انہیں سبدِ چین میں شامل کرلیا گیا تھا۔ سبدِ چین (فارسی) طبع اول، مطبع محمدی (مالک محمد مرزا خاں، دہلی، ربیع الثانی، ۱۲۸۴ھ اگست ۱۸۶۷ء سبدِ چین میں ایسا کلام شامل ہے جو کلیات غالب فارسی میں شامل نہ ہو سکا یا ۱۸۶۳ء کے بعد موزوں ہوا[۱۶۴] اس کا ایک مجموعہ انہوں نے اپنی وفات سے دو برس پہلے شائع کرایا تھا (مالک رام، مرزا کی فارسی تصانیف، مجلّہ سورج، جلد دوم، ۲۰۰۳)۔

سبدِ چین کے دیباچہ میں غالب لکھتے ہیں ''آں را سبدِ چین نام نہادہ آمد'' (غالب، دیباچہ سبدِ چین)۔ اس کی دوسری اشاعت مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۳۸ء میں ہوئی، ''سبدِ چین'' ۱۸۶۷ء کے بعد دوبارہ شائع ہوا نہ ہی کلیات کے کسی ایڈیشن میں شائع کیا گیا۔ مالک رام نے اسے غالب منتشر کلام کے اضافے کے ساتھ شائع کیا[۱۶۵]۔

مالک رام ''غالب کی فارسی تصانیف'' مجلّہ سورج لاہور جلد دوم ۲۰۰۳ء میں لکھتے ہیں اگرچہ جیسا کہ مرزا نے سبدِ چین کے دیباچے میں لکھا تھا کہ اس میں ان کا تمام منتشر کلام جمع کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اب اگر کوئی کلام ہوا بھی تو وہ اُسے قلم زد نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود غالباً منشی ہیرا سنگھ درد (خلف رائے چھجمل کھتری) کی فرمائش پر انہوں نے

سبدِ چین کا دوسرا ایڈیشن مرتب کرنے کی اجازت دے دی یہ ایڈیشن شائع نہ ہوسکا۔ خوش قسمتی سے اس کا اصل نسخہ دستیاب ہوگیا ہے اور اس کی نقل میرے پیش ہے چونکہ اس میں نظم ونثر دونوں شامل ہیں اس لیے غالب نے اس کا نام ''باغ دودر'' رکھا تھا ''سبدِ باغ دودر'' (۱۲۸۳ھ) سے برآمد ہوتے ہیں جو اس کی ترتیب کا ہجری سال ہے۔ اس لیے ان کے قول کے مطابق اس میں بھی ایک لطف ہے۔ ''سبدِ باغ دودر'' میں سبدِ چین سے ۱۴۶ اشعر تفصیل ذیل زیادہ ہیں [۱۶۶]

قطعات-۱۲	:	۴۵
مثنوی-۱	:	۲۵
قصیدہ-۱	:	۳۱
غزل-۲	:	۲۰
مخمس-۱	:	۲۲
رباعی-۳	:	میزان ۱۴۶ [۱۶۷]

مثنوی کے ۱۲۵ اشعار میں سے ۲۳ جناب قاضی عبدالودود صاحب کے مرتبہ ''ماثرِ غالب'' میں شامل ہیں جو انہوں نے رائے چھجمل کے قلمی نسخے سے اخذ کیے تھے، کچھ کلام بعض اور اصحاب کے مضامین میں آگیا ہے صرف ۳۰ شعر ایسے ہیں جو آج تک کہیں شائع نہیں ہوئے۔ مثنوی دعاء صباح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ایک دعا ہے یہ اسی کا منظوم فارسی ترجمہ ہے جیسا کہ مطبوعہ نسخے کے سرورق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا نے یہ ترجمہ اپنے بھانجے مرزا عباس بیگ کی فرمائش پر لکھا تھا۔ غالب کی حیات میں کلامِ فارسی کی جتنی اشاعت ہوئی ہے اُن میں کوئی بھی علی گڑھ سے شائع نہیں ہوئی۔ سوائے پہلا کلامِ فارسی ۱۸۴۵ء جس کی ترتیب وتصحیح ضیاالدین نیر ورخشاں نے کی ہے جو غالب کی بیگم کے چچازاد بھائی تھے انہیں کی تقریظ پہلے اُردو دیوان پر بھی ہے، یہ غالب کے ساتھ علی گڑھ کا ایک تعلق ہے۔ بہرحال اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ یہاں پریس نہیں تھا۔ ہاں یہ بات اہم ہے کہ غالب اور سرسید سے وابستہ افراد کا ان اشاعتوں سے واسطہ ضرور تھا جیسا کہ راقم الحروف نے گزشتہ صفحات میں دیوانِ غالب اُردو، مطبع سید الاخبار، ۱۸۴۱ء کا حوالہ دیا کہ یہ سرسید احمد خان کے بڑے بھائی سید محمد خان بہادر کا پریس تھا لہٰذا سرسید تحریک کا نقشِ اول ہے۔

۱۔ دیوانِ غالب جدید، المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ مرتبہ مفتی انوار الحق، طبع اول، مفید عام اسٹیم پریس، آگرہ، ۱۹۲۱ء۔

غالب نے دس بارہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک، دس بارہ برس میں جو اشعار لکھے اس کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۸۲۱ء میاں فوجدار محمد خاں بہادر [۱۶۸]، بھوپال کے کتب خانے میں محفوظ تھا جسے سررشتہ تعلیم ریاست بھوپال مفتی انوالحق نے اس کو پہلی بار ۱۹۲۱ء میں [۱۶۹] مقدمۂ عبدالرحمٰن بجنوری کے ساتھ چھپا۔ پہلے اس کی تدوین کی ذمہ داری عبدالرحمٰن

بجنوری[۱۷۰] کو دی گئی تھی مگر زندگی نے مہلت نہ دی تو پھر ان کا لکھا ہوا مقدمہ اس میں شامل کرلیا گیا۔''باغ دودر'' یہ مجموعہ نظم ونثر فارسی سال تالیف ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۸۶۶ء تا ۴ مئی ۱۸۶۷ء طبع اول بہ دوقسط (منحصر بفرد قلمی نسخہ مملوکہ سید وزیرالحسن عابدی)

(الف) یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین، لاہور شمارہ اگست ۱۹۷۰ء، صفحہ ۱-۹۲۔

(ب) یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین، لاہور، شمارہ اگست ۱۹۷۱ء، صفحہ ۹۳-۱۸۸۔

اس میں نظم ونثر دونوں شامل ہیں اس لیے اس کا نام باغ دودر رکھا اگر چہ غالب نے سبدچین (۱۸۶۷ء) کے دیباچے میں اظہار کیا کہ اب کوئی کلام قلم بند ہوا بھی تو شائع نہیں کریں گے مگر ایک شاگرد منشی ہیرا سنگھ کھتری کی فرمائش پر اس پر کلام کے شائع کرنے کی اجازت دے دی[۱۷۱]۔

انتخاب غالب: یہ انتخاب اُردو نظم ونثر کا ہے۔ نوابانِ رام پور کے نام ہیں۔ انتخابِ غالب (کلام اُردو فارسی) ترتیب وتصحیح امتیاز علی عرشی، طبع اول، مطبع قیمہ بمبئی، ۱۹۴۲ء، یہ غالب کے فارسی اور اُردو کلام کا انتخاب ہے جسے خود انہوں نے نواب کلب علی خان والی رام پور کی فرمائش پر ۱۸۶۶ء میں مرتب کیا[۱۷۲]۔ ان مرتبات ومطبوعات میں صرف دو کتب ایسی ہیں جو علی گڑھ کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔ ماثرِ غالب مرتبہ عبدالودود علی گڑھ میگزین ۱۹۴۹ء۔

۲۔ اشعارِ فارسی کا مجموعہ متعارفہ عبدالودود فکر ونظر، شمارہ ۱۹۶۰ء۔

قاضی عبدالودود علی گڑھ کی فروغِ غالبیات کی انجمنوں میں شریک رہے اور اغلباً ان کا دَور حسرت کا دور ہے جب حسرت کا رسالہ اُردوئے معلّیٰ ان دنوں شائع ہوا کرتا تھا جس نے انہیں مطالعہ غالب کی تحریک دی[۱۷۳]۔

''ماثرِ غالب'' (آثارِ غالب) مرتبہ قاضی عبدالودود، طبع اول، درعلی گڑھ میگزین، غالب نمبر، جلد ۲۴، نمبر ۲، ۴۹-۱۹۴۸ء۔ عبدالودود عرض حال ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں کیونکہ ان کا بیان ہے بقول اصغر عباس کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں جو سوسائٹی انجمنِ اُردوئے معلّیٰ کی بنیاد حسرت نے ڈالی تھی اور اس انجمن سے وابستہ طلبا غالب کے کلام کی تشریح کیا کرتے تھے ان سے مطالعہ غالب کی تحریک ہوتی تھی ان سے متاثر افراد میں عبدالودود بھی ہیں[۱۷۴]۔ عبدالودود فرماتے ہیں ''مطالعہ غالب کی تحریک انہیں حسرت کے کلام غالب کی شرح سے ہوئی۔''[۱۷۵] لہٰذا عبدالودود کی علی گڑھ سے دابستہ افراد سے وابستگی کا ثمر ماثرِ غالب کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ لہٰذا اس کا ذکر راقم الحروف کی نظر میں ضروری ہے۔

آثارِ غالب کا بہت بڑا حصہ یا تو قلمی کتابوں سے لیا گیا ہے یا ایسے مطبوعات سے جو عام دسترس میں نہیں ہیں۔ فارسی خطوط حبیب الرحمٰن مرحوم کے کتب خانے کے ایک قلمی مجموعے سے ماخوذ ہیں۔''غالب کے اشعارِ فارسی کا مجموعہ'' متعارفہ قاضی

عبدالودود، فکرونظر، علی گڑھ شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء میں اس نسخے کا تعارف کرایا گیا۔ تفصیل کچھ یوں ہے کہ کتب خانہ دانش گاہ علی گڑھ میں نواب محمد اسماعیل خاں مرحوم نبیرۂ شیفتہ کی دی ہوئی کتابوں میں سے ایک غالب کے فارسی اشعار کا مجموعہ ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں ہے قاضی عبدالودود صاحب نے اس کا تعارف کرایا ہے۔ غالب نے خود کہا کہ ''میرا کلام میرے پاس کبھی محفوظ نہیں رہا۔۔۔گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپے کے کتاب خانے برباد ہوئے اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔۔۔'' (غالب)

بقول غلام رسول مہر ''غالب کا (بہت سا) اُردو (فارسی) کلام ابھی تک بکھرا پڑا ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان تمام متفرقات کو یک جا کر کے بہ صورتِ کلیات چھاپا جائے۔'' لہٰذا وہ چیزیں جو بکھری پڑی ہیں ان کا ماہرینِ غالبیات نے کہیں کسی کتاب یا رسالے میں اس کا تعارف کرایا ہے اس کا سلسلہ علی گڑھ میں بھی جاری رہا ہے ایسی تصانیف تو بہت ہیں مگر سرِ دست صرف انہیں اوراق کا ذکر کیا جائے گا جو علی گڑھ سے متعلق افراد نے یا علی گڑھ کے کسی ادارے نے ان کو متعارف کرایا۔ راقم الحروف کی کوشش ہوگی کہ ان تمام تصانیف کا حوالہ تاریخی ترتیب سے اشاریہ کی صورت میں آخر میں دے دیا جائے (چاہے وہ علی گڑھ سے شائع ہوئی یا کسی اور ادارے سے)

۱۔ مرزا غالب کے چند غیر مطبوعہ اشعار متعارفہ مختار الدین احمد

i۔ رسالہ ایشیا میرٹھ، ۱۹۴۰ء

ii۔ ہمایوں لاہور، جنوری ۱۹۴۱ء

۲۔ مرزا غالب کا کچھ نایاب کلام، متعارفہ مختار الدین احمد، ڈاکٹر، ادبی دنیا، لاہور، سالنامہ ۱۹۴۱ء، صفحہ ۹۳۔

۳۔ فریدیات (۱۶ اشعر) نوادرِ غالب متعارفہ مختار الدین احمد، ڈاکٹر۔

i۔ عیار الشعراء، خوب چند ذکا

ii۔ تذکرۂ عمدۂ منتخبہ، سرور

iii۔ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء، صفحہ ۱۰۴

۴۔ غالب کا ایک فارسی قطعہ (نایاب) متعارفہ: مختار الدین احمد، ڈاکٹر۔

i۔ تذکرۂ غوثیہ (غوث علی شاہ قلندر)، صفحہ ۳۵۵-۳۵۶۔

ii۔ احوالِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء

۵۔ مرزا غالب کا غیر مطبوعہ کلام (قصیدہ) مختار الدین چونکہ علی گڑھ کالج میں طالب علم اور استاد رہے ہیں ان کی مرتبات کا حوالہ ضروری ہے۔

۶۔ غالب کی ایک نامکمل غزل کی تکمیل (چند نو دریافت شعروں سے) از اکبر علی خاں، ہماری زبان، علی گڑھ،

۸ جنوری ۱۹۶۵ء۔

غالب کا غیر مطبوعہ شعر متعارفہ محمد علی جوہر

بحوالہ: نقوش، لاہور، آپ بیتی نمبر، حصہ اول، صفحہ ۸۰۷۔ محمد علی جوہر طالب علم علی گڑھ یونیورسٹی اور سرسید تحریک کے سرگرم رکن جنھوں نے اپنے اخبار ہمدرد میں غالب کے اشعار کو رنگ رنگ سے سمویا ان کا متعارفہ شامل مقالہ ضروری ہے جو کہ نقوش لاہور کے آپ بیتی نمبر کے صفحہ ۸۰۷ پر مندرج ہے۔

غالب کی دو غزلیں اور چوبیس متفرق شعر متعارفہ حسرت موہانی

ضمیمہ، دیوان غالب مع شرح حسرت، طبع دوم، ۱۹۰۶ء، صفحہ ۱۵۹، ۱۶۱۔ حسرت موہانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم سرسید تحریک کے سرگرمِ رکن غالب کی شرح ۱۹۰۵ء لکھی جو مطالعۂ غالبیات کی اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ غالب کے غیر مطبوعہ سلام و قصائد، متعارفہ سُہا مجددی (علیگ) مشمولہ مطالب الغالب ۱۹۲۳ء (یعنی شرح دیوانِ غالب) سہا مجددی جب علی گڑھ کالج میں انجمن حدیقۃ الشعر کا قیامِ عمل میں آیا تو کالج کے طالب علم سہا مجددی غالب کی زمینوں میں غزلیں لکھ کر انجمن کی محفلوں میں شریک ہوتے ان کا علی گڑھ اور غالب کے ساتھ خاص حوالہ بنتا ہے۔ غالب کا ایک قطعہ بہ ردیف بابو پیارے لال متعارفہ عبدالستار صدیقی

۱۔　رسالہ دہلی سوسائٹی، تیسرا شمارہ ۶۷، ۱۸۶۶ء۔
۲۔　احوالِ غالب، صفحہ ۱۸۷۔
۳۔　دیوانِ غالب، نسخۂ عرشی، صفحہ ۲۶۳۔

قاضی عبدالستار مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اُردو رہے ہیں، انہوں نے غالب پر کئی مقالے لکھے، غالب پر ناول لکھا

پنج آہنگ کا منظوم اشتہار (۳۳ شعر) متعارفہ قاضی عبدالودود

۱۔　اسعد الاخبار، آگرہ، ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء
۲۔　آثارِ غالب، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، صفحہ ۱۹۴۹ء، صفحہ ۷۔
۳۔　دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، صفحہ ۲۶۷۔
۴۔　قومی زبان، کراچی، ستمبر ۱۹۷۵ء، صفحہ ۴۔
۵۔　دیوانِ غالب، مہر، صفحہ ۴۰۱، ۴۰۳۔

غالب کا ایک فارسی خط قصیدہ، متعارفہ عبدالودود، قاضی

۱۔ ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء

۲۔ تحریک، دہلی، اپریل ۱۹۶۱ء، صفحہ ۹۸-۹۹

قاضی عبدالودود کو غالب سے کیسی رغبت وشیفتگی تھی مذکورہ بالا سطور میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ غالب کا غیر مطبوعہ کلام: چار غزلیں، متعارفہ مجنوں گورکھ پوری/عبدالباری آسی، ایوان گورکھ پور، جنوری ۱۹۳۱ء، مجنوں گورکھ پوری، مسلم یونی ورسٹی شعبۂ انگریزی میں استاد رہے غالب سے خاص نسبت رکھتے تھے۔

نورالحسن نقوی کے غالب پر بے شمار مضامین بکھرے پڑے ہیں ان کا ایک مضمون غالب کا ایک شعر غیر مطبوعہ، متعارفہ نورالحسن نقوی، ڈاکٹر، اُردوئے معلّٰی، دہلی، فروری ۱۹۶۱ء، صفحہ ۷۹-۸۰ میں شائع ہوا۔

ضمیمہ غالب اُردو، ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ اگست ۱۹۶۱ء

کلیاتِ غالب، نظیر لدھیانوی، لاہور، ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۸۷

اس کے علاوہ غالب کی دیگر تحریریں جو کہ خود نوشت حالات، لطائف، اصلاحوں پر مبنی ہیں ان میں علی گڑھ میں جو تحریریں شائع ہوئیں ان میں ''غالب کی اصلاحیں خود اپنے کلام پر''، حبیب احمد صدیقی، اُردو ادب علی گڑھ، شمارہ ۱، ۱۹۵۲ء اہم ہے۔ یہ علی گڑھ پریس سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ دو فارسی شعروں کے مطالب بقلم غالب، متعارفہ قاضی عبدالودود آثارِ غالب، صفحہ ۷، مشمولہ علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۹۴۹ء اہم ہیں۔

انفرادی تجزیہ غالب کا فارسی کلام

(۱) انتخابِ غالب (کلامِ اُردو فارسی) ترتیب وتصحیح: امتیاز علی خاں عرشی

طبع اول: مطبع قیمہ، بمبئی، ۱۹۴۲ء، صفحات ۳۴۴۔

فہرست

بشیر حسین زیدی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے طالب علم ہیں۔ اس انتخاب میں ان کی تقریظ شامل ہے۔ غالب کے فارسی اور اُردو کلام کا انتخاب جسے خود غالب نے نواب کلب علی خاں، والیِ رام پور کی فرمائش پر ۱۸۶۶ء پر مرتب کیا۔ فارسی کلام کا انتخاب رام پور کے کتب خانے میں محفوظ تھا لیکن اُردو کا انتخاب کتاب خانے کے ردی گھر میں ڈال دیا گیا۔ یہ دیدہ زیب ایڈیشن سفید حاشیے کے ساتھ آسمانی رنگ کے کاغذ پر روشن ٹائپ میں شائع ہوا ہے۔

(۲) مآثرِ غالب (آثارِ غالب) (مرتبہ) قاضی عبدالودود

طبع اول: علی گڑھ میگزین غالب نمبر، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۴۹-۱۹۴۸ء، صفحات ۶۸۔

فہرست

''آثارِ غالب'' کا بہت بڑا حصہ یا تو قلمی کتابوں سے لیا گیا ہے یا اسے مطبوعات سے جو عام دسترس سے باہر ہیں۔ یہ مجموعہ پہلے علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۹۴۹ء کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا تھا اس وقت اس کا نام آثارِ غالب تھا۔ پھر نیا سرورق

چھپوا کر اس کا نام ''ماثرِ غالب'' کر دیا گیا تا کہ شیخ محمد اکرام کی کتاب ''آثارِ غالب'' سے التباس نہ ہو۔

(۳) غالب کے اشعار فارسی کا مجموعہ (متعارفہ) قاضی عبدالودود

فکر ونظر علی گڑھ، شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء

کتب خانہ دانش گاہ علی گڑھ میں نواب محمد اسماعیل خاں مرحوم نبیرۂ شیفتہ کی دی ہوئی کتابوں میں سے ایک، غالب کے اشعارِ فارسی کا مجموعہ ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ قاضی عبدالودود نے فکر ونظر، علی گڑھ شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء میں اس نسخے کا تعارف کرایا ہے۔ (بحوالہ اُردوئے معلیٰ، دہلی، فروری ۱۹۶۱ء، ص ۲۹۱)۔

مجموعی جائزہ

فارسی کلام کے اشاعتی سلسلہ میں تمام مطبوعات ومرتبات درحیات لکھنؤ دلی اور آگرہ کی شائع شدہ کتب ہیں جن میں دیوانِ فارسی (غالب)، طبع اول، دارالسلام حوض قاضی، دہلی، ۱۸۴۵ء بتصحیح وترتیب نواب ضیاء الدین احمد خان نیرورخشاں، اس کا دوسرا ایڈیشن بھی لکھنؤ سے شائع ہوا، مثنوی ابر گہر بار اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۴ء، سبدِ چین (فارسی) طبع اول، مطبع محمدی، ۱۸۶۷ء، باغ دودر، سالِ تالیف ۱۸۶۷ء، مثنوی دعائے صباح مطبع نولکشور ۱۸۶۸ء، قطعہ غالب فارسی مطبع اکمل المطابع ۱۸۶۶ء میں سے کوئی اشاعت علی گڑھ سے نہیں ہوئی مگر اس سارے سلسلہ اشاعت کی تفصیل مذکورہ بالا صفحات میں تفصیل سے اس لیے دی ہے کہ عام قاری کی نظر سے یہ سلسلہ اشاعت فارسی کلام اوجھل نہ رہے اور سلسلہ اشاعت میں علی گڑھ کا پہلا نقش تلاش کرنے کے لیے اس ساری تفصیل اور اشاعتی اداروں کی تفصیل اہم ہے۔

مرتبات ومطبوعات مابعد فارسی شاعری میں انتخاب غالب (کلامِ اُردو فارسی) ترتیب امتیاز علی عرشی، تقریظ بشیر حسن زیدی طبع اول مطبع قیمیہ، بمبئی (۱۹۴۱ء) اہم ہے، بشیر حسن زیدی نے اس کتاب کی تقریظ لکھی ہے جو علی گڑھ کے طالب علم اور بعد میں وائس چانسلر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ماثرِ غالب مرتبہ قاضی عبدالودود طبع اول، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، جلد ۲۴، ۴۹-۱۹۴۸ء غالب کے اشعار فارسی کا مجموعہ متعارفہ عبدالودود، فکر ونظر، علی گڑھ شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء اہمیت کی حامل ہیں۔ اس طرح غالب کے فارسی کلام پر کئی مضامین کتابوں مجلوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ راقم الحروف متفرقات کلام غالب کی فہرست الگ سے تیار کی ہے، جس میں بتفصیل ذیل اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔　مرزا غالب کے چند غیر مطبوعہ اشعار، متعارفہ مختار الدین، رسالہ ایشیا میرٹھ، ۱۹۴۰ء، ہمایوں، لاہور، ۱۹۴۱ء۔

۲۔　مرزا غالب کا کچھ نایاب کلام متعارفہ مختار الدین، ادبی دنیا، لاہور، ۱۹۴۱ء، ''تذکرہ غوثیہ'' احوالِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

۳۔　غالب کی ایک نامکمل غزل کی تکمیل، اکبر علی خاں، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۹۶۵ء۔

۴۔　غالب کا غیر مطبوعہ شعر متعارفہ محمد علی جوہر، نقوش، لاہور، آپ بیتی نمبر، حصہ اول۔

۵۔　غالب کی دو غزلیں اور چوبیس متفرق شعر، متعارفہ حسرت موہانی، دیوانِ غالب مع شرح حسرت طبع دوم، ۱۹۰۶ء۔

۶۔　غالب کے غیر مطبوعہ سلام وقصائد، متعارفہ سہا مجددی (علیگ)، مشمولہ مطالب الغالب، ۱۹۲۳ء۔

۷۔　غالب کی ایک نعتیہ تضمین (فارسی) متعارفہ وزیر الحسن عابدی، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر (مختار الدین) ۱۹۴۹ء۔

۸۔　غالب کا ایک قطعہ برروایت بابو پیارے لال متعارفہ عبدالستار قاضی رسالہ دہلی سوسائٹی تیسرا شمارہ، ۶۷-۱۸۶۶ء۔

۹۔　پنج آہنگ کا منظوم فارسی اشتہار، متعارفہ عبدالودود، آثار غالب، علی گڑھ، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۰۔ غالب کا ایک فارسی قصیدہ متعارفہ عبدالودود، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۹۶۰ء۔

۱۱۔ خمسۂ غالب ۔۔۔۔۔ تعمیر آدھی رہ گئی، متعارفہ عرشی علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۲۔ غالب کا غیر مطبوعہ کلام، چار غزلیں، متعارفہ مجنوں گورکھ پوری، عبدالباری آسی، گورکھ پور، ۱۹۳۱ء۔

۱۳۔ غالب کا ایک شعر (غیر مطبوعہ) متعارفہ نورالحسن ہاشمی، اردوئے معلیٰ، ۱۹۶۱ء۔

۱۴۔ دو فارسی شعروں کے مطالب بقلم غالب، متعارفہ قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۵۔ غزل بخط غالب، متعارفہ امتیاز علی عرشی، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء

غالب کے فارسی کلام کی اشاعت پہ علی گڑھ کی توجہ کم رہی ہے۔ سوائے اِس کے کہ علی گڑھ سے وابستہ افراد کی کچھ پیش رفت نظر آتی ہے جیسے علی گڑھ کے علم طالب اور بعد میں اِس کے وائس چانسلر سید بشیر حسین زیدی کی تقریظ کے ساتھ انتخابِ کلامِ فارسی منظرِ عام پر آیا۔ غالب کے فارسی اشعار کا مجموعہ مشمولہ فکر ونظر، مآثرِ غالب مشمولہ علی گڑھ میگزین منظرِ عام پر آئے۔

اشاریہ کلامِ فارسی

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی مطبوعات:

۱۔ انتخابِ غالب (کلامِ اُردو فارسی)، ترتیب وتصحیح: امتیاز علی خاں عرشی۔

علی گڑھ کی مطبوعات:

۲۔ مآثرِ غالب (آثارِ غالب)، (مرتبہ) قاضی عبدالودود، طبع اول: علی گڑھ میگزین غالب نمبر، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۴۹-۱۹۴۸ء، صفحات ۶۸۔

۳۔ غالب کے اشعار فارسی کا مجموعہ (متعارفہ) قاضی عبدالودود، فکر ونظر علی گڑھ، شمارہ اپریل ۱۹۶۰ء۔

۴۔ مآثرِ غالب، قاضی عبدالودود، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔

نثرِ غالب فارسی

انیسویں صدی کے نصف اول کے فارسی ادب پر سرسری نظر بھی اس نتیجے پر پہنچا دیتی ہے کہ کیفیت وکمیت کے اعتبار سے اس دور کا فارسی ادب گزشتہ ادوار کے مقابلے میں زیادہ وقیع ہے۔ فارسی ادب کا شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہو جس پر اس دور کے علما اور ادبا نے طبع آزمائی نہ کی ہو اس کے علاوہ بعض ایسی کتابیں اس پر لکھی گئیں جن کی مثال گزشتہ ادوار میں مشکل سے نظر آتی ہے۔ غالب دہلوی کے بعد اقبال واحد ایسے مفکر ہیں جن کے فارسی کلام پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت سب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں شاہی درباروں نے ہمیشہ فارسی زبان وادب کی سرپرستی کی۔ فارسی ہندوستان میں درباری زبان رہی۔ اس کے نتیجے میں علما وشعرا وادبا کی ایک کثیر تعداد درباروں سے وابستہ اور اپنے اپنے مخصوص میدانوں میں علمی وادبی خدمات انجام دیتی رہی۔ غالب کو اس دَور کے فارسی شعرا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اگر چہ انیسویں صدی فارسی کے زوال کے آغاز کا دَور ہے مگر فارسی میں تاریخیں لکھی جانا فارسی کے اعتبار کا ثبوت ہے۔ غالب کی دستنبو فارسی نثر کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے [۱۷۶] جس طرح غالب کو فارسی کلام پر عبور حاصل تھا اسی طرح فارسی نثر میں بھی غالب کا ثانی کوئی نہیں ہے۔ پنج آہنگ، مہر نیم روز، دستنبو، نکات (اُردو) ورقعات (فارسی) کلیاتِ نثر غالب، غالب کی فارسی نثر کی عظیم نگارشات ہیں۔

جس طرح غالب کا دیوان اُردو طبع اول مطبع سید الاخبار دہلی ۱۸۴۱ء اور دیوان فارسی طبع اول مطبع دار السلام حوض قاضی، دہلی ۱۸۴۵ء یکے بعد دیگرے شائع ہوئے بلکہ بہ لحاظِ تاریخی ترتیب میں یہ کہوں گی کہ فارسی اُردو کلام دونوں ساتھ ساتھ رہے ہیں کیونکہ ''گل رعنا'' قلمی اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب ہے جس کی سالِ ترتیب ۲۹-۱۸۲۸ء ہے اسی طرح میخانۂ آرزو سرانجام کلیاتِ نظم ونثر فارسی ہے اس کی ترتیب کا زمانہ ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۸۳۵ء ہے گو کہ فارسی کلام کی اشاعت اُردو کلام کی اشاعت سے ٹھیک چار سال بعد ہوئی اور غالب کو اُردو کلام سے زیادہ فارسی کلام پر فخر تھا، خدا کی قدرت دیکھئے کہ انہیں مقبولیت اُردو دیوان سے ہوئی۔ اسی طرح غالب کی فارسی نثر بھی ادبی دنیا میں قابلِ فخر ومنفرد مقام رکھتی ہے۔

غالب کے فارسی نثر میں اُن کی حیات میں شائع ہونے والی پہلی نثری کتاب ''پنج آہنگ'' (فارسی) طبع اول مطبع سلطانی قلعہ دہلی ۱۳، رمضان ۱۲۶۵ھ،۲۴ اگست ۱۸۴۹ء ہے غالب کے اُردو کلام کی پہلی اشاعت بھی علی گڑھ سے نہ ہوئی دلی سے ہوئی۔ فارسی کلام کی پہلی اشاعت بھی علی گڑھ سے نہ ہوئی دلی سے ہوئی اور اب فارسی نثر کی پہلی اشاعت بھی دہلی سے ہوئی۔

''پنج آہنگ'' طبع اول سلطانی، قلعہ دہلی، ۱۸۴۹ء کی بنیاد ۱۸۲۵ء (۱۲۴۱ھ) میں رکھی گئی تھی۔ اس سال انگریزوں

نے بھرت پور کے قلعہ پر لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کیا۔ اس لڑائی میں نواب احمد بخش خاں والیٔ فیروز پور جھرکہ ولوہارو، انگریزوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ غالب اور مرزا علی بخش خاں بھی اس موقع پر نواب صاحب کے ہم رکاب تھے۔ مرزا علی بخش نے غالب سے فرمائش کی کہ آپ میرے لیے تمام ایسے کلمات و جملے جمع کر دیں جو رسمی القاب وآداب اور لشکر وشکوہ اور شادی غم کے مواقع پر خطوں میں استعمال کیے جاسکتے ہیں اس پر مرزا نے فرہنگِ اول مرتب کیا اس کے بعد آہنگ دوم بھی مرزا علی بخش کی ہی درخواست پر لکھا جو چار ''زمزموں'' پر مشتمل ہے۔ زمزمہ اول میں مختصر مصادر کی حقیقت اور صرف کے اُصول بیان کیے ہیں۔ زمزمہ دوم میں ان کی توضیح وتشریح ہے زمزمۂ سوم میں بعض محاورات ومصطلحات دے کر ان کی تشریح کی ہے چہارم میں بعض الفاظ کے معنی ہیں آہنگ سوم میں اپنے دیوان فارسی سے ایسے اشعار انتخاب کیے ہیں جو خط یا دوسری تحریروں میں آرائش کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ آہنگ چہارم میں وہ نثریں ہیں جو مرزا نے خود اپنی تصنیفات کے آغاز وخاتمے میں یا دوسرے احباب کی کتابوں کے دیباچے یا تقریظ کے طور پر قلم بند کی ہیں۔ مرزا غالب کی زندگی میں اس کے دو اڈیشن شائع ہوئے تھے[۱۷۷]۔

مہر نیم روز (فارسی) طبع اول: فخر المطابع، دہلی، ۲-ربیع الاول، ۱۲۷۱ھ

۲۴ دسمبر ۱۸۵۴ء غالب جولائی ۱۸۵۰ء میں بہادر شاہ ظفر کی طرف سے خاندانِ تیموری کی تاریخ لکھنے کی خدمت پر مامور ہوئے۔ آخری طور پر طے یہ پایا کہ پوری تاریخ ''پرتوستان'' کے نام سے دو حصوں میں لکھی جائے جزو اول ''مہر نیم روز'' جس میں روزِ آفرینش سے ہمایوں کی جہانگردی و جہانگیری تک کا بیان اور دوسرے حصے کا نام انہوں نے ''ماہ نیم ماہ'' تجویز کیا اس میں وہ جلال الدین اکبر سے بہادر شاہ ظفر تک کے حالات قلم بند کرنا چاہتے تھے دوسرا حصہ وجود میں ہی نہ آسکا پہلے حصے کی اشاعت الگ سے غالب کی زندگی میں ایک ہی دفعہ ہوئی[۱۷۸]۔

دستنبو (فارسی) طبع اول: مطبع مفید الخلائق، آگرہ اوائل نومبر ۱۸۵۸ء میزبانِ فارسی، قدیم غالب نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء تک کے عام حالات، رودادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی سال بھر سے زیادہ کا حال نثر میں لکھا ہے اس التزام کے ساتھ کہ عربی کا کوئی لفظ اس میں استعمال نہیں ہوا غالب کا یہ دعویٰ مطالعہ مذکورہ کتاب ثابت ہوتا ہے کہ غالب کا یہ دعویٰ کامیاب نہیں رہا غالب نے اس مسودے کو جب آگرہ بھیج دیا تو قصیدہ ملکہ وکٹوریہ بھی شامل کر دیا۔ اس کے دو مستقل اڈیشن غالب کی زندگی میں شائع ہوئے تھے[۱۷۹]۔ دیگر اڈیشن وفات کے بعد شائع ہوئے ہیں جن کی تفصیل راقم الحروف نے اشاریہ میں دے دی ہے۔

نکات غالب (اُردو) رقعات غالب فارسی طبع اول: مطبع سراجی فروری ۱۸۶۷ء کتاب کے صفحہ ایک پر ماسٹر پیارے لال آشوب، اسسٹنٹ ماسٹر مدرسہ ضلع دہلی کی ''التماس'' درج ہے جس سے بعض ضروری باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

غالب کے مختصر دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ''نکاتِ غالب'' کے اوراق پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ سر ڈانلڈ مکلوڈ کو نذر کرنے کے لیے تیار کیے تھے جس کی تالیف کا مقصد غالب نے خود یہ بیان کیا ہے: ''فقیر حقیر کو اس تحریر سے ان صاحبان کو انگریز کی خدمت گزاری مراد ہے جو ولایت سے تشریف لائیں اور فارسی و اُردو کو اچھی طرح نہ جانتے ہوں پس اب ضرور آپڑا ہے کہ لغات مشکل کم تر درج کروں بلکہ الفاظ زدِعوام سے کام لوں۔''

طبع دوم جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، کلچر اینڈ لینگویج، سری نگر، اکتوبر ۱۹۶۲ء اکبر علی خان کے تعارف، ترتیب اور حواشی کے ساتھ شائع ہوا۔

کلیاتِ نثر غالب (فارسی) طبع اول، مطبع نولکشور، جنوری ۱۹۶۸ء، یہ کلیات پنج آہنگ، مہر نیم روز و دستنبو کا مجموعہ ہے جس کی طبع دوم مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۷۱ء، طبع سوم، مطبع نولکشور، کان پور، ۱۸۷۵ء، طبع چہارم، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۸۴ء میں چند مفید تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

قاطع برہان (فارسی) طبع اول مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۶۷ء

انقلاب ۱۸۵۷ء کے زمانے میں غالب نے مولوی محمد حسین برہان تبریزی کی تالیف لغات فارسی کی مشہور کتاب ''برہان قاطع'' جو دقت نظری سے پڑھا تو اسے اغلاط سے مملو پایا اور اس پر حواشی میں اپنی تالیقات لکھتے گئے ہنگامہ فرو ہونے پر یہ یادداشتیں نواب نیر درخشاں کے کہنے پر کتابی صورت میں شائع کرالیں [۱۸۰]۔

درفش کاویانی، طبع اول، اکمل المطابع، دہلی، دسمبر ۱۹۶۵ء

یہ کتاب قاطع برہان میں معمولی ردوبدل اور کچھ مزید فوائد کا اضافہ کر کے غالب نے میر غلام بابا خاں رئیس کی مدد سے دوبارہ درفش کاویانی کے نام سے ۱۸۶۵ء کے اواخر میں شائع کی یہ ایڈیشن محدود تعداد میں چھپا [۱۸۱]۔

مالک رام کے مطابق غالب کی وفات کے بعد (کچھ) کتابیں ایسی چھپی ہیں جن میں بعض نئی چیزیں شامل ہیں۔۔۔ان کتابوں سے غالب کی بعض نئی تحریریں منظر عام پر آگئیں۔۔۔ یہ بہت کار آمد ہیں اور اس لیے (تصانیفِ غالب) کے سلسلے میں ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں 'باغ دودر'' اس کی تالیف ۱۶ مئی ۱۸۶۶ء میں ہوگئی تھی اسے اورینٹل کالج میگزین نے ۱۹۷۰ء میں دو قسطوں میں شائع کیا پھر دیگر اشاعت بھی ہوئیں اس کتاب کی تفصیل کلام فارسی میں ہو چکا ہے۔

''مکاتیب غالب'' (نوابانِ رام پور کے نام) مرتبہ ومتعارفہ امتیاز علی عرشی، طبع اول، مطبع قیمہ، بمبئی ۱۹۳۷ء غالب کی دربارِ رام پور سے بارہ برس خط وکتابت رہی۔ جنوری ۱۸۵۷ء سے مارچ ۱۸۶۵ء تک نواب یوسف علی خاں کے ساتھ اور اس کے بعد اپنی موت ۱۸۶۹ء کلب علی خاں کے ساتھ یہ خط ریاست رام پور کے دارالانشا میں محفوظ تھے امتیاز علی عرشی کے دستِ مبارک سے منظر عام پر آئے دیگر کئی اشاعتیں ہو چکی ہیں [۱۸۲]۔

متفرقات غالب (غالب کے غیر مطبوعہ مکتوبات منظومات فارسی) مرتبہ مسعود حسین رضوی ادیب، طبع اول، ہندوستان پریس رام پور، ۱۹۴۷ء۔ یہ نوادر ایک قلمی بیاض پر مبنی ہیں جو مسعود حسن رضوی کے پاس موجود تھی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض اس نے مرتب کی جس کا تعلق کلکتہ سے تھا اور جو غالب کے قریب تھا[۱۸۳]۔

ماثرِ غالب مرتبہ قاضی عبدالودود طبع اول در علی گڑھ میگزین غالب نمبر جلد ۲۴ نمبر ۲-۴۹-۱۹۴۸ء یہ پہلی کتاب میرے پیش نظر ہے جو علی گڑھ سے نثر فارسی کی باقاعدہ اشاعت ہے یہ مجموعہ پہلے علی گرھ میگزین میں بطور ضمیمہ دیا گیا بعد میں ماثر غالب کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوا[۱۸۴]۔

''نادراتِ غالب'' (حقیر کے نام غالب کے غیر مطبوعہ خطوط) جسے میرن اور مجروح نے اشاعت کی غرض سے فراہم کیا لیکن یہ شائع نہ ہو سکا بعد ازاں میرن صاحب کے نواسے آفاق حسین آفاق نے اسے شائع کرایا اس مجموعے میں ایک خط فارسی کا شامل ہے باقی ۷۳ اُردو کے خطوط ہیں۔[۱۸۵]

''نکات ورقعات غالب'' (غالب کا ایک نادر مجموعہ) تعارف اکبر علی خان، جموں اینڈ کشمیر آف آرٹس سری نگر ۱۹۶۲ء پہلا حصہ نکات غالب پنج آہنگ کے آہنگِ چہارم کا اُردو ترجمہ ہے اور اس کے دوسرے حصے میں آہنگ ہی سے پندرہ فارسی مکتوبات انتخاب کر کے شامل کتاب کر لیے گئے ہیں۔ نکاتِ غالب خود غالب کا ترجمہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کس قدر ترجمے میں آزادی کے قائل تھے۔ بہ تفصیل ذیل چند ایسے مجموعے میں جو غالب کی وفات کے بعد غیر مطبوعہ محفوظ ہیں۔''مسودہ قاطع برہان'' غالب نے برہان قاطع کے جس نسخے کے حاشیے پر اپنے اعتراضات لکھے تھے وہ اب کتاب خانۂ رام پور میں آ گیا ہے اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے قاطع برہان میں اپنے تمام اعتراض شامل نہیں کیے اور حسبِ ضرورت ان کی زبان وغیرہ میں بھی تبدیلی کی تھی اس کتاب میں ان تمام حواشی کو جمع کر کے ان پر تبصرہ ومحاکمہ کیا گیا ہے۔''[۱۸۶]

''غالب وذکا کی مراسلت'' مملوکہ آغا حیدر حسین، ۱۹۴۷ء۔ غالب کے وہ خطوط جو ذکاء نے غالب اور غالب نے ذکا کو لکھے، ذکا نے انہیں کتابی شکل دے دی اس کا قلمی نسخہ آغا حیدر حسین کے پاس موجود ہے[۱۸۷]۔

''مکاتیبِ غالب'' مختلف کتابوں رسالوں اخباروں میں بکھرے پڑے ہیں۔ غالبیات سے دلچسپی رکھنے والوں نے بے شمار تحریریں یکجا کیں اور ان پر مضامین بھی لکھے یہ سلسلۂ نثر غالب علی گڑھ میں بھی جاری ہے اور مکاتیب غالب پر تمام متفرقات کا تو احاطہ نہیں کیا جا سکتا یہاں صرف علی گڑھ میں چھپنے والے یا علی گڑھ سے وابستہ مشاہیر ادب کے دستِ قلم سے جو کچھ منظر عام پر آیا ہے ان کا تعارف ضروری ہے بقول مختار الدین احمد ہندوستان میں ابھی تک غالب کے خطوط برآمد ہونے کی اُمید ہے یہ سارے خطوط صحیح متن اور مفید حواشی کے ساتھ جلد شائع ہو جانے چاہئیں اور نئے خطوط کی تلاش برابر جاری رکھنی

چاہیے۔اس ضمن میں غالب کے فارسی خطوط کا مجموعہ متعارفہ قاضی عبدالودود ۱۹۶۲ء غالب کے ایسے خطوط کا مجموعہ ہے جس میں تین قسم کے خطوط ہیں

۱۔ بالکل نئے خطوط

۲۔ پرانے خطوط ،معتد بہ اختلافِ متن کے ساتھ

۳۔ پرانے خطوط جن کا یا تو متن وہی ہیں جو ''پنج آہنگ'' میں ہے یا اختلاف ہے تو اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر ہے یہ مجموعہ بدقسمتی سے کرم خوردہ ہے۔

غالب کے غیر مطبوعہ فارسی مکتوب کا سلسلہ لا متناہی ہے مگر راقم الحروف کو علی گڑھ کے حوالے سے چند مکتوبات جو مختلف رسائل وکتب میں بکھرے پڑے ہیں اور علی گڑھ سے شائع ہوئے ہیں، تفصیل ملاحظہ کیجیے:

''غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب'' متعارفہ، آرزو، مختارالدین احمد، ڈاکٹر، اُردو ادب ،علی گڑھ جولائی تا دسمبر ۱۹۵۲ء، ص ۹۴-۱۰۰۔ مختارالدین مسلم یونیورسٹی میں اُستاد رہ چکے ہیں۔قندِ مکرر غالب پر ان کا کام قابلِ قدر ہے (غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ)۔مرتبہ، مترجم اکبر علی خان، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔ یہ فارسی خط اکبر علی خان کی کاوش ہے۔

نثرِ غالب اُردو

غالب کا یہ دعویٰ بالکل درست ثابت ہوا

''ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے''

یہ صحیح ہے کہ کون ایسا شخص ہے جو غالب کی شخصیت اور ان کی شاعری سے واقف نہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غالب محض ایک شاعر نہیں تھے بلکہ وہ ایک اچھے اور کامیاب نثار بھی تھے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ وہ فارسی اور اُردو شاعری کی طرح باضابطہ طور پر نثر نگاری کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا نثری حصہ نہایت قلیل اور کم مایہ ہے۔ غالب کو پینترے باز کہا جاتا ہے شاید اسی لیے کہ چاہے فارسی شاعری ہو یا اُردو شاعری، فارسی نثر ہو یا اُردو نثر، غالب نے ہر میدان میں خود کو منوایا ہے۔ اگر چہ وہ اُردو میں شعر کہنے کو باعثِ ننگ سمجھے تھے۔ مگر اس وقت ذوق کا طوطی بولتا تھا[۱۸۸] غالب کس طرح اُردو میدان میں اترے۔ عطا کاکوی لکھتے ہیں:

> ''غالب کو جس چیز نے اُردو کی طرف متوجہ کیا وہ ذوق کی ذات تھی۔ غالب کے سینے پر سانپ لوٹتا تھا جب وہ دیکھتے تھے کہ میاں شیخ رمضان کا بیٹا بادشاہ کا استاد بنا بیٹھا ہے پہلے تو وہ دل کو بہلاتے رہے۔ میاں ذوق اپنی اُردو وردو کہہ لیا کرو جو تمہارے لیے باعث فخر ہے وہ میرے لیے باعث ننگ ہے مجھے اپنی فارسی پر ناز ہے۔۔۔۔ غالب فارسی اشعار ہی نہیں فارسی نثر بھی لکھتے تھے مجموعہ نثر غالب شاہد ہے کہ فارسی میں وہ بڑی بڑی موشگافیاں کرتے تھے۔ عبارت آرائی، مضمون آفرینی کے خوب خوب جوہر دکھلاتے تھے۔ غضب تو یہ کیا کہ اپنے مختصر ''اُردو دیوان'' کا دیباچہ بھی لکھا تو فارسی ہی میں۔''[۱۸۹]

غالب اردو نثر لکھنا اپنی شان کے منافی سمجھتے تھے مگر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد گھر میں مقید ہو کر رہ گئے اور یہی خط و کتاب کا ایک سلسلہ تھا جس سے وہ اپنے عزیز و اقارب، دوستوں، محسنوں اور شاگردوں سے رابطہ رکھے ہوئے تھے۔ غالب کہتے ہیں: ''میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے پر جیتا ہوں، جس کا خط آیا میں نے جانا وہ شخص تشریف لایا۔''

شروع شروع میں غالب فارسی میں خط لکھتے تھے آہستہ آہستہ اُردو مراسلت نگاری کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس حوالے سے عطا کاکوی لکھتے ہیں:

''غالب نے فارسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اور اپنی زندگی کا متعد بہ حصہ اِس کی خدمت میں صرف کر ڈالا۔ اِن کو اِسی پر ناز تھا۔ وہ بہانگِ دہل اعلان کر بیٹھے کہ 'فارسی بین تا بہ بینی، نقش ہائے رنگ رنگ' مگر مشیت مسکرا رہی تھی کہ غالب تم جس کو نقش ہائے رنگ رنگ کہہ رہے ہو وقت اِس کو نقشِ آب کر دے گا اور زبانِ اردو جس کو تو بے رنگ کہہ رہی ہو اِس میں وہ نیرنگی پیدا ہوگی جو تمہاری شہرت اور بقائے دوام کی ضامن ہوگی۔'' ☆

غالب کے گمان میں بھی نہ ہوگا کہ ان کے اُردو خطوط نثر نگاری میں اس قدر مقام حاصل کریں گے اور غالب کو جدید نثر کا بانی قرار دیا جائے گا۔ گویا اُردو نثر کی اشاعت کا سلسلہ بھی غالب کی زندگی میں ہی شروع ہوگیا تھا غالب اقلیمِ شعر وادب کا ایسا شہسوار ہے جسے اپنی زندگی میں ہی شہرت ومرتبہ حاصل ہوگیا تھا اور ان کی نگارشات اُردو ادب کا مایہ ناز سرمایہ ہیں۔ بقول عطا کاکوی:

''اُردو نثر میں غالب کا جو مایہ ناز سرمایہ ہے وہ ان کے بے ساختہ انداز میں لکھے ہوئے مکاتیب ہیں۔''[۱۹۰]

غالب کی فارسی نثر نگاری کی روایت پر نظر ڈالیں تو سب سے پہلے درحیاتِ غالب ہمیں برہان کے مباحث میں شامل چار پمفلٹ کا تذکرہ ضروری ہے جو باقاعدہ کتابچہ (رسالہ) کی صورت میں شائع ہوئے۔

۱۔ ''لطائف غیبی'' (اُردو) طبع اول: اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۴ء

۲۔ ''نامہ غالب'' (اُردو) طبع اول: مطبع محمدی، دہلی، ۱۸۶۵ء

۳۔ ''سوالاتِ عبدالکریم'' (اُردو) طبع اول: اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۵ء

۴۔ تیغ تیز ''اُردو'' طبع اول: مطبع اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۷ء

لطائفِ غیبی (اُردو) طبع اول اکمل المطابع دہلی، ۱۸۶۴ء ''محرق قاطع برہان'' (۱۸۶۴ء) منشی سعادت علی کی رد میں لکھی گئی۔ نامۂ غالب (اُردو) طبع اول مطبع محمدی دہلی قبل ستمبر ۱۸۶۵ء سے پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ یہ غالب کا ۱۶ صفحے کا خط ہے جو الگ سے تین سو جلدوں میں کتابی شکل میں شائع ہوا[۱۹۱] سوالاتِ عبدالکریم (اُردو) طبع اول اکمل المطابع دہلی ۱۸۶۵ء۔ یہ کتابچہ بھی سید سعادت علی کی فارسی تالیف ''محرق قاطع برہان'' کی رد میں لکھا گیا۔

☆ مزید تفصیلات کے دیکھئے: ''غالب کی اردو نثر نگاری''، عطا کاکوی، مشمولہ ''غالب نامہ''، جلد پنجم، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۹۔

تیغِ تیز طبع اول مطبع اکمل المطابع، دہلی، ۱۸۶۷ء موید برہان (فارسی) مطبوعہ ۱۸۶۶ء از آغا احمد علی شیرازی، جہانگیری کے رد میں غالب کی ایک مختصر کتاب ہے جس کی ۷ فصلیں ہیں[۱۹۲]۔ مذکورہ فارسی نثر کے سلسلے کی تفصیل سے اندازہ ہوا کہ اس سارے سلسلے میں غالب کی زندگی میں علی گڑھ سے کوئی نثری کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ اصل میں مندرجہ بالا ایسے پمفلٹ تھے جو ''قاطع برہان'' جو مولوی محمد حسین برہان تبریزی کی فارسی لغت اس کو غالب نے پڑھنے کے بعد اغلاط اس کتاب کے حاشیے میں لکھی پھر اسے کتابی صورت میں برہان قاطع کے عنوان سے شائع کرایا تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ کئی اعتراضات اُٹھائے گئے غالب نے معتبر کتاب کی غلطیاں نکالیں جس کی اس دور میں اہمیت مسلم تھی۔ خیر غالب نے ان اعتراضات کا جواب دیا اِن جوابات کو پھر رسالہ یا پمفلٹ کی صورت میں محفوظ کرلیا گیا ان کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ غالب نے نہیں لکھے ان کے شاگردوں نے ان اعتراضات کا جواب دیا تھا کچھ کا خیال ہے کہ یہ متذکرہ پمفلٹ غالب کی ہی تحریریں ہیں۔

اُردو میں نثرِ غالب کی اشاعت کا سلسلہ غالب کی باقاعدہ خطوط نگاری سے کہیں پہلے شروع ہوگیا تھا اس سلسلے میں مباحثہ قاطع برہان کے سلسلے میں شائع ہونے والے بیانات اہم ہیں جس میں لطائف غیبی، نامہ غالب، سوالات عبدالکریم اور تیغ تیز کی اشاعت ہوئی ان تمام اُردو کتابچوں کی اشاعت اکمل المطابع، دہلی اور مطبع محمدی دہلی سے ہوئی کسی بھی نثر اُردو غالب کی اشاعت علی گڑھ سے ان دنوں نہیں ہوئی۔ شاید اس کی وجہ علی گڑھ میں پریس کا نہ ہونا ہو۔ سوالات عبدالکریم بعنوان ''قاطع برہان'' مع رسائل متعلقہ مرتبہ قاضی عبدالودود سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقات پٹنہ ۱۹۶۷ء شائع ہوا۔ قاضی عبدالودود کا چونکہ علی گڑھ کے طلبا انجمن تحریک غالبیات کے سلسلے میں نمایاں کام نظر آتا ہے لہٰذا ان کی اشاعت اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگرچہ یہ علی گڑھ سے نہیں پٹنہ سے چھپا تھا مگر ہم اس کو علی گڑھ کا ہی سلسلہ ظاہر کریں گے۔ عودِ ہندی غالب کے اُردو خطوں کا پہلا مجموعہ تھا جو کہ میرٹھ سے شائع ہوا جو تاریخ نثر اُردو میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پروفیسر حمید احمد خان، ادبی دنیا، لاہور، دسمبر ۱۹۴۹ء میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''خطوں کا پہلا مجموعہ 'عودِ ہندی' کے نام سے ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو غالب کی زندگی میں شائع ہوا یہ دن صرف غالب کے سوانح نگار اور نقاد کے لیے ہی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ تاریخ نثر اُردو میں بڑے انقلاب کی خبر دیتا ہے۔ جو اسباب انیسویں صدی کے شروع میں اُردو نثر کے ظہور اور اس صدی کے نصف آخر میں اس کی ترقی کا باعث ہوئے انہوں نے مل جل کر مقبول عام کتاب کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔''[۱۹۳]

اس کتاب کو دیگر پندرہ ادارے شائع کرچکے ہیں اس سلسلے کی راقم الحروف کے پیش نظر پہلی اشاعت سے ۱۸۶۵ء

تک تیرہ ایڈیشن ہیں جن میں سے صرف دو علی گڑھ سے شائع ہوئے۔ اغلباً اس کی چوتھی اشاعت مراۃ العلوم، علی گڑھ ۱۹۱۰ء میں ہوئی اور اس سلسلے کی شاید آٹھویں اشاعت مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوئی۔ ا۔ اُردوئے معلیٰ حصہ اول، طبع اول، اکمل المطابع دہلی، ۶ مارچ ۱۸۶۹ء ۲۔ اُردوئے معلیٰ حصہ دوم، طبع اول، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۸۹۹ء ۳۔ اُردوئے معلیٰ (ہر دو حصہ) مع ضمیمہ، طبع اول، مطبع کریمی، شیخ مبارک علی، لاہور ۱۹۲۲ء میں سے اُردوئے معلیٰ حصہ دوم مطبع مجتبائی مرتبہ الطاف حسین حالی علی گڑھ سلسلے کی کڑی ہے۔

مندرجہ بالا کتب درحیات میں سے سوائے دو کے اور کسی کا حوالہ علی گڑھ نہیں بنتا۔ غالبیات کے سلسلے کو مابعد زیادہ تحریک ملی اس میں نادرات غالب ادارہ نادرات کراچی ۱۹۴۹ء میں نبی بخش حقیر اور ابن حقیر کے نام ۷۴ خطوط ہیں۔ یہ سلسلہ غالبیات مابعد کی کڑی تو ہے مگر علی گڑھ کا حوالہ نہیں ہے۔ غالب کی نادر تحریریں مرتبہ خلیق انجم مکتبہ شاہراہ دہلی، فروری ۱۹۶۱ء، علی گڑھ کا اہم حوالہ ہے چونکہ خلیق انجم علی گڑھ کے طالب علم اور استاد بھی رہے ہیں اس لیے اس کتاب کا تعلق علی گڑھ کے حوالے سے دیکھا جائے گا۔ مقالہ ''غالب کی نادر تحریریں'' کئی رسائل میں بھی شائع ہوا۔ مثلاً مشرب کراچی، ۱۹۵۷ء، آج کل دہلی، ۱۹۵۲ء، نقوش لاہور، ۱۹۵۵ء، آج کل دہلی ۱۹۵۱ء، نقوش ۱۹۵۷ء، نگار لکھنؤ ۱۹۵۱ء، معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۲ء، تذکرۂ مخزن شعرا ۱۹۳۳ء، اُردو اورنگ آباد ۱۹۳۴ء، سہ ماہی ہندوستان ۱۹۳۴ء، آج کل دہلی ۱۹۵۴ء، نگار لکھنو ۱۹۵۰ء، آج کل دہلی ۱۹۳۲ء، زمانہ کانپور ۱۹۴۱ء۔ اس کے علاوہ بھی کئی جگہ یہ مقالہ کی صورت میں شائع ہوا جس نے بعد میں کتابی شکل اختیار کر لی۔

''انشائے غالب'' مرتبہ غالب ۱۸۶۸ء مملوکہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، یہ مجموعہ غالب نے اپنی زندگی میں ڈاکٹر ضیاالدین کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس کا ایک ایڈیشن لاہور میں شائع ہوا جو غلطیوں سے مملو تھا۔ بعد میں عبدالستار صدیقی کی تصحیح وتحشیر سے دوبارہ شائع ہوا۔

''نوادرِ غالب'' مرتبہ مختارالدین احمد، ۱۹۴۹ء، **''گنجینۂ غالب''** مرتبہ مختارالدین احمد، ۱۹۵۳ء غالب کے نادر خطوط کے مجموعے ہیں جو مختارالدین نے مرتب کیے ہیں۔ مختارالدین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاد رہے ہیں ان کا یہ کام قابلِ قدر ہے۔

''خطوطِ غالب'' مرتبہ مہیش پرشاد صوبہ متحدہ الہ آباد اشاعت اول ہے۔ دوم انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی جس دوسری جلد میں تمام وہ خطوط جو اُردوئے معلیٰ اور عودِ ہندی اور مکاتیب غالب میں شائع ہو چکے ہیں یا جن تک ان کی دسترس ہو سکی شامل کر لیے ہیں۔ مہیش پرشاد بھی علی گڑھ کا اہم حوالہ ہیں۔

''مکاتیب الغالب'' مرتبہ جناب مولوی حاجی سید شاہ علی احسن علی گڑھ کمپنی علی گڑھ، سن ندارد، ص ۲۳۸ اُردو خطوط مجموعہ جس میں ۱۸۸ خط شامل ہیں علی گڑھ سے شائع ہونے والی کتب میں اہمیت کی حامل ہے۔

''خطوطِ غالب'' مالک رام، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۲ء ص ۴۴۸ ہے یہ اُردو خطوط کا مجموعہ جس میں عودِ ہندی اور اُردوئے معلّٰی دونوں مجموعوں کو شامل کیا گیا ہے اس کا پہلا ایڈیشن مولوی مہیش پرشاد نے مرتب کیا تھا جس پر ڈاکٹر عبدالستار نے نظر ثانی کی تھی۔ ۱۹۴۱ء میں ہندوستان اکیڈمی نے شائع کیا یہ ایڈیشن ٹائپ میں چھپا تھا۔مہیش پرشاد کے انتقال کے بعد دوسرے ایڈیشن کی فرمائش مالک رام سے کی گئی جو انہوں نے خوب نبھائی۔

''نکات ورقعات'' (غالب کا ایک نادر مجموعہ) تعارف اکبر علی خان، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی سری نگر، ۱۹۶۲ء، جس کے پہلے حصے میں نکات غالب پنج آہنگ کے آہنگ چہارم کا اُردو ترجمہ ہے اس کے دوسرے حصے میں پنج آہنگ ہی سے ۱۵ فارسی مکتوبات شامل کردیئے گئے ہیں اس کتاب کے ترجمے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب ترجمے میں آزادی کے قائل تھے۔

''غالب کے خطوط''، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء (جلد اول)

''غالب کے خطوط''، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء (جلد دوم)

''غالب کے خطوط''، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۷ء (جلد سوم)

''غالب کے خطوط''، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۳ء (جلد چہارم)

''غالب کے خطوط''، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء (جلد پنجم)

(مندرجہ بالا ''خطوط غالب'' کی پہلی چار جلدیں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی نے بھی شائع کیں ہیں۔

خلیق انجم غالب کے خطوط کی پانچ جلدیں مرتب کر چکے ہیں۔ان سے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا کہ اگر آپ کو دوسرا جنم ملے تو کیا کریں گے تو موصوف نے فرمایا غالب کے خطوط کی جلدیں دوبارہ مرتب کروں گا۔ان کا نام غالبیات اور علی گڑھ میں کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔[۱۹۴]

اس کے علاوہ غالب سے متعلق مضامین جو مکاتیب غالب سے متعلق ہیں کئی رسائل وکتب میں بکھرے پڑے ہیں جو علی گڑھ سے شائع ہوئے یا علی گڑھ کے بانی تحریکِ غالبیات میں ہردم کوشاں رہے ان مضامین کا سلسلہ علی گڑھ میں ایک خاصے کی چیز ہے۔ بقول آل احمد سُرور غالب کی تحریروں کا ایک ایک لفظ اہلِ نظر کی آنکھ کا سرمہ ہے ان کا مطالعہ ان کی شخصیت، مزاج، کردار، حالات اور ادبی ذوق کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے متفرق مکاتیب کے علاوہ خودنوشت حالات لطائف اور اصلاحوں کا حوالہ بھی ضروری ہے جو بہ تفصیلِ ذیل ہے۔

غالب کی تحریروں کے چار عکس، متعارفہ مختار الدین احمد (ڈاکٹر) علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء

غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر متعارفہ مختار الدین احمد (ڈاکٹر) اُردوئے معلّٰی دہلی، فروری ۱۹۵۳ء

غالب کی خودنوشت سوانح کا ایک ورق، متعارفہ عبدالحق، ڈاکٹر، مولوی، احوالِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء

غالب کے خطوط کے لفافے، متعارفہ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر، ہندوستانی الٰہ آباد، اپریل ۱۹۳۴ء

غالب کی اصلاح ایک مثنوی پر، متعارفہ مہیش پرشاد، مولوی۔

غالب بہ پیارے لال، متعارفہ کیفی، پنڈت دتاتریہ، احوالِ غالب، ۱۹۵۳ء (متعارفہ عبدالستار صدیقی)

غالب کی کہانی خود ان کی زبانی، مرتبہ عتیق صدیقی

آج کل، دہلی، ۱۹۵۲ا یسے افراد کے ہیں جو علی گڑھ کے طالب علم و استاد رہے۔

غالب کے بعض مکاتیب غالب کے متداول ایڈیشن اور انتخاب کا سلسلہ بھی علی گڑھ میں جاری رہا۔ اس ضمن میں علی گڑھ کے درج ذیل ایڈیشن قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ **منتخبات عودِ ہندی**، احسن مارہروی، علی گڑھ، ۱۹۲۹ء

۲۔ **مکاتیب غالب**، احسن مارہروی، علی گڑھ، ۱۹۳۶ء

۳۔ **خطوطِ غالب**، جلد اول، طبع اول، مرتبہ مہیش پرشاد، نظر ثانی ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، الہ آباد، ۱۹۴۱ء

''نامہ ہائے فارسی غالب'' (مرتبہ) اکبر علی ترمذی، مترجم لطیف الزماں خاں، دانیال کراچی، ۱۹۹۹ء، ۱۹۹۵ء۔

''مکتوباتِ غالب'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں لاہور سے اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۹ء میں کراچی سے شائع ہوا۔ اس میں ۳۵ خطوط اور پانچ ضمیمے ہیں یہ خطوط جو فارسی میں تھے ان کا ترجمہ لطیف الزماں خاں نے کیا ہے اس عرضی کے گرد گھومتے ہیں جو غالب نے برطانوی حکومت کو پیش کی تھی۔ نامہ ہائے فارسی کا دوسرا ترجمہ پرتو روہیلہ نے ۱۹۹۹ء میں کیا اور تیسرا ترجمہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے نقشِ نیم رُخ کے عنوان سے ۲۰۰۲ء میں کیا۔

مہر نیم روز عکس مخطوطہ و ترجمہ، یہ واحد معلومہ مخطوطہ ہے جو ذخیرۂ غالب لطیف الزماں خاں کے پاس موجود ہے۔ اس مخطوطے کا عکس (عکسی مخطوطہ و ترجمہ، مترجم لطیف الزماں خاں، ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۵ء) ترجمہ لطیف الزماں خاں نے شائع کروا دیا ہے تا کہ عام قاری اس سے محروم نہ رہے۔

انفرادی تجزیہ نثر غالب

(۱) عودِ ہندی (اُردو)

۱۔ طبع اول در مطبع مجتبائی میرٹھ، ۱۰ر رجب ۱۲۸۵ھ اکتوبر ۱۸۶۸ء، ۱۸۸ صفحات۔

۲۔ مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۲۰ء۔

۳۔ مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۲۴ء۔

۴۔ مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۷ء۔

رقعات کی تعداد ۱۶۸۔ باہتمام: میاں محمد ممتاز علی خاں رئیس میرٹھ

زیرِنظر کتاب غالب کے اُردو خطوط کا مجموعہ ہے۔ کتاب کی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل 'مہر غالب' چودھری عبدالغفور صاحب کی مرتب کردہ ہے (خطوں کی تعداد ۳۱) دوسری فصل میاں ممتاز علی خاں، ناشر کے جمع کیے ہوئے خطوں پر مشتمل ہے (خطوں کی تعداد ۱۳۷)۔ اس حصے میں رقعات کے ساتھ خاتمہ اور چند نثریں ہیں جو جناب غالب نے دوسروں کی تحریروں پر فرمائی ہیں۔

(۲) انشائے غالب (مرتبہ) غالب

مملوکہ: ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ۱۹۲۵ء

''۱۸۶۵ء کے لگ بھگ مرزا نے اپنے اُردو خطوط کا ایک انتخاب شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین خاں کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس کے آخر میں انہوں نے اپنے چند اشعار بھی شامل کر دیئے بعد میں ڈاکٹر ضیاء الدین نے اس انتخاب کو اپنی مرتبہ ''انشائے غالب اُردو'' میں استعمال کیا تھا اس کا ایک ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا۔ پھر بعد میں ڈاکٹر عبدالستار کی تصحیح وتحشیہ سے دوبارہ شائع ہونے والا ہے۔'' (بحوالہ مالک رام مقدمہ دیوانِ غالب، دہلی، ۱۹۵۷ء، ص ۳۲، ۳۳)

(۳) اُردوئے معلٰی (حصہ دوم) (مرتبہ) الطاف حسین حالی

طبع اول، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۹۹۹ء، صفحات ۵۶۔

زیرِنظر کتاب غالب کے اُردو خطوط کا مجموعہ ہے۔ اس دوسرے حصے کا مواد مولانا حالی نے فراہم کیا جسے مولوی عبدالاحد نے حصہ دوم کے نام سے اُردوئے معلٰی کے آخر میں شائع کیا۔ اس حصے میں بالعموم وہ خط شامل ہیں جن میں غالب نے اپنے تلامذہ کو اصلاحیں دی ہیں یا بعض ادبی نکات پر روشنی ڈالی ہے۔ شروع میں دیباچے اور تقریظیں درج ہیں۔ کاظم علی خان اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' میں لکھتے ہیں: ''یادگارِ غالب کے بعد بحیثیت ارباب علی گڑھ حالی کا یہ دوسرا کارنامہ تھا جو

غالبیات کے سلسلے کو بڑھانے کی اہم کڑی ہے۔'' ('غالب نامہ'، دہلی، ۱۹۹۲ء)

(۴) مکاتیب الغالب (مرتبہ) جناب مولوی حاجی حافظ سید شاہ علی احسن صاحب احسن

علی گڑھ بک کمپنی علی گڑھ، سن ندارد، صفحات ۲۳۸۔

علی گڑھ بک کمپنی، علی گڑھ، طبع دوم ۱۹۳۱ء۔

فہرست

مقدمہ-ص ا تا ۴ (ا) سوانح عمری-ص ۴ تا ۶۸ (۲) تاریخ ولادت خاندان (۳) تعلیم (۴) تاہل، شادی (۵) مسکن (۶) مطالعہ کتاب (۷) قیام لکھنو (۸) ملازمت سرکاری سے انکار (۹) قید ہونے کا واقعہ (۱۰) قلعے کا تعلق (۱۱) خدمت اصلاح اشعار بادشاہ (۱۲) بدیہہ گوئی (۱۳) استعداد عربی (۱۴) فارسی دان (۱۵) عروض (۱۶) تاریخ وغیرہ (۱۷) خط-شعر خوانی (۱۸) وسعتِ اخلاق (۱۹) مروت (۲۰) فراخ حوصلگی (۲۱) حافظہ (۲۲) حسنِ بیان اور ظرافت (۲۳) لطیفے (۲۴) خودداری (۲۵) خوراک (۲۶) آموں کی رغبت (۲۷) ناؤنوش (۲۸) مذہب (۲۹) سلامتی طبع (۳۰) دادِ سخن (۳۱) حق پسندی (۳۲) راست گفتاری (۳۳) ناقدردانی کی شکایت (۳۴) اپنے عجز کا اقرار (۳۵) ہجو نہ لکھنا (۳۶) اولاد (۳۷) خانگی تعلقات (۳۸) موت کی آرزو (۳۹) اخیر عمر کی حالت (۴۰) مرض الموت کی حالت (۴۱) تاریخ وفات (۴۲) جنازے کی نماز (۴۳) شاگردوں کی کثرت (۴۴) کلام کی تنقید (۴۵) نظم اردو (۴۶) خصوصیات کلام (۴۷) مرتب کی رائے (۴۸) نثر اردو (۴۹) خصوصیات (۵۰) عودِ ہندی یا مہر غالب اور اردوئے معلّٰی کی ترتیب واشاعت (۵۱) مختلف افراد کے نام ۸۸ خطوط-ص ۶۹ تا ۲۳۷

علی احسن مارہروی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں اُستاد رہ چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ ہے جس میں مختلف افراد کے نام ۸۸ اٹھاسی خط شامل ہیں۔ آخر میں مسلم یونیورسٹی کے اردو پرچے (امتحان انٹرمیڈیٹ) بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں غالب کی سوانح عمری کا ۶۸ صفحات پر مشتمل ایک خاکہ پیش کیا گیا جو غالب کی مکمل زندگی کو ہمارے سامنے عہد بہ عہد پیش کرتا ہے۔ اس کتاب میں ہم غالب کی پہلو دار شخصیت کا مکمل عکس دیکھ سکتے ہیں۔

(۵) خطوط غالب (پہلی جلد) (مرتبہ) مہیش پرشاد

ہندوستانی اکیڈمی-صوبہ متحدہ الہ آباد، اشاعت پہلی جلد ۱۹۴۱ء، صفحات ۴۰۷۔

فہرست

(۱) مرزا تفتہ کے نام (۲) جواہر سنگھ جواہر کے نام (۳) بدر الدین ''فقیر'' کے نام (۴) عبدالجمیل جنون کے نام (۵) انورالدولہ شفق کے نام (۶) سید یوسف مرزا کے نام (۷) یوسف علی خاں ''عزیز'' کے نام (۸) احمد حسین ''میکش''

کے نام (۹)''قدر'' بلگرامی کے نام (۱۰)نواب یوسف علی خاں''ناظم'' کے نام (۱۱)حکیم غلام نجف خان کے نام (۱۲)میر مہدی''مجروح'' کے نام (۱۳)شہاب الدین احمد خاں''ثاقب'' کے نام (۱۴)مرزا حاتم علی''مہر'' کے نام (۱۵)صاحبزادہ زین العابدین کے نام (۱۶)علاؤالدین احمد خاں'علائی'' کے نام (۱۷)بنام ؟ (۱۸)شیونرائن''آرام'' کے نام (۱۹)بنام ؟۔

زیر نظر کتاب فوٹوسٹیٹ ہے۔ یہ کتاب مرزا غالب کے خط، رقعے وغیرہ کا مجموعہ ہے جو مہیش پرشاد نے مختلف ماخذوں سے جمع کر کے ترتیب دیئے اور عبدالستار صدیقی کی نظر کیے۔''غالب'' کے اردو خطوں کے دو مشہور مجموعوں''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کو شائع ہوئے ستر برس ہو چکے اور اب تک یہ دونوں کتابیں کئی کئی بار چھپیں مگر اردو نثر کے ان سادہ پرکار نمونوں کو خوش اسلوبی سے ترتیب دینے یا ان کے متن کی جیسے چاہیئے تھی تصحیح کرنے کی کوشش نہ ہوئی۔ ہر نئی اشاعت میں کچھ نئی غلطیاں داخل ہوئیں یہاں تک کہ اخیر اشاعتوں کا مشکل سے ہی کوئی صفحہ غلطیوں سے بچا ہے۔ ان غلطیوں کی خاطر خواہ اصلاح تب ہی ہو سکتی جب غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط سب کے سب مل جاتے۔ اصل خطوں کا ہاتھ آنا تو بڑی بات چھاپے کے پرانے نسخوں کا ملنا بھی دشوار ہے۔ منشی مہیش پرشاد نے بڑی ہمت کا کام کیا، انھوں نے خطوں کے متعلق بہت وافر مواد جمع کیا نہ صرف''عودِ ہندی'' اور''اردوئے معلیٰ'' کے خطوں کی یکجا کیا اور تاریخی ترتیب دی بلکہ جو اور خط کہیں اور شائع ہوئے تھے ان کو بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور کچھ ایسے خط بھی نامعلوم کن مشکلوں سے حاصل کئے جو اب تک شائع نہیں ہوئے تھے۔ اس سارے ذخیرے کو انھوں نے تاریخی سلسلے سے مرتب کیا اور کئی برس کی لگاتار محنت اور دوڑ دھوپ کے بعد ایک ضخیم مجموعہ''خطوط غالب'' کے نام سے دو جلدوں میں تیار ہوا۔ زیر نظر کتاب پہلی جلد ہے۔

(۶) مکاتیب غالب (مرتبہ) امتیاز علی خاں عرشی

ناظم کتاب خانہ رامپور، باراول ۱۹۳۷ء - بار دوم ۱۹۴۳ء- بار سوم ۱۹۴۵ء - بار چہارم ۱۹۴۶ء- بار پنجم ۱۹۴۷ء- بار ششم ۱۹۴۹ء، صفحات ۲۰۵۔

فہرست مضامین

(۱)تقریب کتاب (۲)دیباچہ (۳)تمہید (۴)سرگزشت غالب (۵)تصانیف (۶)تلامذہ (۷)لوازمات امارت (۸)انگریزی تعلقات (۹)بہادر شاہ ظفر سے تعلقات (۱۰)تعلقات رامپور (۱۱)انشای غالب (۱۲)متعلقات انشا (۱۳)طباعت خطوط (۱۴)بحضور نواب فردوس (۱۵)بحضور نواب خلد آشیاں طاب ثراہ (۱۶)بحضور نواب سید زین العابدین خان بہادر (۱۷)بمطالعہ منشی چند صاحب میر منشی (۱۸)بنام خلیفہ احمد علی صاحب احمد رامپوری (۱۹)بنام مولوی محمد حسن خان، مالک مطبع (۲۰)فہرست اشخاص وقبائل (۲۱)فہرست کتب واخبارات (۲۲)تصحیح واستدارک

فہرست تصاویر

(۱) شبیہ نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ متخلص بہ غالب- دیباچہ　(۲) عکسِ خط مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی محفوظہ دار الانشاء- دیباچہ　(۳) شبیہ مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علی خاں بہادر فردوس مکان، طاب ثراہ (۴) شبیہ مبارک جناب نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں طاب ثراہ۔

اصغر عباس کے مقالہ ''غالب اور علی گڑھ'' کے مطابق جب مکاتیبِ غالب کی اشاعت میں مولوی امتیاز علی عرشی ناظم کتب خانہ رام پور کو ادبی خدمت کے انجام دینے پر سید بشیر حسین زیدی (علیگ) نے مامور کیا اور وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات اور مشورے بھی دیتے رہے۔ اصغر عباس اپنے مقالے ''غالب اور علی گڑھ'' میں لکھتے ہیں: ''۱۹۳۷ء میں جب سلسلہ مطبوعات کتب خانہ رام پور کی پہلی کتاب 'مکاتیبِ غالب' مولانا امتیاز علی خان عرشی نے شائع کی تو اس کی اشاعت میں علی گڑھ کالج کے طالب علم اور بعد میں وائس چانسلر سید بشیر حسین زیدی، چیف منسٹر ریاست رام پور کی غالب سے دلچسپی کو بہت دخل ہے۔'' چونکہ اس کتاب کی اشاعت میں بشیر حسین زیدی کی دلچسپی کا عمل دخل ہے اور وہ علی گڑھ کے طالب علم بھی رہے اسی لیے شاملِ مقالہ کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''مکاتیب غالب'' غالب کے ان عرائض و خطوط کا مجموعہ ہے جو نواب فردوس مکان، نواب خالد آشیاں اور دیگر وابستگان دربار کی خدمت میں لکھے گئے مقدمہ و حواشی امتیاز علی عرشی نے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں مرزا کی سوانح لکھتے ہوئے مکاتیب دربار رامپور یا وابستگانِ دربار کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مطبوعہ ماخذات سے مدد لی گئی ہے۔ کتاب میں نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیاں اور مرزا غالب کی تصویریں اور مؤخر الذکر کے ایک خط کا فوٹو شامل ہے۔ نواب خلد آشیاں اور غالب کی قلمی تصویروں کے عکس شامل ہیں۔ مرزا غالب کی رسمِ تحریر بھی پیش کی گئی ہے اور یہ تحریر ان کے تخلیقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند ہے۔

(۷)　مآثر غالب　(غالب کی کمیاب نظم و نثر کا مجموعہ)　(مرتبہ) قاضی عبدالودود

انجمن ترقی اُردو بہار، پٹنہ، ستمبر ۱۹۴۹ء، پہلی بار۔

ادارہ تحقیقات اردو، پٹنہ، طبع دوم ۱۹۹۵ء، طبع سوم ۲۰۰۰ء، صفحات ۱۲۰۔ (بہ تصحیح ڈاکٹر حنیف نقوی)

فہرست

عرض حال- التماس- حصہ اول: (الف) اردو نثر: (۱) دیباچہ الطاف غیبی (۲) دیباچہ تیغ تیز (۳) ایک استفتا (۴) خط اردو بنام میر ولایت علی (۴) دو فارسی شعروں کے مطلب (ب) اردو نظم: (۱) اشتہار پنج آہنگ (۲) غزل اردو

(۳) رباعی درہجو سعادت علی (۴) ضروریات

(ج) فارسی نثر: (۱) تقریظ قاطع برہان (۲) تقریظ سفرنگ دساتیر (۳) تقریظ دری کُشا (۴) فارسی نثر (۵) نامہ منظوم بنام جوہر (۶) تین معمے (۷) رباعی (۸) ضروریات حصہ دوم: (۱) خطوط بنام مرزا احمد بیگ طپاں (۲) خط بنام سراج الدین احمد (۳) خط بنام خواجہ فیض الدین حیدر شائق (۴) خط بنام خواجہ محمد حسن (۵) خط بنام خواجہ فخر اللہ (۶) حواشی ماثر غالب۔ حواشی حصہ اول: (۱) حواشی نثر اردو (۲) حواشی نظم اردو (۳) حواشی نثر فارسی (۴) حواشی نظم فارسی حواشی حصہ دوم: (۱) حواشی خطوط فارسی (۲) غالب کی دوتحریروں کا عکس (۳) ماثر غالب کے بارے میں قاضی صاحب کی نئی تحریر کا عکس (۴) طبع اول کے ہر دو سرورق کا عکس (۵) حواشی و استدراکات از ڈاکٹر حنیف نقوی (۶) پسِ گفتار از ڈاکٹر حنیف نقوی۔از ڈاکٹر مختارالدین احمد۔

یہ مجموعہ پہلی بار علی گڑھ میگزین میں ۴۹-۱۹۴۸ء میں ''آثارِ غالب'' کے نام سے شامل ہوا پھر نیا سرورق لگا کر ''ماثر غالب'' کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی۔''ماثر غالب'' قاضی صاحب مرحوم کا مرتبہ مجموعہ نظم ونثر غالب (نثر میں خطوط کا حصہ غالب ہے) چھیالیس سال قبل ڈاکٹر مختارالدین کے مرتبہ علی گڑھ میگزین میں شائع ہوا تھا۔قاضی صاحب کی تمام کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ بنا تو ان میں ان کی یہ ترتیب بھی شامل تھی چنانچہ مختارالدین صاحب سے ہی کہا گیا کہ وہ اس کی تصحیح وترتیب نو کی زحمت فرمائیں۔کچھ مصروفیات کی بناء پر وہ وقت نہ نکال سکے تو ڈاکٹر نقوی نے یہ ذمہ داری نبھائی۔ماثر غالب کا بڑا حصہ قلمی کتابوں سے لیا گیا۔فارسی خطوط حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم کے کتب خانے کے ایک قلمی مجموعے سے ماخوذ ہیں۔ حواشی میں بھی مختلف افراد سے مدد لی گئی ہے۔

(۸) غالب کے اشعار فارسی کا مجموعہ قاضی عبدالودود

غیر مطبوعہ، دانش گاہ علی گڑھ کے شیفتہ کلکشن کے مخطوطے پر مبنی۔

(۹) نوادرِ غالب ڈاکٹر مختارالدین (علیگ)

غیر مطبوعہ، پرانے اخباروں، بیاضوں اور مجموعوں سے ماخوذ، غالب کی منظوم ومنثور تحریریں ہیں۔مختارالدین علی گڑھ کے رہائشی، استاد اور طالب علم رہے ہیں۔

(۱۰) نوادرِ غالب ڈاکٹر مختارالدین احمد (مرتبہ) ۱۹۴۹ء

مرتب 'احوالِ غالب' لکھتے ہیں:

''نوادرِ غالب کے نام سے ایک.......... مجموعہ راقم الحروف کے زیر ترتیب ہے

جس میں مرزا کے وہ سارے رقعات و مکاتیب مفید حواشی کے ساتھ جمع کر دیئے
ہیں جو اَب تک کسی مجموعے میں شریک اشاعت نہیں ہیں لیکن پرانے اخباروں،
بیاضوں یا قدیم مجموعوں میں موجود ہیں۔ اس مجموعے میں خطوط کے علاوہ دوسرے
نثری نمونے اور منظومات بھی موجود ہیں۔''[۱۹۵]

(۱۱) گنجینۂ غالب (مرتبہ) ڈاکٹر مختار الدین ۱۹۵۳ء

اس میں غالب کے غیر مطبوعہ اور اشعار ہیں اس میں غالب کی نادر تصنیفات بھی شامل ہیں۔

(۱۲) غالب کی نادر تحریریں (مرتبہ) خلیق انجم (علیگ)

مکتبہ شاہراہ دہلی، پہلی بار فروری ۱۹۶۱ء، صفحات ۱۸۳۔

فہرست

(۶۰)فارسی شعر کی شرح (۶۱)نقل (۶۲)لطیفہ (۶۳)نقل (۶۴)غالب کی درخواستیں (۶۵)فارسی شعر کی شرح (۶۶)لفافوں کے پتے (۶۷)حواشی (۶۸)ضمیمہ(۶۹)اشاریہ۔

خلیق انجم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے طالب علم رہے ہیں۔ زیرِنظر کتاب غالب کے ان خطوط اور مختلف تحریروں کا مجموعہ ہے جو لگ بھگ سو سال سے مختلف جریدوں میں بکھرے پڑے تھے اس مجموعے میں وہ تمام خطوط شامل ہیں جو غالب کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں البتہ دو تین خط ایسے بھی ہیں جو خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد اور خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر میں آ گئے ہیں یہ مجموعہ حواشی اور توضیحات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں ۱۶ صفحات پر مشتمل مقدمہ دیا گیا ہے جس میں غالب کے خطوط کی اہمیت، افادیت، محرکات کو زیرِ بحث لاتے ہوئے غالب کے خطوط کے مختلف مجموعوں کا تعارف دیا گیا ہے۔ اس مجموعے کے کسی خط میں جہاں مکتوب الیہ کا نام نہ تھا اور مضمون میں نام نظر آ گیا تو اسے قوسین میں دے دیا گیا ہے اور حواشی میں اس کے لیے دلائل پیش کئے گئے جہاں تاریخ نہیں تھی اسے بھی اس طریقہ کار کے تحت درج کیا گیا ہے جو خطوط ادبی میں ان کی تاریخ کا اندراج نہیں اسے آخر میں دیا گیا ہے۔ خطوط کی ترتیب تاریخ وار ہے اور ہر خط کا ماخذ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

(۱۳) غالب کے فارسی خطوط (ایک نیا مجموعہ) (متعارفہ) قاضی عبدالودود

(غیر مطبوعہ فارسی نثر) ۱۹۶۲ء

یہ غالب کے ایسے خطوط کا مجموعہ ہے جس میں تین قسم کے خطوط شامل ہیں:

''۱۔ بالکل نئے خطوط

۲۔ پرانے خطوط، معتد بہ اختلافِ متن کے ساتھ

۳۔ پرانے خطوط جن کا متن یا تو وہی ہے جو 'پنج آہنگ' میں ہے یا اختلاف ہے تو اتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر۔ ایک دو کو چھوڑ کر تمام خطوط محمد علی خان کے نام ہیں جو سراج الدین علی خان، قاضی القضات کلکتہ کے بھائی تھے اور جن کا فارسی گو شاعر کی حیثیت کسی بھوپالی تذکرے میں ذکر ہے۔ غالب سے ان کی ملاقات باندہ میں ہوئی اور کل خطوط انہیں وہیں بھیجے گئے۔ سب خطوط ایک کو چھوڑ کر دورانِ سفر لکھے گئے تھے۔ یہ مجموعہ بدقسمتی سے کرم خوردہ ہے۔'' (قاضی عبدالودود، ماہِ نو کراچی، فروری ۱۹۶۲ء، ص ۷)

(۱۴) نکات ورُقعات (غالب کا ایک نادر مجموعہ) تعارف: اکبر علی خان (علیگ)

طبع اول، مطبع سراجی، فروری ۱۸۶۷ء۔

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، کلچر اینڈ لینگوئجز- سری نگر، اشاعت اکتوبر ۱۹۶۲ء، صفحات ۵۸۔

زیرِ نظر کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے حواشی اکبر علی خان (علیگ) نے تحریر کیے ہیں اسی لیے اسے شاملِ مقالہ کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب ''نکات ورُقعات'' غالب کی تصنیفات کا ایک نادر مجموعہ ہے۔ بعض معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس کا پہلا حصہ ''نکات غالب'' پنج آہنگ کے آہنگ چہارم کا اردو ترجمہ ہے اور اس کے دوسرے حصے میں پنج آہنگ ہی سے پندرہ فارسی مکتوبات انتخاب کر کے شامل کتاب کر دیئے ہیں۔ نکات غالب خود غالب کا ترجمہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کس حد تک ترجمے میں آزادی کے قائل تھے یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ اردو کا اپنا منفرد انداز برقرار رکھا گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں انھوں نے اردو کی بناوٹ میں انگریزی اثرات کا بھی ذکر کیا ہے اردو کی اس فراخ دامنی کو سراہا کہ وہ اپنے اندر دوسری زبانوں کے الفاظ کس طرح جذب کر لیتی ہے۔ غالب نے آہنگ چہارم کا یہ ترجمہ اور آہنگ پنجم سے خطوط انتخاب فارسی زبان کے طالب علموں کیلئے تیار کیا تھا۔ غالب انگریزی کے بہت سے الفاظ اسی تلفظ سے پڑھتے تھے جس طرح وہ زبان زد ہو گئے تھے ویسے املا کر دیتے تھے مثلاً نمبر کو لمبر اور لارڈ کو لاٹ ویسی صورت میں بھی غالب کے نقش قدم کی پیروی کی گئی ہے تا کہ اس عہد کی صحیح شکل برقرار رہ جائے۔ رقعات غالب والے حصے میں تاریخ درج نہیں تھی اس کا تعین حواشی میں کیا گیا ہے۔ رقعات غالب والے اوراق کا مقابلہ پنج آہنگ کے دو قلمی نسخوں (کتب خانہ عِنذیریہ دہلی کا مکتوبہ ۱۸۴۰ء (نذ) ڈاکٹر اظہر علی مرحوم کا مملوکہ (قظ) سے کیا گیا ہے ساتھ ہی دیگر تمام مطبوعہ نسخے سامنے رکھے گئے ہیں۔

(۱۵) خطوطِ غالب (مرتبہ) مالک رام

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، اشاعت ۱۹۶۲ء، صفحات ۴۴۸۔

فہرست

(۱) ہرگوپال تفتہ-۱۲۲ (۲) نبی بخش حقیر-۷۰ (۳) جواہر سنگھ جوہر-۳ (۴) عبداللطیف-۲ (۵) بدر الدین حقیر-۵
(۶) عبدالجمیل جنون-۳۰ (۷) انورالدولہ شفق-۲۱ (۸) یوسف مرزا-۱۲ (۹) یوسف علی خان عزیز-۳ (۱۰) احمد حسین میکش-۲
(۱۱) محمد یوسف علی خاں ناظم-۳۷ (۱۲) غلام حسین قدر بلگرامی-۲۲ (۱۳) غلام نجف خان-۲۳ (۱۴) مہدی حسین مجروح-۵۰
(۱۵) شہاب الدین ثاقب-۱۰ (۱۶) حاتم علی مہر-۱۹ (۱۷) زین العابدین خان-۲ (۱۸) علاؤ الدین احمد خان علائی-۵۸
(۱۹) نامعلوم-۱ (۲۰) شیونرائن آرام-۳۵ (۲۱) نامعلوم-۱۔

زیرِ نظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ ہے جس میں عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ دونوں مجموعوں کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہر ممکنہ کوشش سے جہاں تک رسائی تھی خطوط شامل ہیں۔ خطوطِ غالب کا پہلا ایڈیشن جو مولوی مہیش پرشاد نے مرتب کیا تھا جس پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے نظر ثانی کی تھی ۱۹۴۱ء میں ہندوستان اکیڈمی یو-پی نے شائع کیا تھا۔ یہ

ایڈیشن ٹائپ میں چھپا تھا اس ایڈیشن کے بعد دوبارہ نیا ایڈیشن نہ چھپ سکا۔مہیش پرشاد کے انتقال کے بعد دوسرے ایڈیشن کی فرمائش مالک رام سے کی گئی جو انھوں نے بخوبی نبھائی اس نئے ایڈیشن کی تیاری میں غلام رسول مہر کے خطوطِ غالب کی دو جلدوں پر مشتمل مجموعے کا مطالعہ کیا،ضروری ترمیم واضافے کیے،مہیش پرشاد کے کام کا اعتراف بھی ہوگیا اور نیا ایڈیشن بھی تیار ہوگیا۔اس مجموعے میں عودِ ہندی، اردوئے معلّٰی کے تمام خطوط کو یکجا کر دیا اس کے علاوہ جو ادبی رسائل میں خطوط ملتے ہیں جو ابھی نہیں چھپے یا چھپ چکے یا اگر چھپے تو اغلاط کی گنجائش ہے سب کو بغور مطالعہ اور تصحیح کے بعد شامل کیا گیا ہے۔متن کے اختلاف کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ہر ایک مکتوب الیہ کے نام کے خط تاریخی ترتیب سے مرتب کئے گئے ہیں۔

(۱۶) قاطع برہان مع رسائل متعلقہ (مرتبہ) قاضی عبدالودود

سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقات اردو، پٹنہ، اشاعت ۱۹۶۷ء، صفحات ۲۹۵۔

فہرست

(۱)عنوان (۲)فہرست (۳)تعارف-ڈاکٹر ذاکر حسین (علیگ) (۴)پیش گفتار-قاضی عبدالودود (۵)قاطع برہان (۶)سوالات عبدالکریم (۷)لطائف غیبی (۸)نامۂ غالب (۹)تیغِ تیز (۱۰)مختلف آراء متعلقہ (۱۱)قاطع برہان (۱۲)سوالات عبدالکریم (۱۳)لطائف غیبی (۱۴)نامۂ غالب (۱۵)تیغ تیز (۱۶)عکس (۱۷)تصویر غالب (۱۸)قاطع برہان درفش کاویانی-صفحہ اول،طبع اول (۱۹)قاطع برہان سرورق طبع اول (۲۰)درفش کاویانی-سرورق طبع اول (۲۱)سوالات عبدالکریم-صفحہ آخر،طبع اول (۲۲)لطائف غیبی-صفحہ اول،طبع اول (۲۳)نامۂ غالب- صفحہ اول،طبع اول (۲۴)تیغ تیز-صفحہ اول،طبع اول (۲۵)تیغ تیز-سرورق،طبع اول۔ (جلداول: اس میں قاضی عبدالودود کے حواشی شامل نہیں،صفحات ۲۹۵ ہیں۔جلد دوم:مختلف آرا متعلقہ قاطع برہان وغیرہ لیکن جلد چھپ نہیں سکی ہے)

ڈاکٹر ذاکر حسین علی گڑھ کے طالب علم، استاد اور وائس چانسلر رہے ہیں اور اس کتاب میں اُن کا تعارف موجود ہے اسی لیے شاملِ مقالہ کیا گیا ہے۔تقریباً ۳۰۰ صفحات پر مبنی قاضی عبدالودود صاحب کی مرتبہ یہ کتاب غالب کے ان تمام کتابچوں اور پمفلٹوں کا احاطہ کرتی ہے جو برہان قاطع اور پھر قاطع برہان کے سلسلہ میں لکھے گئے۔جس میں قاطع برہان، سوالات عبدالکریم، لطائف غیبی، نامہ غالب اور تیغ تیز شامل ہیں یہ رسائل تنقیدی آراء کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں اور ان رسائل کے عکس بھی دیئے گئے ہیں۔

(۱۷) خطوط غالب (جلداول) (مرتبہ) خلیق انجم (علیگ)

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۴ء، صفحات ۴۸۲۔

انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، اشاعت اول ۱۹۸۹ء، صفحات ۴۸۱۔

فہرست

(۱)حرفے چند (۲)پاکستانی ایڈیشن کے بارے میں (۳)حرف آغاز (۴) کچھ اس تنقیدی ایڈیشن کے بارے میں (۵)متن کی تصحیح (۶)بنیادی نسخہ (۷)خطوط کی تاریخ وار ترتیب (۸)خطوں کی تاریخ تحریر (۹)تنقیدی ایڈیشن کے متن کی املا (۱۰)اوقات کی علامتیں (۱۱)رقمیں (۱۲)غالب کے نام بحیثیت مکتوب نگار (۱۳)مکتوب الیہ کے حالات (۱۴)خطوط غالب کے مختلف ایڈیشن (۱۵)اور ری پرنٹ (۱۶)مہر غالب (۱۷)انتخاب غالب (۱۸)عود ہندی- پہلا ایڈیشن (۱۹)دونوں ایڈیشنوں کی مماثلیں (۲۰)اختلاف (۲۱)اردوئے معلیٰ-پہلا ایڈیشن (۲۲)عودِ ہندی -ری پرنٹ (۲۳)اردوئے معلیٰ-ری پرنٹ (۲۴)اردوئے معلیٰ-ری پرنٹ (۲۵)اردوئے معلیٰ- حصہ اول و دوم (۲۶)اردوئے معلیٰ-حصہ اول ، دوم، دوسرا ری پرنٹ (۲۷)اردوئے معلیٰ-حصہ اول (۲۸)مکمل اردوئے معلیٰ-مشتمل بہ ہر دو حصہ (۲۹)اردوئے معلیٰ مکمل-ہر دو حصہ مع ضمیمہ (۳۰)عودہندی (۳۱)ادبی خطوط غالب مرتبہ مرزا محمد عسکری (۳۲)مکاتیب غالب، مرتبہ مولانا امتیاز علی خان عرشی (۳۳)خطوط غالب، مرتبہ مہیش پرشاد (۳۴)نادرات غالب، مرتبہ آفاق حسین آفاق (۳۵)خطوط غالب، مرتبہ غلام رسول مہر (۳۶)غالب کی نادر تحریریں، مرتبہ خلیق انجم (۳۷)خطوط غالب مرتبہ مہیش پرشاد (۳۸)بہ نظر ثانی مالک رام (۳۹)عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ (۴۰)مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل (۴۱)غالب کی اردو املا کی خصوصیات (۴۲)یائے مجہول اور یائے معروف (۴۳)الفاظ کی املا لکھنے کا رجحان (۴۴)اعراب بالحروف (۴۵)پیش کا استعمال (۴۶)ہا کار آوازوں کی لکھاوٹ (۴۷)لفظ کے آخر میں الف یا ہائے مختفی (۴۸)ہائے مختفی یا الف پر ختم ہونے والے الفاظ (۴۹)واحد محرف یا جمع قائم کی صورت میں (۵۰)نون غنہ اور نون ساکن (۵۱)بعض حروف کو ملا کر لکھنے کا رجحان (۵۲)'ذ' اور 'ز' (۵۳)پانو اور گانو (۵۴)یائے تحتانی اور ہمزہ (۵۵)چاہیے، لیے، دیے، کیے (۵۶)موید اور روٴسا (۵۷)ایسے الفاظ جن کی املا غالب نے دو طرح سے کی ہے (۵۸)بعض الفاظ کی املا اور انکا تلفظ (۵۹)بوڑھا اور گاڑی (۶۰)تڑپنا (۶۱)ڈھونڈنا (۶۲)سونچ (۶۳)غالب کی زبان پر فارسی کے اثرات (۶۴)انگریزی الفاظ کا استعمال (۶۵)غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد (۶۶)خطوط غالب کا تنقیدی مطالعہ (۶۷)غالب سے قبل اردو کا نثری سرمایہ (۶۸)اردو مکتوب نگاری کا آغاز (۶۹)غالب کا پہلا دستیاب اردو خط (۷۰)مکتوب نگاری کا فن (۷۱)شگفتنِ گل ہائے ناز (۷۲)القاب و آداب (۷۳)غالب کا آئین نامہ نگاری (۷۴)خطوط میں مکالمہ نویسی (۷۵)غالب کا ہے انداز بیاں اور (۷۶)مقفّٰی عبارتیں (۷۷)بنتی نہیں ہے بادہ ساغر کہے بغیر (۷۸)شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے (۷۹)مرقع نگاری (۸۰)اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے (۸۱)ماتمِ یک شہرِ آرزو (۸۲)عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا (۸۳)غالب کے خطوط-مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام (۸۴)نواب علاؤالدین احمد خاں علائی کے نام (۸۵)تصویریں مرزا ہرگوپال تفتہ (۸۵)تصویریں نواب علاؤالدین

احمد خان علائی (۸۶) خطوط غالب کے عکس۔ مرزا ہر گوپال تفتہ کے نام (۸۷) مرزا علاؤ الدین احمد خان علائی کے نام۔

پیش نظر مجموعہ ''غالب کے خطوط'' جلد اول پر مشتمل ہے۔ غالب کے ۱۹۸۴ء تک کے جتنے خطوط ہیں انھیں چار جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ غالب کے تمام خطوط کو یکجا کر کے تنقیدی ایڈیشن تیار کرنے کا منصوبہ مولوی مہیش پرشاد نے بنایا۔ اور انھوں نے جتنے خطوط چھپے تھے ان کی متنی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ ۱۹۴۱ء میں شائع کر دیا اس کے بعد غلام رسول مہر نے دو جلدوں کی صورت میں یہ خطوط مرتب کر کے ۱۹۵۱ء میں شائع کئے۔ مولانا امتیاز علی خان عرشی کا مرتبہ ''مکاتیب غالب'' خطوط غالب کا سائنٹیفک طریقے کا متنی تنقیدی ایڈیشن ہے۔ پیش نظر مجموعہ غالب کے خطوط کا تنقیدی ایڈیشن ہے۔ فاضل مرتب کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ غالب کے اردو کے تمام خطوط کو اس ایڈیشن میں شامل کر لیا جائے۔ اردوئے معلیٰ، عود ہندی، مکاتیب غالب، نادرات غالب اور غالب کی نادر تحریروں کے تمام خطوط اس میں شامل کر لئے گئے ہیں۔

زیر نظر ایڈیشن میں غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ان خطوط کو جن کے عکس مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں جو اصل شکل میں مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں بنیادی نسخے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ خلیق انجم نے اس ایڈیشن میں (۱۳ تا ۲۲۸) صفحات میں اردو خطوط غالب کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالی ہے مثلاً متن کی تصحیح، بنیادی نسخہ، تاریخ وار ترتیب، املائے متون، اوقات کی علامتیں، خطوط غالب کے مختلف ایڈیشنز اور ری پرنٹس، تقابلی مطالعے، املائے غالب کی خصوصیات، تقریباً ستر چھوٹے بڑے ذیلی موضوعات کے تحت ایک بڑی دلچسپ گفتگو کی گئی ہے۔ زیر نظر مجموعے میں تمام خطوط تاریخ وار ترتیب دیئے ہیں جن خطوط کی تاریخ تحریر کا تعین نہ ہوا انھیں متعلقہ مکتوب الیہ کے نام خطوط کے آخر میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں مکتوب الیہم کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مرزا ہر گوپال تفتہ اور مرزا علاؤ الدین احمد خان علائی کے نام خطوط غالب کے عکس بھی شامل کئے ہیں اور مرزا تفتہ اور علائی کے تصویریں بھی شامل ہیں۔ کراچی اور دہلی سے شائع ہونے والے دونوں نسخے لطیف الزماں خاں کے پاس موجود ہیں دونوں ایڈیشنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کراچی والے ایڈیشن کے دو نسخے موجود ہیں۔

(۱۸) غالب کے خطوط (جلد دوم) (مرتبہ) خلیق انجم

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۵ء، صفحات ۴۹۱ تا ۹۷۰۔

فہرست

(الف) پیش لفظ (ب) فہرست (ج) مکتوب الیہم (۱) میر مہدی مجروح (۲) میاں داد خان سیاح (۳) چودھری عبدالغفور سرور (۴) حکیم غلام نجف خان (۵) خواجہ غلام غوث خاں بے خبر (۶) نواب حسین مرزا (۷) نواب امین

الدین احمد خان (۸)مرزا شہاب الدین ثاقب (۹)مرزا حاتم علی مہر (۱۰)مولانا محمد نعیم الحق آزاد (۱۱)فرقانی میرٹھی (۱۲)مولانا عباس رفعت (۱۳)محمود مرزا (۱۴)عبدالحق (۱۵)حکیم محب علی (۱۶)مولوی ضیا الدین خان ضیا (۱۷)مہاراجہ سردار سنگھ والیء بیکانیر (۱۸)شہزادہ بشیر الدین (۱۹)حکیم غلام مرتضی خان (۲۰)مرزا باقر علی خاں کامل (۲۱)میر احمد حسین میکش (۲۲)میر سرفراز حسین (۲۳)مرزا عباس بیگ (۲۴)نواب یوسف مرزا (۲۵)مولوی احمد حسن قنوجی (۲۶)مرزا شمشاد علی بیگ رضوان (۲۷)منشی کیول رام ہشیار (۲۸)میر افضل علی میرن (۲۹)منشی ہیرا سنگھ (۳۰)ماسٹر پیارے لال آشوب (۳۱)محمد زکریا خاں زکی دہلوی (۳۲)یوسف علی خاں عزیز (۳۳)منشی غلام بسم اللہ (۳۴)میر بندہ علی خاں عرف مرزا میر (۳۵)محمد محسن صدر الصدور (۳۶)بنام نامعلوم (۳۷)بنام نامعلوم (۳۸)سید سجاد مرزا (۳۹)نواب مصطفیٰ خاں بہادر شیفتہ (۴۰)حکیم ظہیر الدین احمد خان (۴۱)مرزا قربان علی بیگ خان سالک (۴۲)میر محمد زکی زکی (۴۳)مروان علی خان رعنا (۴۴)ضیاء الدین احمد خان نیر ورخشاں (۴۵)احمد حسین مینا مرزا پوری (۴۶)شیخ لطیف احمد بلگرامی (۴۷)مولوی محمد عبدالرزاق شاکر۔ (ہ)خطوط غالب کے عکس۔مکتوب الیہم: (۱)میر مہدی مجروح (۲)چودھری عبدالغفور سرور (۳)نواب حسین مرزا (۴)نواب حسین مرزا (۵)نواب امین الدین احمد خان (۶)مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب (۷)مولانا محمد نعیم الحق آزاد (۸)فرقان میرٹھی (۹)مولانا عباس رفعت (۱۰)مولانا عباس رفعت (۱۱)محمود مرزا (۱۲)عبدالحق (۱۳)حکیم محب علی (۱۴)مولوی ضیاء الدین احمد ضیاء (۱۵)مولوی ضیاء الدین احمد ضیاء (۱۶)مہاراجہ سردار سنگھ والی بیکانیر (۱۷)یوسف علی خاں عزیز (۱۸)میر بندہ علی خاں عرف مرزا میر (۱۹)محمد حسن۔صدر الصدور (۲۰)سید سجاد مرزا (۲۱)سید سجاد مرزا (۲۲)میر محمد زکی زکی۔

زیر نظر کتاب ''غالب کے خطوط'' جلد دوم ہے اس سے پہلے ''غالب کے خطوط'' کی پہلی جلد ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی تھی یہ جلد دوم ہے جس میں غالب نے ۶۸ افراد کے نام خطوط لکھے ان خطوط کو زمانی ترتیب سے شائع کیا گیا ہے۔اس مجموعے کی خاص بات یہ ہے کہ ۲۲ افراد کے نام خطوط ایسے ہیں جو خطوط غالب کے عکس کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔یہ خطوط متن کے ساتھ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ایک قابلِ قدر کوشش ہے جس میں مصنف کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔اس کتاب کے دو نسخے لطیف الزماں کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہیں۔

(۱۹) غالب کے خطوط (حصہ سوم) (مرتبہ) خلیق انجم

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۷ء، صفحات ۹۷۷ تا ۱۴۰۳۔

انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، صفحات ۹۷۷ تا ۱۴۰۳۔

فہرست

(۱) حرف آغاز (۲) مکتوب الیہم (۳) نواب انور الدولہ سعد الدین خان بہادر شفق (۴) نواب میر غلام محمد بابا خان (۵) منشی محمد ابراہیم خلیل (۶) نواب میر ابراہیم خان (۷) صاحب عالم مارہروی (۸) شاہ عالم (۹) حکیم سید احمد حسن مودودی (۱۰) منشی سخاوت حسین (۱۱) منشی بہاری لال مشتاق (۱۲) ظہیر الدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام (۱۳) سید بدر الدین احمد کاشف المعروف بہ فقیر (۱۴) منشی عبد اللطیف (۱۵) منشی شیو نرائن آرام (۱۶) منشی نبی بخش حقیر (۱۷) تفضل حسین خان (۱۸) نواب سید محمد یوسف علی خان بہادر ناظم (۱۹) نواب کلب علی خان بہادر (۲۰) خطوط کے عکس (۲۱) متن کے ماخذ (۲۲) حواشی۔

زیر نظر کتاب غالب کے خطوط کی تیسری جلد ہے۔ اس جلد میں سترہ مکتوب الیہم کے نام غالب کے خطوط شامل ہیں۔ زیر نظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ ہے مرتب کی کوشش رہی کہ غالب کے تمام اردو خطوط کو شامل کیا جائے اس جلد میں نواب یوسف علی خان ناظم، کلب علی خان اور منشی نبی بخش حقیر کے نام غالب کے تمام خطوط شامل ہیں۔ ان خطوط پر حواشی فاضل مرتب نے خود لکھے ہیں خطوط کے کچھ عکس جو رسالوں میں شائع ہوتے رہے وہ بھی شامل ہیں۔ بیشتر عکس ان خطوط کے ہیں جو نوابانِ رام پور کے نام ہیں اور رام پور رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔ عکسوں میں جو غلطیاں راہ پا گئی تھیں ان کی نشاندہی مرتب نے حواشی میں کر دی ہے اس جلد میں خطوط غالب کے بیشتر عکس ''مرقع غالب'' سے لئے گئے ہیں یہ مرقع غالب پرتھوی چندر کی تصنیف ہے۔

(۲۰) غالب کے خطوط (جلد چہارم) (مرتبہ) خلیق انجم

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۳ء، صفحات ۱۷۸۹۔

فہرست

(۱) غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد (۲) مکتوب الیہم (۱۳۱ افراد کے نام خطوط) (۳) متن کے ماخذ (۴) حواشی (۵) جہان غالب (۶) کتابیں اور اخبار (۷) کتابیات (۸) اشاریہ

انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، پہلی اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۴۰۷ تا ۱۷۸۶۔

فہرست

(۱) حرف آغاز (۲) غالب کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد مکتوب الیہم: (۱) سید غلام حسین قدر بلگرامی (۲) منشی جواہر سنگھ جوہر (۳) شاہ فرزند علی صوفی (۴) عزیز الدین (۵) ولایت علی خان ولایت وعزیز صفی پوری (۶) مفتی محمد عباس (۷) فرخ مرزا (۸) مولوی نعمان احمد (۹) بنام نامعلوم (۱۰) مولوی عبد الغفور خان نساخ (۱۱) مولوی کرامت علی (۱۲) حکیم غلام رضا خان

(۱۳) قاضی محمد نورالدین حسین خان فائق (۱۴) محمد حسینی خان (۱۵) مزارحیم بیگ (۱۶) مرزا رحیم بیگ (۱۷) قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی (۱۸) محمد حبیب اللہ ذکا (۱۹) منشی سیل چند (۲۰) خلیفہ احمد علی احمد رام پوری (۲۱) سید محمد عباس علی خان بیتاب (۲۲) نامعلوم (۲۳) مظہر علی اور عبداللہ (۲۴) منشی نول کشور (۲۵) میر ولایت علی (۲۶) حکیم غلام نجف خان (۲۷) سید فرزند احمد صغیر بلگرامی (۲۸) کلن میاں (۲۹) محمد حسین خان (۳۰) محمد حسین خان (۳۱) عبدالرحمٰن تحسین (۳۲) نامعلوم (۳۳) حکیم ظہیرالدین دہلوی (۳۴) متن کے ماخذ (۳۵) حواشی (۳۶) جہان غالب (۳۷) کتابیں اور اخبار (۳۸) کتابیات (۳۹) اشاریہ۔

زیر نظر کتاب خطوط غالب کا مجموعہ ہے جسے خلیق انجم نے ترتیب دیا ہے اور غالب کے خطوط کے عکس کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کی ادبی کمیٹی کی عنایت سے ''غالب کے خطوط'' کی پہلی جلد ۱۹۸۴، دوسری جلد ۱۹۸۵، اور تیسری جلد ۱۹۸۷ میں شائع ہوئی۔ یہ چوتھی اور آخری جلد ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی ہے۔ خطوط غالب کی پہلی جلد کے حرف آغاز میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا تھا کہ غالب کے خطوط میں جن شخصیتوں، جن رسالوں، کتابوں، اخباروں اور بعض مختلف مقامات کا ذکر آیا ہے ان پر جہان غالب کے نام سے حواشی لکھے گئے ہیں ان حواشی کا حجم اتنا ہو گیا ہے کہ خود اس کیلئے دو جلدیں درکار ہیں۔ خطوط غالب کی پہلی چار جلدیں ہو چکی ہیں لہذا اس مجموعے کے ساتھ اس مواد کو شائع کرنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لہذا اب صرف پہلی جلد کے حواشی پیش کے گئے ہیں۔ اس جلد میں مکتوب الیہم کے پورے نام دیئے جا رہے ہیں ورنہ دوسرے مجموعوں میں وہ نام دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ مشہور تھے۔ پیش نظر مجموعے میں اردو خطوط کی مجموعی تعداد دی جا رہی ہے جو غالب کے خطوط کی چاروں جلدوں میں شامل ہیں اب شاید ہی کوئی خط رہ گیا ہو ورنہ تمام خطوط ان جلدوں میں شامل ہو چکے ہیں۔

(۲۱) غالب کے خطوط (جلد پنجم) (مرتبہ) خلیق انجم

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۲۰۰۰، صفحات ۱۶۵۔

فہرست

تجزیہ

غالب کے خطوط کی یہ پانچویں جلد پچھلی چار جلدوں میں شائع ہونے والے خطوط کا ضمیمہ ہے جس میں غالب کے تمام اُردو خطوط کی تاریخ وار فہرست مرتب کی گئی ہے۔

(۲۲) نقد قاطع برہان پروفیسر نذیر احمد

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، صفحات ۴۲۲۔

فہرست

تجزیہ

پروفیسر نذیر احمد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں شعبہ فارسی کے اُستاد تھے، برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان وادب کا ایسا عالم کوئی اور نہیں ہے۔

(۲۳) اوراقِ معانی-غالب کے فارسی خطوط (مشمولہ پنج آہنگ اردو ترجمہ) (مترجم) ڈاکٹر تنویر احمد علوی (علیگ)

اردو اکادی دہلی، اشاعت ۱۹۹۲ء، صفحات ۴۲۱۔

فہرست

(۴۵) بنام مولانا محمد عباس بھوپال (۴۶) بنام نواب عبداللہ خاں بہادر (۴۷) بنام منشی جواہر سنگھ (۴۸) بنام نواب انورالدولہ سعدالدین (۴۹) بنام منشی نول کشور (۵۰) بنام نواب شمس الامرا (۵۱) بنام دوتن از مرزا فگانِ پنجاب (۵۲) بنام اعلیٰ حضرت سلطان محمد بہادر (۵۳) بنام میر غلام بابا خان (۵۴) بنام سلطان زادہ (۵۵) بنام خواجہ ظہیر الدین (۵۶) تاریخ نامہ (۵۷) اضافات (۵۸) اشاریہ (۵۹) مولوی عبدالوہاب۔

''پنج آہنگ'' میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ''اوراقِ معنی'' کے نام سے کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کام اکادمی کی طرف سے ڈاکٹر تنویر علوی کو سونپا گیا وہ ان دو زبانوں پر پوری مہارت رکھتے ہیں اور ان خطوط کی ادبی اور ثقافتی اہمیت کے پیشِ نظر ان خطوط کا احتیاط سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس ترجمے میں ۱۵۱ خطوط شامل ہیں جن کا ترجمہ ڈاکٹر تنویر علوی صاحب نے کیا ہے۔ آخر میں تاریخ نامہ، اضافات اور اشاریہ بھی درج ہے۔

(۲۴) مکتوباتِ غالب نامہ ہائے فارسی غالب (مرتبہ) سید اکبر علی ترمذی (مترجم) لطیف الزماں خاں

الفیصل لاہور، اشاعت اول دسمبر ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۹۰۔

دانیال کراچی، اشاعت دوم فروری ۱۹۹۹ء، صفحات ۱۹۰۔

فہرست

(۱) معروضات-لطیف الزماں خاں (۲) دیباچہ طبع دوم-لطیف الزماں خان (۳) پیش لفظ -قاضی عبدالودود (۴) مقدمہ-سید اکبر علی ترمذی (۵) تعارف-سید اکبر علی ترمذی مکتوبات: (۱) بنام محمد علی خان (۲) بنام مرد مانِ نامعلوم (۳) بنام علی اکبر خان طباطبائی (۴) ضمائم۔

یہ کتاب ''نامہ ہائے فارسی غالب'' مرتبہ اکبر علی خاں ترمذی کے فارسی متن اور انگریزی مقدمہ کا اُردو ترجمہ ہے۔ ''مکتوباتِ غالب (مترجم) لطیف الزماں خاں'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۵ء میں الفیصل لاہور نے شائع کیا۔ زیرِ نظر کتاب میں پینتیس خطوط اور پانچ ضمیمے ہیں۔ پیش لفظ قاضی عبدالودود صاحب مرحوم نے تحریر کیا۔ سید اکبر علی ترمذی نے تعارف انگریزی میں لکھا ہے۔ ان خطوط سے غالب کے سفر کلکتہ کے بارے میں معلومات ملتی ہیں یہ خطوط دہلی سے کلکتہ کے عارضی قیام پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انھوں نے یہ طویل سفر ۱۸۲۵ء کے آخر ایام میں شروع کیا اور تقریباً پانچ سال بعد ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء کو واپس دہلی آئے۔ یہ خطوط اس عرضی کے گرد گھومتے ہیں جو غالب نے برطانوی حکومت کو پیش کی تھی۔ یہ خطوط احمد بخش خاں کی جعل سازی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان خطوط سے غالب کے سفر کلکتہ کے بارے میں ایسی معلومات ملتی ہیں جن کا ذکر کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ دیباچہ طبع دوم لطیف الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے۔ کتاب کا ترجمہ سب سے پہلے افتخار احمد عدنی صاحب نے دیکھا اور پسند کیا اور ہندوستان میں ترجمے کو سب سے پہلے کالی داس گپتا رضا صاحب نے دیکھا اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ زیرِ نظر

کتاب کے دو نسخے لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہیں۔

(۲۵) مہر نیم روز (عکس مخطوطہ وترجمہ) (مترجم) لطیف الزماں خاں

ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۳ء۔

فہرست

حکیم احسن اللہ خان بہادر شاہ ظفر کے مدارالمہام تھے۔ انھی کے ایماء پر غالب کو تیموری خاندان کی تاریخ رقم کرنے پر دربارِ شاہی میں ملازمت ملی۔ اس پر ۴ جولائی ۱۸۵۰ء کو پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی اور نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کے خطاب سے بھی نوازا گیا غالب نے تاریخ کا نام پرتوستان رکھا۔ کتاب کے پہلے حصے میں تیمور سے ہمایوں تک کا حال لکھنا طے پایا اور اس حصے کا نام ''مہر نیم روز'' رکھا۔ دوسرے حصہ میں اکبر تا بہادر شاہ ظفر کا حال اور اس حصے کا نام ''مہر نیم ماہ'' تھا اس دوسرے حصے کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ پہلا حصہ ''مہر نیم روز'' فارسی میں تھا اس کا ترجمہ لطیف الزماں خاں نے کیا ہے اور وہ اس نسخے کی روداد یوں سناتے ہیں: ''سید آغا حسین علیگ رجب علی ارسطو جاہ کے پڑپوتے تقسیم ہند کے بعد جگراؤں سے ملتان آگئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے سید عون حسین صاحب ایڈووکیٹ سے میں نے یہ مخطوطہ خرید لیا۔ رشید حسن خاں صاحب نے مخطوطہ دیوانِ غالب نسخۂ لاہور (مسروقہ) کے بارے میں ایک جملہ لکھا ہے'' ملکیت بدل جانے سے نسخہ نہیں بدل جاتا'' اب مہر نیم وز کا وہ مخطوطہ جسے نسخۂ ارسطو جاہ کہا جاتا تھا میری ملکیت ہے اور اگر میں اسے نسخۂ لطیف الزماں خاں لکھوں تو حق بجانب ہوں گا۔'' (بحوالہ مہر نیم روز، دیباچہ: لطیف الزماں خاں)۔ یاد رہے کہ غالب نے یہ نسخہ جواہر سنگھ جوہر کو بھیجا تھا۔ بقول کالی داس گپتا رضا جواہر سنگھ جوہر اور رجب علی ارسطو جاہ دونوں انگریزوں کے مخبر تھے اور دونوں ایک ہی محکمے میں کام کرتے تھے۔ جواہر سنگھ جوہر نے یہ مخطوطہ ارسطو جاہ کو دے دیا تھا۔ اس ترجمے کی اشاعت پر ڈاکٹر حنیف نقوی نے ۱۸ جنوری ۲۰۰۵ء کے خط میں لطیف الزماں خاں کو لکھا:

> ''پانچ جنوری کو جناب والا کا ارسال کردہ گرامی قدر علمی تحفہ یعنی ''مہر نیم روز'' کا آپ کا مرتبہ نسخہ موصول ہوا۔۔۔۔۔آپ نے بلاشبہ ایک اہم کام انجام دیا ہے جس کے لیے غالب کے شیدائی ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ میری طرف سے اس قابلِ تحسین علمی و ادبی خدمت کے لیے مبارک باد اور شکریہ دونوں قبول فرمائیں۔'' [۱۹۶]

(۲۶) نقش نیم رُخ　　ترجمہ نامہ ہائے فارسی غالب　　ڈاکٹر تنویر احمد علوی (علیگ)
غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء

فہرست

تجزیہ

''نامہ ہائے فارسی غالب'' غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ تنویر احمد علی علیگ نے کیا ہے۔ واضح رہے ان خطوط کا سب سے پہلے مکمل اور جامع ترجمہ لطیف الزماں خاں نے ۱۹۹۵ء میں کیا اس کے بعد پرتو روہیلہ نے ۱۹۹۹ء میں کیا۔ اس کے بعد تنویر احمد علوی نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

مجموعی جائزہ نثر غالب فارسی و اُردو

نثر غالب فارسی کے سلسلہ بھی غالب کی حیات میں شروع ہو گیا تھا اس سلسلے کی پہلی کتاب پنج آہنگ طبع اول مطبع سلطانی، قلعہ دہلی، ۱۸۴۹ء میں فارسی گرائمر ان کا استعمال، فارسی اشعار کا انتخاب فارسی القاب و آداب کے جملے اور معنی پر مشتمل ہے اسی طرح مہر نیم روز (فارسی) طبع اول، دہلی، ۱۸۵۴ء جس میں خاندان تیموریہ کی تاریخ رقم ہے، دستنبو، طبع اول، مطبع مفید الخلائق، آگرہ، ۱۹۵۸ء۔

کلیات نثر غالب، طبع اول، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۶۸ء غالب کی حیات میں شائع ہونے والی کتب ہیں مگر ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جو علی گڑھ سے شائع ہوئی ہو یا حلقۂ سر سید میں سے کسی کا تعلق علی گڑھ سے ملتا ہو۔ یہ تصنیفات آگرہ، دہلی، لکھنؤ سے شائع ہوئی ہیں اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ علی گڑھ میں پریس نہ تھا۔ نکات غالب (اُردو) و رقعات غالب فارسی طبع اول مطبع سرابی، ۱۸۶۷ء طبع دوم جموں اینڈ کشمیر سری نگر ۱۹۶۲ء میں اکبر علی خان کے تعارف و حواشی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اکبر علی خان چونکہ علی گڑھ میں طالب علم رہے ہیں اور چونکہ ہم نے اپنے مقالے میں ان تمام افراد کو شامل کیا ہے جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم رہ چکے ہوں، علی گڑھ کے رہائشی ہوں اور وہ افراد بھی جو علی گڑھ سے تعلق تو نہ رکھتے ہوں مگر اُن کی کتاب یا مضمون علی گڑھ سے غالب کے حوالے سے شائع ہوا ہو۔

غالب کی فارسی نثر کے سلسلے جو دہلی، لکھنؤ، کانپور، آگرہ میں جاری رہے ان میں کتب کی تعداد غالب کی حیات و مابعد بہت زیادہ بنتی ہے جن میں تقریباً ۲۲ سلسلوں کا تذکرہ مذکورہ سطور میں راقم الحروف نے کر دیا ہے تا کہ تمام سلسلے قاری کے علم میں رہیں کہ نثر غالب فارسی کی اشاعت کے مختلف سلسلے کیا تھے۔ اشاعتی سلسلوں میں صرف سات کتب سرِ دست مل سکی ہیں جن کا براہِ راست علی گڑھ سے تعلق ہے۔

۱۔ ماثر غالب (آثارِ غالب مرتبہ: قاضی عبدالودود) طبع اول، در علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۱۹۴۸-۴۹ء

۲۔ نکات و رقعات (غالب کا ایک نادر مجموعہ) تعارف اکبر علی خان، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، سری نگر، ۱۹۶۲ء۔

۳۔ غالب کے فارسی خطوط (ایک نیا مجموعہ) متعارفہ قاضی عبدالودود، ۱۹۶۲ء۔

> ''ماہر غالبیات قاضی عبدالودود کا بیان ہے کہ مطالعہ غالب کی تحریک انہیں حسرت کے کلامِ غالب کی شرح سے ہوئی جو اُنہوں نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی تھی۔'' [197]

۴۔ اکبر علی خان (علیگ) ''نکات و رقعات غالب'' تعارف اکبر علی خان، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی، سری نگر، ۱۹۶۲ء

۵۔ دیوانِ غالب، عرشی زادہ، ادارہ یادگارِ غالب، یوپی، ۱۹۶۹ء۔ اہمیت کی حامل ہیں۔

۶۔ غالب کے فارسی خطوط، متعارفہ قاضی عبدالودود، ۱۹۶۲ء، غالب اور علی گڑھ کے اشاعتی سلسلے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح بے شمار مضامین غالب کے فارسی کلام کے متعلق بکھرے پڑے ہیں مثلاً

غالب کا غیر مطبوعہ فارسی مکتوب، متعارفہ مختار الدین احمد، اُردو ادب، علی گڑھ، جولائی تا دسمبر ۱۹۵۲ء۔

قندِ مکرر (غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ)، مرتب ومترجم: اکبر علی خان، انجمن اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

نامہ ہائے فارسی مترجم لطیف الزماں خاں، الفیصل لاہور، اول دسمبر ۱۹۹۵ء، دانیال کراچی، دوم ۱۹۹۹ء

مہر نیم روز، ترجمہ وعکس مخطوطہ، مترجم لطیف الزماں خاں ☆، جاوداں پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۳ء، اہمیت کی حامل ہیں۔

نثر غالب اُردو کا سلسلہ اشاعت ''قاطع برہان'' کے اعتراض کے جوابات سے شروع ہوا۔ یہ سلسلہ اکمل المطابع دہلی سے ۱۸۶۴ء میں غالب کی زندگی میں ہی شروع ہوا۔ اس سارے سلسلے میں قاضی عبدالودود کی کتاب جو نثر غالب اُردو میں ''مباحثہ قاطع برہان'' کے سلسلے کی کتاب ہے۔ ''قاطع برہان مع رسائل متعلقہ'' مرتبہ قاضی عبدالودود، سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقات پٹنہ، ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ قاضی عبدالودود کے غالب پر ایک بنگلہ ترجمہ بھی ملتا ہے جس میں انہوں نے غالب کی زندگی اور شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ عودِ ہندی اُردو، مدرسۃ العلوم، علی گڑھ، ۱۹۱۰ء۔

۲۔ عودِ ہندی اُردو، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۲۷ء۔

۳۔ اُردوئے معلیٰ (حصہ دوم)، طبع اول، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۸۹۹ء، مرتبہ الطاف حسین حالی۔

۴۔ ماثرِ غالب، مرتبہ قاضی عبدالودود، علی گڑھ میگزین، جلد نمبر ۲۴، نمبر ۲، ۴۹-۱۹۴۸ء۔

۵۔ غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم، مکتبہ شاہراہ، دہلی، ۱۹۶۱ء۔

۶۔ انشائے غالب، مرتبہ عبدالستار صدیقی، ۱۹۲۵ء۔

۷۔ نوادرِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد، ۱۹۴۹ء۔

☆ لطیف الزماں خاں کا آبائی وطن علی گڑھ ہے، پاکستان بننے کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور مستقل رہائش ملتان میں اختیار کی ہے۔ غالب ان کا پہلا اور آخری عشق ہے اور رشید احمد صدیقی سے انہیں عقیدت ہے۔ ذخیرۂ غالبیات کے حوالے سے ان کا کتب خانہ دنیا بھر میں دوسرا بڑا کتب خانہ ہے۔ ان کے کتب خانے کی خاص بات یہ ہے کہ مہر نیم روز کا قلمی نسخہ جس کی تصحیح خود غالب نے کی تھی ان کے کتب خانے کی زینت ہے۔ یہ واحد معلومہ نسخہ دنیا بھر میں کسی کتب خانے میں موجود نہیں۔ اس مخطوطے کا عکس مع ترجمہ لطیف الزماں خاں نے شائع کر دا کے اقلیم شعر وادب کے شہ سواروں کے لیے ایک خاصے کی چیز سے متعارف کرایا ہے۔

۸۔ گنجینۂ غالب، مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد، ۱۹۵۳ء۔
۹۔ خطوطِ غالب مرتبہ مہیش پرشاد، ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد، ۱۹۴۱ء۔
۱۰۔ خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد، انجمن ترقی اُردو، ہند علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۱۱۔ مکاتیب الغالب مرتبہ جناب مولوی حاجی، سید شاہ علی احسن، علی گڑھ بک کمپنی، علی گڑھ، سن ندارد۔
۱۲۔ نکات ورقعات غالب (غالب کا ایک نادر مجموعہ، متعارف اکبر علی خان، جموں اینڈ کشمیر، سری نگر، ۱۹۶۲ء۔
۱۳۔ خطوطِ غالب مرتبہ مالک رام، انجمن ترقی اُردو ہند۔
۱۴۔ خطوطِ غالب مرتبہ مالک رام، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۶۲ء۔
۱۵۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد اول، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء۔
۱۶۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد اول، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۸ء۔
۱۷۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء۔
۱۸۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۸۹ء۔
۱۹۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد سوم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۸۷ء۔
۲۰۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد سوم، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۰ء۔
۲۱۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد چہارم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۹۳ء۔
۲۲۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد چہارم، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۵ء۔
۲۳۔ خطوطِ غالب مرتبہ خلیق انجم، جلد پنجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۲۰۰۰ء۔
۲۴۔ غالب کی نادر تحریریں مرتبہ خلیق انجم، مکتبہ شاہراہ، دہلی، ۱۹۶۱ء۔
۲۵۔ مکتوبات غالب نامہ ہائے فارسی غالب، مترجم لطیف الزماں خاں، الفیصل لاہور، اول ۱۹۹۵ء، دانیال کراچی، دوم ۱۹۹۹ء۔
۲۶۔ مہر نیم روز عکسِ مخطوطہ وترجمہ۔

ان مرتبات کے علاوہ متفرقاتِ خطوط غالب بتفصیل ذیل ہیں۔

اس ذیل میں تقریباً سولہ کتب درحیات و مابعد کے سلسلے میں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کتب میں راقم الحروف نے علی گڑھ کے استاد، علی گڑھ کے طالب علم، علی گڑھ کے رہائشی جنہوں نے غالب پر کام کیا اور وہ مشاہیر ادب جن کی کتب یا مضمون علی گڑھ سے شائع ہوا ہے جس میں قابل قدر نام قاضی عبدالودود، الطاف حسین حالی، خلیق انجم، قاضی عبدالستار،

ڈاکٹر مختارالدین احمد، مہیش پرشاد، امتیاز علی عرشی، یہ مشاہیر ادب غالب اور علی گڑھ میں تخلیقات غالب کے حوالے سے اہمیت کے حامل ہیں۔

متفرقات مکاتیبِ غالب کے حوالے سے تقریباً ۲۵ مضامین مختلف رسائل و کتب میں بکھرے پڑے ہیں جس میں درج ذیل اہم ہیں:

- رقعات مرزا غالب بنام قدر بلگرامی، ماہنامہ اُردوئے معلیٰ علی گڑھ، ۱۹۰۷ء۔
- غالب کے خط کے لفافے، قاضی عبدالستار، مشمولہ ہندوستان، الہ آباد، ۱۹۳۴ء
- نوادرِ غالب تین خط، مختارالدین آرزو مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔
- غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم، مشمولہ نگار، لکھنؤ، ۱۹۵۱ء۔
- خط بنام غالب مع جوابات (تین) مہیش رشاد، مشمولہ اُردو ادب، علی گڑھ، ۱۹۵۱ء۔
- غالب کی خودنوشت سوانح عمری کا ایک ورق، مولوی عبدالحق، مشمولہ احوال غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

مکاتیب غالب کے متداول انتخاب کے ایڈیشن درج ذیل قابلِ ذکر ہیں:

- منتخباتِ عود ہندی، احسن مارہروی، علی گڑھ، ۱۹۲۹ء۔
- مکاتیب الغالب، احسن مارہروی، علی گڑھ، ۱۹۳۹ء۔
- خطوط غالب جلد اول، مہیش پرشاد، نظر ثانی، عبدالستار، الہ آباد، ۱۹۴۱ء۔ طبع دوم، مرتبہ مالک رام، نظر ثانی، ڈاکٹر عبدالستار، علی گڑھ، ۶۳-۱۹۶۲ء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مکاتیب غالب مرتبہ امتیاز علی عرشی، ناظم کتاب خانہ رام پور، بار اول، ۱۹۳۷ء، بار دوم ۱۹۴۳ء، بار سوم ۱۹۴۵ء، بار چہارم ۱۹۴۶ء، بار پنجم ۱۹۴۷ء، بار ششم ۱۹۴۹ء، مطبع قیمیہ بمبئی، ۱۹۳۷ء، ''مکاتیب غالب'' غالب کے ان عرائض وخطوط کا مجموعہ ہے جو نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیاں اور دیگر وابستگان دربار کی خدمت میں لکھے گئے اس کتاب کا مقدمہ اور حواشی امتیاز علی عرشی نے لکھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کا محرک علی گڑھ کالج کے طالب علم اور وائس چانسلر سید بشیر حسین زیدی، چیف منسٹر رام پور بنے، اصغر عباس اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

> ''۱۹۳۷ء میں جب سلسلہ مطبوعات کتب خانہ رام پور کی پہلی کتاب مکاتیب غالب، مولانا امتیاز علی عرشی خاں عرشی نے شائع کی تو اس کی اشاعت میں بھی علی گڑھ کالج کے طالب علم اور بعد میں اسی کے وائس چانسلر سید بشیر حسین زیدی چیف منسٹر ریاست رام پور کی غالب سے دلچسپی کو بہت دخل ہے۔ رام پور کے دارالانشا میں

غالب اور نواب رام پور کے مابین مراسلت کا ذخیرہ محفوظ تھا اس نادر و نایاب ذخیرہ کی طرف سب سے پہلے زیدی صاحب نے نواب رام پور کو متوجہ کیا۔'' [۱۹۸]

علی گڑھ میں نثرِ غالب (اردو، فارسی) ترتیب و تدوین کے اہم کام میں غالب شناسی کی روایت کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کیا۔ جس میں خلیق انجم، مہیش پرشاد، مختار الدین احمد، احسن مارہروی، امتیاز علی عرشی، لطیف الزّ ماں خاں، محمد علی صدیقی کے نام اہم ہیں۔ خاص طور پر خلیق انجم کی مرتبہ خطوطِ غالب کی پانچ جلدیں جن کی اشاعتِ ثانی پاکستان میں بھی ہوئی۔ ایک قابلِ قدر سرمایۂ غالب ہے۔ نثرِ غالب (اردو، فارسی) کی تدوین و ترتیب و تراجم کا کام نہایت حوصلہ افزاء ہے جبکہ غالب کی نثری تحریریں جس کی اشاعت غالب کے عہد میں ہوئی مثلاً ''نکات ورقعاتِ غالب''، ''لطائف غیبی''، ''سوالات عبدالکریم''، ''نامۂ غالب''، ''تیغ تیز'' وغیرہ اِن کو دوبارہ مدوّن و مرتب کرنے کا سلسلہ اگر چہ سُست ہے مگر غالب شناسی کی تب و تاب کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

اشاریہ نثر غالب

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی مطبوعات:

۱۔ انشائے غالب، (مرتبہ) غالب، مملوکہ: ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ۱۹۲۵ء

۲۔ خطوط غالب (پہلی جلد)، (مرتبہ) مہیش پرشاد، ہندوستانی اکیڈمی-صوبہ متحدہ الہ آباد، اشاعت پہلی جلد ۱۹۴۱ء، صفحات ۴۰۷۔

۳۔ مکاتیب غالب (مرتبہ) امتیاز علی خاں عرشی، ناظم کتاب خانہ رامپور، بار اول ۱۹۳۷ء - بار دوم ۱۹۴۳ء - بار سوم ۱۹۴۵ء - بار چہارم ۱۹۴۶ء - بار پنجم ۱۹۴۷ء - بار ششم ۱۹۴۹ء، صفحات ۲۰۵۔

۴۔ مآثر غالب (غالب کی کمیاب نظم و نثر کا مجموعہ)، (مرتبہ) قاضی عبدالودود، انجمن ترقی اُردو بہار، پٹنہ، ستمبر ۱۹۴۹ء، پہلی بار۔ ادارہ تحقیقات اردو، پٹنہ طبع دوم ۱۹۹۵ء، طبع سوم ۲۰۰۰ء، صفحات ۱۲۰۔ (بہ تصحیح ڈاکٹر حنیف نقوی)

۵۔ غالب کے اشعار فارسی کا مجموعہ، قاضی عبدالودود۔

۶۔ نوادرِ غالب، ڈاکٹر مختار الدین (علیگ)۔

۷۔ نوادرِ غالب، ڈاکٹر مختار الدین احمد (مرتبہ) ۱۹۴۹ء۔

۸۔ گنجینۂ غالب، (مرتبہ) ڈاکٹر مختار الدین، ۱۹۵۳ء۔

۹۔ غالب کی نادر تحریریں، (مرتبہ) خلیق انجم (علیگ)، مکتبہ شاہراہ دہلی، پہلی بار فروری ۱۹۶۱ء، صفحات ۱۸۳۔

۱۰۔ غالب کے فارسی خطوط (ایک نیا مجموعہ)، (متعارفہ) قاضی عبدالودود۔

۱۱۔ نکات و رُقعات (غالب کا ایک نادر مجموعہ)، تعارف: اکبر علی خان (علیگ)، طبع اول، مطبع سراجی، فروری ۱۸۶۷ء۔ جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، کلچر اینڈ لینگویجز-سری نگر، اشاعت اکتوبر ۱۹۶۲ء، صفحات ۵۸۔

۱۲۔ قاطع برہان مع رسائل متعلقہ (مرتبہ) قاضی عبدالودود، سلسلہ مطبوعات ادارہ تحقیقات اردو، پٹنہ، اشاعت ۱۹۶۷ء، صفحات ۲۹۵۔

۱۳۔ خطوط غالب (جلد اول)، (مرتبہ) خلیق انجم (علیگ)، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۴ء، صفحات ۴۸۲۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، اشاعت اول ۱۹۸۹ء، صفحات ۴۸۱۔

۱۴۔ غالب کے خطوط (جلد دوم)، (مرتبہ) خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۵ء، صفحات ۴۹۱ تا ۹۷۰۔

۱۵۔ نقد قاطع برہان، پروفیسر نذیر احمد، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، صفحات ۴۲۲۔

۱۶۔ غالب کے خطوط (حصہ سوم)، (مرتبہ) خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۷ء، صفحات ۹۷۷ تا ۱۴۰۳۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت اول ۱۹۹۰ء، صفحات ۹۷۷ تا ۱۴۰۳۔

۱۷۔ اوراقِ معانی - غالب کے فارسی خطوط (مشمولہ پنج آہنگ اردو ترجمہ) (مترجم) ڈاکٹر تنویر احمد علوی (علیگ) اردو اکادمی دہلی، اشاعت ۱۹۹۲ء، صفحات ۴۲۱۔

۱۸۔ غالب کے خطوط (جلد چہارم) (مرتبہ) خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۳ء، صفحات ۱۷۸۹۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، پہلی اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۴۰۷ تا ۱۷۸۶۔

۱۹۔ اُردوئے معلیٰ (حصہ دوم)، (مرتبہ) الطاف حسین حالی، طبع اول، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۹۹۹ء، صفحات ۵۶۔

۲۰۔ مکتوبات غالب نامہ ہائے فارسی غالب (مرتبہ) سید اکبر علی ترمذی (مترجم) لطیف الزّماں خاں، الفیصل، لاہور اشاعت اول دسمبر ۱۹۹۵ء، اشاعت دوم، دانیال کراچی، فروری ۱۹۹۹ء، صفحات ۱۹۰۔

۲۱۔ غالب کے خطوط (جلد پنجم)، (مرتبہ) خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۲۰۰۰ء، صفحات ۱۶۵۔

۲۲۔ نقش نیم رُخ، ترجمہ نامہ ہائے فارسی غالب، ڈاکٹر تنویر احمد علوی (علیگ)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء

۲۳۔ مہر نیم روز (عکس مخطوطہ و ترجمہ)، (مترجم) لطیف الزماں خاں، ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۳ء۔

علی گڑھ کی مطبوعات:

۱۔ عودِ ہندی (اُردو) طبع اول در مطبع مجتبائی میرٹھ، ۱۰/ رجب ۱۲۸۵ھ اکتوبر ۱۸۶۸ء، ۱۸۸ صفحات۔

۲۔ عودِ ہندی، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۲۰ء۔

۳۔ عودِ ہندی، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۲۴ء

۴۔ عودِ ہندی، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۷ء۔

۵۔ مکاتیب الغالب (مرتبہ) جناب مولوی حاجی حافظ سید شاہ علی احسن صاحب احسن، علی گڑھ بک کمپنی علی گڑھ، سن ندارد، صفحات ۲۳۸۔ علی گڑھ بک کمپنی، علی گڑھ، طبع دوم ۱۹۳۱ء۔

۶۔ خطوطِ غالب، (مرتبہ) مالک رام، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، اشاعت ۱۹۶۲ء، صفحات ۴۴۸۔

حوالہ جات

۱۔ صدیقی، محمد علی، ''غالب سر سید تحریک کی پہلی آواز'' مشمولہ افکار، مکتبہ افکار کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۱۲۔

۲۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر، ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ احوالِ غالب از پروفیسر مختار الدین احمد، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۶۔

۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، ''تفہیمِ غالب اکیسویں صدی میں'' مطبوعہ ماہِ نو، لاہور، ۱۹۹۸ء۔

۴۔ محمد علی صدیقی، ''غالب سر سید تحریک کی پہلی آواز'' مکتبہ افکار کراچی، ۱۹۸۲ء، ص ۱۴۔

۵۔ ایضاً

۶۔ کمال الدین حسین ہمدانی، سید محمد، پروفیسر، ''علی گڑھ کا تاریخی پس منظر'' مشمولہ فکر ونظر علی گڑھ، سر سید نمبر اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۶۔

۷۔ آفاق حسین آفاق (مرتبہ) نادراتِ غالب، کراچی طبع ۱۹۴۹ء، ص ۴۵-اردوئے معلّٰی طبع اول مطبوعہ جمعہ ۵ مارچ ۱۹۶۹ء (علی گڑھ) ص ۷۰، ص ۱۲۸، ص ۶۰، ص ۹۰، ص ۱۰۷، ص ۱۱۴ تا ۱۱۶، ص ۱۵۶ نیز جہانِ غالب نے بھی علی گڑھ کو (کول) لکھا ہے۔

۸۔ مختار الدین احمد، پروفیسر (مرتبہ) احوالِ غالب، انجمن ترقی اُردو (ہند)، نئی دہلی، طبع دوم ۱۹۸۶ء، ص ۱۶ تا ۲۱۔

۹۔ صدیقی، محمد علی، ''غالب، سر سید کی پہلی آواز''، مشمولہ افکار، مضمون محمد علی صدیقی مشمولہ میزانِ نثر (جلد پنجم) مرتبین لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی ندیم (علیگ)، دانیال کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۵۶۰۔

۱۰۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ (سلور جوبلی نمبر)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴۳۔

۱۱۔ سر سید احمد، خان، ''آثار الصنادید'' مرتبہ خلیق انجم (جلد دوم) اُردو اکادمی دلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۱ تا ۱۴۳۔

۱۲۔ حالی، الطاف حسین، خواجہ، ''حیاتِ جاوید''، ترقی اُردو بیورو نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۹، ذکرِ غالب، مالک رام، مکتبہ جامع لمیٹڈ نئی دہلی، ۱۹۷۶ء، ص ۴۴، کاظم علی خان، خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ، کتاب نگر لکھنو، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۰ تا ۲۰۹۔

۱۳۔ حالی، الطاف حسین، مولانا: ''حیاتِ جاوید'' (جلد دوم)، ۱۹۹۰ء، ص ۵۴۔

۱۴۔ ایضاً ص ۵۹، ۶۱، ۶۲، ۷۴۔

۱۵۔ ایضاً ص۴۷۔

۱۶۔ ایضاً ص۷۵۔

۱۷۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب میگزین، مرتب مختار زمن، شمارہ ۱۹۰، ۲۰۰۰ء، ص۱۴۴، ''غالب اور سرسید'' از فرخ جلالی، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، اچل تال، علی گڑھ، ص۲۷۱،۲۷۸۔

۱۸۔ ایضاً ص۱۴۴۔

۱۹۔ ایضاً ص۱۴۵۔

۲۰۔ ایضاً ص۱۴۲۔

۲۱۔ سرسید احمد، خان، ''آثار الصنادید''، سنٹرل بک ڈپو، دہلی، بار سوم ۱۹۶۵ء، ص۵۹۰۔

۲۲۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''غالب نکتہ داں''، دانیال، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص۳۱۔

۲۳۔ صباح الدین، سید، ''غالب مدح اور قدح کی روشنی میں''، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص۱۰۔

۲۴۔ سرسید احمد، خان، ''آثار الصنادید''، مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ص ۱۲۱ تا ۱۴۳، ''آثار الصنادید''، سنٹرل بک ڈپو، دہلی، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۶۵ء، ''سورج'' حصہ دوم، غالب کا دوصد سالہ جشن ولادت، اسلام پورہ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص۳۱۶۔

۲۵۔ سرسید احمد، خان، ''آثار الصنادید''، ص۵۹۰ تا ۶۹۰۔

۲۶۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''غالب نکتہ داں''، ص۳۱۔

۲۷۔ کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص۳۴۶۔

۲۸۔ صباح الدین، سید، ''غالب مدح اور قدح کی روشنی میں''، جلد اوّل، ص۱۲ تا ۱۳۔

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً ص۱۳۔

۳۱۔ کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، ص۳۶۱۔

۳۲۔ مختار الدین احمد، ''احوالِ غالب''، انجمن ترقیِ اردو (ہند)، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء، ص۱۹۔

۳۳۔ کلیاتِ غالب، مطبع نول کشور لکھنؤ طبع ۱۸۶۳ء، ص۱۱۴ تا ۱۱۶۔

۳۴۔ خان، کاظم علی، ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ غالب نامہ ۱۹۹۶ء، ص ۳۴۷ تا ۳۴۸، کالی داس گپتا رضا، دیوانِ غالب (عکسی)، ول پبلی کیشنز، بمبئی، ۱۹۸۶ء، ص ۱ تا ۷۔

۳۵۔ کالی داس گپتا رضا، ''دیوانِ غالب (عکسی)'' ص ۱ تا ۷۔

۳۵۔ سر سید احمد، خان: ''آثار الصنادید'' (مرتبہ) خلیق انجم (جلد اول) اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۷۔

۳۷۔ عبدالروٗف عروج: ''بزمِ غالب''، ادارۂ یادگارِ غالب کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۳ تا ۴۔

۳۸۔ ایضاً ص ۳ تا ۴۔

۳۹۔ محمد علی جویا مرادآبادی، ''ر۔ک۔ خیاباں، تاریخ''، مطبع منشی نول کشور لکھنو، طبع اکتوبر، ۱۸۸۱ء، ص ۵۹، آثار الصنادید، سید احمد خاں مرتبہ خلیق انجم (جلد دوم) ص ۴۸ تا ۵۰، مقالہ کاظم علی خاں، ''حکیم احسن اللہ خاں اور غالب''، مطبوعہ رسالہ ہماری زبان نئی دہلی، یکم نومبر ۱۹۸۱ء، ص ۱ تا ۲ نیز ص ۱۶، پنج آہنگ مشمولہ کلیاتِ نثر، غالب طبع اپریل ۱۸۸۸ء، ص ۱۱۰، مقالہ کاظم علی خان، مہر نیم روز، ''تحقیق کی روشنی میں'' مطبوعہ دوماہی اکادمی لکھنؤ، ماہ مارچ ۱۹۸۲ء، ص ۶۱ تا ۶۲۔

۴۰۔ عبدالروٗف عروج ''بزمِ غالب'' ادارہ یادگارِ غالب، کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۲۴۔

۴۱۔ خلیق انجم (مرتبہ)، ''غالب کے خطوط'' (جلد سوم)، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۰۵۔

۴۲۔ خان، کاظم علی، ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص ۳۵۱۔

۴۳۔ خلیق انجم (مرتبہ)، ''غالب کے خطوط'' جلد اول، انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶۶۔

۴۴۔ خان، کاظم علی، ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص ۳۵۲۔

۴۵۔ خان، کاظم علی، ''غالب اور نواب علائی''، مطبوعہ دوماہی اکادمی لکھنؤ، ماہ جنوری/فروری، ۱۹۸۴ء، ص ۲۱۔

۴۶۔ مالک رام، ''تلامذۂ غالب''، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۸۸ تا ۲۸۹۔

۴۷۔ مالک رام، ''بزمِ غالب''، ص ۲۹۴ تا ۲۹۵۔

۴۸۔ مالک رام، ''بزمِ غالب'' ص ۲۹۳ تا ۲۹۷، ذکرِ غالب، مالک رام ص ۱۳۶ تا ۱۳۷، مالک رام، تلامذۂ غالب ص ۳۹۱ تا ۳۹۵، تذکرہ ماہ و سال: مالک رام، مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی، طبع نومبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۷۔

۴۹۔ سر سید احمد، خان، ''آثار الصنادید'' (جلد دوم)، ص ۱۵۹ تا ۱۶۳۔

۵۰۔ بزمِ غالب، ص ۲۹۳ تا ۲۹۷، ذکرِ غالب ص ۱۳۶ تا ۱۳۷، تلامذۂ غالب، ص ۳۹۱ تا ۳۹۵۔

۵۱۔　سرسید احمد، خان، ''آثارالصنادید'' (جلد دوم)، ص۱۶۳ تا ۱۶۵، سخن شعرا: نساخ مطبع منشی نول کشور لکھنو، طبع اکتوبر ۱۸۷۴، ص۴۲۲ تا ۴۲۳، بزم سخن، سید علی حسن خاں (سلیم)، مطبع مفید عام آگرہ طبع اول مطبوعہ ۱۲۹۸ھ، ص۱۰۴، تلامذۂ غالب، ص۴۸۷۔

۵۲۔　سرسید احمد، خان، ''آثارالصنادید'' (جلد دوم)، ص۲۸۱۔

۵۳۔　ایضاً　　ص۲۸۱ تا ۲۸۲۔

۵۴۔　خان، کاظم علی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص۳۵۴۔

۵۵۔　ایضاً　　ص۳۵۵۔

۵۶۔　مالک رام، ''تلامذۂ غالب''، ص۳۹۵۔

۵۷۔　ایضاً　　ص۳۹۶۔

۵۸۔　مالک رام، ''تلامذۂ غالب''، ص۱۷۸۔

۵۹۔　مالک رام، ''بزمِ غالب''، ص۱۶۳۔

۶۰۔　صالحہ عابد حسین، ''یادگارِ حالی''، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، بار سوم، ص۳۴، حالی کی اُردو نثر نگاری، ڈاکٹر عبدالقیوم، ص۳۵۶ تا ۳۵۷، مقالہ خلیق انجم، حالی اور غالب مشمولہ ہماری زبان نئی دہلی، ۲۲ اپریل، ۱۹۸۶ء، ص۵۔

۶۱۔　صالحہ عابد حسین، ''حالی کی دریافت''، سہ ماہی زبان وادب، پٹنہ، اپریل تا جون ۱۹۸۴ء، ص۵۔

۶۲۔　صالحہ عابد حسین، ''مقالہ حالی کی دریافت غالب'' سہ ماہہ زبان وادب، پٹنہ، اپریل تا جون ۱۹۸۴ء، ص۷ تا ۹، صباح الدین عبدالرحمٰن: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' معارف پریس علیگڑھ، جلد اوّل، ۱۹۷۷ء، ص۶۹۔ صباح الدین عبدالرحمٰن ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، معارف پریس علی گڑھ، جلد اوّل، ۱۹۷۷ء، ص۶۹۔

۶۳۔　مالک رام، تلامذۂ غالب، ص۱۵۹ تا ۱۶۲، بزمِ غالب، مالک رام، ص۱۴۴ تا ۱۴۷، نادراتِ غالب، آفاق حسین آفاق (حصہ اول)، ادارہ نادرات کراچی، ۱۹۹۲ء، ص۱۷ تا ۳۴، خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ، کاظم علی خاں، کتاب نگر لکھنؤ، ۱۹۸۱ء، ص۸ نیز ص۴۵ تا ۴۹۔

۶۴۔　مالک رام، ''تلامذۂ غالب'' ص۹۴ تا ۹۵۔

۶۵۔　ایضاً　　ص۳۴۔

۶۶۔　ایضاً　　ص۶۴ تا ۶۵۔

۶۷۔ ایضاً ص ۱۶۳۔

۶۸۔ ایضاً ص ۱۶۴۔

۶۹۔ کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۳۶۱، فغاں بے خبر، خواجہ غلام غوث بے خبر، نامور پریس الہ آباد، مطبوعہ ۱۸۹۱ء؍۱۳۰۹ھ، ص ۱۴۴ تا ۱۴۴۔

۷۰۔ حواشی ملاحظہ ہو: دیباچہ ''دیوانِ غالب''، ۱۹۱۵ء۔ اصغر عباس، ڈاکٹر، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۸۶۔

۷۱۔ حواشی ملاحظہ ہو: مقدمہ ''دیوانِ غالب''، نظامی پریس، ۱۹۱۹ء۔

۷۲۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''احوالِ غالب''، (مرتبہ) مختار الدین احمد، انجمن ترقی ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

۷۳۔ دیباچہ ''دیوانِ غالب''، نظامی ایڈیشن، ۱۹۱۵ء۔

۷۴۔ مقدمہ ''دیوان غالب'' نظامی، نظام پریس بدایوں، چوتھی بار، ۱۹۲۲ء، ص ۵، ۶۔

۷۵۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ، ۱۹۹۶ء۔

۷۶۔ رشید احمد صدیقی ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''احوال غالب''، انجمن ترقی اُردو، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

۷۷۔ ''کلیاتِ نثر فارسی''، ص ۱۷۴، ''کلیات نثر فارسی''، ص ۱۹۳۔

۷۸۔ ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۔

۷۹۔ ملاحظہ ہو:

i۔ رشید احمد صدیقی، غالب نکتہ داں، مرتبین: م۔ ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں

ii۔ احوالِ غالب، مرتبہ: مختار الدین، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

۸۰۔ ملاحظہ ہو: پہلا دیوانِ غالب، ۱۸۴۱ء، مطبع سید الاخبار، دہلی، مضمون غالب اور علی گڑھ، ڈاکٹر اصغر عباس۔

۸۱۔ آثار الصنادید میں ذکر بلبل نوایان سواجنت آباد۔

۸۲۔ شوکت سبزواری، ''غالب کے اُردو کلام کی اشاعت''، مشمولہ ماہ نو، کراچی، فروری ۱۹۵۴ء، ص ۱۱۔

۸۳۔ ایضاً ص ۳۰۲۔

۸۴۔ مالک رام، ''ذکرِ غالب''، طبع اول، ص ۸۷۔

۸۵۔ محی الدین زور، ڈاکٹر، ''روحِ غالب''، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد کن، س۔ن، ص ۴۶۔

۸۶۔ اشعار کے فرق کی تفصیل کے لیے دیکھئے: کالی داس گپتا رضا، ''دیوانِ غالب'' اکتوبر۱۸۴۱ء (عکسی) کا پیش لفظ، مطبوعہ ۱۹۸۶ء۔

۸۷۔ کالی داس گپتا رضا، ''دیوانِ غالب''، جون۱۸۶۲ء (عکسی) کا پیش لفظ، مطبوعہ ۱۹۸۷ء۔

۸۸۔ کالی داس گپتا رضا، (مرتبہ) ''دیوانِ غالب نسخۂ رضا''، ساکار پبلی کیشنز، بمبئی، باراول، دوم، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۰ء، ص ۲۷-۲۸۔

۸۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سرسید کا اثر ادبیات اُردو پر''، علی گڑھ میگزین، علی گڑھ نمبر، مرتبہ نسیم قریشی، ۵۵-۱۹۵۴ء، ۱۹۵۶ء۔

۹۰۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، ''غالب سرسید تحریک کی پہلی آواز''، مشمولہ افکار، ۱۹۸۲ء، ص۱۲۔

۹۱۔ اسلام عشرت، ''غالب کی نثر نگاری''، شاعر، بمبئی، ص۵۱۔

۹۲۔ ایضاً

۹۳۔ غلام رسول مہر، ''خطوطِ غالب''، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۸ء۔

۹۴۔ اسلام عشرت، ''غالب کی نثر نگاری''، ص۵۱۔

۹۵۔ خانوادۂ سرسید سے مراد سرسید کے بھائی سید محمد ہیں۔

۹۶۔ اشرف رشید صدیقی: ''حرفِ مدعا''، عبدالرحمٰن بجنوری ''محاسنِ کلامِ غالب''، بجنوری ٹرسٹ، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص۱۔

۹۷۔ دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ) ۱۹۲۱ء، مفید عام پریس، آگرہ سے شائع ہوا۔

۹۸۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب نکتہ داں''، مرتبین م۔ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں، ذکی سنز، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص۳۲۔

۹۹۔ ملاحظہ کیجیے: نورالحسن نقوی کا مضمون ''عبدالرحمٰن بجنوری اور علامہ اقبال''

۱۰۰۔ عبدالرحمٰن بجنوری، ''محاسنِ کلامِ غالب''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، ۱۹۳۵ء۔

۱۰۱۔ مسعود حسن رضوی، سید، ''غالب کے انتقال پر پہلا مضمون''، مجلّہ سورج، جلد دوم، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص۴۵۱۔

۱۰۲۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، مجلّہ غالب، ادارہ یادگار غالب، کراچی، ص۱۴۵۔

۱۰۳۔ دیکھئے مکتوب سید مہدی بنام سید احمد، مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء۔

۱۰۴۔ عبدالقیوم، ڈاکٹر: ''حالی کی اُردو نثر نگاری''، ص۱۴۵ (مع حاشیہ) نیز ص ۱۹۸-۲۰۰۔

۱۰۵۔ قاضی عبدالودود، رسالہ معاصر پٹنہ، عبدالودود نمبر، اگست ۱۹۷۶ء ص ۱۷ تا ۱۸۔

۱۰۶۔ دیکھیے اصغر عباس کا مضمون ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۱۴۶۔

۱۰۷۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۰۸۔ دیکھیے i۔ رشید احمد صدیقی، ''گنج ہائے گراں مایہ'' (حصہ دوم)، مرتبہ مہر الٰہی ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں، دانیال، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۴۲۔

ii۔ ''مولانا سہیل'' از رشید احمد صدیقی، مطبوعہ 'نگار' لکھنؤ، ۱۹۳۵ء۔

۱۰۹۔ رشید احمد صدیقی، ''گنج ہائے گراں مایہ''، دانیال، کراچی، ۱۹۹۱ء۔

۱۱۰۔ دیکھیے کاظم علی خاں کا مضمون ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۱۱۔ اشرف رشید صدیقی: ''حرفِ مدعا''، عبدالرحمٰن بجنوری، ''محاسنِ کلامِ غالب''، ۲۰۰۱ء، ص ۳۔

۱۱۲۔ i۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب، شمارہ ۱۹۰، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ۲۰۰۰ء۔

ii۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔

iii۔ اشرف رشید صدیقی: ''حرفِ مدعا''، عبدالرحمٰن بجنوری، ''محاسنِ کلامِ غالب''، ص ۳۔

۱۱۳۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۱۴۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''غالب نکتہ داں''، ص ۳۲۔

۱۱۵۔ ''نامورانِ علی گڑھ تیسرا کارواں''، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد ۲۴، جنوری ۸۷ء تا جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۲۲۰۔

۱۱۶۔ ''فکر و نظر''، علی گڑھ (ناموران علی گڑھ، تیسرا کارواں)، ص ۹۵ تا ۱۰۰۔ (مقالہ پروفیسر خورشید الاسلام، ہماری زبان، نئی دہلی، مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء۔ مقالہ پروفیسر اکبر حیدری کشمیری، مقالہ کاظم علی خاں، مقالہ اصغر عباس، مقالہ رشید احمد صدیقی۔)

۱۱۷۔ انٹرویو لطیف الزماں خاں، ۲۷ جون ۲۰۰۵ء۔ اور اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۱۸۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''غالب نکتہ داں''، ص ۳۲۔

۱۱۹۔ دیکھیے: عزیزانِ علی گڑھ تیسرا کارواں، مقالہ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۲۰۔ ان امور کی تفصیل کے لیے دیکھیے: تقریظ آلِ احمد سُرور۔

۱۲۱۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۲۲۔ انٹرویو لطیف الزماں خاں، ۲۷ مئی ۲۰۰۵ء۔

۱۲۳۔ i۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''احوالِ غالب''، ص ۲۹۔

ii۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب نکتہ داں''، ص ۲۹۔

۱۲۴۔ ان امور کی تفصیل کے لیے دیکھیے: رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۲۹۔

۱۲۵۔ ایضاً

۱۲۶۔ ایضاً

۱۲۷۔ ایضاً

۱۲۸۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''۔

۱۲۹۔ ایضاً

۱۳۰۔ ایضاً

۱۳۱۔ ایضاً

۱۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''عرضِ مرتب''، جلیل قدوائی، کلامِ غالب نسخۂ قدوائی۔

۱۳۳۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تقریظ و دیباچہ، انتخابِ غالب، مرتبہ امتیاز علی عرشی۔

۱۳۴۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ انتخابِ ریختہ غالب، ۱۹۸۵ء۔

۱۳۵۔ اس بحث کے لیے دیکھیے: پیش لفظ 'دیوانِ غالب'، کالی داس گپتا رضا، چوتھا ایڈیشن، جون جولائی ۱۸۶۲ء (عکسی) ۱۹۸۷ء۔

۱۳۶۔ کالی داس گپتا رضا نے دیوان غالب نسخہ رضا، ساکار پبلشرز، بمبئی، ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۲۷ پر اس کی تعداد ۱۱۵۸ بتائی ہے اور ذکر غالب، طبع سوم، صفحہ ۱۶۵ پر مالک رام نے اس کی تعداد ۱۱۵۹ بتائی ہے۔

۱۳۷۔ دیکھیے: اشاریہ غالب، ڈاکٹر معین الرحمٰن، ادارہ یادگار غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء۔

۱۳۸۔ دیکھیے: نسخۂ رضا (عکسی)، ۱۹۸۷ء، پیش لفظ ص ۷۷۔ غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں، کالی داس گپتا رضا، ساکار پبلشرز بمبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۰-۲۹۔

۱۳۹۔ دیکھیے: مالک رام، 'ذکرِ غالب'، طبع سوم، ص ۱۶۴۔

۱۴۰۔ اس بحث کے لیے دیکھیے: 'دیوان غالب' جون ۱۸۶۲ء (عکسی) کا پیش لفظ، مطبوعہ ۱۹۸۷ء۔

۱۴۱۔ دیکھیے: 'اشاریہ غالب'، معین الرحمٰن، مطبوعات مجلس یادگار غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۷۸۔

۱۴۲۔ مفصل تفصیل کے لیے دیکھیے: 'مقدمہ دیوانِ غالب'، مالک رام، ۱۹۵۷ء، ص ۱۹-۱۶۔

۱۴۳۔ 'اشاریہ غالب'، ڈاکٹر معین الرحمٰن، مطبوعات یادگار غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۷۹-۸۰۔

۱۴۴۔ دیوانِ غالب نسخہ رضا، مرتبہ کالی داس گپتا رضا، بارسوم، ساکار پبلی کیشنز، بمبئی، ۱۹۹۵ء۔

۱۴۵۔ عبدالمغنی، ''غالب کی فارسی شاعری''، آج کل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۳۔

۱۴۶۔ عبدالمغنی، ''غالب کی فارسی شاعری''، آج کل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۴۔

۱۴۷۔ یوسف حسین قاسمی، ڈاکٹر، ''عہدِ غالب کے فارسی ادب کی خصوصیات''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۵ء، جلد ۶، شمارہ ۱، ص ۱۲۹۔

۱۴۸۔ آذر میدخت صفوی، ڈاکٹر، ''غالب کا فارسی کلام اور نشاۃ الثانیہ''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جلد ۱۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۱۸۳۔

۱۴۹۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، مجلّہ سورج، ۲۰۰۳ء۔

۱۵۰۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، سورج، خصوصی اشاعت، جلد دوم، نصیر الدین روڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۸۰۷۔

۱۵۱۔ i۔ ایضاً

ii۔ قاضی عبدالودود، غالب کے کلیات نظم فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ''، مجلّہ علوم اسلامیہ، جلد ۱، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۶۰ء، ص ۲۔

۱۵۲۔ غالب کلیاتِ نثر فارسی، لکھنؤ ۱۲۸۴ھ۔

۱۵۳۔ i۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، سورج، خصوصی اشاعت، جلد دوم، نصیر الدین روڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۸۷۰۔

ii۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ادارہ یادگار غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۳۳۔

iii۔ قاضی عبدالودود، ''غالب کے کلیات نظم و فارسی کا قدیم ترین نسخہ''، مجلّا علومِ اسلامیہ، جلد ۱، شمارہ ۲، دسمبر ۱۹۶۰ء۔

۱۵۴۔ حنیف نقوی، ''مئے خانہ آرزو سرانجام''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۴۵۱۔

۱۵۵۔ ایضاً

۱۵۶۔ غلام رسول مہر، ''غالب''، تیسرا ایڈیشن، کوہ نور پریس، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۹۰۔

۱۵۷۔ i۔ مقالہ قاضی عبدالودود، ''غالب کے کلیاتِ نظم فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ''، مجلّہ علومِ اسلامیہ، دسمبر ۱۹۶۰ء، جلد ۱، شمارہ ۲۔

ii۔ مالک رام، ''مقالہ غالب کی فارسی تصانیف''، مجلّہ سورج، جلد دوم، ۲۰۰۳ء، ص ۷۸۰۔

iii۔ حنیف نقوی، ''مئے خانۂ آرزو سرانجام''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۴۵۱۔

۱۵۸۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، سورج، جلد دوم، ۲۰۰۳ء، ص ۷۸۱۔

۱۵۹۔ عرشی، دیباچہ ''دیوانِ غالب''، نسخۂ عرشی، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء، صفحہ ۲۰۔

۱۶۰۔ حسرت موہانی، ''ضمیمہ دیوانِ غالب مع شرح''، ۱۹۰۶ء، صفحہ ۱۶۱۔

۱۶۱۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ۱۹۶۹ء، ص ۳۲۔

۱۶۲۔ i۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ۱۹۶۹ء، ص ۳۲۔

ii۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی''، سورج، جلد دوم، ۲۰۰۳ء۔

۱۶۳۔ کیونکہ انہوں نے اُردو دیوان ۱۹۴۱ء میں تقریظ لکھی تھی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے آثار الصنادید ۱۸۴۷ء۔

۱۶۴۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ادارہ یادگارِ غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۴۲۔

۱۶۵۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، سورج، جلد دوم، ص ۴۳۹، ۲۰۰۳ء، ص ۷۸۱۔

۱۶۶۔ مالک رام، ''غالب کی فارسی تصانیف''، مجلّہ سورج، جلد دوم، ۲۰۰۳ء، ص

۱۶۷۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ص ۴۰ تا ۴۴ / ۷۸۲ تا ۷۸۳۔

۱۶۸۔ میاں فوجدار محمد خان کے بارے میں دیکھئے مضامین

i۔ محمد یوسف قیصر بھوپالی، روزنامہ ندیم، بھوپال، ۵ فروری ۱۹۵۶ء۔

ii۔ بی بی رشیدہ بھوپالی، ماہنامہ نیا دَور، لکھنؤ، جمہوریت نمبر ۱۹۵۸ء۔

iii۔ نادم سیتاپوری، فروغ اُردو، لکھنؤ، غالب نمبر ۱۹۶۹ء۔

۱۶۹۔ معین الرحمٰن، اشاریۂ غالب، یادگارِ غالب، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۱۔

۱۷۰۔ ایضاً ص ۱۰۳۔

۱۷۱۔ مقدمۂ عبدالرحمٰن بجنوری کیوں شامل کیا گیا تفصیل کے لیے دیکھئے مقالہ رشید احمد صدیقی، غالب اور علی گڑھ، غالب

نکتہ داں دانیال، کراچی، مرتب: م۔ ندیم (علیگ) لطیف الزماں خاں، ۱۹۹۲ء، ص ۲۷۔

۱۷۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقالہ اصغر عباس، غالب اور علی گڑھ، مجلّہ غالب شمارہ ۱۹۰، ۲۰۰۰ء۔

۱۷۳۔ ایضاً

۱۷۴۔ ایضاً

۱۷۵۔ عبدالودود، ''عرض حال''، ماثرِ غالب، ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء۔

۱۷۶۔ شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر، ''عہد غالب کے فارسی ادب کی خصوصیات''، غالب نامہ، مدیر پروفیسر نذیر احمد، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی جلد ۱۶، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۹ تا ۱۳۹۔

۱۷۷۔ ان تمام امور کی تفصیل کے لیے دیکھئے

i۔ ''اشاریہ غالب''، معین الرحمٰن، ص ۴۶-۴۷۔

ii۔ مالک رام، نگار لکھنؤ، جولائی ۱۹۶۰ء، سورج، لاہور، مقالہ غالب کی فارسی تصانیف، ۲۰۰۳ء۔

۱۷۸۔ مالک رام، ''نگار'' لکھنؤ ۱۹۶۰ء، سورج، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۸۴۔

۱۷۹۔ ایضاً

۱۸۰۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ''، غالب ۱۹۶۹ء، ص ۶۵۔

۱۸۱۔ ایضاً ص ۶۶۔

۱۸۲۔ ایضاً ص ۱۱۳۔

۱۸۳۔ ایضاً ص ۱۱۸۔

۱۸۴۔ مالک رام، ''نگار''، لکھنؤ، جولائی ۱۹۶۰ء۔

۱۸۵۔ خلیق انجم، مقدمہ خطوطِ غالب، جلد پنجم، ۲۰۰۰ء۔

۱۸۶۔ اکبر علی خاں، ''نذرِ عرشی''، دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۴۸۔

۱۸۷۔ آغا حسن، ''آج کل''، دہلی، جون ۱۹۴۷ء، ص ۱۲۱۔

۱۸۸۔ اسلام عشرت، ''غالب کی نثر نگاری''، شاعر، بمبئی، ص ۵۱۔

۱۸۹۔ عطا کاکوی، ''غالب کی اُردو نثر نگاری''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جلد ۵، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۴ء، ص ۱۷۰۔

۱۹۰۔ ایضاً ص ۱۷۰۔

۱۹۱۔ معین الرحمٰن، ''اشاریہ غالب''، ۱۹۶۹ء، ص ۷۰۔

۱۹۲۔ ایضا ص ۷۱ تا ۷۵۔

۱۹۳۔ پروفیسر حمید احمد خان، ادبی دنیا لاہور، دسمبر ۱۹۴۹ء۔

۱۹۴۔ دیباچہ خطوطِ غالب، خلیق انجم، جلد پنجم، ۲۰۰۰ء۔

۱۹۵۔ مختار الدین احمد، ڈاکٹر (مرتب) ''احوالِ غالب''، ص ۳۔

۱۹۶۔ خط حنیف نقوی، ڈاکٹر بنام لطیف الزماں خاں، ۱۸ر جنوری ۲۰۰۵ء۔

۱۹۷۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۱۶۴۔

۱۹۸۔ ایضاً ص ۱۴۷۔

علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کی روایت
تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(الف) علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کا آغاز وارتقاء، پہلا تحقیقی مضمون، کتاب اور مقالہ

(ب) علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کے موضوعات کا تنوع اور غالب کی فن وشخصیت سے متعلق شائع ہونے والے تحقیقی کام کا تجزیہ

(ج) علی گڑھ سے وابستہ اہم محققینِ غالب، تحقیقی کتب ومضامین کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اور اشاریہ

مرزا اسد اللہ خان غالب رجب ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ مطابق فروری ۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔ گویا سنہ ہجری کے لحاظ سے تہتر سال اور سنہ عیسوی کے لحاظ سے بہتر سال زندہ رہے[۱]۔ ان کی زندگی میں ان کی سوانح اور شاعری کے بارے میں لکھا جا چکا ہے مگر یہ سلسلہ اتنی سرعت سے نہیں چلا جتنی کہ ان کی وفات ۱۸۶۹ء کے بعد اور پھر اُن کی صد سالہ برسی فروری ۱۹۶۹ء کے درمیانی عرصے میں اتنا لکھا گیا کہ اب تک اقبال کے سوا اُردو کے کسی اور شاعر کے متعلق یوں نہیں لکھا گیا۔ اس حوالے سے ذہن میں سوال اُبھرتا ہے کہ وہ کون سا پہلا نقاد تھا جس نے غالب کی تفہیم کی اور کون سا وہ محقق تھا جس نے غالب کی زندگی کے مختلف گوشوں کا کھوج لگاتے ہوئے ان کی شخصیت اور کلام کو آئندہ نسلوں سے متعارف کروایا۔ اس امر کا کھوج لگائیں تو غالب کا اولین ذکر سرسید احمد خان کی مشہور تصنیف ''آثار الصنادید'' (۱۸۴۶ء) میں ملتا ہے لیکن اس جواب سے ادب کے قارئین مطمئن نہ ہوئے اور غالب کے اولین تعارف نگار کے بارے میں استفسار آج تک جوں کا توں باقی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنے مقالہ غالب کا اولین تعارف نگار میں لکھتے ہیں کہ ماہ نو کے مقالہ نگار یا کسی اور بزرگ کا یہ خیال کہ غالب کا ذکر سب سے پہلے سرسید احمد خان نے آثار الصنادید میں کیا درست نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رائے رکھنے والے کی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ غالب کا ذکر آثار الصنادید سے پہلے بہت سے تذکروں اور پھر اس سے بھی پہلے میر تقی میر سے یہ سلسلہ جاملاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب کے سلسلے میں ماہِ نو کے مقالہ نگار یا کسی بزرگ کا یہ خیال کہ ان کا ذکر سب سے پہلے سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید میں کیا ہے درست نہیں ہے اور کہنے والے کی بے خبری کا پتہ دیتا ہے۔ اس لیے کہ آثار الصنادید مرقومہ ۱۸۴۶ء سے پہلے کئی تذکرہ نگار غالب کا تعارف کرا چکے تھے۔ تذکرہ نگاروں کے تراجم سے قطع نظر کئی اور ایسی باتیں ہیں جو غالب کی شاعرانہ شخصیت و عظمت کے متعلق اولین تعارف کی حیثیت رکھتی ہیں۔''[۲]

سرسید کی آثار الصنادید سے بھی پہلے تذکروں میں غالب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے بھی پہلے میر تقی میر نے ایک جملے کی صورت میں ہے جسے ''یادگارِ غالب'' میں حالی نے یوں لکھا ہے:

''اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستے پر ڈال دیا تو
لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔'' [۳]

''مرزا غالب اور میر تقی میر'' بحوالہ ''ذکرِ غالب'' میں اس رائے کو رد کرتے ہوئے غلام رسول مہر چند سوالات اُٹھاتے ہیں۔ ان سوالات کو رد کرنے میں مالک رام بڑے ٹھوس دلائل دیئے ہیں اور یہ رائے بھی کوئی باقاعدہ مضمون کی صورت میں نہ تھی بلکہ ایک آدھ فقرے کی صورت میں تھی۔ خیر اس بحث سے قطع نظر فرمان فتح پوری نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر ورخشاں کی اس تقریظ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو غالب کے دیوانِ اُردو (۱۸۴۱ء) مطبع سید الاخبار دہلی سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''میر کی پیشین گوئی سے قطع نظر ایک جامع تقریظ کی صورت میں غالب کا اولین تعارف سر سید احمد خان نے نہیں بلکہ نواب ضیاء الدین خاں نیر ورخشاں نے کرایا ہے۔ اس نثری تقریظ میں نواب ضیاء الدین احمد خاں نے غالب کو ''سرخیل انجمن نکتہ داناں'' قرار دیتے ہوئے اس کی توصیف میں چند اشعار بھی کہے ہیں جو غالب کے کلام پر اولین تنقیدی خیالات کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' [۴]

نیر ورخشاں کے غالب کی تعریف میں کہے گئے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سخن را از خیالش ارجمندی — معانی راز فکرش سر بلندی
صریر خامہ اش بس دل پذیر است — بہشتے عندلیباں را صفیر است
مہیں فرزندِ نہٗ آبائے علوی — بہیں شاگردِ روح القدس عالی
جہاں را بے دریغ آموزگار است — کزیں معنی شناس روزگار است
بہ جولاں گاہِ معنی یکہ تازے — فلاطوں فطرتے حکمت طرازے
ز کلکش ریزشِ گنجِ معانی — جواہر آذری در دُر فشانی
ز صہبائے سخن سرشار گشتہ — ورق از فکر او گلزار گشتہ

(ترجمہ) ''۱۔ شعر کو اس کے خیال کی بدولت عظمت ملی اور معانی کو اس کی فکر کی بدولت سربلندی حاصل ہوئی۔ ۲۔ اس کی قلم کی نوک بہت دل پذیر ہے، وہ بہشت کے بلبلوں کے لیے آواز ہے۔ ۳۔ وہ نو اونچے آسمانوں کا عظیم فرزند ہے اور وہ عظیم روح القدس کا صاحب عظمت شاگرد ہے۔ ۴۔ وہ یقیناً دنیا کا استاد ہے اور اس حقیقت کے اعتبار سے دنیا میں معروف ہے۔ ۵۔ وہ معانی کے میدان جنگ میں اکیلا گھڑ سوار ہے وہ فطرت

کے اعتبار سے افلاطون اور صاحب حکمت ہے۔ ۶۔اس کے قلم سے معانی کا خزانہ ٹپکتا ہے اور وہ ایرانی مہینے آذر کے بادل کی طرح موتی برساتا ہے۔ ۷۔ وہ شعر کی شراب سے سرشار ہوا اور کتاب کا ورق اس کی فکر سے گلزار بنا۔''

یہ تقریظ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اتفاق سے خود سرسید احمد خاں کی آثار الصنادید میں مطبوعہ سید الاخبار، دہلی، باہتمام سید عبدالغفور بقا، ۱۲۶۳ھ، مطابق ۱۸۴۷ء، ص ۱۵۲ تا ۱۶۵ میں شامل ہے مگر یہ تقریظ دیوان (۱۸۴۱ء) اور آثار الصنادید (۱۸۴۷ء) سے بھی پہلے لکھی جاچکی تھی [۵]۔ مالک رام ذکرِ غالب طبع سوم کے صفحہ نمبر ۱۶۴ پر لکھتے ہیں:

''دیوان غالب (۱۸۴۱ء) کے شروع میں صفحہ ۳-۵ غالب کا فارسی دیباچہ اور آخر میں (صفحہ ۱۰۴-۱۰۸) نیر ورخشاں کی تقریظ ہے جو انہوں نے دیوان کی اشاعت سے تین برس پہلے (۱۲۵۴ھ) میں لکھی تھی۔۔۔۔۔ گویا دیوان ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۹ء) میں مرتب ہو چکا تھا اور۔۔۔۔ تین برس بعد (۱۸۴۱ء) میں شائع ہوا۔'' [۶]

مولانا عرشی کے مطابق اس کا ایک ایڈیشن صولت لائبریری رام پور میں محفوظ ہے [۷] اور راقم الحروف کے پیش نظر کالی داس گپتا رضا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ان کے ذاتی ذخیرۂ غالبیات کی فہرست ہے اور بی بی سی کے پروگراموں اور دیباچہ دیوانِ غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں کالی داس گپتا رضا (ساکار پبلی کیشنز، بمبئی، اول، ۲۷ دسمبر ۱۹۹۰ء) کے مطابق اس دیوان کا ایک ایڈیشن گپتا جی کے پاس بھی موجود ہے۔ گویا جس مطبع سے ۱۸۴۷ء/۱۲۶۴ھ میں سرسید احمد خان کی آثار الصنادید شائع ہوئی اسی سے غالب کا دیوان ۱۸۴۱ء/۱۲۵۷ھ نواب ضیاء الدین کی تقریظ کے ساتھ شائع ہو چکا تھا اور مولانا عرشی کے بقول یہ تقریظ دیوانِ غالب کے قلمی نسخے کے لیے ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء میں لکھی جاچکی تھی [۸]۔

مندرجہ بالا بحث کہ میر نے غالب کے لیے جملہ کہا یا تذکروں میں آثار الصنادید سے بھی پہلے غالب کا ذکر ہے، اس سے قطع نظر میرے مقالے کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ علی گڑھ میں پہلا مضمون کون سا اور کس کا شائع ہوا؟ لہٰذا علی گڑھ کے اور غالبیات کے حوالے سے راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق پہلا دیوان سرسید کے بھائی کے مطبع سید الاخبار دہلی سے (۱۸۴۱ء) میں چھپا جب کہ ضیاء الدین نیر ورخشاں ☆ کے تعریفی وتنقیدی اظہار پر مبنی تقریظ غالب کے اُردو دیوان (۱۸۴۱ء) پر لکھی گئی ہے۔ یاد رہے کہ نیر ورخشاں کی غالب سے رشتہ داری بھی تھی۔ [۹]

☆ ضیاالدین نیر ورخشاں (۱۸۲۱-۱۸۸۵ء) نواب احمد بخش والی ریاست فیروز پور جھرکہ کے بیٹے یعنی امین الدین کے چھوٹے بھائی تھے، غالبؔ کی بیوی کے چچیرے بھائی تھے۔ غالب نے اپنی زندگی میں انہیں سندِ خلافت لکھ دی تھی اور انہیں خلیفۂ اول قرار دیا تھا۔ ان کا کلام ''صحیفۂ زریں نیر ورخشاں'' کے نام سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں علمِ نجوم، ہیئت، تاریخ، جغرافیہ پر دسترس تھی۔ فارسی میں نیر اور اُردو میں رخشاں تخلص کرتے تھے۔

سرسید احمد خاں کی آثار الصنادید ۱۸۴۷ء کے پہلے ایڈیشن کے چوتھے باب ''ذکر بلبل نوایان سواد جنت آباد حضرت شاہجہاں آباد'' [۱۰] میں غالب اور ان کے چار شاگردوں کا خاصا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ اس میں مذکورہ سطور میں راقم الحروف نے صراحت دی ہے کہ آثار الصنادید میں بھی یہ تقریظ شامل ہے جو نیر ورخشاں نے ۱۸۴۱ء کے دیوان کے لیے لکھی۔ لہٰذا دونوں کتب یعنی دیوانِ اُردو ۱۸۴۱ء اور آثار الصنادید ۱۸۴۷ء اسی مطبع سید الاخبار سے شائع ہوئیں لہٰذا ضیاء الدین نیر ورخشاں کی تقریظ ہی غالب پر علی گڑھ کے حوالے سے پہلا مضمون قرار پایا مگر میں آثار الصنادید کے مضمون کو بھی پہلے مضمون کی ذیل میں رکھوں گی کیونکہ یہ مضمون آج سے ایک سو ساٹھ سال (۱۸۴۷ء-۲۰۰۶ء) پرانا اور مفصل مضمون ہے جس میں غالب کے فارسی اُردو کلام کا نمونہ اور تعریف کی گئی ہے اور رشید احمد صدیقی بھی اسی مضمون کو پہلا با قاعدہ مضمون قرار دیتے ہیں۔ رشید صاحب لکھتے ہیں:

> ''سرسید کی کتاب آثار الصنادید (۴۷-۱۸۴۶ء) سب سے پہلی کتاب ہے جس میں غالب کے حالات وکلام پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا باب چہارم جس میں دلی کے نام ور مشائخ، علماء، فقراء، اطباء اور شعراء وغیرہ کا ذکر ہے، بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ تقریباً یہ سب لوگ ایسے ہیں جن سے سرسید متعارف تھے۔ ان میں مرزا کا تذکرہ شعراء کے ضمن میں سب سے پہلے کیا گیا ہے جو سترہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔'' [۱۱]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سید صباح الدین ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' مطبوعہ معارف پریس، علی گڑھ (۱۹۷۷ء) ص ۱۰ پر آثار الصنادید کا سن تالیف ۱۸۴۵ء بتاتے ہیں اور رشید احمد صدیقی اپنے مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ ''غالب نکتہ داں'' دانیال، کراچی (۱۹۹۷ء) احوالِ غالب، مختار الدین احمد، میں آثار الصنادید کا سن ۴۷-۱۸۴۶ء بتاتے ہیں۔ لہٰذا راقم الحروف نے دونوں سنین کے حوالے سے اپنے مقالے میں بات کی ہے۔

یہ درست ہے کہ آثار الصنادید سے بھی پہلے غالب کا ذکر مختلف تذکروں میں ہوتا رہا یا میر نے ایک آدھ فقرے کی صورت میں کیا مگر ہمیں یہاں معیار اور مقدار کے حوالے سے بھی بحث مقصود ہے کہ معیار اور مقدار کے لحاظ سے پہلا با قاعدہ مضمون کون سا ہے؟ غالب کی مدح سرائی میں لکھا گیا آثار الصنادید میں موجود مضمون آج سے ڈیڑھ سو سال پرانا ہے۔ جس انداز میں سرسید احمد خاں نے غالب کی مدح سرائی کی ہے آج تک ویسی کوئی نہ کرسکا۔ سید صباح الدین لکھتے ہیں:

> ''سرسید احمد خان اپنے تمام معاصرین سے زیادہ غالب کے قدر دان اور معترف تھے، انہوں نے تقریباً ۱۸۴۵ء میں آثار الصنادید لکھی، جب غالب کی عمر ۴۸ سال کی تھی اس میں غالب کے متعلق جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس کو غالب کی مدح سرائی کی انتہا

سمجھنا چاہیے کیونکہ جو تعریف سر سید نے کر دی ہے اس سے بڑھ کر اس سو سال کے اندر کسی اور سے نہیں ہو سکی ہے۔'' [۱۲]

اس وارفتگی اور شیفتگی کا اظہار سر سید کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

''راقم آثم کو جو اعتقاد اُن کی خدمت میں ہے اس کا بیان نہ قدرت تقریر میں ہے اور نہ احاطۂ تحریر میں آسکتا ہے اور چوں کہ ''دلہا را بدلہا راہ باشد'' ان حضرت کو بھی وہ شغف راقم کے حال پر ہے کہ شاید اپنے بزرگوں کی طرف سے کوئی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ میں اپنے اعتقاد میں اُن کے ایک حرف کو بہتر ایک کتاب سے اور اُن کے ایک گل کو بہتر ایک گلزار سے جانتا ہوں اور اگر دیکھا جائے تو حق بھی یہی ہے۔'' [۱۳]

سر سید احمد خان نے مرزا کی فارسی نظم ونثر کے نمونے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اُردو شاعری کے نمونوں کو بھی اس کتاب میں شامل کیا اور غالب کے احوال وادبی آثار کو اپنے مضمون میں محفوظ کیا ہے [۱۴]۔ سر سید آثار الصنادید کے ص ۵۸۷ پر غالب کی نظم ونثر، اُردو کلام اور احوال وآثار کی مدح سرائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہمارے اوج و مفاخر و معالی، جاگزیں سدرۃ المنتہی مراتب بلندومدارج عالی، موسّسِ اساسِ شیوابیانی، بانی پایۂ الفاظ و معانی، عندلیب بہارستان سخن گستری، طوطی شکرستان معنی پروری، ادج سمائے برتری ووالا تباری مہر سپہر بلند اختری وگردوں اقتداری شاگرد رحمٰن اُستاد سحبان، المعی زمان، نوذعی بیان، فرزدق دہر ولبید آوان، سمی وصی رسولؐ اللہ جناب مستطاب مرزا اسد اللہ غالب تخلص، دیوان حافظ اُن کی لسان الغیبی کے عہد میں دلوں سے فراموش، زبانِ خلاق المعانی اُن کے معنی ایجاد کے زمانہ میں خاموش، چراغ انوری انہیں کے شعلۂ فکر سے روشن اور سینۂ آذری انہیں کی آتش حسرت سے گلخن عنصری، اُن کی رشک افکار سے ایسا جل گیا کہ گویا اُس کا پیکر فقط عنصر آتش سے متکون ہوا تھا اور سحبان اُن کی حسرتِ کمال سے ایسا رویا کہ مگر اُن کی بینائی چشم فقط عنصر آب سے بنی تھی۔ زلالی اُن کے چشمۂ ہنر کا تشنہ لب اور ابواسحاق اطعمہ اُن سے خوانِ استعداد سے نعمت طلب، خاقانی اس خسروِ معنی کی کم تر رعیت اور خسرو اس بادشاہِ سخن کے آگے سرگرمِ خدمت۔ ملاحتِ کلامِ سعدی اُن کے خوانِ فیض کی نمک خوار اور شیرینی زبان حافظ اُن کی نعمتِ مقال سے روزینہ دار۔ رنگینیٔ معنی سے

صفحے کو گل رنگ اور طراحی فکر سے کاغذ کو ارژنگ کرنا خاصہ اسی چمن طرازِ سخن وری اور
نقاشِ صحیفۂ ہنر پروری کا ہے۔ اگر الفاظ ثقیل سے گرانی اُٹھائے تو کوہ کاہ کاہ حکیم پیدا
کرے اور اگر سخن میں متانت صرف کرے تو ورق بیاض صدمۂ صرصر سے جگہ سے نہ
ہلے۔ قلم اُن کا معنی روشن کی تراوش سے فوارۂ نور اور عبادت پاکیزہ اُن کی لطیف
کیفیت سے شراب انگور۔'' [۱۵]

سترہ صفحے کے طویل مضمون جس کا عنوان ''ذکر بلبل نوایانِ سوادِ جنت آباد شاہجہاں آباد'' ہے اس مضمون کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

ہر کجا کہ روم وصفِ دوستاں گویم
برائے یار فروشی دکاں نمی باید [۱۶]

جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے: میں جہاں کہیں جاتا ہوں دوستوں کے اوصاف بیان کرتا ہوں، یار فروشی کے لیے دکاں نہیں ہے یعنی دوستوں کی برائی میں نہیں کرتا۔

اس کے بعد جلی حروف میں ''جناب مرزا اسداللہ خاں غالب مدظلہ العالی'' لکھا ہوا ہے اس مضمون کی صرف ایسی سطور قارئین کے لیے بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جن میں مرزا غالب کی سخن بیانی کو حافظ، انوری، عنصری، خاقانی، سعدی اور خسرو جیسے کمال فن سے زیادہ برتر بیان کرتے ہیں اور صباح الدین اپنی رائے میں آج کل کے محققین کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج غالب کے مدوحین و پرستار غالب کی اس قدر تعریف کو اپنی تحریروں کی زینت نہیں بناتے کہ ایسی مدح غالب کی کوئی نہ کر سکا۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

''لیکن سرسید نے غالب کی جو مدح کی ہے اس سے موجودہ دور میں غالب کا سب سے بڑا پرستار بھی اتفاق نہ کرے گا اور وہ غالب کو انوری، عنصری، خاقانی، سعدی، حافظ اور خسرو وغیرہ جیسے تمام اساتذہ سے برتر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔'' [۱۷]

اس ضمن میں نواب ضیاء الدین نیر ورخشاں کی مدحت طرازی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو انہوں نے اپنی تقریظ میں غالب سے متعلق کی۔ ضیاء الدین کے ان تعریفی کلمات کی عبارت ملاحظہ ہو:

''همانا منتخب دیوانِ اُردو زبانست ریختہ کلک مسیحی فرتابِ خدامِ قسطاس دانش، اُسطرلاب بینش، جوہرِ آئینہ آفرینش، معیارِ نقدِ گراں مائیگی، معراجِ مسلمِ بلند پائیگی، قہرمان قلمرو معنی پروری، فرمان فرمائے گہیان سخنوری، گیتی خدائگانِ نو آئین نگاری، جہاں سالارِ تازہ

گفتاری۔ روان بخش کالبدِ سخن گستری، بینائی فزائے چشم دیدہ وری، فرازندۂ لوائے
شوکتِ خامہ،فرزندہ چراغ دودۂ آمہ،آیۂ ناسخ شہرتِ ہمداستاناں،سرخیلِ انجمنِ نکتہ داں۔'[۱۸]
(ترجمہ) ''اسی کا منتخب اُردو زبان کا دیوان ہے جو اس کی مسیحائی والی قلم سے نکلا، وہ
غالب جو دانش کے نظام کے خدام کی عظمت ہے۔ وہ نظر کا اسطرلاب (ناپنے کا پیمانہ)
ہے وہ پیدائش کے آئینے کا جوہر، عظمت کی جانچ کا معیار، بلند ہمتی کی اصل معراج،
معنی پروری کی سلطنت کا ہیرو، شاعری کی دنیا کا فرمانروا، دنیا میں نئے انداز نگارش
کا حاکم، جدید اُسلوب گفتار کا دنیا میں سردار، سخنوری کے جسم میں روح پھونکنے والا،
دیدہ وری کی آنکھ میں بینائی بڑھانے والا، قلم کی شوکت کے جھنڈے لہرانے والا، آئمہ
کے خاندان کا روشن چراغ، اپنے جیسے شعرا کی شہرت کو منسوخ کرنے والی آیت اور نکتہ
پرور شعرا کی انجمن کا سردار ہے۔''

اس کے بعد کچھ شعر غالب کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے لکھے ہیں جن کو صباح الدین ☆[۱]خراج تحسین اور فرمان فتح پوری☆[۲] تنقیدی نوعیت کے شعر کہتے ہیں جس سے اس بات کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ توصیفی اور تنقیدی دونوں آراء کا پہلا نقش نواب ضیاء الدین نیر درخشاں ہی کی تقریظ میں پایا جاتا ہے۔ دونوں آراء کے الفاظ سنیے پھر نمونۂ اشعار پڑھیے۔ بقول صباح الدین: ''فارسی اشعار میں اُن (غالب) کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔'' بقول فرمان فتح پوری: ''نواب ضیاء الدین احمد خاں نے غالب کو'سرخیل انجمن نکتہ داناں' قرار دیتے ہوئے ان کی توصیف میں چند اشعار بھی کہے ہیں جو غالب کے کلام پر تنقیدی خیالات کی حیثیت رکھتے ہیں۔''[۱۹]

یہ غالب کے مدوحین و پرستاروں کی غالب کے ساتھ رغبت ہے کہ وہ غالب کے متعلق اقلیم ادب کے شہسواروں کے منہ سے نکلا ایک جملہ، حرف حتیٰ کہ لفظ تک محفوظ کر لینا چاہتے ہیں اگر اس بحث میں پڑا جائے کہ غالب کا تذکروں اور بیاضوں مشاعروں وغیرہ میں کس کس نے تعریف کی جیسے میر تقی میر کا ایک جملہ اور ایسے جملوں کا شمار کرنا مشکل ہوگا کہ اُس دَور میں جب غالب کے حلقۂ احباب میں شامل افراد رشتہ دار دوست احباب شاگرد، حاسد، ممدوح کے منہ سے کیا کیا تعریفی جملے نہ نکلتے ہوں گے ایسے کلمات کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ کلمات کوئی باقاعدہ مضمون کی حیثیت نہیں رکھتے اور ہمیں غالب شناسی میں باقاعدہ مضمون کا تعین کرنا ہے اور وہ بھی علی گڑھ کے حوالے سے۔ اگر ہم غالب کے تذکرے کے حوالے سے علی گڑھ کی بحث سے قطع نظر

☆۱ صباح الدین خان کا خراجِ تحسین''سرسید احمد خان اور غالب''، مشمولہ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، حصہ اول، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص ۱۰۔
☆۲ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر،''غالب کے اوّلین تعارف نگار''، مشمولہ''سورج''لاہور، دوصد سالہ جشنِ غالب، سورج پبلی کیشنز بیورو، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۲۔

محمد ضیاء الدین نیر ورخشاں کی تقریظ اور آثار الصنادید کے مضمون کے علاوہ دیکھیں جو محققین غالب کی پہلی تحریر کا سراغ لگا رہے ہیں وہ قدیم تین تذکروں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً فرمان فتح پوری اپنے مضمون غالب کا اولین تعارف نگار (بحوالہ سورج ۱۹۹۶ء) ص ۱۶۵ پر تین تذکروں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ عیار الشعراء مولفہ خوب چند ذکا

۲۔ عمدۂ منتخبہ، مولفہ اعظم الدولہ سرور

۳۔ گلشن بے خار، مولفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ

گلشن بے خار میں شیفتہ نے غالب کی تعریف کی جو آثار الصنادید سے گیارہ سال پہلے لکھا گیا۔ ''عمدۂ منتخبہ'' اور ''عیار الشعرا'' تو ''گلشن بے خار'' سے بھی پہلے لکھے گئے جن میں غالب کے کلام کی تعریف کی گئی۔

غالب کے معروف نقاد اُسلوب احمد انصاری نے اپنی کتاب 'نقش ہائے رنگ رنگ' (۱۹۹۸ء) کے پیش لفظ میں میر مہدی مجروح کے مضمون کو غالب پر پہلا مضمون قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''غالب کی تحسین شناسی کے سلسلے میں غالباً سب سے پہلا مضمون میر مہدی مجروح نے لکھا تھا۔'' غالب کے شاگرد میر مہدی مجروح ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے (بحوالہ تلامذہ غالب، مالک رام، ۱۹۵۷ء، ص ۲۵۲) نیر ورخشاں کی تقریظ ۱۸۳۸ء میں لکھی گئی اس وقت مجروح کی عمر ۵ سال تھی، آثار الصنادید ۱۸۴۶ء میں لکھی گئی اس وقت مجروح کی عمر مشکل سے نو یا دس سال بنتی ہے لہٰذا اُسلوب صاحب کی رائے کہ پہلا مضمون غالب پر مجروح نے لکھا قرین قیاس نہیں ہے اور مالک رام نے تلامذہ غالب کے صفحہ نمبر ۲۵۳ پر مجروح کے دو نثری رسالوں کا ذکر کرتے ہوئے ان میں بھی کسی مضمون کا تذکرہ نہیں کیا۔

فرمان صاحب کی رائے میں سرسید کے مضمون سے پہلے غالب کا تذکرہ کیا جانے لگا، غالب کی وفات کے بعد غالب شناسی کی روایت کو تحریک ملی اور غالب پر لکھنے کا کام اور اشاعتی سلسلے نے وسعت اختیار کی، البتہ غالب کے پرستاروں نے اسی مضمون کا کھوج لگانا شروع کر دیا جو غالب کی وفات کے بعد پہلی بار شائع ہوا تھا۔ اس سلسلے میں مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں:

> ''منشی بالگوبند ماتھر نے آگرہ سے ایک ماہوار رسالہ ''ذخیرۂ بالگوبند'' کے نام سے ۱۸۶۸ء کی ابتداء میں جاری کیا۔۔۔۔ اس رسالے کے مارچ ۱۸۶۹ء کے پرچے میں مرزا کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان ہے ''مرزا اسد اللہ خاں متوفی المتخلص بہ غالب ونوشہ'' غالب کی وفات ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء میں واقع ہوئی اس سانحہ کے صرف چند روز بعد یہ مضمون لکھا گیا اور غالباً مرزا غالب کے حالات میں یہ پہلا مضمون تھا جو کسی رسالے میں شائع ہوا۔'' [۲۰]

اسی طرح گارسین دتاسی نے ''تاریخ ادب ہندوی و ہندوستان'' (طبع دوم جلد اول، پیرس، ۱۸۷۰ء) میں غالب کا تذکرہ قلم بند کرتے ہوئے ص ۴۷۴ وبعد) دومضامین کا حوالہ دیا ہے جو غالب کی وفات پر ۱۶/مارچ اور ۲۳/مارچ ۱۸۶۹ء کے اودھ اخبار میں شائع ہوئے۔ اودھ اخبار کے یہ پرچے دستیاب نہیں، آغا افتخار حسین صاحب نے اپنے ایک مضمون ''یورپ میں غالب کا مطالعہ'' میں ان دونوں نایاب مضامین کے فرانسیسی ترجموں کی تلخیص اُردو میں پیش کی ہے۔ محمد عتیق صدیقی صاحب نے ''غالب پر پہلا اہم مضمون'' کے تحت ہفتہ وار ''رتن پرکاش'' (رتلام، بندھیل کھنڈ) کی اشاعت ۵/مارچ ۱۸۶۹ء کے ایک مضمون کی نشان دہی کی ہے۔ مولانا مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد کے حوالے سے مولانا محمد حسین آزاد کے ایک مضمون ''وفات اسداللہ خان'' مطبوعہ سرکاری اخبار، لاہور، ۲۴/فروری (۱۸۶۹ء) کے بارے میں فرمایا کہ [۲۱]

''معاصر مضامین میں تاریخِ اشاعت کے لحاظ سے تو پہلا نہیں کہا جا سکتا مگر مواد کے لحاظ سے اولیت کا درجہ حاصل ہونے میں کوئی شک نہیں۔'' [۲۲]

غالب کے احوال وآثار پر پہلے مضمون کے تعین کے بعد غالب پر باقاعدہ تحقیقی کتاب علی گڑھ سے کون سی شائع ہوئی غالب کی باقاعدہ سوانح عمری ''یادگارِ غالب'' (۱۸۹۷ء) مولانا حالؔی کی تخلیق ہے ☆۱۔ بقول محمد قاسم صدیقی:

''مولانا حالی نے یادگارِ غالب لکھ کر غالب کو زندہ و جاوید بنانے کی کوشش کی تھی اور ۔۔۔کامیاب بھی رہے۔'' [۲۳]

شمس العلماء مولانا حالی (۱۸۳۷-۱۹۱۵ء) ☆۲، غالب کے شاگرد تھے اور شاید سب سے زیادہ ذی علم شاگرد رہے، یہ اُن کی اپنے اُستاد سے غیر معمولی اور والہانہ محبت تھی کہ اُنہوں نے مرثیہ غالب ☆۳ اور سوانح عمری (یادگارِ غالب) لکھی۔ یادگارِ غالب اُردو ادب میں سو برس سے زیادہ پرانی کتاب ہے جو آج بھی ایک اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ رشید حسن خان لکھتے ہیں:

''یادگارِ غالب کو۔۔۔ بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔ پچھلے پچاس ساٹھ

☆۱ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' مطبوعہ معارف پریس، جلد اوّل، ۱۹۷۷ء، شامل مضمون حالؔی اور غالبؔ، ص ۳۷ میں ''یادگارِ غالب'' کے اشاعتی اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں ''یہ ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء یعنی غالب کی وفات کے ۲۷ سال بعد شائع ہوئی۔'' اسلوب احمد انصاری، مجلہ نقد ونظر (غالب نمبر ۱۹۹۷ء کے حرف چند میں یادگارِ غالب کا سنِ اشاعت ۱۸۹۶ء لکھتے ہیں۔

☆۲ حالی کی وفات ۳۱/دسمبر ۱۹۱۴ء اور پہلی جنوری ۱۹۱۵ء کی درمیانی رات ۲ بجے ہوئی۔ یکم جنوری دن ۲ بجے حالؔی کو پانی پت میں حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر کی درگاہ میں مدفون کر دیا گیا۔

☆۳ مولانا حالی نے مرثیۂ غالب اُن کی وفات کے فوراً بعد لکھا تھا۔ حالی کو غالب کی وفات پر اِتنا غم تھا کہ وہ گوشۂ فقر اور بزمِ دنیا کو خواب وخیال اور بے معنی سمجھنے لگے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''۔ مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

تھیں تو دلی میں اُس کی باتیں تھیں — لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات

اُس کے مرنے سے مر گئی دلی — خواجہ نوشہ تھا اور شہر بارات

برسوں میں مرزا کی شاعری پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود سو برس سے زیادہ
پرانی کتاب ''یادگارِ غالب'' کی اساسی حیثیت آج بھی برقرار ہے۔'' [۲۴]

یادگارِ غالب کا پہلا حصہ مرزا کے حالاتِ زندگی اور اُن کے اُردو نظم ونثر کے تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے حالاتِ زندگی پر جو کچھ حالی نے لکھا ہے تحقیق کی ذیل میں آتا ہے۔ کاظم علی خاں لکھتے ہیں:

''یادگارِ غالب حالی کی قلمی کاوشوں سے معرضِ وجود میں آنے والے اس سوانحی ادب کا
ایک یادگار کارنامہ ہے جو سرسید کی علی گڑھ تحریک سے حالی کی وابستگی کے اثرات کا ثمر
تسلیم کیا جاتا ہے۔'' [۲۵]

''یادگارِ غالب'' دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ ۱۰۱ صفحات پر مشتمل ہے جو غالب کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جس میں غالب کی ولادت سے لے کر خاندان اور شادی کے بعد غالب کی زندگی میں آنے والے ہر واقعہ کا بیان شامل ہے۔ دوسرا حصہ ۱۰۳ سے ۴۱۰ صفحے پر مشتمل ہے غالب کے کلام پر تبصرہ اور اس کے انتخاب پر مشتمل ہے جس میں غالب کی نظم ونثر اُردو فارسی کلام اور خطوط کا حوالہ، قطعات، رباعیات، غزلیات غدر کے واقعات کا حوالہ، غالب کے کلام کا بیدل، ظہوری، عرفی کے کلام سے مقابلہ کیا گیا ہے جس میں کلام کے نمونے بھی ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں اور غالب کی نظم ونثر، اُردو فارسی تصانیف کا ذکر بھی شامل ہے۔

''یادگارِ غالب'' ۱۸۹۷ء کے بعد مولانا حالی نے غالبیات کے میدان میں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا جس کے نتیجے میں خطوطِ غالب کے مجموعے اُردوئے معلیٰ حصہ دوم کی پہلی اشاعت عمل میں آئی۔ اس سلسلے میں غالب کے غیر مطبوعہ خطوط کی فراہمی کا کام حالی ہی نے انجام دیا تھا۔ ''یادگارِ غالب'' کی وجہ سے ادبی دنیا میں اس سلسلے کو مزید آگے بڑھانے کی تحریک بھی ملی غالب کی اس مکمل سوانح کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ''یادگارِ غالب'' کے بعد غالب شناسی کا ایسا دَور شروع ہوا جو عروج کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ حالی غالب کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو کھل کر بیان نہیں کرتے جس سے غالب کی زندگی کا کوئی چونکا دینے والا نقطہ سامنے آئے اس ضمن میں عبدالرحمٰن بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' کو اہمیت حاصل ہے جنھوں نے غالب پر تنقید وتحقیق کا ایسا دَر وا کیا جو آج تک غالب کو تر وتازہ رکھے ہوئے ہے۔ یا ''یادگارِ غالب'' کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھنا اور ''محاسنِ کلامِ غالب'' کی اہمیت پر گفتگو میرے مقالے کے باب چہارم کا حصہ ہے اسی لیے اس بحث کو اگلے باب کے لیے اُٹھا رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس باب کی اگلی بحث مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ اُردو میں غالب پر ہونے والے پہلے تحقیقی مقالے پر مبنی ہے۔

سرسید کے کارناموں میں سے ایک ایم۔اے۔او کالج کا قیام (۹ جنوری ۱۸۷۷ء) ہے۔ یہ کالج ۱۹۲۰ء میں مسلم یونیورسٹی

بن گیا، شعبہ کے قیام کے ساتھ ہی سید سجاد حیدر یلدرم جو اس وقت یونیورسٹی کے رجسٹرار بھی تھے، ۶ جون ۱۹۲۱ء کو شعبہ کے اعزازی ریڈر اور چیئر مین مقرر کیے گئے۔ اسی تاریخ میں رشید احمد صدیقی کا تقرر بھی اُردو فارسی لیکچرر کی حیثیت سے ہوا۔ ۱۹۳۵ء سے بی اے آنرز اور ایم اے کی کلاسز بھی شروع کر دی گئیں اس وقت سے آج تک اس شعبے میں تدریسی عمل بڑی سرگرمی وانہماک سے جاری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحقیقی کاوشیں بھی جاری وساری ہیں۔ تحقیق میں ابتدائی کوششیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اور پروفیسر نورالحسن ہاشمی اور مسعود حسین خاں کے تحقیقی مقالات ہیں۔

یہاں سے تین افراد نے ڈی لٹ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ ۱۱۵ افراد نے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ نوے افراد نے ایم فل کی ڈگریاں حاصل کیں [۲۶]۔ کاظم علی خاں، علی گڑھ کے طالب علم، ناقد ہیں ہمیشہ مستند حوالوں سے بات کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

> ''پروفیسر خورشید الاسلام کی کتاب 'غالب ابتدائی دَور' طبع اول، مطبوعہ ۱۹۶۰ء غالب پر تحقیقی مقالہ ہے جس پر انہیں علی گڑھ سے ڈاکٹریٹ تفویض ہوئی اس کا تیسرا ایڈیشن غالب تقلید واجتہاد (۱۹۷۹ء) میں شائع ہوا۔'' [۲۷]

علی گڑھ میں ہونے والے تحقیقی مقالات میں سے اس کی تصدیق اصغر عباس نے بھی کی ہے بلکہ اصغر عباس نے اس مقالہ کو غالب پر پہلا پی ایچ ڈی قرار دیا ہے۔

> ''خورشید الاسلام نے۔۔۔ اُردو میں سب سے پہلے غالب کو اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے موضوعِ تحقیق بنایا۔ یہ کام انجمن ترقی اُردو نے غالب ابتدائی دَور کے عنوان سے شائع کیا۔'' [۲۸]

''غالب تقلید اور اجتہاد'' میں غالب کے ابتدائی دَور کو موضوع بنایا گیا ہے جو کم وبیش ۲۵ سال کی عمر تک جمع کیا گیا تھا اور جس پر ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ یہ دور ہمیں فارسی کے متاخرین شعرا سے متعارف کراتا ہے۔ تہذیبی زوال کو پیش کرتا ہے اور پھر ناسخ، میر، سودا کو سمجھتے ہوئے ہم غالب کے دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کتاب میں غالب کی ابتدائی شاعری پر جو چیزیں اثرانداز ہوئی ہیں ان کا جائزہ ملتا ہے اسی تناظر میں غالب کی شاعری کو سمجھنے اور سمجھانے کی بہترین کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں غالب کے بدلتے ہوئے اُسلوب میں دوسرے شعراء کے اسالیب کا چہرہ دیکھنے کے بعد غالب کی اپنی انفرادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ سرسید کا قائم کردہ ادارہ جو بعد میں یونیورسٹی بنا، سرسید کی زندگی میں ہی غالبیات کے مطالعے میں دلچسپی لینے لگا تھا جو سلسلہ خانوادۂ سرسید احمد خان نے ۱۸۴۱ء کا اُردو دیوان کی اشاعت سے شروع ہوا وہ آثار الصنادید (۴۷-۱۸۴۶ء)

اور یادگارِ غالب (۱۸۹۷ء) خطوطِ غالب کے مجموعے اُردوئے معلّیٰ حصہ دوم اپریل (۱۸۹۹ء)، حسرت موہانی کی شرح دیوانِ غالب (۱۹۰۵ء) اور حسرت موہانی کا مجلّہ (اردوئے معلّیٰ) بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' (۱۹۲۱ء) علی گڑھ سے شائع ہوئی یہ سلسلے علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یادگارِ غالب (۱۸۹۷ء) حالی نے غالب شناسی کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے اپریل ۱۸۹۹ء میں خطوطِ غالب کے مجموعے اُردوئے معلّیٰ حصہ دوم کی اشاعت میں غالب کے غیر مطبوعہ خطوط کی فراہمی کا کارنامہ انجام دیا۔

یاد رہے اُردوئے معلّیٰ (حصہ اول) کی طباعت سے ۱۹ دن پہلے غالب کا انتقال ہوگیا تھا اس لیے میر فخر الدین نے اُردوئے معلّیٰ کے دوسرے حصے کی طباعت کا خیال ترک کردیا۔ دوسرے حصے کے غیر مطبوعہ خطوط کی فراہمی کا کام حالی نے انجام دیا اس کا اعلان کتاب کے ناشر محمد عبدالاحد نے بھی کیا ہے جس کی وجہ سے اُردوئے معلّیٰ حصہ دوم، طبع اول (مطبوعہ اپریل ۱۸۹۹ء) کی طباعت عمل میں آئی[۲۹]۔

غالبیات کے سلسلے کی تشکیل کی اگلی کڑی ''حسرت موہانی'' قابل ذکر ہیں۔ مولانا حسرت موہانی کی شرح دیوانِ غالب اور مجلّہ اُردوئے معلّیٰ کی اشاعت اور پھر اس اشاعت کی وجہ سے مولوی عبدالودود کو تحریک ملی۔ ☆

تحقیقِ غالب اور علی گڑھ کے سلسلے کی ایک اور اہم کڑی ڈاکٹر ذاکر حسین کا شائع کردہ دیوانِ غالب (مطبوعہ ۱۹۲۵ء) ہے۔ یہ پہلا ایڈیشن برلن جرمنی سے شائع ہوا۔ یہ پہلا دیوان ہے جو ٹائپ میں کمپوز ہوا۔ ذاکر صاحب جب جرمنی اعلیٰ تعلیم کے لیے گئے تو وہاں سے جیبی سائز ایڈیشن شائع کیا، ان کی غالب سے محبت کا اندازہ لگایئے کہ انہوں نے کچھ حصہ خود اور باقی اپنے دوست مجیب صاحب سے ٹائپ کرایا۔ ذاکر صاحب غالبیات کے میدان میں علی گڑھ کے تعلیم یافتہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر رہے ہیں۔ رشید صاحب نے اس برلن ایڈیشن کے بارے میں رائے اپنے مقالے ''غالب اور علی گڑھ'' میں یوں دی ہے:

> ''غالب کے اُردو کلام کا نہایت خوب صورت جیبی ایڈیشن نکالنے کا سہرا علی گڑھ کے دوسرے اولڈ بوائے اور موجودہ وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے سر ہے جب وہ ۱۹۲۵ء میں جرمنی میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ یہ ایڈیشن نہایت حسین جلد وجدول اور نفیس نسخ ٹائپ میں مطبع شرکت کاویانی برلن سے شائع ہو کر بے حد مقبول ہوا۔''[۳۰]

☆ ان تمام امور کے تفصیل مطالعہ کے لیے دیکھیے: ''غالب شناسی اور مولانا حسرت موہانی''، مشمولہ مقالات ونشریات، نظامی پریس لکھنؤ طبع ۱۹۹۳ء، ص ۲۳۱ تا ۲۳۲، کاظم علی خاں (نینی تال، مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۹۳ء)

غالبیات اور علی گڑھ کے سلسلے میں ذاکرحسین کا شائع کردہ دیوانِ غالب (مطبوعہ ۱۹۲۵ء) اور اس کے بعد اربابِ علی گڑھ نے غالبیات میں جو اضافے کیے ہیں وہ قابلِ ذکر ہیں[۳۱]۔

رسالہ فکر ونظر، علی گڑھ، جنوری ۱۹۸۷ء تا جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۲۰۰ نیز ص ۲۲۶ تا ۲۲۸ (مقالہ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری) غالب ببلوگرافی، مرتبہ انصار اللہ نظر، حصہ اول، ص ۲۲، ص ۴۳، مقالہ کاظم علی خاں، غالب اور علی گڑھ، ص ۳۳ کی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی سعید الدین احمد کی تیار کردہ شرح دیوانِ غالب پہلی بار مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔

اسی طرح غالب کے اُردو خطوط عودِ ہندی کا بھی ایک اڈیشن مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ۱۹۲۷ء میں منظر عام پر آیا۔ غالب ببلوگرافی اور کاظم علی خاں کے مقالہ غالب اور علی گڑھ میں اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ علی گڑھ کے سابق طالب علم بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے جولائی ۱۹۲۸ء میں اپنا مقالہ ''غالب کی خودنوشت سوانح عمری'' ایک ورق مولوی انوارالحق کے تذکرے کے لیے چھپوا کر غالب سے متعلق دستیاب مواد میں اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے رسالہ اُردو اورنگ آباد، اپریل ۱۹۴۳ء میں روئداد مقدمہ مرزا غالب شائع کر کے غالب کی زندگی سے متعلق ایک اہم دستاویز شائع کی۔

اس کے علاوہ نورالحسن ہاشمی نے غالب کے سو اشعار کو اودھی زبان کا روپ دیا جسے غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ استاد محمد نعیم نے غالب کے پچیس اشعار کا انگریزی میں ترجمہ کیا جسے رائٹرس ورکشاپ کلکتہ نے شائع کیا۔ علی گڑھ میں ۱۹۶۵ء میں غالب کے اُردو دیوان سے منتخب غزلیات کے ازبک ترجمے پر مشتمل ایک کتاب علی گڑھ کے طالب علم پروفیسر قمر رئیس کی کوششوں سے غالب کے پردادا کے وطن سے شائع ہوئی۔ اس کتاب پر پروفیسر قمر رئیس نے مقدمہ لکھا جس میں اُردو ادب میں غالب کا مقام متعین کرتے ہوئے برصغیر میں ان کی مقبولیت کے اسباب پر روشنی ڈالی، علی گڑھ کے ایک طالب علم ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے پنج آہنگ میں شامل غالب کے فارسی خطوط کو اُردو کا پیرہن دیا اور ''اوراقِ معانی'' مترجم ڈاکٹر تنویر احمد علوی، اُردو اکیڈمی، دہلی، ۱۹۹۲ء کے نام سے شائع کیا اور نامہ ہائی فارسی غالب کا ترجمہ نقشِ نیم رُخ کے عنوان سے کیا اس ترجمے کو غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ سردار جعفری نے اُردو ہندی رسم الخط میں غالب کا دیوان مع مقدمہ شائع کیا[۳۲]۔

اُردو میں جدید تحقیق کا آغاز سرسید سے ہوتا ہے ۱۹۶۰ء کے بعد ہندوستان میں غالب صدی تقریبات ۱۹۶۹ء تک بہت سے نام ایسے ہیں جنہوں نے تحقیق کو فن بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان میں قاضی عبدالستار، پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر محمود الٰہی، پروفیسر مختارالدین احمد، پروفیسر قمر رئیس، پروفیسر تنویر احمد علوی، ڈاکٹر خلیق انجم، اکبر علی خان عرشی زادہ، کاظم علی خاں، پروفیسر خورشید الاسلام، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، مرزا جعفر حسین، پروفیسر آل احمد سرور، محمد انصار اللہ نظر کے نام قابل ذکر ہیں، ان میں سے بعض کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے طالب علم اور استاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

خلیق انجم نے ''غالب کے خطوط'' پانچ جلدوں میں شائع کر کے غالب سے شغف رکھنے والوں پر احسان کیا۔ یہ جلدیں تحقیق کی دنیا میں سائنٹفک کام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر نذیر احمد کی کتاب نقدِ قاطع برہان مع ضمائم اور پروفیسر خورشید الاسلام کی کتاب ''غالب ابتدائی دَور'' جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی، قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ''غالب، تقلید اور اجتہاد'' (۱۹۷۹ء) میں شائع ہوا۔ اصل میں ''غالب ابتدائی دَور'' اور ''غالب تقلید اجتہاد'' ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں۔ پہلے یہ ''غالب ابتدائی دَور'' کے عنوان سے چھپی اور بعد میں ''غالب تقلید اور اجتہاد'' کے نام سے چھپی۔ اس طرح ڈاکٹر وارث کرمانی نے علی گڑھ کے شعبہ فارسی سے پی ایچ ڈی کا مقالہ "Evaluation of Ghalib Persian Poetry" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، موصوف شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ رہے [۳۳]۔

اس کے علاوہ وارث کرمانی کی کتاب Waris Kirmani, Dreams Forgotten, Academic Books, Diggi Road, AliGarh India, 1986. میں سات صفحات غالب کے لیے مختص کیے گئے ہیں شروع میں غالب کی تصویر جو بلیک اینڈ وائٹ ہے دی گئی ہے پھر انگریزی میں غالب کا تعارف پیدائش اور وفات کا سن دیا گیا ہے اس کے بعد فارسی غزلیات جن کی تعداد ۱۱ ہے۔ انتخاب از ابیاتی کہ در زندان سرودہ شد، انتخاب از مثنوی ابرِ گہر بار (مناجات)، انتخاب از قصیدہ، انتخاب از قصیدہ در مدح نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ، قطعہ انتخاب اور آخر میں دو اشعار کا قطعہ دیا گیا ہے۔

''غالب کی شخصیت اور شاعری'' (طبع ۱۹۷۰ء) پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم کے دو عدد خطبات پر مشتمل ہے۔ موصوف کے یہ خطبے فروری ۱۹۶۹ء میں شعبہ اُردو دہلی یونیورسٹی کی دعوت پر پیش کیے گئے تھے اور کتابی شکل میں اس کی اشاعت ۱۹۷۰ء میں ہوئی۔

خلیق انجم کی ''خطوطِ غالب'' پر پانچ جلدیں غالبیات کے سلسلہ میں ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کتاب ''غالب کی نادر تحریریں'' ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ اکبر علی خان عرشی زادہ کی کتاب ''نکات ورقعات'' اکتوبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی اس کے علاوہ کئی مضامین مجلّات میں شائع ہو چکے ہیں جن میں انہوں نے غالب کے کئی مخفی گوشوں سے پردہ اُٹھایا ہے اور غالب کی نایاب تحریروں کا انکشاف کیا ہے۔

غالب کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر ہندوستانی دانش وروں نے متعدد مطبوعات کی شکل میں غالب کو جو خراجِ عقیدت پیش کیا اس میں شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی جانب سے ایک منصوبے کے تحت کئی معیاری نگارشات منظرِ عام پر آئیں جو تنقید و تحقیق دونوں موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً متاعِ غالب، مرزا جعفر حسین مطبوعہ فروری ۱۹۶۹ء غالب کا منتخب فارسی کلام، عرفانِ غالب، پروفیسر آل احمد سرور (طبع ۱۹۶۹ء) (مجموعہ مقالات غالب سیمینار) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ [۳۴] اس کے علاوہ کئی مضامین مختلف رسائل و کتب میں بکھرے پڑے ہیں۔

''غالب کا فن'' تنقیدی نوعیت کی بہترین کتاب ہے۔ لکھاری پروفیسر اُسلوب احمد انصاری شعبہ انگریزی علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے وابستہ رہے ہیں۔

صد سالہ تقریبات کے بعد کی کتابوں میں انگریزی کتاب ''غالب ری ویلس ہم سلف'' مرتبہ نورالحسن نقوی، غالب سینٹری پبلشنگ، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۱۹۷۲ء) خاصی اہمیت رکھتی ہے۔ غالب صدی کے بعد کی کتب میں غالب ببلیوگرافی (۱۹۷۲ء) اہم ہے۔ انصار اللہ نظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ شعبۂ اُردو سے وابستہ رہے اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے نسخۂ امروہہ ☆ کے متعلق شک کا اظہار کیا تھا۔

۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں غالب شناسی کے حوالے سے ''نقشِ غالب'' اُسلوب احمد انصاری (۱۹۷۰ء) چھ مضامین کا مجموعہ ہے جس میں غالب کے فکر وفن کے مختلف گوشوں پر تنقیدی روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی دوسری کتاب ''غالب کا فن'' (۱۹۷۰ء) بھی غالب صدی کی ایک کڑی ہے۔ یہ غالب کے فکر وفن پر ایک طویل مضمون ہے جس میں غالب کے اُردو فارسی شاعری کے بنیادی فرق کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہ کتاب تنقیدی نوعیت کی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی کتاب ''غالب پر چند مقالے'' (۱۹۹۱ء) غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی نے شائع کی جو گیارہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ وہ مقالات ہیں جو مرتب نے بہت پہلے لکھے تھے بعد میں ان پر نظر ثانی کر کے کتابی صورت دے دی گئی۔ ''تحقیقاتِ غالب'' مرتبہ: نذیر احمد (۱۹۹۷ء) اس کتاب میں مجلّہ ''غالب نامہ'' میں شائع شدہ مقالات کا انتخاب کتابی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نذیر احمد صاحب کی کتاب ''نقدِ قاطع برہان مع ضمائم'' (۱۹۸۵ء) غالب کی مشہور تصنیف قاطع برہان کے بعض مندرجات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کوشش ہے جس میں برہان قاطع کے نقائص اور اجمالی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

خلیق انجم نے پوری زندگی خطوطِ غالب مرتب کرنے میں گزار دی۔ پانچ جلدیں اب تک خطوطِ غالب پر آ چکی ہیں غالب صدی کے بعد کی کتابوں میں ''غالب اور شاہانِ تیموریہ'' (۱۹۷۴ء) میں ظفر اور ذوق سے غالب کے تعلقات کو تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ان اشعار کی نشان دہی کی گئی ہے جس میں غالب نے ذوق کو خود سے کم تر قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ''غالب کچھ مضامین'' مرتبہ خلیق انجم (۱۹۹۱ء) پانچ مضامین کا مجموعہ ہے۔ حرفِ آغاز اس کے علاوہ ہے دو صفحات پر مشتمل کلامِ غالب بخطِ غالب کا نمونہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

ایم حبیب خان کی تصنیف ''غالب اور سرور'' میں سرور اور غالب کے تعلقات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس کتاب میں ۱۸ عنوانات کے تحت غالب سے متعلق نادر گوشوں کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ یاد رہے ''دیوانِ غالب نسخۂ امروہہ'' کو لطیف الزماں خاں ایک جعلی نسخہ کہتے ہیں اس پر ڈاکٹر کمال احمد صدیقی کی ایک ۵۰۰ صفحے کی کتاب ''بیاضِ غالب تحقیقی جائزہ'' کے عنوان سے ادارہ مطالعاتِ غالب، سری نگر، کشمیر، ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔

سہا مجددی علیگ ''کلام و متعلق کلام غالب'' (مئی ۱۹۲۱ء) میں غالب کی شرحوں سے بحث کی گئی ہے اور غالب کے چند اشعار کی شرح پیش کی گئی ہے۔ آفتاب احمد صدیقی کا مضمون ''تعبیراتِ غالب'' (۱۹۳۵ء) غالب کے چند اشعار کی تشریح پر مبنی ہے۔ جاں نثار اختر کا مضمون ''غالب کا مسلک'' (مارچ ۱۹۴۱ء) غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ حسرت موہانی کے مضمون ''سالک تلمیذ غالب'' میں غالب کے شاگرد سالکؔ کی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین غالب نمبر (۱۹۴۹ء) میں شائع ہوا تھا۔ اقرار احمد عباسی کا مضمون ''غالب خطوط کے آئینے میں'' (۱۹۵۹ء) میں شائع ہوا۔ ''خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ'' کاظم علی خاں (۱۹۸۱ء) ۲۱۲ صفحات کی اس کتاب میں غالب سے متعلق ۱۷ مجموعوں کے بنیادی مسائل پر بحث کی گئی ہے جو غالب شناسوں کی توجہ کا باعث بنے۔ ''تفتہ اور غالب'' ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری (۱۹۸۴ء) غالب اور تفتہ کے تعلقات اور تفتہ کے تصنیفی کارناموں کے جائزے پر مشتمل ہے۔ صدیق الرحمٰن قدوائی کا مضمون ''نئی روایات کی تشکیل کا ابتدائی دَور'' (۱۹۹۸ء) مشمولہ غالب نامہ، غالب کے دور کو روایت سازی کی نسبت روایت شکنی کا دَور قرار دیتے ہیں اور اس عہد کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کاظم علی خان کی کتاب ''توقیت غالب'' (۱۹۹۹ء) میں غالب کی معاشی، سماجی، ادبی زندگی کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

عبدالجلیل خاں ''حزیں اور غالب'' مارچ، اپریل (۱۹۲۳ء) (شیخ علی حزیں اور مرزا غالب کے ہم معنی اشعار کا انتخاب ہے) اس کے علاوہ وارث کرمانی ''غالب کی شاعری کا پس منظر''، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، آل احمد سرور ''غالب اور جدید ذہن''، عتیق احمد صدیقی ''گنجینۂ معنی کا طلسم کی کلید''، کبیر احمد جائسی، ''دستنبو پر ایک نظر'' (علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۹۶۹ء) خطوطِ غالب فنی تجزیہ: حامدہ مسعود عبداللہ گرلز کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۱۹۸۲ء) غالب کے خطوط پانچ جلدوں میں ڈاکٹر خلیق انجم (۱۹۸۴ء-۱۹۹۳ء) کے علاوہ کئی علی گڑھ سے وابستہ ارباب کی نگارشات منظر عام پر آئی ہیں۔ دیگر ارباب علی گڑھ میں حسرت، سہا، جلیل قدوائی، مجنوں گورکھ پوری، سر رضا علی، ضیا احمد بدایونی، سید حامد مرحوم، شان الحق حقی، انجم اعظمی، ظہیر احمد صدیقی، احمد جمال پاشا، پروفیسر عبدالرحمٰن قدوائی، اقرار احمد عباسی، آفتاب احمد صدیقی، صبحی بشیر الحسن، جاں نثار اختر، غلام سجاد بسمل، خواجہ منظور حسین، شیفتہ کے پڑپوتے افتخار احمد عدنی، عبدالجلیل خاں، خلیل الرحمٰن اعظمی کے مضامین غالب شناسی میں اضافے کا باعث ہیں۔ [۳۵]

ضیاء احمد بدایونی کا مضمون ''غالب کے کلام پر ناقدانہ نظر'' (اکتوبر ۱۹۳۳ء) دراصل غالب کے کلام پر چند اعتراضات کا جواب ہے۔ مجنوں گورکھ پوری کا مضمون ''دیوان غالب اور اُردو غزل'' (۶۰-۱۹۵۹ء) ''غالب شخص اور شاعر'' (۱۹۷۴ء) پانچ مضامین پر مشتمل کتاب تنقیدی انداز نظر سے لکھی گئی ہے یہ نقدِ غالب میں اضافہ ہے۔ انجم اعظمی کا مضمون ''یک عمر شوخی عنواں اُٹھائیے'' انفرادیت کے حسین طرز ہے اس میں ان کتابوں کے نام دیئے گئے ہیں جن کے عنوان غالب کے مرہونِ منت

ہیں ان مختلف اصناف کی ۲۰۰ کتابوں کے نام اس مضمون میں درج ہیں۔

جلیل قدوائی کا مضمون ''غالب اور اُردو غزل'' غزل میں غالب کا مقام متعین کرتا ہے۔ سعید احمد صدیقی ''غالب استاد فن اور ادبی رہنما'' علی گڑھ میگزین، غالب نمبر (۱۹۶۹ء) کے علاوہ بے شمار مضامین رسائل اور کتابوں میں بکھرے ہیں، ان کی فہرست اس باب کے آخر میں دے دی گئی ہے۔ ایک خاتون سلطان حیدر جوش کی بیٹی جو صد سالہ تقریبات میں فعال رہیں ان کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ اصغر عباس ان خاتون کی غالب کے حوالے سے خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''غالب اور عہد غالب سے دلچسپی رکھنے والی خواتین میں اُردو میں رومانوی تحریک کے معمار سلطان حیدر جوش کی بیٹی اور علی گڑھ یونیورسٹی کی طالبہ بیگم عابدہ احمد سرِ فہرست ہیں۔ غالب صدی تقریبات کو اس کے تہذیبی پروگراموں میں فعال کردار ادا کرنے اور اس وقت سے اب تک ایوانِ غالب کو غالب پر تحقیق و تنقید کا ایک مرکز بنانے میں بیگم عابدہ احمد کے حسن تدبر کو بہت دخل ہے۔'' [۳۶]

علی گڑھ میں تحقیق غالب کے موضوعات کا جائزہ لیا جائے تو سب سے پہلے سوانحی ادب کی بات ہوگی۔ سرسید تحریک نیا ادب تخلیق کر رہی تھی جس میں مقصدیت اور حقیقت کا رنگ نمایاں تھا۔ نثری ادب ہو یا شاعری دونوں کا رشتہ، زندگی اور زندگی کے معاملات سے استوار ہونے والا دور سرسید دور ہی تھا جس پر تفصیلی بات پہلے باب میں ہو چکی ہے۔ ہمیں اس وقت علی گڑھ میں تحقیق غالب کے موضوعات کا جائزہ لینا ہے۔ پروفیسر محمد حسن نے غالب کو ایک تاج محل سے تشبیہ دی ہے جس کے گرد کانٹوں اور پھولوں کی نہ ختم ہونے والی قطاروں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب ایک ایسا تاج محل ہے جس کے گرد تنقید و تشریح کا جنگل اُگ آیا ہے۔ اس جنگل میں محض کوڑا کرکٹ، کانٹے اور زقوم ہی نہیں صندل کے قلعے اور گلاب کے مہکتے تختے بھی ہیں جن سے دامن کشاں گزر جانا آسان نہیں۔ تنقید و تشریح ہی کا نہیں نقادوں اور محققوں کا بھی ایک جنگل غالب اور نثر و نظم غالب کے تاج محل کے ارد گرد آباد ہے۔'' [۳۷]

یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، ادھر غالب کی آنکھ بند ہوئی اُدھر وقت نے تاریخ کا صفحہ پلٹ دیا۔ ۱۸۶۹ء سے لے کر بیسویں صدی کی دو دہائیوں تک کلامِ غالب کے بارے میں کوئی غیر معمولی جوش و خروش نظر نہیں آتا بلکہ حالی اور آزاد کی پیش گویاں کچھ ٹھیک ثابت ہونے لگیں کہ جب مغربی تعلیم عام ہوگی تو انگریزی تعلیم پانے والے کلاسیکی اُردو شاعری کے شاہکاروں سے لطف

اندوز ہوں گے۔ وہ یا تو نئے انداز کی مسلسل نظموں کے گرویدہ ہوں گے یا پھر سماجی افادیت اورفکری معنویت والی شاعری تلاش کریں گے۔غزل کی روایتی لَے اور ریزہ خیالی کوکون پوچھے گا۔ اس دوران اہم واقعہ ہوااور وہ تھالکھنؤ کی انجمن معیارِادب کے شاعروں میں غالب کی مقبولیت۔عزیزلکھنوی ہوں یا مرزامحمد ہادی رسوا، دونوں نے غالب کے رنگ میں طبع آزمائی کی اور ناکام رہے۔ جوآواز خود غالب کی زندگی میں چیستان سے کم نہ تھی وہ اب نئے رنگ آہنگ میں ڈھالی جانے لگی۔ اس مدت میں انگریزی تعلیم یافتہ نسل سامنے آئی اور ماضی کے ملبے سے جوکتاب جھاڑ پونچھ کرنکالی گئی وہ تھی دیوانِ غالب۔علامہ اقبال کسی شاعرکو خاطر میں نہ لاتے تھےشاگرد تو داغ کے ہوئے داغ کا رنگ اپنانے کی بجائے وہ غالب کے حلقۂ بگوش ہوئے اور کہہ اُٹھے[۳۸]

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مُرغ تخیل کی رسائی تا کجا

اس نسل کے سامنے سیاسی غلامی کے دَور کی للکار کیا تھی؟ تہذیبی سربلندی کی تلاش؟اس تلاش میں یہ محض اتفاق نہیں تھا کہ عبدالرحمٰن بجنوری نےنسخۂ حمیدیہ کے مقدمہ کا آغاز ان لفظوں سے کیا۔''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ایک مقدس وید دوسری دیوانِ غالب۔''

بجنوری کے مقدمہ محاسنِ کلامِ غالب(۱۹۲۱ء) کے بعد سے غالب''تاج محل''کے گردتحقیق وتنقید کے جنگل میں اضافہ ہی ہوتا رہاصرف علی گڑھ میں غالب پر اتنا کام ہوا کہ غالب شناسی کی روایت کاتعین کرنا آسان کام نہ رہا۔علی گڑھ میں غالب کے سوانحی حالات کوسب سے پہلے موضوع بنایا گیا جس کی باقاعدہ کتابی شکل مولانا حالی کی''یادگارِغالب''ہےاور پھراس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ کا شعبۂ اُردو برصغیر ہندوپاک کی تمام یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اُردو میں سب سے بڑااورقدیم ہے۔شعروادب کی نمایاں اور بزرگ ترین ہستیاں اس شعبہ سے وابستہ رہی ہیں۔ ادیبوں، شاعروں، نقادوں،محققوں کی کئی نسلیں یہاں مستفید ہوتی رہی ہیں۔اس شعبہ سے وابستہ جن نقادوں اور محققوں کوعلم وادب کی دنیا میں امتیاز واعتبار حاصل رہا ہے اور جنہوں نے غالب شناسی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ان میں رشید احمد صدیقی،مولانا حسرت موہانی، آل احمد سرور،علی سردار جعفری، مجنوں گورکھ پوری،مسعود حسین خان،خورشید الاسلام، اختر الایمان،خلیل الرحمٰن اعظمی،محمد حسن،قمر رئیس، قاضی عبدالستار،بشیر بدر،اُسلوب احمد انصاری، ذاکرحسین کے نام قابل ذکر ہیں۔سرسید، حالی،حسرت اور بجنوری کے نام اس فہرست میں آتے ہیں جنہوں نے غالب شناسی کی پہلی اینٹ رکھی اس کے بعد غالب شناسی کے سلسلے کوآگے بڑھانے والے مندرجہ بالا محقق ونقاد ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے نامور افسانہ نگار سعادت حسن منٹو نے اُردو فلم مرزاغالب کی کہانی لکھی جو

۵۵-۱۹۵۴ء کے آس پاس ریلیز ہوئی اور غالب کی عوامی مقبولیت کا سبب بنی[۳۹]۔علی گڑھ میں غالب صدی کی تقریبات پر خورشید الاسلام، خلیق انجم، اکبرعلی خاں عرشی زادہ، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر یوسف حسین خان، مرزا جعفر حسین، پروفیسر آل احمد سرور، اُسلوب احمد انصاری، نورالحسن نقوی، محمد انصاراللہ نظر، وارث کرمانی جیسے اعلیٰ پائے کے محقق ادیب وشعراء نے بھی غالب کے فکر وفن پہ بے بہا موتیوں کا اضافہ کیا۔

غالب پر آج اتنا کام ہو چکا ہے کہ صرف غالبیات کی اشاریہ سازی کی ضرورت پیش آئی اور کئی کتابیں اس ضمن میں لکھی گئیں۔ غالبیات کے حوالے سے دنیا بھر میں کئی ذخیرے سامنے آئے اور غالب سے رغبت رکھنے والے عزیزانِ علی گڑھ کی الگ سے فہرست بنانا بھی آسان کام نہیں رہا۔ اربابِ علی گڑھ کی اتنی کوششیں ہیں کہ یہ اپنے طور پر ایک الگ موضوع کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ذیل میں تفہیمِ غالب کی روایت میں چند محققین کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جن کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اہم محققین کا مجموعی جائزہ

حالی سے حال تک غالب پر جتنا کام ہوا ہے اس میں ایک زریں دَور عبدالرحمٰن بجنوری کا دَور ہے۔ حسرت کی شرح دیوانِ غالب ۱۹۰۵ء کے بعد ۱۹۲۱ء تک کوئی خاص یا انفرادی اہمیت کا کام سامنے نہیں آتا۔ ۲۰ سال تک کسی نے غالب پر قلم نہ اُٹھایا ہلکے پھلکے انداز میں خشک تحریروں کا سلسلہ تو جاری رہا مگر ۱۹۲۱ء میں عبدالرحمٰن بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' کے بعد غالب پر تحقیق وتنقید کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آج تک قائم ہے۔ غالب کی صد سالہ برسی فروری ۱۹۶۹ء میں غالب فہمی کی تاریخ میں یادگار کارنامے سرانجام دیئے گئے اور غالب شناسی کے منظرنامے پر کئی ماہرِ غالبیات اُبھر کر سامنے آئے۔ اُردو تحقیق کی دنیا میں دیسے تو بے شمار نام ہیں جنہوں نے غالبیات کو اپنا موضوع بنایا۔ مولانا حالی کے علاوہ تحقیق کی دنیا میں معروف نام بہ تفصیل ذیل ہیں۔ حسرت موہانی، سہا، مولانا عرشی، اکبرعلی خاں عرشی زادہ، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر نذیر احمد، ذاکر حسین، مختارالدین احمد، ڈاکٹر خلیق انجم، قاضی عبدالستار، انصاراللہ، کاظم علی خان کے علاوہ دیگر محققین نے بھی تفہیم غالب کی روایت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے جن میں صباح الدین عبدالرحمٰن، ڈاکٹر ضیاءالدین انصاری، نورالحسن ہاشمی، قمر رئیس، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، وارث کرمانی، مولانا ضیاء احمد بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، علی سجاد انصاری، مسعود حسین، سید بشیر حسین زیدی، شبلی نعمانی سرِ فہرست ہیں۔

اکبر علی خان عرشی زادہ (علیگ)

مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے سابق طالب علم، امتیاز علی عرشی کے صاحب زادے اکبر علی خاں نے نسخۂ عرشی زادہ شائع کیا۔ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی زادہ کو نسخۂ امروہہ، نسخۂ بھوپال، بیاضِ غالب اور بیاضِ لاہور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے☆۔

مضامین:

۱۔ غالب کی ایک نامکمل غزل کی تکمیل (چند نو دریافت شعروں سے) ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ جنوری ۱۹۶۵ء۔

۲۔ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی زادہ، ادارہ یادگارِ غالب، رام پور، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ نسخۂ گلِ رعنا بخط غالب، اُردوئے معلیٰ (حصہ سوم غالب نمبر) مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ قندِ مکرر (غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ)، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ سلسلہ غالب، صحیفہ (غالب نمبر حصہ اول) مدیر ڈاکٹر وحید قریشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، چھیالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔

۶۔ کچھ غالب کے بارے میں، فروغ اُردو (غالب نمبر) مرتبین محمد حسین علوی، محمد انصار حسین، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ، جلد ۱۵، شمارہ ۷-۸، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔

۷۔ غالبیہ سے چند نوادر،

۸۔ مکتوباتِ غالب بنام حکیم ظہیر الدین دہلوی، غالب ششماہی، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، شمارہ ۶-۱۰، ۱۹۹۲ء۔

کتب:

۱۔ نکات ورقعات (غالب کا ایک نادر مجموعہ)، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹس، سری نگر، اکتوبر ۱۹۶۲ء۔

۲۔ چھیڑ غالب سے چلی جائے (مرتبہ)، رام پور، ۱۹۶۵ء۔

☆ مخطوطہ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی زادہ یا نسخۂ امروہہ ایک جعلی مخطوطہ تھا۔ اس مخطوطے کو ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے امروہہ میں لکھوایا اور مخطوطہ اکبر علی خاں مرحوم نے غائب کر دیا۔ مرحوم اکبر علی خاں، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ہی کی طرح بددیانت اور ناقابلِ اعتبار تھے۔ ان کی بددیانتی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ان کے والد جناب امتیاز علی خاں صاحب عرشی علیل تھے تو اُن کے نام آمدہ خطوط جب تک اکبر علی خاں نہ پڑھ لیتے عرشی صاحب کو نہیں دیئے جاتے تھے۔ (خط لطیف الزماں خاں بنام مدیر ''شاعر'' بمبئی، مشمولہ سہ ماہی بادبان، شمارہ ۱۰، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء۔)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:

۱۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، ''بیاضِ غالب: تحقیقی جائزہ''، ادارہ مطبوعات، سری نگر کشمیر، ۱۹۷۰ء، ص ۵۰۰۔

۲۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی کا مضمون ''بیاضِ غالب: ایک مطالعہ''، مشمولہ جہاتِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر عقیل احمد، غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء۔ اس کتاب کو شاہد پبلی کیشنز، لاہور نے بھی شائع کیا۔

۳۔ خط لطیف الزماں خاں بنام مدیر ''شاعر'' بمبئی، مشمولہ سہ ماہی بادبان، شمارہ ۱۰، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء۔

۳۔ قندِ مکرر، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی زادہ، ادارۂ یادگارِ غالب، پھلواررام پور یوپی، ۱۹۶۹ء۔

امتیاز علی خان عرشی، مولانا (۱۹۰۴-۱۹۸۱ء)

مولانا عرشی رام پور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، مشرقی مدارس سے فیض یاب ہوئے ☆[۱]۔ بیسویں صدی کے ادب میں اُردو محققین اور ماہرِ غالبیات جنہوں نے اُردو اور فارسی تحقیق اور متنی تنقید میں اعلیٰ معیار قائم کیے ان میں عرشی صاحب کا نام سرِ فہرست ہے۔ غالب اور علی گڑھ کے سلسلے کی ''مکاتیب غالب'' (۱۹۳۷ء) سلسلہ مطبوعات کتب خانہ رام پور کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں مرزا غالب کے وہ خطوط ہیں جو فردوسِ مکاں نواب یوسف خاں ناظم والیٔ رام پور اور ان کے جانشین خلد آشیاں نواب کلب علی خاں اور بعض حکامِ ریاست کو لکھے گئے تھے۔ ☆[۲]

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء عرشی صاحب کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ دیوان نہ صرف ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ ترتیب، صحت، نسخوں کے اختلافات کی شرح، حواشی کے اعتبار سے اب تک کی ساری کاوشوں پر بھاری ہے اور میرے مقالے کے عنوان کی اہمیت کے پیش نظر اس دیوان کی اختصاصیت یہ بھی ہے کہ یہ علی گڑھ سے شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن جون ۱۹۹۲ء کو مجلس ترقی ادب لاہور نے بھی شائع کیا۔ اس میں تمام اضافے اکبر علی خان کے ہیں۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی اسے جعلی ایڈیشن کہتے ہیں۔ ☆[۳] اس بارے لطیف الزماں خاں یوں رقم طراز ہیں: ''دیوانِ غالب نسخۂ عرشی طباعت دوم میں جتنے اضافے ہیں وہ اکبر علی خان کے کیے ہوئے ہیں'' [۴۱]۔

''فرہنگ غالب'' (الفاظ کی شرح) مرتبہ امتیاز علی عرشی (۱۹۴۷ء) مندرجہ بالا کتاب فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت، ہندی اور اُردو لغات کی تحقیق وتشریح مرزا غالب کے اپنے الفاظ میں ہے۔ ''انتخاب غالب'' (مرتبہ) امتیاز علی عرشی، مطبع قیمیہ بمبئی، (۱۹۴۲ء) غالب کے فارسی اُردو کلام کا وہ انتخاب ہے جو غالب نے نواب خلد آشیاں کی فرمائش پر ایک بیاض (اُردو فارسی کلام کا انتخاب) جداگانہ کتابی صورت میں نقل کرا کے نواب صاحب کو بھیجی تھی۔ امتیاز علی عرشی کی چاروں کاوشیں ''مکاتیبِ غالب'' (۱۹۳۷ء)، ''انتخابِ غالب'' (۱۹۴۲ء) ''فرہنگِ غالب'' (۱۹۴۷ء) اور ''دیوانِ غالب'' (۱۹۵۸ء) غالبیات کی روایت میں اہم اضافے ہیں۔ اس کے علاوہ عرشی صاحب کے جو مضامین مقتدر رسائل میں شائع ہوئے ہیں اُن کی فہرست یہ ہے:

☆۱ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''غالب نامہ'' جلد ۲۷، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جولائی ۲۰۰۵ء، ص ۲۷ تا ۵۶؛ ''غالب نامہ'' عرشی نمبر، جلد ۱۳، شمارہ ۱، ۱۹۹۲ء۔

☆۲ بحوالہ: ضیاالدین اصلاحی، ''امتیاز علی عرشی: ایک محقق و ماہر غالبیات''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۲۔

☆۳ تفصیل کے لیے دیکھیے پروفیسر نذیر احمد کی مرتب کی ہوئی کتاب ''مولانا امتیاز علی عرشی اور ادبی و تحقیقی کارنامے'' اس کتاب میں نسخۂ عرشی دوسرے ایڈیشن کے بارے کمال احمد صدیقی کا مضمون ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ غالب کی ایک غیر معروف فارسی مثنوی، نگار، لکھنؤ، مئی ۱۹۴۱ء۔
۲۔ تدوینِ اشعارِ غالب، معین الادب، لوہارو، جون ۱۹۴۲ء۔
۳۔ دیوانِ غالب اُردو کے ابتدائی نسخے، جامعہ دہلی، ستمبر ۱۹۴۲ء۔
۴۔ مرزا غالب کی اصلاحیں، نگار، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۴۲ء۔
۵۔ نسخۂ حمیدیہ کے بعض اغلاط، مجلّہ عثمانیہ حیدرآباد، ۱۹۴۵ء۔
۶۔ غالب کی شعرگوئی اور اُن کے دواوین، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔
۷۔ غالب کے فارسی خطوط ایک نئی تحقیق، ماہِ نو، کراچی، فروری ۱۹۵۰ء۔
۸۔ غالب کی اپنے کلام پر اصلاحیں، آج کل، دہلی، فروری ۱۹۵۲ء۔
۹۔ کچھ غالب کے متعلق، آج کل، دہلی، فروری ۱۹۵۸۷ء۔
۱۰۔ غالب کا دربار اور خلعت، ہفتہ وار دورِ جدید، دہلی، (اُردو نمبر)، اگست ۱۹۵۷ء۔
۱۱۔ غالب اور برہان قاطع، آج کل، دہلی، مارچ ۱۹۵۸ء۔
۱۲۔ اُردو شاعری پر غالب کا اثر، نیا دَور، لکھنؤ، مارچ ۱۹۵۹ء۔
۱۳۔ غالب کی چند نئی اُردو تحریریں، شاعر، بمبئی، مئی ۱۹۵۹ء۔
۱۴۔ غالب کی کچھ نئی فارسی تحریریں، اُردوئے معلّٰی، دہلی، ۱۹۶۰ء۔
۱۵۔ دیوانِ غالب کا ایک اور نادر نسخہ، نقوش، لاہور، جون ۱۹۶۰ء۔
۱۶۔ غالب اور برہان، تحریک، دہلی، اپریل ۱۹۶۱ء۔
۱۷۔ نسخۂ حمیدیہ اور بجنوری، نیا دَور، لکھنؤ، مئی ۱۹۶۱ء۔
۱۸۔ نسخۂ حمیدیہ کی اشاعت کا سال، ہفتہ وار ہماری زبان، علی گڑھ، ۸/اگست ۱۹۶۱ء۔
۱۹۔ دیوانِ غالب اُردو نسخۂ عرشی، نقوش، لاہور، نومبر ۱۹۶۴ء۔
۲۰۔ غالب اور قاطع برہان: چند غیر مطبوعہ تحریریں، نیا دَور، لکھنؤ، جنوری ۱۹۶۵ء۔
۲۱۔ غالب کی کچھ نئی تحریریں، ماہِ نو، کراچی، مارچ ۱۹۶۵ء۔

مولانا عرشی ایک ممتاز عالم، محقق اور اُردو کے قدآور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ماہرِ غالبیات بھی ہیں۔ غالب ان کی محنت، لگن اور جستجو کا ایک خاص میدان تھا۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے متعدد متنوع کام کیے ہیں ان سب کاموں میں وہ کچھ بھی نہ کرتے صرف ''نسخۂ عرشی''، انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ (۱۹۵۸ء) مرتب کرتے تب بھی عرشی صاحب کا نام ماہرِ غالبیات کے طور پر لیا جاتا۔

انصار اللہ نظر، ڈاکٹر (حیات ہیں)

تحقیق غالب کے حوالے سے ایک اور اہم نام انصار اللہ نظر کا ہے۔ محمد انصار اللہ صاحب اُردو کے مشہور محقق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ شعبۂ اُردو کے سابق استاد اور دانشور ہیں۔ غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی اُردو کا علمی وادبی ادارہ ہے جس میں غالب پر خصوصیت سے کام ہوتا ہے اس ادارے کے زیر اہتمام ہر سال غالب پر بین الاقوامی سیمینار ہوتا ہے۔ چونکہ غالب پر تحقیق وتنقید کا سلسلہ جاری ہے اور غالب پر کام کرنے والوں کے پیش نظر اس مواد کا ہونا ضروری ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر غالب انسٹی ٹیوٹ کی مجلس عاملہ کو غالب کی کتابیات کی ضرورت کا احساس ہوا۔ اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری انصار اللہ نظر کے سپرد کی گئی۔ بقول آلِ احمد سرور:

> ''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اُردو میں۔۔۔۔ غالبیات کے متعلق۔۔۔ مکمل فہرست بنانے کا کام بھی تھا۔ یہ کام ڈاکٹر انصار اللہ کے سپرد کیا گیا تھا جن کی تحقیقی نظر، علمی شغف اور کام کی لگن مسلم ہے۔'' [۴۲]

یہ کتاب ''غالب ببلیوگرافی'' کے نام سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے ۱۹۷۲ء میں شائع کی۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں پہلے حصے میں ان کتابوں کے متعلق معلومات ہیں جو غالب نے لکھیں یا غالب کے متعلق لکھی گئیں۔ دوسرے حصے میں ان مضامین کی فہرست دی گئی ہے جو مختلف کتابوں اور جریدوں کے غالب نمبر میں شائع ہوئے اور تیسرا حصہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو مختلف رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے۔ یہ کتاب ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ واقعی یہ عمدہ کام ہے کیونکہ غالب پر آج تک جتنا کام ہوا ہے اس کی ہندوپاک میں شائع ہونے والی کتب ومضامین کی تلاش آسان کام نہ تھا۔ انصار اللہ نظر صاحب نے اسے بخوبی انجام دیا ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت میں نذیر احمد کو تشنگی کا احساس ہوا اور انہوں نے یہ سوچا کہ اس کام کو کئی جلدوں میں مرتب ہونا چاہیے۔ پہلی جلد صرف کتابوں کے ذکر پہ مشتمل ہو۔ انصار اللہ کہتے ہیں کہ یہ جلد استادِ محترم نذیر احمد کے ایما پر دوبارہ مرتب کی گئی ہے۔

ڈاکٹر انصار اللہ کی ایک اور کاوش ''معتمد الدولہ آغا میر'' غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی (۱۹۸۸ء) ہے، یہ کتاب ضمیمہ، ماخذ، اشاریہ کے علاوہ چھ موضوعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ غالب سے محبت کرنے والے احباب غالب سے متعلق چھوٹی سے چھوٹی تعلق داری یا رابطے کی کڑی کو بھی محفوظ کر لینا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب بھی کچھ ایسے ہی تعلق کو جوڑنے کی سعی ہے۔ نواب معتمد ولد آغا میر سلطنت اودھ کے پہلے وزیر اعظم تھے مرزا پنشن کے سلسلے میں کلکتہ جاتے ہوئے لکھنؤ ٹھہرے۔ مرزا دربار تک رسائی چاہتے تھے اور کچھ شرائط نواب معتمد الدولہ کو پیش کیں جو نہ مانی گئیں لہٰذا غالب مرزا نواب سے ملاقات نہ کر سکے۔

کتاب کے مطالعہ سے مصنف کی عرق ریزی اور محنت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی باریکی سے متعلقین غالب کے روابط اور

سفر کو بیان کیا گیا ہے۔معیار اور مقدار دونوں لحاظ سے یہ اعلیٰ پائے کی کتاب ہے اس کتاب کے حواشی محمد انصاراللہ نے تفصیل سے دیئے ہیں جن کے مطالعے سے مضمون میں موجود ہر نکتے سے متعلق تفصیلات سے قاری آگاہ ہو جاتا ہے۔اس کتاب میں مصنف کا اُسلوب معیاری اور جامع ہے۔مثلاً صفحہ نمبر ۵۵ پر معتمد الدولہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''نئے شہر میں عشرت و آسائش کے تمام انتظاموں کے باوجود نواب معتمد الدولہ کو ذہنی سکون نہیں مل سکا معزولی کا غم ہی کچھ کم روح فرسا نہیں تھا اس پر ''دیس نکالا'' ملنے نے دل پر ایک اور قاری ضرب لگائی صحت بگڑنے لگی، اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا جس نے گویا زخم پر نمک کا کام کیا۔''[۴۳]

مضامین:

۱۔ غالب ذوق اور ناسخ، افکار، کراچی (غالب نمبر) مدیر صہبا لکھنوی، شمارہ ۱۷۵-۱۷۴، سال ۲۱، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۲۔ آبِ حیات میں مرزا کے ذاتی حالات، فکر ونظر (غالب نمبر) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جلد ۹، شمارہ مسلسل نمبر ۱۹۶۹ء۔

۳۔ حیات غالب ایک مطالعہ، اُردو ادب سہ ماہی (غالب نمبر)، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ i۔غالب کی پانچ غزلیں ii۔حالی کا مرثیہ، مشمولہ اُردو شاعری، شعبۂ اُردو، علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۰ء۔

۵۔ دیوانِ غالب کا متنازعہ نسخہ، ہماری زبان، ۲۲ دسمبر ۱۹۷۰ء۔

۶۔ دیوانِ غالب نسخۂ عرشی ایک جائزہ، ہماری زبان، یکم اگست ۱۹۷۰ء۔

۷۔ دیوانِ غالب کا نو دریافت مخطوطہ (گذشتہ سے پیوستہ)، ہماری زبان، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۸۔ دیوانِ غالب کا نو دریافت مخطوطہ، ۲۲ نومبر ۱۹۷۰ء۔

۹۔ دیوانِ غالب کا نو دریافت مخطوطہ، جلد ۲۹، شمارہ ۳۹۰، ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۱۰۔ دیوانِ غالب کے بھوپالی نسخے، ہماری زبان، ۸ فروری ۱۹۷۱ء۔

۱۱۔ دفترِ بے مثال میں غالب کا خط، مشمولہ زبان ریختہ، ڈپٹی عبدالغفور خاں نساخ، لیتھو کلر پرنٹرس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء۔

۱۲۔ مرزا اسداللہ خاں غالب، مشمولہ معتمد دولہ آغا میر، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء۔

۱۳۔ غالب کے تذکرہ نویس، غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۹ء۔

۱۴۔ دیوانِ غالب مرتبہ مالک رام، جامعہ، مدیر شمیم حنفی، دریا گنج، دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری فردری ۱۹۹۸ء۔

کتب:

۱۔ غالب ببلیوگرافی، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ،۱۹۷۲ء۔

۲۔ معتمد الدولہ آغا میر، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی،۱۹۸۸ء۔

۳۔ غالب ببلیوگرافی، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی،۱۹۹۸ء۔

انصار اللہ کے چودہ مضامین مختلف رسائل مثلاً افکار، فکر ونظر، اُردو ادب سہ ماہی، ہماری زبان اور غالب نامہ میں شائع ہوئے۔ ان میں ''غالب کے تذکرہ نویس'' غالبیات میں اضافے کا باعث ہے اور کتب میں ''غالب ببلیوگرافی'' اور ''معتمد الدولہ آغا میر'' تفہیمِ غالب کی روایت کی اہم کڑیاں ہیں۔

بشیر حسین زیدی، سید (۱۸۹۸ء-۱۹۹۲ء)

علی گڑھ کے سابق طالب علم ہیں، ان کا نام غالب اور علی گڑھ کے سلسلہ میں یوں اہم ہے کہ ان کی پہلی کتاب 'مکاتیبِ غالب' مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے شائع کی اس کی اشاعت کا سہرا، سید بشیر حسین زیدی جو علی گڑھ کے طالب علم اور بعد کو اس کے وائس چانسلر بنے [۴۴] جو اُس زمانے میں چیف منسٹر ریاست رام پور تھے، کے سر ہے۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

> ''غالب کی لیلائے شعر وادب کے مجنوں مولانا عرشی رام پوری ہیں، ان کو غالب کے ہر شعر اور ان کی نثر کی ہر سطر سے بڑی وارفتگی اور شگفتگی ہے۔ ۱۹۳۷ء میں انہوں نے جناب بشیر حسین زیدی کے ایما پر جو اس وقت رام پور ریاست کے وزیر اعلیٰ تھے، مکاتیبِ غالب شائع کی۔'' [۴۵]

خلیق انجم، ڈاکٹر (۱۹۳۵ء)

دلّی میں ۲۲ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو پیدا ہونے والے خلیق احمد خان کا پیدائشی نام غلام محمد تھا جو بعد میں خلیق انجم کے نام سے مشہور ہوئے۔ خلیق انجم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بی اے کے طالب علم تھے اور علی گڑھ سے نکلنے والے ایک اہم ادبی ماہنامہ ''جھلک'' کے ایڈیٹر اور خواجہ احمد فاروقی کے طالب علم بھی (خواجہ صاحب سابق طالب علم مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، دلّی یونیورسٹی سے وابستہ رہے، عظیم محقق نقاد، مکتوب نگار، خاکہ نگار اور ادیب تھے) [۴۶] خلیق انجم مشہور محقق، دانشور، ڈائریکٹر وزارتِ تعلیم، انجمن ترقی اُردو ہند کے سیکریٹری جنرل [۴۷] تقریباً پچاس کتابوں کے مصنف، مرتب اور مترجم ہیں۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، قاضی عبدالودود اور مالک رام کے بعد ہندو پاک میں جن حضرات نے غالب پر تحقیق کی ہے ان میں

ڈاکٹرخلیق انجم ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ غالب پران کی پہلی کتاب ''غالب کی نادر تحریریں'' (۱۹۶۱ء) تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ''غالب اور شاہانِ تیموریہ'' (دسمبر ۱۹۷۴ء) لکھی، پھر ''غالب کچھ مضامین'' (۱۹۹۱ء) اور ''انتخابِ خطوطِ غالب'' (۱۹۸۹ء) شائع کیں۔ غالب پر ان کا سب سے اہم، وقیع اور قابلِ قدر کام ''غالب کے خطوط'' چار جلدوں میں جو بالترتیب پہلی جلد ۱۹۸۴ء، دوسری ۱۹۸۵ء، تیسری ۱۹۸۷ء، چوتھی ۱۹۹۳ء شائع ہوئی جس پر ان کے سترہ اٹھارہ سال صرف ہوئے۔ ان جلدوں کو پہلے غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی نے اور بعد میں انجمن ترقی اُردو پاکستان سے بھی شائع ہوئیں۔ غالب کے خطوط کی پانچویں جلد خطوطِ غالب کا تنقیدی ایڈیشن ہے یعنی پچھلی چار جلدوں میں شائع ہونے والے خطوط کا ضمیمہ ہے جس میں غالب کے تمام اُردو خطوط کی تاریخ وار فہرست مرتب کی گئی ہے۔ خلیق انجم کی زندگی کا طویل عرصہ اس دشت کی خاک چھانتے گزرا ہے آیئے اس عرصے کے متعلق وہ خود کیا کہتے ہیں، انہیں کی زبانی سنتے ہیں:

> ''غالب کے تمام اُردو خطوط مرتب کر کے شائع کرنے کا منصوبہ میں نے ۱۹۷۲ء میں بنایا تھا۔۔۔۱۹۷۷ء میں خطوط کی ترتیب کا کام شروع ہوا۔۔۔ان خطوط (چار جلدوں) کی ترتیب پر مجھے سترہ اٹھارہ سال کرم کرنا پڑا۔ خطوطِ غالب (پانچویں جلد) کا یہ تنقیدی ایڈیشن تیار کرنے میں اپنی بھلی بُری تمام صلاحیتوں کا استعمال کیا ہے لیکن پھر بھی میں اس کام سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔ آٹھ دس سال قبل لاہور میں پینل انٹرویو کے دوران ایک صحافی نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ اگر خدا آپ کو ایک زندگی اور دے تو آپ کیا کام کرنا پسند کریں گے میں نے بے ساختہ جواب دیا تھا کہ غالب کے اُردو خطوط دوبارہ مرتب کروں گا۔ یہ محض رسمی سی بات نہیں تھی بلکہ میری دلی آرزو تھی۔ اب زندگی اس کی اجازت تو نہیں دے رہی کہ غالب کے خطوط نئے سرے سے مرتب کروں اس لیے موجودہ تنقیدی ایڈیشن (جلد پنجم) میں جو کمی رہ گئی ہے اسے ہی حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ''غالب کے خطوط'' کی زیرِ نظر جلد اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔'' [۴۸]

<u>مضامین:</u>

۱۔ غالب کے تین خط، مشمولہ معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۲۲ء۔

۲۔ نامۂ غالب (مکتوب الیہ نامعلوم)، مشمولہ رسالہ ندیم، گیا (پٹنہ)، بہار نمبر، ۱۹۲۵ء۔

۳۔ غالب کے تین خط، مشمولہ تذکرہ مخزن شعراء، انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۳۳ء۔

۴۔ غالب کے تین خط، اُردو اورنگ آباد، جنوری ۱۹۳۴ء۔

۵۔ غالب کے تین خط، سہ ماہی ہندوستانی، الہ آباد، جنوری ۱۹۳۴ء۔

۶۔ غالب کی نادر تحریریں، مشمولہ غالب کی اصلاح ایک مثنوی پر، مہیش پرشاد، ہندوستانی، الہ آباد، جنوری ۱۹۳۵ء۔

۷۔ غالب کے تین خط، اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۴۷ء۔

۸۔ غالب کے تین خط، مشمولہ نگار، لکھنؤ، ۱۹۵۱ء۔

۹۔ غالب کے تین خط، آج کل دہلی، اپریل ۱۹۵۴ء۔

۱۰۔ غالب کی قیام گاہیں، مشمولہ اُردوئے معلیٰ، شمارہ اول (غالب نمبر)، ۱۹۶۰ء۔

۱۱۔ غالب کے تین خط، مشمولہ غالب کی نادر تحریریں، ۱۹۶۱ء۔

۱۲۔ غالب اور قلعہ معلیٰ، تحریر (غالب نمبر)، مرتب مالک رام، پریس لال کنواں، دہلی، جلد ۵، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔

۱۳۔ عودِ ہندی کا ایک پُراسرار ایڈیشن، آج کل، دہلی، فروری ۱۹۸۱ء۔

۱۴۔ رنگارنگ بزم آرائیاں، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۳، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۵۔ خطوطِ غالب میں طنز ومزاح، اُردو ادب، سہ ماہی (غالب نمبر)، ایڈیٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۱ء۔

۱۶۔ رنگارنگ بزم آرائیاں، سورج، تدوین تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل ۱۹۹۶ء۔

۱۷۔ غالب کی اُردو املا کی خصوصیات، اُردو ادب ماہنامہ (دوسو سالہ سالگرہ غالب نمبر) اُردو ادب، لندن، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۱۸۔ غالب کے تین اہم ادبی معرکے، جلد ۱۹، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء۔

۱۹۔ غالب کے جعلی خطوط، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۲۰۰۳ء۔

۲۰۔ نامۂ غالب (مکتوب الیہ نامعلوم)، مشمولہ غالب کی نادر تحریریں

کتب:

۱۔ غالب اور شاہانِ تیموریہ، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۴ء۔

۲۔ غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد اول، ۱۹۸۴ء۔

۳۔ غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد دوم، ۱۹۸۵ء۔

۴۔ غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد سوم، ۱۹۸۷ء۔

۵۔ انتخابِ خطوطِ غالب (مرتبہ) مونومینٹل پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء۔

۶۔ غالب کچھ مضامین، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء۔

۷۔ غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد چہارم، ۱۹۹۳ء۔

۸۔ غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد پنجم، ۲۰۰۰ء۔

(پہلی چار جلدیں انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی سے بھی شائع ہوئی ہیں جو بالترتیب ۱۹۸۹ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئیں)

۹۔ غالب کا سفرِ کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء۔

(یہ کتاب انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی سے بھی شائع ہوئی ہے)

خلیق انجم کے غالبیات کے حوالے سے اَب تک تقریباً بیس مضامین اور نو کتب سرِ دست مل سکی ہیں۔ ان کے اس تمام سرمائے میں ''خطوطِ غالب'' قابلِ تعریف ہے جس کا اعتراف وہ خود بھی ''خطوطِ غالب'' کی پانچویں جلد کے دیباچے میں کرتے ہیں کہ اگر انہیں دوبارہ زندگی ملے تو وہ خطوطِ غالب پھر سے ترتیب دیں گے۔

خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر (علیگ) (۱۹۱۷-۱۹۹۵ء)

خواجہ صاحب صفِ اول کے محقق، ادیب، نقاد، انشا پرداز اور ممتاز مکتوب نگار اور خاکہ نگار تھے۔ اُردو کے شیدا اور دیوانے تھے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق کا جو ماحول بنا ہے وہ خواجہ احمد فاروقی کا مرہونِ منت ہے۔ خلیق انجم ان کے عزیز شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے ان کی کتاب ''پروفیسر خواجہ احمد فاروقی'' (بیسویں صدی کی ممتاز شخصیت) مرتب کی ہے اس کتاب کو انجمن ترقی اُردو ہند دہلی نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا ہے جس کے کل صفحات ۱۰۵ ہیں جس میں ان کی شخصیت اور کارناموں کا طویل خاکہ دیا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی مختصر کتاب ''عمرِ رائیگاں'' میں اپنے مختصر حالاتِ زندگی دیئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ایم اے انگلش کے پہلے سال کا امتحان دیا دوسرے سال کا امتحان بوجوہ نہ دے سکے بعد میں ایم اے فارسی اور اُردو کیا اور دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۵۳ء میں ''مکتوب اُردو کی تاریخ اور ادبی ارتقاء'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ خواجہ صاحب گوالیار، بریلی کے اُردو کالج میں لیکچرر رہے۔ دہلی کے گرلز ہائی سکول میں فارسی اور علی گڑھ یونیورسٹی سکول میں کیمسٹری کے استاد بھی رہے۔ خلیق انجم لکھتے ہیں:

> ''خواجہ صاحب نے اپنی ملازمتوں کی تفصیل کبھی بیان کی اور نہ کہیں لکھی۔ البتہ ان کی تحریروں میں کہیں کہیں کچھ اشارے ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گولیار کے

وکٹوریہ میں، کانپور کے حلیم کالج میں اور بریلی کے کسی کالج میں اُردو کے استاد رہے تھے۔ دلچسپ بات یہ کہ خواجہ صاحب دہلی کے اندر پرستھ گرلز کالج میں فارسی کے لیکچرر اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اسکول میں کیمسٹری کے استاد بھی رہے تھے۔'' [۴۹]

مضامین:

۱۔ غالب اور آزردہ، خواجہ احمد فاروقی، مجلّہ آج کل، فروری ۱۹۵۲ء۔
۲۔ غالب کا قیام آگرہ اور تذکرۂ سرور، آج کل، فروری ۱۹۵۲ء۔
۳۔ i۔ غالب اور آزردہ ii۔ غالب کی عظمت، مشمولہ کلاسیکی ادب، آزاد کتاب گھر، کلاں محل، دہلی، بار اول، جولائی ۱۹۵۳ء۔
۴۔ غالب کی وفات معاصر اخباروں میں، اُردو ادب، ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء۔
۵۔ i۔ غالب کے ایک شاگرد مولانا بیدل ii۔ غالب اور بے صبر iii۔ غالب کے کچھ غیر مطبوعہ فارسی رقعات حضرت غمگین کے نام iv۔ شذرات، مشمولہ اُردوئے معلّٰی (غالب نمبر حصہ اول) دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ۱، شمارہ ۱، فروری ۱۹۶۰ء۔
۶۔ جشنِ غالب، قومی زبان، ۱۹۶۷ء۔
۷۔ اُردو شعر و ادب میں غالب کا مقام، مجلّہ اعتمادیہ (بیادِ غالب حصہ اول) مرتبہ قاسم صدیقی، اجمیری گیٹ، دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔
۸۔ غالب کا سکہ شعر، صحیفہ (غالب نمبر حصہ اول) مدیر ڈاکٹر وحید قریشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، چھیالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔
۹۔ شذرات، اُردوئے معلّٰی (غالب نمبر حصہ دوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد دوم، شمارہ ۲، ۳۔

کتب:

۱۔ یاد و بودِ غالب، نئی دہلی، ۱۹۹۳ء۔

خواجہ احمد فاروقی کے تقریباً نو مضامین اور ایک کتاب غالب کے حوالے سے راقم کی دسترس میں ہے۔ ان تحریروں میں غالبیات سے متعلق کئی نوادر گوشوں پر ڈالی گئی ہے جو لائقِ تحسین ہے۔

ذاکر حسین خاں، ڈاکٹر (علیگ) (۱۸۹۷-۱۹۶۹ء)

غالبیات کے میدان میں علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین ایک فلسفی، معلم، ماہر تعلیم، ماہر معاشیات اور اُردو کے صاحبِ طرز انشاپرداز اور صاحب اُسلوب ادیب کے طور پر جانے جاتے

ہیں۔ وہ معمار جامعہ تھے اور ہندوستان کے مشترک تہذیب کے بہترین نمائندہ تھے۔ وہ ایک مخلص، بے ریا، بے لوث اور سچے انسان تھے۔ ان کی زندگی ایثار وقربانی کا عملی نمونہ تھی۔ ان کی ان تمام صفات کو بیان کرنے کے لیے دفتر چاہئیں[۵۰]۔

ذاکر حسین ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ میٹرک کے بعد علی گڑھ آ گئے۔ ۱۹۲۲ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے جرمنی چلے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں ''ہندوستان کی معیشت کا دیہی نظام'' پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس دوران وہیں پہ غالب کا دیوان شائع کرایا اور جرمن آرٹسٹ سے غالب کی نقلی تصویر بنوائی جو آج بھی برصغیر میں مشہور ہے۔ فروری ۱۹۲۶ء میں ذاکر حسین ہندوستان واپس آ گئے۔

فارسی پر انہیں غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ انگریزی اُردو کے بہترین انشا پرداز تھے۔ علی گڑھ میگزین میں RIP کے فرضی نام سے ان کے انگریزی مضامین چھپتے۔ وہ بلند پایہ ادیب، مصنف اور مترجم تھے۔ مختصر یہ کہ ان کی ذات مجمع الصفات تھی[۵۱]

مضامین:

۱۔ خطبہ افتتاحیہ یومِ غالب، ذاکر حسین خان، اُردوئے معلّٰی (غالب نمبر حصہ دوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد دوم، شمارہ ۲، ۳
۲۔ غالب، آج کل دہلی، اپریل ۱۹۶۹ء۔
۳۔ i۔ خطبہ افتتاحیہ یومِ غالب ii۔ یومِ غالب، مشمولہ متفرقات، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء۔

کتب:

۱۔ دیوانِ غالب، برلن ایڈیشن، مطبع شرکت کاویانی، برلن، ۱۹۲۵ء۔
۲۔ خطبہ افتتاحیہ، یونین پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۶ فروری ۱۹۶۹ء۔ (غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب صدر جمہوریہ ہند کا خطبہ افتتاحیہ)
۳۔ انتخابِ غالب (غالب کے فارسی کلام کا انتخاب) ڈاکٹر ذاکر حسین خاں مرحوم، دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۷۰ء۔

اُن کی غالب دوستی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ دیوانِ غالب کا برلن ایڈیشن ۱۹۲۵ء میں شائع کرایا جو غالبیات اور علی گڑھ سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے[۵۲] یہ دیوان پہلی بار ٹائپ میں چھپا تھا اس کے کچھ اوراق انہوں نے خود ٹائپ کیے۔ اس ایڈیشن میں غالب کی جو تصویر شامل ہے وہ فرضی ہے جو انہوں نے جرمنی کے ایک مصور سے بنوائی تھی اور دلچسپ بات یہ کہ یہ تصویر اصل نہ ہونے کے باوجود خاصی مقبول ہے۔ بعد میں جب ذاکر حسین علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے وائس چانسلر، بہار کے گورنر اور صدر جمہوریہ ہندوستان بنے تو انہوں نے ملک میں غالب فہمی کی لے کو بڑھانے میں دلچسپی لی، انہیں کی تحریک پر حکومت بہار نے تصانیف غالب کی اشاعت کے لیے ایک خطیر رقم منظور کی۔ ۱۹۶۶ء میں ذاکر صاحب نے غالب کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے غالب صدی تقریبات کا اہتمام اور ایوانِ غالب کی تعمیر کی تجویز پیش کی۔ ۱۶ فروری

۱۹۶۹ءکو وگیان بھون میں ذاکر صاحب نے غالب صدی تقریبات کا اختتامی خطبہ پڑھا، جسے یونین پرنٹنگ پریس، دہلی نے ۱۶فروری۱۹۶۹ءکوشائع کیا جو غالب کی پہلودار شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مئی ۱۹۶۹ءکوان کا انتقال ہوگیا،حرمت الاکرام نے شعر کہا

کل سنواری تھی یہ غالب کی صدی ذاکر نے
آج ذاکر کو یہ غالب کی صدی روتی ہے [۵۳]

سہا مجددی،مولانا(علیگ) (۱۸۹۲-۱۹۴۷ء)

حالی سے موجودہ دَور تک تقریباً دو درجن شارحین غالبیات کے تحت اپنے اپنے طور پر تفہیم شعر بیان کر چکے ہیں۔ان میں قابل ذکر ابتدائی شارحین میں مولانا طباطبائی،مولانا حسرت،مولانا سہا،مولانا نظامی بدایونی،مولانا شوکت میرٹھی،حضرت بے خود دہلوی ایسے کئی نام ہیں۔مولانا سہا کی شرح ''مطالب الغالب'' (۱۹۲۳ء) غالب کی معدودے چند ابتدائی شرحوں میں سے ہے اگراس پر بجنوری اور سرسید کے رویوں کا اثر بھی ہے[۵۴]۔بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے ابتدائی دنوں میں انجمن حدیقۃ الشعر کا قیام عمل میں آیا جس میں کالج کے طالب علم ممتاز حسین سہا،سجاد انصاری،اقبال سہیل غالب کی زمینوں میں غزلیں لے کر شریک انجمن ہوتے[۵۵]۔اصغر عباس مزید لکھتے ہیں:

''انجمن حدیقۃ الشعر کے روحِ رواں دراصل سہا مجددی تھے جو بعد میں ہزار داستان کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ان کا قد تین فٹ تھا لیکن جب انجمن کے مشاعروں میں غزل پڑھتے تو سناٹا چھا جاتا۔سہا مجددی نے ۱۹۲۳ء میں مطالب الغالب کے نام سے کلامِ غالب کی شرح شائع کی۔''[۵۶]

اسی دور میں قاضی سعید الدین کی شرح ''دیوانِ غالب مع شرح'' (۱۹۲۶ء) شائع ہوئی جو بعد میں ۱۹۵۲ء میں بھی شائع ہوئی۔قاضی سعید نے مقدمہ میں اس بات کا اعتراف کیا کہ انہوں نے دیگر شروح سے بھی استفادہ کیا ہے۔

''مولانا طباطبائی،مولانا حسرت،مولانا سہا،مولانا نظامی بدایونی ومولانا شوکت میرٹھی صاحبان کی شرحوں سے بہت کچھ مدد لی گئی ہے۔''[۵۷]

مولانا سہا کی شرح کی کیا انفرادیت ہے،حسرت اور طباطبائی دونوں کی نسبت اس میں کیا خوبی ہے،صباح الدین اس بارے میں رقم طراز ہیں:

''مولانا ممتاز حسین سہا کی کتاب مطالب الغالب ۱۹۲۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی جس سے کلام غالب کی شرحوں میں ایک اور شرح کا اضافہ ہوا، یہ طباطبائی کی طرح طویل نہیں لیکن حسرت کی طرح مختصر بھی نہیں اس کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں بعض جگہ زورِ بیان کی بھی مثالیں ملتی ہیں لیکن غالب کی مدلل مداحی میں فاضل شارح کا قلم کہیں کہیں حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے اور اس میں جا بجا وہی او عائی شان پیدا ہو گئی ہے جو ڈاکٹر عبدالرحمٰن کی تحریروں میں ہے۔''[۵۸]

اس شرح کے شروع میں شعر اور شاعری کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے فلسفی اور شاعر کی امتیازی خصوصیات بیان ہوئی ہیں، تھوڑا سا نمونہ اس عبارت کا ملاحظہ کریں:

''فلسفہ اشیاء کی حقیقت کا متجس ہے اور وجدان حقائق پر محیط ہے، پھر فلسفہ جس کی تلاش میں گم ہے، وہ وجدانی دنیا ہے اور وجدانی دنیا کا دوسرا نام ہی شاعری ہے، اس لیے شاعر جو اپنے فکر کی قوت احساس کی ذکاوت اور خیال کی رفعت کے باعث وجدانیات ہی کی ترجمانی کرتا رہتا ہے۔ ہر منطقی ہر فلسفی سے افضل واشرف ہے۔ ایک فلسفی کے سامنے کوئی چیز آتی ہے تو وہ بالکل اجنبی اور جاہل ہوتا ہے اور ایک شاعر کے سامنے جب کوئی چیز آتی ہے تو وہ معلوم شدہ اور بے نقاب آتی ہے۔ فلسفی ڈھونڈتا رہتا ہے اور شاعر پہچانتا رہتا ہے۔ وہ منتشر حقیقتوں کو ربط دے کر ایک حقیقت الحقائق مان لیتا ہے۔''[۵۹]

مولانا سہا نے غالب کو بجنوری کے انداز میں دیکھا ہے اس پر نقادوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے صباح الدین کے بعد جناب مظہر امام کی رائے ملاحظہ کریں جو سہا کی توصیفِ غالب کو غلو کا نام دیتے ہیں:

''مولانا سہا نے اپنی 'لکیر' کو دراز قامت ثابت کرنے کے لیے دوسری لکیروں کو مٹا کر ان کا قد چھوٹا کرنے کی کوشش کی ہے۔''[۶۰]

مزید لکھتے ہیں:

''اس شرح کی ابتدا 'مقدمہ' سے ہوتی ہے جو ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے مولانا سہا نے غالب کے کلام کی خصوصیات پر تفصیلی لیکن غلو آمیز تبصرہ کیا ہے جو غالب کو تمام شعرا پر ترجیح دیتے ہیں۔''[۶۱]

جب کہ سہا کی متقدمین شعراء کے بارے میں رائے دیکھئے جن کی نسبت غالب کو مقدم جانا گیا ہے:

''غالب سے پہلے میر، سودا اور خواجہ میر دردؔ اُردو شاعری کے تین نامور اساتذہ گزرے ہیں لیکن غالب کا مرتبہ بہ اعتبار جامعیت مضامین کے ان تینوں سے بلند تر ہے۔'' [۶۲]

یہاں مولانا اقبال سہیل کا تذکرہ ضروری سمجھتی ہوں۔ اگر چہ انہوں نے کوئی تنقیدی یا تحقیقی کتاب یا شرحِ غالب تو نہیں لکھی مگر جب ۱۹۱۴ء میں سہیل صاحب ایم اے او کالج کے طالب علم بن کر آئے تو دوست احباب کی محفلیں، نیرنگیٔ خیال، ذہنی ترنگ اور فکری تجلیاں جیسے سہیل کا انتظار کر رہی تھیں کہ پھر ان کا شمار علی گڑھ کے ادیبوں میں ہونے لگا۔ یہ بھی حسرت کے دور کے آس پاس کی بات ہی ہے۔ سہا، سجاد انصاری، سعید الدین انجمن کے مشاعروں میں شرکت کرتے اور مولانا اقبال سہیل بقول رشید صاحب ذوق پر ایسی کڑی اور کبھی کبھی استہزائی اور تفریحی تنقید کرتے کہ ذوق کے حامیوں کو لا جواب کر دیتے اور کالج میں غالب کی عظمت کا سکہ بٹھانے میں سہیل صاحب کا اہم کردار ہے۔ سہا علیگ کا مضمون '' کلام متعلق کلام غالب'' مشمولہ علی گڑھ میگزین علی گڑھ مئی جون ۱۹۲۱ء غالب اور علی گڑھ سلسلے کی کڑی ہے۔ اس مضمون میں کلامِ غالب کی شرحوں سے بحث کی گئی ہے اور غالب کے چند اشعار کی شرح بیان کی گئی ہے۔

مضامین:

۱۔ غالب کے غیر مطبوعہ سلام و قصائد، متعارفہ مولانا سہا مجددی (علیگ) مشمولہ: مطالب الغالب (یعنی شرح دیوانِ غالب)، ۱۹۲۳ء۔

۲۔ کلام متعلق کلام غالب، مشمولہ علی گڑھ میگزین علی گڑھ مئی جون ۱۹۲۱ء۔

کتب:

۲۔ مطالب الغالب، سہا، شیخ مبارک علی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، ۱۹۲۶ء۔

۲۔ مطالب الغالب، سہا، شیخ مبارک علی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، ۱۹۳۱ء۔

سہا مجددی ایسے غالب شناس تھے جنہوں نے سب سے پہلے ذوق کے مقابلے میں غالب کی اہمیت کو مسلّم قرار دیا۔ مشاعروں میں، مضامین میں اور شرحِ غالب کے انداز میں غالبیات کی روایت کو بتدریج آگے بڑھانے میں قلبی لگاؤ رکھتے تھے۔

سجاد علی انصاری (۱۸۹۴-۱۹۲۴ء)

سجاد انصاری انیسویں صدی کے اواخر میں گدیہ ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا جب علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مدرسۃ العلوم کے باذوق، وسیع المطالع، ذہین، محنتی اور معروف طالب علم

کی حیثیت سے بی اے اور بعد میں ایل ایل بی کیا۔ اسی لیے اپنے نام کے ساتھ علیگ لکھتے تھے۔ سجاد انصاری ایک انشا پرداز کی حیثیت سے مشہور ہوئے جن کے مضامین علی گڑھ میگزین میں چھپتے تھے۔ سجاد انصاری کے مضامین، نثر پاروں اور غزلوں کو خان الیاس احمد مجیبی نے ۱۹۲۶ء میں ''محشرِ خیال'' کے عنوان سے شائع کیا[۶۳]۔ ''محشرِ خیال'' غالب کے فیضان کی غمازی کرتا ہے۔ مولانا اقبال سہیل اور سجاد انصاری غالب کی زمینوں میں غزلیں لے کر انجمن حدیقۃ الشعر کی محفلوں میں ذوق وشوق سے شریک ہوتے۔ اصغر عباس لکھتے ہیں:

> ''سجاد انصاری۔۔۔اور مولانا اقبال سہیل غالب کی زمینوں میں غزلیں لے کر انجمن (حدیقۃ الشعر) کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے خود سجاد انصاری کے مضامین کا مجموعہ محشرِ خیال کا نام غالب کے فیضان کی غمازی کر رہا ہے۔''[۶۴]

ان کے پسندیدہ موضوعات میں سے حسن وعشق، عورت، مذہب، اخلاق، نیکی، گناہ ہیں جس پر یہ اپنے مخصوص انداز میں ناقابلِ قبول خیالات کا اظہار کرتے ہیں جس بنا پر انہیں ادبِ لطیف کا فلسفی کہا گیا ہے۔ ان کی پہچان یہی ہے کہ یہ اعلیٰ درجے کے نثر نگار ہیں اور اُردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے [۶۵]۔ بقول آل احمد سرور ''ان کا اسٹائل اُردو ادب میں یادگار رہے گا۔''[۶۶]

شبلی نعمانی، شمس العلماء علامہ (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء)

شبلی نعمانی کا شمار اُردو ادب کے عناصرِ خمسہ میں ہوتا ہے۔ ''مولانا شبلی غالب کی نثر اور شاعری دونوں کے معترف رہے، وہ تو ان کو یہ لکھ کر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ وہ جس طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اپنا کوچہ الگ نکال کر رہتے تھے۔ یہ بڑی ہی جامع تعریف ہے۔''[۶۷]

مولانا شبلی نعمانی نے مقالاتِ شبلی جلد دوم، ص ۶۰، ۵۹ پر اپنے مضمون ''سرسید اور اُردو لٹریچر'' کے عنوان سے مضمون لکھا جس میں شاعر غالب کی مکاتبت پر تعریفی کلمات سے خراج عقیدت پیش کیا ہے جن میں غالب کی مکتوب نگاری کی مختلف خوبیوں نشان دہی کی ہے مثلاً یہ الفاظ ملاحظہ کیجیے:

> ''دلی کے مشہور شاعر مرزا غالب نے اُردو کی طرف توجہ کی یعنی مکاتبات وغیرہ اُردو میں لکھنے شروع کیے اور چونکہ جس طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اپنا کوچہ الگ نکال کر رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے تمام ہم عصروں کے برخلاف مکاتبہ کو مکالمہ کر دیا۔ مکاتبات میں وہ بالکل اس طرح ادائے مطلب کرتے تھے جیسے دو آدمی سامنے بیٹھے باتیں کر

رہے ہیں، اس کے ساتھ بہت سے خطوط میں، انسانی جذبات مثلاً رنج وغم، مسرت وخوشی، حسرت وبے کسی کونہایت خوبی سے ادا کیا ہے، اکثر جگہ واقعات کو بے ساختگی سے ظاہر کیا ہے کہ واقعہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اُردو انشا پردازوں کا آج جو انداز ہے اور جس کے مجدد اور امام سرسید مرحوم تھے۔ اس کا سنگ بنیاد دراصل مرزا غالب نے رکھا تھا۔'' [۶۸]

اس طرح موازنہ انیس ودبیر کی تمہید میں مولانا شبلی نعمانی غالب کی شاعری کو فلسفہ سے تشبیہ دی ہے اور اس تمہید میں فلسفہ اور شاعری کو برابر درجہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فلسفہ اور شاعری برابر درجہ کی چیزیں ہیں۔۔۔ میر تقی میر کی غزلیت، درد کا تصوف، غالب کا فلسفہ شاعری کی جان ہیں۔'' [۶۹]

اسی طرح مولانا شبلی نعمانی نے اپنے مکاتیب میں کئی جگہ غالب کے اشعار کا سہارا لیا ہے۔ شعرالعجم کی پانچویں جلد میں تو ان کی فارسی قصیدہ نگاری پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ وہ غالب کے اجتہاد وجدت اور خاص انداز کے معترف تھے وہ غالب کو قدما سے بھی قصیدہ نگاری میں اگلی صف میں کھڑا کرتے ہیں۔ شبلی یہ بھی کہتے ہیں کہ ایران کے اس انقلاب کی خبر ہندوستان میں فارسی شعراء کو ہوئی، لیکن خود بخود یہاں بھی انقلاب ہوا، مولانا شبلی کا خیال ہے کہ انیسویں صدی میں فارسی شاعری میں اس انقلاب کے پیدا کرنے کا سہرا غالب ہی کے سر ہے۔ اگر مولانا حالی نے ''یادگارِ غالب'' نہ لکھی ہوتی تو یہ کام شاید شبلی انجام دیتے چونکہ یادگارِ غالب لکھی جا چکی تھی اسی لیے شبلی مکاتیب شبلی جلد اول ص ۳۲۴ میں اپنے ماموں زاد بھائی شیخ رشید الدین صاحب انصاری کو مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۰۷ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں [۷۰]۔ ''مرزا غالب کے حالات مولوی حالی صاحب نے جس تفصیل سے لکھے ہیں، اس کے بعد کسی اور کتاب کی کیا ضرورت ہے۔'' [۷۱]

لہٰذا غالب پر لکھنے والوں کے ہجوم علی گڑھ میں شبلی کا نام بھی کسی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

صباح الدین عبدالرحمٰن، ڈاکٹر (حیات ہیں)

صباح الدین عبدالرحمٰن طویل عرصے تک انجمن ترقی اُردو کی مجلس عاملہ اور مختلف کمیٹیوں کے رکن رہے تھے۔ وہ اس وقت بھی رکن تھے جب انجمن علی گڑھ میں تھی اور اس وقت بھی جب انجمن ڈاکٹر خلیق انجم کی سرکردگی میں دہلی منتقل ہو گئی تھی [۷۲] ان کی ناقدانہ تبصروں پر مشتمل دو نایاب کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ غالب مدح وقدح کی روشنی میں (حصہ اول) مطبوعہ معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء (اس میں مرزا غالب کی زندگی سے ۱۹۲۸ء تک ان کی حمایت ومخالفت میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے)

۲۔　　غالب مدح وقدح کی روشنی میں (حصہ دوم) مطبوعہ معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء (مرزا غالب کی شاعری کی حمایت ومخالفت میں ۱۹۲۹ء سے ۱۹۶۹ء تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے)

جب صباح الدین نے ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' (دوجلدیں) تحریر کرنا شروع کیں تو رشید احمد صدیقی نے بہت سراہا اور ہمت افزائی کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھی ''اقبالِ کامل'' کی طرح مقبول ہوں گی ☆۔ یہ رائے واقعتاً درست ثابت ہوئی ان کی یہ دو کتب جس میں یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ غالبیات کے تنقیدی دھارے کس طرح بہہ رہے ہیں۔ مصنف کی ساری محنت ان دو جلدوں کے مطالعے سے آشکار ہوتی ہے۔ اُن کی یہ کاوش غالب سے متعلق لکھنے والوں کی موجوں کے دھاروں سے مکمل آگاہی کا ذریعہ اور روایت کی طرف پیش قدمی ہے۔

ضیاءاحمد بدایونی، مولانا (۱۸۹۴-۱۹۷۳ء)

صدرِ شعبہ فارسی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا شمار عزیزانِ علی گڑھ میں ہوتا ہے۔ ضیاء احمد بروز جمعہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ (۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے [۷۳] بچپن میں قوا کے کمزور اور منحنی تھے۔ اس لیے بیمار رہتے بہت علاج کیا گیا، افاقہ نہ ہوا، نانی نے منت مانی کہ بچے کو عربی پڑھا کر عالم وخادم دین بناؤں گی اس چھوٹے سے ٹوٹکے سے تندرست ہو گئے۔ چنانچہ نانی کی خواہش کے مطابق اس طرف بھی توجہ دی۔ دسویں تک بدایوں میں تعلیم پائی بریلی کالج سے ۱۹۱۸ء میں بی اے پاس کیا اور طلائی تمغہ حاصل کیا۔ الہ آباد سے ۱۹۲۴ء میں ایم اے کیا اور ڈاکٹر زبیر احمد کی نگرانی میں شعبہ فارسی میں ''فارسی ادب در عہد اکبر'' کے موضوع پر مقالہ لکھا۔ ابھی کام مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ انٹرمیڈیٹ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جگہ مل گئی تو اس مقالے سے دستبردار ہو کر علی گڑھ چلے آئے۔ پھر دو برس دلی کالج چلے گئے اور بعد میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ واپس آ گئے۔ اصحابِ حل وعقد نے محسوس کیا کہ انہیں شعبۂ فارسی میں ہونا چاہیے لہٰذا وہیں تقرری ہوگئی۔ پہلے بطور ریڈر کام کیا پھر ۱۹۵۹ء میں صدر شعبہ بنا دیئے گئے۔ پھر تحقیقی کام (لغت نویسی) کے سلسلے میں ۱۹۶۴ء میں دلی یونیورسٹی نے بلا لیا۔ ۸ جولائی ۱۹۷۳ء علی الصباح روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انہیں فشارِ دم کے شدید حملے سے چکر آیا تین دن بے ہوشی کی حالت میں رہے اور بالآخر جاں حزیں جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ مختلف ۱۳ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ضخیم کلیات بھی یادگار چھوڑا جو مجموعی صورت میں نہیں چھپا [۷۴]۔

☆　صباح الدین عبدالرحمٰن، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، مطبوعات اعظم پریس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء، دیباچہ از صباح الدین۔

مضامین:

۱۔ غالب کے کلام پر ناقدانہ نظر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۳۳ء۔

۲۔ فارسی غزل اور غالب، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ دیوانِ غالب بخطِ غالب، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ امام بخش صہبائی، معاصر غالب، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

مولانا ضیاالدین احمد بدایونی کے مندرجہ بالا چار مضامین تنقیدی نوعیت لیے ہوئے ہیں۔ پہلے مضمون میں غالب کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرے میں غالب کی فارسی غزل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کلامِ غالب کی کئی گرہیں تنقیدی نقطۂ نظر سے کھلتی نظر آتی ہیں۔

ضیاءالدین انصاری، ڈاکٹر (علیگ) (حیات ہیں)

سابق طالب علم اور ڈپٹی لائبریرین، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ رہے ہیں، آج کل خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میں ڈائریکٹر ہیں۔ سرِ دست ان کے چار مضامین اور ایک کتاب پیشِ نظر ہے جن کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے:

۱۔ ''حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں'' غالب میگزین ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ یہ سوا چار صفحات پر مشتمل ہے جس کے مطالعہ سے غالب کے احوال وآثار کا مکمل نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

۲۔ حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں، محمد ضیاءالدین انصاری، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) نگران آل احمد سرور، اچل تال علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۲۔ ان کا ایک اور مضمون ''ڈاکٹر یوسف حسین خان اور نقدِ غالب'' غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جولائی ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔

کتب:

۱۔ ان کی ایک کتاب ''تفتہ اور غالب'' ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب غالب اکیڈمی نئی دہلی نے شائع کی ہے جو ۲۳۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس کا مقدمہ مالک رام نے لکھا ہے۔ کتابیات کے علاوہ دس عنوانات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ کتاب تفتہ اور غالب کے تعلقات اور تفتہ کے تصنیفی کارناموں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

ضیاءالدین انصاری کی غالبیات کی روایت سازی میں مندرجہ بالا کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔

فضل الحسن حسرت موہانی (۱۸۸۰-۱۹۵۱ء)

علی گڑھ کالج کے طالب علم فضل الحسن جو حسرت موہانی کے نام سے مقبول ہوئے ایک خوش گو شاعر، بے باک صحافی اور جنگِ آزادی کے نڈر سپاہی تھے[۷۵]۔ ساری زندگی ملک وقوم کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں اُٹھائیں۔ حسرت موہانی حضرت امام رضا کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے ابوالآبا سید محمود نیشاپوری جو جناب امام کی سترہویں پشت میں تھے، ترکِ وطن کر کے ہندوستان آئے۔ ان کی سولہویں پشت میں فضل الحسن ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر مدرسے میں ہوئی، بارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے اس وقت مڈل کے امتحان سے فارغ ہوئے تھے۔ ۱۸۹۴ء میں مڈل اعزاز کے ساتھ پاس کر کے ۱۸۹۸ء میں انٹرمیڈیٹ کلاس میں داخلہ لیا۔ اس تاریخ کو حسرت کی زندگی کا اہم موڑ قرار دیا جاسکتا ہے جب انہوں نے محمڈن کالج میں داخلہ لیا۔ جولائی ۱۹۰۳ء میں حسرت نے علمی وادبی مجلّہ ''اُردوئے معلّیٰ'' جاری کیا۔ غالب وحسرت کے سنجوگ کی پہلی کڑی ''دیوانِ غالب اُردو مع شرح'' حسرت کی وہ پہلی مبسوط مطبوعہ کتاب ہے جو ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی ☆۔

غالب شناسی اُردو کی ادبی تاریخ میں وہ ہمہ گیر روایت رہی ہے جو انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے دوران ہماری تذکرہ نگاری، شرح نگاری، تنقید نگاری اور تحقیق نگاری میں جاری وساری رہی ہے اور اس روایت نے ہمارے کم وبیش ان تمام شعبوں کی آبیاری کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُردو ادب میں غالبیات کی روایت کو تقویت دینے والے اہلِ قلم کی فہرست اتنی طویل ہے کہ آج اس کے بے شمار ناموں کا مکمل احاطہ کرنا بھی آسان نہیں۔ غالب پر کام کرنے والے ناقدین، شارحین اور محققین کے اس کثیر مجمع میں اگر قابلِ ذکر اور اہم ناموں کی فہرست تیار کی جائے تو اس میں مولانا حسرت موہانی کا نام بھی شامل ملے گا۔ غالبیات کے تحت تشریح، تنقید، ترتیب اور تحقیق کے مختلف شعبوں میں مولانا حسرت نے کئی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حسرت اور غالب کے سنجوگ کی چند مثالیں دیکھئے:

۱۔ علی گڑھ کالج میں سجاد حیدر یلدرم کے دوش بدوش حسرت موہانی بھی انجمن اردوئے معلّیٰ کے بانی رہے۔

۲۔ اپنے جریدے 'اُردوئے معلّیٰ' (۱۹۰۳ء) کا نام خطوطِ غالب کے مشہور مجموعے ''اُردوئے معلّیٰ'' کے نام سے مستعار ہے یہ حسرت وغالب کے ادبی سنجوگ ہی کی دین ہے۔

۳۔ حسرت کے ایوانِ شاعری کی تعمیر وتزئین میں غالب ومومن کے دواوین کا جو رنگ وروغن یا ساز وسامان صرف ہوا ہے اس پر حسرت کے ناقدین بات کر چکے ہیں۔

۴۔ مختلف کتابوں اور رسالوں میں حسرت نے غالبیات کے تحت درجنوں شاگردوں کے ناموں کی نشان دہی کی ہے۔

☆ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: نعیمہ بیگم، حسرت موہانی، جائزہ، ص۴، عبداللطیف اعظمی کا مضمون، مولانا حسرت موہانی، ماہنامہ آج کل، نئی دہلی، حسرت نمبر، مئی ۱۹۸۵ء، ص۵تا۸۔

۵۔ حسرت کی مطبوعہ کتابوں کا نقطۂ آغاز دیوانِ غالب اُردو مع شرح ہے جو حسرت کی زندگی میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۲۲ء تک پانچ بار شائع ہو چکی تھی۔[۷۶] ان پانچ اشاعتوں کے علاوہ ان کی اس شرح کا خلاصہ بیان غالب (مرتبہ آغا محمد باقر) میں شامل ہو کر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک اُن کی زندگی میں چار بار چھپ چکا تھا۔ حسرت کی زندگی میں ان کی شرح کی یہ بہ تکرار اشاعتیں اس کتاب کی مقبولیت اور افادیت پر دال ہیں۔[۷۷]

۶۔ حسرت موہانی کی جن کتابوں نے اپنے زمانے میں غالب شناسی اور غالب فہمی کی روایت کو تقویت دی ان میں ''انتخابِ سخن'' (جلد دہم) بھی قابلِ ذکر ہے۔ جسے اب اتر پردیش اکادمی، لکھنؤ نے ۱۹۸۳ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ حسرت نے اس کتاب میں دیوانِ غالب کا ایک جامع اور معیاری انتخاب پیش کرنے کے ساتھ ساتھ غالب کے آٹھ شاگردوں کے دواوین کے انتخاب شائع کیے ہیں۔ غالبیات کے سلسلے میں مولانا حسرت موہانی کی یہ خدمت بھی افادیت سے خالی نہیں ہے۔

۷۔ مولانا حسرت کی کتاب اربابِ سخن (جس کا ایڈیشن یو پی اُردو اکادمی، لکھنؤ سے ۱۹۸۲ء میں اب دوبارہ شائع ہوا ہے) میں غالب کے کئی درجن شاگردوں کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ غالب کے تلامذہ کے متعدد شاگردوں کے ناموں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔[۷۸]

حسرت موہانی کی ''شرح دیوانِ غالب'' اور ''مجلّہ اُردوئے معلّٰی'' نے غالب کے کئی مباحث کو جلا دی۔ مثلاً حسرت کی شرح (۱۹۰۵ء) میں نہایت جامع انداز میں غالب کے اشعار کی شرح بیان ہوئی ہے۔ کاظم علی خان اس شرح کی اہمیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> ''حسرت موہانی کی شرح دیوانِ غالب کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے اس میں اختصار و جامعیت کو ملحوظ رکھ کر اجمال وایجاز کے اعجاز کا کمال دکھایا گیا ہے اور غالب کے بحث طلب اشعار کے مفاہیم کو کم سے کم الفاظ میں پیش کر کے دریا کو کوزے میں بند کرنے یا چاول کے دانے پر ''قل ھو اللہ'' لکھنے کا کام کیا گیا ہے۔''[۷۹]

اب دیکھیے غالب کی اس شرح پر کچھ اسی قسم کی رائے حسرت نے اپنی شرح کے دیباچے میں ص ۲ پر یوں دی ہے:

> ''۔۔۔ادائے مطالب اشعار میں سب سے زیادہ لحاظ اختصار اور سادگی کا رکھا گیا ہے یعنی جہاں تک ہو سکا ہے شعر کا صرف ایک مفہوم مختصر عبارت میں صاف صاف لکھ دیا ہے۔۔۔مبتدیوں کے لیے یہ اختصار شاید نامناسب ثابت ہو لیکن راقم نے محض مبتدیوں کے خیال سے کتاب کی طوالت کو جائز نہ رکھا۔''[۸۰]

یہ شرح حسرت نے تقریباً ۳۰ سال کی عمر میں لکھی [۸۱] حسرت موہانی کی شرح سے پہلے تین شرحیں شائع ہو چکی تھیں:

۱۔ حل کلیاتِ اُردو، شوکت میرٹھی (۱۸۹۸ء)

۲۔ وثوقِ صراحت، عبدالعلی والہ (۱۸۹۴ء)

۳۔ شرح دیوانِ اُردوئے غالب، نظم طباطبائی

ان شرحوں کا تذکرہ مولانا حسرت موہانی نے اپنی شرح ۱۹۱۱ء میں ''یادگارِ غالب'' کے علاوہ (یادگارِ غالب میں تقریباً پونے دوسو اشعار کی شرح دی گئی ہے) ان تین شروح کا ذکر کیا ہے صباح الدین نے اس پر اپنی ناقدانہ رائے یوں دی ہے:

> ''یادگارِ غالب کے کلام کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنی شرح میں یادگارِ غالب کے علاوہ تین شرحوں کا ذکر کیا ہے ایک تو شوکت میرٹھی کی ہے جس میں بعض اشعار کے سات سات معنی بیان کر کے دادِ تحقیق ضرور دی گئی ہے لیکن خود مولانا حسرت موہانی کا بیان ہے کہ ان دقیق مطالب کے سمجھنے اور ان سے فائدہ اُٹھانے سے وہ محروم رہے، اس کے بعد والہ حیدرآبادی نے وثوق صراحت کے نام سے ایک شرح لکھی، جو بقول مولانا حسرت موہانی مفید اشاروں کا مجموعہ ہے، یہ دونوں شرحیں میری نظر سے نہیں گزریں، ان کے بعد سید علی حیدر طباطبائی کی شرح منظرِ عام پر آئی جو بہت مقبول ہوئی۔ میرے پیش نظر اس کا جو مطبوعہ نسخہ ہے اس میں سنِ طباعت درج نہیں، مولانا حسرت موہانی کی شرح کے تیسرے ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۱۱ء کے دیباچے میں اس کا ذکر ہے، جس سے ظاہر ہے کہ طباطبائی کی شرح ۱۹۱۱ء سے پہلے لکھی جا چکی تھی، حسرت موہانی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ شرح سب شرحوں سے بہتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غالب کا کلام یادگارِ غالب کے بعد زیادہ تر اسی شرح سے سمجھا گیا۔'' [۸۲]

حسرت کی شرح کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے غالب کے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب گُلِ رعنا کا منظوم اُردو متن جزوی طور پر پہلی بار روشنی میں آیا تھا۔ حسرت موہانی کی شرح (مطبوعہ ۱۹۰۵ء) سے قبل گُلِ رعنا کے دیباچے اور خاتمے کی فارسی عبارتیں تو پنج آہنگ میں ملتی تھیں۔

حسرت نے اپنی شرح میں غالب کی اس نایاب کتاب گُلِ رعنا کے پچیس ایسے اشعار پہلی بار پیش کیے جن سے اس زمانے کے ادبی حلقے بے خبر تھے اور غالب کا متداول دیوان ان اشعار سے محروم تھا۔ مزید برآں حسرت نے غالب کے گیارہ اور بھی

ایسے اشعار پیش کیے تھے۔ حسرت کی اس شرح میں غالب کے سوانح کے ساتھ شاعری پر بحث بھی ملتی ہے ☆۔

اور حسرت نے غالب کے قید و بند کے واقعات بیان کیے۔ غالب کی شاعری پر متوازن تنقید بھی کی اور طباطبائی کی شرح سے استفادہ کرنے کا اعتراف بھی کیا۔ غالب کی شاعری کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرتے ہوئے غالب کے بعض اشعار کی مذمت بھی کی ہے اور رائے دی ہے کہ ان اشعار کی کوئی تعریف نہیں کرسکتا کہ اس میں الفاظ نہایت غریب اور ثقیل ہیں۔

غالب کے درمیانی دَور کے اشعار کی تراکیب کی تعریف بھی کی ہے۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

''حسرت نے غالب کے درمیانی دَور کے اشعار میں ان کے فارسی الفاظ اور ترکیبوں کو اُردو کے ساتھ بند و بست اور ہنر کے ساتھ ملانے کی داد دی ہے۔'' [۸۳]

فارسی الفاظ اور تراکیب کے چند شعر ملاحظہ ہوں جن کی داد حسرت نے دی ہے:

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تار بستر ہے
مرا سر رنجِ بالیں ہے مرا تن بار بستر ہے
خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو
فروغِ شمع بالیں طالعِ بیدار بستر ہے

حسرت، غالب کے سہل ممتنع کے بڑے مداح ہیں چند شعر سہل ممتنع میں سادگی اور روانی کا دریا بہتا دیکھیے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

☆ اس سوانح میں غالب کے دادا کے ہندوستان آنے کی بات کی ہے کہ غالب کے دادا بہ عہد شاہ عالم سمرقند سے ہندوستان آئے۔ حسرت سے پہلے حالی اور خود غالب نے بھی یہی انکشاف کیا مگر غلام رسول مہر نے ثابت کیا کہ شاہ عالم کے دورِ حکومت سے قبل غالب کے دادا بہ عہد محمد شاہ ہندوستان آئے تھے۔ اس قسم کے انکشافات ذیلی کتب میں ملتے ہیں:

۱۔ تذکرۂ شعراء از حسرت موہانی، ص ۱۲۱۔
۲۔ اُردوئے معلیٰ (حصہ اول) اکمل المطابع، دہلی، طبع اول، مطبوعہ ۶ مارچ ۱۹۶۹ء، ص ۳۵۔
۳۔ یادگارِ غالب مولانا حالی، الہ آباد، طبع ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۔
۴۔ غالب، غلام رسول مہر، لاہور پریس دہلی، ص ۳۴۔

حسرت ان اشعار کو ضرب المثل کہتے ہیں اور کچھ ایسے اشعار کی تعریف بھی کرتے ہیں جن میں نزاکت پائی جاتی ہے[۸۴]۔ مثلاً

تو دوست کسی کا بھی ستم گر نہ ہوا

اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا

حسرت اپنی تحریروں کے تحت غالب کے کئی پوشیدہ گوشوں کو منظرِ عام پر لائے۔ اس کی نگرانی میں ہونے والے مشاعروں نے غالبیات شناسی کا ذوق طلباء میں پیدا کیا اور اس وقت ہونے والے مشاعروں میں غالب کی زمین میں طلبا شعر سنایا کرتے بلکہ بقول مولانا اقبال سہیل: ''حسرت غالب کے قدردانوں میں سے تھے ایسے اشعار سناتے اور ان کی خوبیوں کو اس مبصرانہ اور دل نشیں انداز سے واضح کرتے کہ محسوس ہونے لگتا جیسے شعروادب کا ذوق رکھنا کتنی بڑی نعمت ہے۔''[۸۵]۔

انجمن اردوئے معلیٰ کی ادبی نشستوں میں شریک ہونے والے طلبا جلسہ شروع ہونے سے قبل وقت گزاری کے لیے غالب کے اشعار کی تشریح کیا کرتے تھے[۸۶]۔ اس دور میں حسرت نے خود بھی کئی مشاعروں کے انعقاد سے شہرت حاصل کی اور غالب شناسی کا شعور بھی پیدا کیا☆۔

مضامین:

۱۔ سالک تلمیذِ غالب، مشمولہ علی گڑھ میگزین، اپریل ۱۹۰۲ء۔

۲۔ رقعات مرزا غالب بنام قدر بلگرامی، ماہنامہ اردوئے معلیٰ، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۷ء۔

۳۔ اُردوئے معلیٰ، غالب (ہر دو حصہ) مع ضمیمہ، لاہور، ۱۹۲۲ء، ضمیمہ مرتبہ: سرخوش۔

۴۔ غالب کی دو غزلیں اور ۲۴ متفرق شعر، ضمیمہ دیوانِ غالب مع شرح حسرت، طبع دوم، ۱۹۶۰ء۔

۵۔ غالب کی شاعری، العلم سہ ماہی (غالب نمبر) ایڈیٹر سید الطاف علی بریلوی، ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، جنوری تا مارچ، اپریل تا جون، ۱۹۶۹ء۔

☆ مزید تفصیلات (احوال و آثار حسرت) کے لیے دیکھیے:

۱۔ ناموران علی گڑھ، تیسرا کارواں (جلد اول)، ۸۸، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶۵۔

۲۔ غالب شناسی اور حسرت موہانی از کاظم علی خان، مشمولہ غالب نامہ، جولائی ۱۹۸۸ء۔

۳۔ غالب اور حسرت از صباح الدین عبدالرحمٰن، جلد اول، ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۵۔

۴۔ محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک از نورالحسن نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۱۷۱۳۔

۵۔ غالب اور علی گڑھ از کاظم علی خان، مشمولہ غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص ۳۴۳۔

۶۔ غالب اور علی گڑھ از اصغر عباس، مشمولہ غالب، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۲۔

۶۔ دیوانِ غالب اُردو مع شرح، شاعر (غالب نمبر) بانی علامہ سیماب اکبرآبادی، مکتبہ قصر الادب، بمبئی، جلد۴۰، شمارہ۲، ۳، فروری مارچ۱۹۶۹ء۔

۷۔ شرح کلامِ غالب، اُردو ادب ماہنامہ (دوصد سالہ سالگرہ غالب نمبر) اُردو ادب لندن، جلد۵، شمارہ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر۱۹۹۷ء۔

کتب:

۱۔ شرح دیوانِ غالب، مطبع احمدی، دہلی، ۱۹۰۵ء۔

۲۔ شرح دیوانِ غالب، مطبع احمدی، دہلی، ۱۹۰۶ء۔

۳۔ شرح دیوانِ غالب، انوار المطابع لکھنؤ طبع پنجم، ۱۹۱۱ء۔

۴۔ شرح دیوانِ غالب، اُردو پریس علی گڑھ، ۱۹۱۱ء۔

۵۔ شرح دیوانِ غالب، رئیس المطابع، ۱۹۱۶ء۔

۶۔ شرح دیوانِ غالب، انوار المطابع لکھنؤ، ۱۹۲۲ء۔

۷۔ شرح دیوانِ غالب، الکتاب آرام باغ روڈ، کراچی، ۱۹۶۵ء۔

۸۔ شرح دیوانِ غالب، انوار المطابع لکھنؤ۔

حسرت غالب کے ایسے قدردان تھے جنھوں نے غالبیات کی روایت قائم کرنے اور اُسے تقویت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

قاضی عبدالودود (۱۸۹۶-۱۹۸۴ء)

بیسویں صدی کے ادب کے نمایاں محققین میں قاضی عبدالودود کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے[۸۷]۔ قاضی عبدالودود قاضی عبدالوحید کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ قاضی عبدالوحید مذہبی اور علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ قاضی عبدالودود عظیم آباد (پٹنہ سٹی) میں ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے[۸۸] ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو وفات پائی اور پیر موہانی قبرستان پٹنہ میں مدفن ہے۔ میٹرک کا امتحان پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیا، پٹنہ کالج سے بی اے کی تعلیم پا کر انگلستان گئے، وہاں معاشیات میں اعلیٰ تعلیم کے بعد بوجہ علالت یا مزاج کی افتاد کے باعث بیرسٹری نہ کر سکے اور واپس لوٹ آئے۔ مالی فراغت نے ملازمت کی طرف رجحان کو پس پشت ڈال دیا۔ کتب بینی ان کا مشغلہ تھا اور صحیح معنوں میں کتابیں ان کی رفیق حیات تھیں، تحقیق طبیعت کا خاصا بن گئی۔ قاضی صاحب کی شخصیت اور فکر وفن سے متعلق رائے دیکھئے:

''میں نے ان گزشتہ پچاس برسوں میں قاضی صاحب کے کردار کی استواری اوراخلاق کی وضع داری کا برابر مشاہدہ کیا ہے۔ وہ بذلہ سنج اور نکتہ رس ہونے کے ساتھ ساتھ راست گو، بے باک، حق پسند اور منطقی طرزِ فکر کے حامل تھے۔''[۸۹]

تحقیق میں ان کا ایک نقطۂ نظر تھا، وہ لمحے، منٹ اور سیکنڈ کا حساب رکھتے تھے اور تحقیق میں چھوٹی سے چھوٹی بات کو نظرانداز نہیں کرتے تھے۔ اکثر لوگ اس طرزِ عمل سے اکتاہٹ کا اظہار بھی کرتے مگو یہی تو معیار تحقیق ہے جواُن کے ہاں مکمل آب وتاب سے ملتا ہے۔ان کا اندازِ تحقیق سائنٹفک تھا[۹۰]۔

قاضی صاحب کی حق گوئی ہی تھی کہ وہ کسی کی پرواکیے بغیر سچی رائے کھرے اور کھردرے انداز میں دے دیتے تھے اور یہی تحقیق کا اُسلوب ہے کہ صحیح صورت حال سامنے آئے[۹۱]۔اسی لیے مالک رام نے قاضی عبدالودود کے لیے یہ رائے دی کہ

''قاضی عبدالودود صاحب نے ہمارے طلبہ واساتذہ ومصنّفین کی دوتین نسلوں کو متاثر کیا ہے،مثبت طور پر بھی منفی طور پر بھی۔''[۹۲]

قاضی صاحب کو غالب پرسند ہونے کا شرف حاصل ہے۔مولانا حسرت موہانی کے رسالہ اُردوئے معلیٰ سے انہیں غالب سے دلچسپی پیدا ہوئی اوراس تسلسل کوانہوں نے جاری رکھا جوان کی کئی یادداشتوں، مضامین، خطبات ومرتبات کی صورت میں سامنے آیا مگر ۱۹۶۹ء میں ہونے والی غالب صدی تقریبات کو قاضی صاحب کا بڑا تعاون ملا اوران کے گراں قدر مشوروں سے ان تقریبات کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ بین الاقوامی سیمینار میں انہوں نے جو خطبہ افتتاحیہ پڑھا تھا وہ غالب نامہ قاضی عبدالودود ۱۹۸۷ء میں بھی شامل ہے جسے ڈاکٹر یوسف حسین خان نے شائع کیا ہے۔ یہ غالبیات کے موضوع پر قاضی صاحب کی وسیع معلومات کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔فخرالدین ان کے غالب انسٹی ٹیوٹ کے لیے مشوروں کوسراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ انسٹی ٹیوٹ اتنے شاندار پیانے پر قائم کرنے میں ان کے مفید مشورے شامل ہیں[۹۳]۔اب قاضی عبدالودود کو غالب سے دلچسپی ہوئی اور کون سی ایسی ادبی طمطراق رکھنے والی شخصیت کے کارناموں نے انہیں متاثر کیا۔ معاصر پٹنہ (قاضی عبدالودود نمبر) اگست ۱۹۷۶ء،ص ۱۷تا ۱۸ پر قاضی صاحب کے الفاظ یوں لکھے ہیں:

''مجھے یادنہیں کہ کس طرح حسرت موہانی کے اردوئے معلیٰ کو میں نے دیکھا اوراُس کے کئی پرانے مجلدات منگوائے اوران میں شعرائے اُردو سے متعلق جومضامین تھے پڑھے۔۔۔بعد کو مجھے غالب سے دل چسپی ہوئی اور میں نے اتنی باران کا دیوان دیکھا کہ اس کا بڑا حصہ مجھے یادہوگیا تھا۔''[۹۴]

قاضی عبدالودود کے مقالات رسالہ معیار (پٹنہ) اوررسالہ معاصر (پٹنہ) میں سب سے زیادہ شائع ہوئے۔اس کے

بعد قاضی صاحب متواتر ہند و پاک کے رسالوں کے لیے لکھتے رہے۔

قاضی عبدالودود کا مضمون ''غالب بحیثیت محقق'' مجموعہ ''نقدِ غالب'' مرتبہ مختارالدین احمد، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ یہ مضمون پورے ۲۲۷ صفحے کا ہے بلکہ اسے مستقل کتاب کہنا بجا ہوگا۔ اس مضمون میں غالب کی شعروشاعری سے ہٹ کر غالب کی لغوی تحقیق، علمی اور ادبی لیاقت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مضمون کو الگ کتابی شکل میں شائع ہونا چاہیے تھا جو نہیں ہوا۔ اس مضمون کو قاضی صاحب نے بڑی محنت اور تحقیق سے لکھا ہے[۹۵] اس مضمون پر صباح الدین عبدالرحمٰن تنقیدی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

> ''جس محنت، تحقیق، عرق ریزی بلکہ جانکاہی کے ساتھ لکھا گیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایران قدیم، فارسی فرہنگوں، فارسی ادب، فارسی زبان اور فنون ادبیہ وغیرہ سے غالب کی واقفیت بہت ہی سطحی تھی، قاضی عبدالودود صاحب کی تحقیق کی گراں باری سے ان کی اُردو عموماً دب کر رہ جاتی ہے وہ اپنی تحقیق میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ اپنی تحریر کو شگفتہ اور دلچسپ بنانے کا خیال نہیں رہتا وہ اچھے اہلِ قلم ہونے کی بجائے صرف محقق ہی بننا پسند کرتے ہیں۔''[۹۶]

قاضی صاحب نے اپنے اس مضمون میں غالب سے متعلق خاصی سخت گفتگو کی ہے بلکہ غالب پر کئی لحاظ سے حملے کیے ہیں۔ مثلاً زردشتوں کے مذہبی عقائد کے متعلق غالب بڑی غلط فہمیوں میں مبتلا تھے اس کا سبب دساتیر کو زردشتوں کی مقدس کتاب سمجھنا تھا۔ اس میں قاضی صاحب غالب کے پارسی استاد عبدالصمد کے وجود کے قائل نہیں۔ غالب کو چونکہ اپنی فارسی دانی پر ناز تھا اور قاضی صاحب نے کئی مثالیں دے کر اس ناز پر ضرب کاری لگانے کی کوشش کی ہے اور عربی کی ۱۳۱ اغلاط کی نشان دہی بھی کی ہے[۹۷]۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

> ''یگانہ چنگیزی، ڈاکٹر عبداللطیف اور آرگس کے بعد غالب شکنی کے سلسلہ میں قاضی عبدالودود صاحب کا یہ مضمون بڑا زبردست حملہ تھا۔ یگانہ نے تو مضحک انداز اختیار کیا۔ ڈاکٹر عبداللطیف کی تحریروں میں جھلاّہٹ تھی، آرگس کا مضمون محض تفریحی تھا، لیکن قاضی عبدالودود صاحب کا مضمون بڑا ہی فاضلانہ اور محققانہ ہے۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے لیے بہت ہی ٹھوس علمی اور تحقیقی دلائل پیش کیے ہیں۔''[۹۸]

یہ مضمون پہلے علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر ۴۹-۱۹۴۸ء میں چھپا جس میں غالب پر سخت حملے کیے گئے۔ ردِعمل کے طور پر شوکت سبزواری نے ان پر اس طرح حملے کیے جیسے انہوں نے غالب پر کیے تھے اور اس طرح طویل مقالہ جو ۱۲۸ صفحات پر

پھیلا ہوا تھا لکھا۔ ان کا یہ مضمون ۱۹۵۴ء میں رسالہ اُردو میں شائع ہوا پھر ان کی کتاب فکر وفن میں بھی شامل ہے۔ شوکت سبزواری لکھتے ہیں: ''قاضی صاحب ہر شخص کو جاہل، بے خبر دار اور ناواقف بتاتے ہیں۔ قاضی صاحب محقق سے زیادہ ناقل ہیں۔'' (غالب فکر وفن، ص۱۰)''۔۔۔۔قاضی صاحب آپے سے باہر ہیں۔'' (غالب فکر وفن، ص۱۱۵)''۔۔۔۔ یہ الزامات حد درجہ شرم ناک ہیں ان میں کھلا ہوا تضاد بھی ہے۔'' (ص۶) وغیرہ وغیرہ۔

شاید اتنی کڑی تنقید کے بعد قاضی صاحب نے اس مضمون پر نظر ثانی کی اور اسے نقد غالب ۱۹۵۶ء میں دوبارہ شائع کرایا[99]۔ جس میں وہ اپنے مقالے میں جو سخت راہ اپنائی تھی اس کا اعتراف در پردہ یوں کرتے ہیں:

> ''غالب بحیثیت محقق کے عنوان سے میرا ایک مقالہ علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں اشاعت پذیر ہوا تھا، بہت عجلت میں لکھا گیا تھا اور اس میں اغلاط طباعت بھی بکثرت تھے، میری استدعا ہے کہ اُسے کالعدم سمجھا جائے اور مجھے اس کے متعلق ہر قسم کی ذمہ داری سے بری قرار دیا جائے۔''[100]

اگر چہ شوکت سبزواری اس نوٹ کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ''قاضی صاحب نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کی بجائے پردہ پوشی کی ہے کیا یہی اخلاقی معیار ہے جس پر قاضی صاحب کو ناز وافتخار ہے۔'' بہرحال اس ساری بحث پر صباح الدین یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس ساری ادبی معرکہ آرائی کے باوجود قاضی عبدالودود کا وقیع کام قابلِ تعریف ہے۔ صباح الدین لکھتے ہیں:

> ''پروفیسر شوکت سبزواری نے قاضی عبدالودود صاحب کے اعتراضات کے جوابات ضرور دیئے ہیں لیکن دونوں مضامین کے مطالعہ کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ قاضی عبدالودود صاحب کی تحقیقات اور اعتراضات کا پلہ بھاری ہے۔''[101]

قاضی عبدالودود کا بے شمار تحقیقی کام مختلف کتب و رسائل میں بکھرا پڑا ہے مگر علی گڑھ سے شائع ہونے والے کام کی فہرست ذیل میں دی جارہی ہے:

۱۔ غالب کا ایک فرضی استاد، علی گڑھ میگزین، ۴۸-۱۹۴۷ء۔

۲۔ غالب کی راست گوئی، علی گڑھ میگزین، ۴۸-۱۹۴۷ء۔

۳۔ غالب کا ایک فرضی استاد، علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء۔

۴۔ غالب بحیثیت محقق، علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء۔

۵۔ تبصرہ فرہنگ غالب، علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء۔

۶۔ ماثرِ غالب، علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء۔

۷۔ آثارِ غالب،علی گڑھ میگزین،۱۹۴۹ء۔

۸۔ دو فارسی شعروں کے مطالب بقلم غالب، آثارِ غالب،علی گڑھ میگزین،۱۹۴۹ء۔

۹۔ غالب کے اشعار فارسی کا ایک مجموعہ، سہ ماہی فکر ونظر،علی گڑھ،۱۹۶۰ء۔

۱۰۔ غالب کا ایک فارسی قصیدہ، ہماری زبان،علی گڑھ،۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء۔

۱۱۔ غالب کے کلیات فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ،مجلّہ علوم اسلامیہ،علی گڑھ، دسمبر ۱۹۶۰ء۔

۱۲۔ تیغِ تیز، سہ ماہی فکر ونظر،علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء۔

کتب:

۱۔ غالب بحثیت محقق پہلی بار،علی گڑھ میگزین،۱۹۴۹ء کے غالب نمبر میں شائع ہوا۔ بعد میں اورینٹل لائبریری پٹنہ نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔

۲۔ ماثرِ غالب، قاضی عبدالودود،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۱۹۹۵ء۔ ☆

۳۔ نظم ونثر فارسی (غیر مطبوعہ) (دانش گاہ علی گڑھ کے شیفتہ کلیکشن کے مخطوطے پر مبنی)۔

قاضی عبدالودود کے غالب پر لکھے گئے مختلف مضامین ''جہانِ غالب'' پٹنہ، (۱۹۷۱ء)، ''مآثر غالب'' (۱۹۹۵ء) اس کے علاوہ خطبات اور یادداشتیں غالبیات کے میدان میں وقیع کام ہیں۔ قاضی عبدالودود کا غالب پر بیش بہا کام ہے جسے راقم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ جو تخلیقات علی گڑھ سے شائع ہوئیں صرف اُنہیں ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

قاضی عبدالستار، ڈاکٹر (۱۹۳۰ء)

علی گڑھ کے نامور فرزند ڈاکٹر قاضی عبدالستار، سابق صدر شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ کا شمار نامور محققین میں ہوتا ہے۔ علی گڑھ کے علاوہ دوسرے شعبوں پر بھی اپنے علم و دانش کے ان مٹ نقوش چھوڑ گئے ہیں۔ ان کا شمار عزیزانِ علی گڑھ میں ہوتا ہے۔ تحقیق کے میدان کے نامور شہسوار قاضی عبدالستار بیک وقت فارسی، عربی اور اُردو کے مسلّم اُستاد تھے۔ انہوں نے ''اُردو شاعری میں قنوطیت'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ رشید احمد صدیقی صاحب کی نگرانی میں مکمل کیا جسے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے جس کا چھٹا باب غالب وظفر پر مشتمل ہے۔

☆ ماثرِ غالب قاضی صاحب کا مرتبہ مجموعۂ نظم ونثر غالب (نثر میں خطوط کا حصہ غالب ہے) سب سے پہلے ڈاکٹر مختارالدین کے مرتبہ علی گڑھ میگزین ۱۹۴۹ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوا تھا۔ بعد میں اورینٹل لائبریری پٹنہ نے بھی اسے کتابی شکل میں ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔

مطبوعہ کتب میں بہترین تخلیق ''غالب'' (ناول) ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء ہے۔ یہ ناول انہوں نے صدر جمہوریہ ہند عزت مآب فخر الدین علی احمد کی فرمائش پر لکھا تھا۔ یہ فرمائش مسز اندرا گاندھی کے سامنے فخر الدین علی احمد نے اس وقت ظاہر کی جب انہیں پہلا غالب ایوارڈ تفویض ہو رہا تھا۔ ''غالب'' ناول کے گزارش احوال میں قاضی عبدالستار فرماتے ہیں:

> ''۱۹۷۳ء میں جب مجھے اُردو فکشن کا پہلا ''غالب ایوارڈ'' تفویض ہوا تو عزت مآب فخر الدین علی احمد نے عزت مآب مسز اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ غالب انعام کمیٹی نے متفقہ طور پر قاضی صاحب کو غالب ایوارڈ اس لیے دیا ہے کہ یہ غالب پر ناول لکھیں گے۔ اس ارشاد پر میں خاموش رہا۔'' [۱۰۲]

دوسری ملاقات ۱۹۷۴ء میں جب پدم شری ہوا تب ہوئی، عزت مآب نے پھر فرمایا کہ ''غالب پر ناول لکھنے کی ذمہ داری بنگالی ناول نگار کو دی تھی۔ وہ یہ کام شروع بھی کر چکا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی۔ اب آپ نے جس طرح ''صلاح الدین ایوبی'' اور ''داراشکوہ'' لکھی ہے اسی طرح غالب پر بھی لکھئے۔ میں پھر بھی خاموش رہا۔'' [۱۰۳]

عبدالستار مزید فرماتے ہیں کہ غالب پر فلم بن چکی تھی فلم کی کہانی منٹو جیسے صاحب قلم نے لکھی تھی لہٰذا میرا ارادہ ساقط ہو گیا۔ اس خواہش کا اظہار عزت مآب نے وقتاً فوقتاً تین مرتبہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی عنایتیں یاد آئیں اور بالآخر قاضی صاحب نے فخر الدین صاحب کے اس خواب کی تکمیل کر دی۔ یہ ناول اُسلوب پلاٹ، منظرکشی کے لحاظ سے مضبوط اور جاندار ہے۔ ہر کردار اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں غالب کے حالات زندگی، تہذیب مغلیہ کا عکس، دلی کے عروج وزوال کی محفلوں کو خوب دکھایا گیا ہے۔ اس ناول کی ابتدائی سطور ملاحظہ کیجیے:

> ''جہان آباد کے خط آسمانی پر شاہجہانی مسجد اپنے میناروں کے عظیم ہاتھ بلند کیے وہ دعا مانگ رہی تھی جس پر قبولیت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ مغرب کے نیلے آسمان کی پہنائیوں میں سرخ سورج ایک لہولہان تمدن کی طرح ڈوب چکا تھا۔ محل سراؤں کے مرغولوں پر کھڑی ہوئی چھتریوں پر بھولے بھٹکے کبوتر اُتر رہے تھے جیسے بدنصیب قوموں پر ان کے مسیحا اُترتے ہیں اور ان کو پکارنے والی آوازوں سے سناٹا پھوٹ رہا تھا۔''

اس اقتباس سے اُن کا عمدہ اور خوب صورت اُسلوب سامنے آتا ہے۔ قاضی عبدالستار کی ہر تحریر اپنا الگ مقام، مرتبہ اور اُسلوب رکھتی ہے۔ اس ناول میں بھی ہر کردار اپنے مرتبے اور مقام کی مناسبت سے گفتگو کرتا ہے۔

جس طرح مصور ہر جگہ پر صحیح رنگوں کا انتخاب کر کے تصویر کا لطف دوبالا کر دیتا ہے اسی طرح قاضی صاحب نے بھی

لفظوں کے انتخاب میں کمال دکھایا ہے۔ انہیں بھی اس بات کا احساس تھا کہ ''غالب'' لکھتے وقت اُسلوب والفاظ کا انتخاب محتاط طریقے سے ہوگا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

''اپنے تمام ناولوں میں ان کے موضوعات کے مطابق اُسلوب نگارش کی تخلیق کی کوشش کی ہے۔ جس طرح مصور کے پاس رنگ ہوتے ہیں اور وہ ہر موزوں تصویر کی مناسبت سے رنگ کا استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح مصنف کے پاس لفظ ہوتے ہیں جس کے انتخاب اور ترتیب سے وہ اپنے اُسلوب کو سجاتا اور سنوارتا ہے۔''[۱۰۴]

مضامین:

۱۔ غالب کے خطوط کے لفافے، قاضی عبدالستار، ہندوستانی الہ آباد، اپریل ۱۹۳۴ء۔
۲۔ غالب کے خطوط کے لفافے، غالب کی نادر تحریریں (مرتبہ) خلیق انجم۔
۳۔ غالب کے خطوط کے لفافے، مجموعہ نثر غالب، اُردو داوَدی۔
۴۔ دہلی سوسائٹی اور غالب، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔
۵۔ غالب کا تصورِ غم، علی گڑھ میگزین، ۱۹۵۹ء۔
۶۔ غالب اور ظفر، مشمولہ ''اردو شاعری میں قنوطیت''، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، ۱۹۶۳ء۔
۷۔ غالب کا غم، افکار (غالب نمبر) مدیر صہبا لکھنوی، مکتبہ افکار کراچی، شمارہ ۱۷۵، ۱۷۴، سال ۲۱، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

کتب:

۱۔ غالب (ناول)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء۔
۲۔ اُردو شاعری میں قنوطیت، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اشاعت اوّل، ۱۹۶۳ء۔

قاضی عبدالستار کے چھ مضامین راقم کی دسترس میں ہیں اور تین کتب، ''غالب'' (ناول) جو کہ صدرِ جمہوریہ ہند کی فرمائش پر لکھا گیا جو اُن کی غالب دوستی، غالب سے قلبی لگاؤ اور غالب شناسی کا نمونہ ہے۔ ''اردو شاعری میں قنوطیت'' دراصل اِن کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو ۱۹۵۸ء میں پیش ہوا اور ۱۹۶۳ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس میں باب ہفتم جو ''غالب وظفر'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب اور اُن کے ہمعصر شعراء اور تہذیبی زوال کو موضوع بنایا گیا ہے۔

قاضی عبدالستار کے اُسلوب اور ناول نگاری کے بارے میں برصغیر پاک و ہند کے معروف افسانہ نگار ڈاکٹر انوار احمد اپنے مضمون ''قاضی عبدالستار کے تین ناولٹ - ایک تنقیدی مطالعہ'' یوں رقم طراز ہیں:

''قاضی کے عبدالستار کے اُسلوب کلاسیکی شکوہ اور وقار کے ساتھ رومانی نیم خوابی اور

اسراریت بھی ہے۔ وہ مرکب مناظر کی تصویر کشی میں تہہ دار اظہار پر قادر ہیں۔''☆1

اِسی طرح لطیف الزّماں خاں ''نذرِ قاضی عبدالستار'' میں ناول نگاری پر یوں رائے دیتے ہیں:

''۔۔۔وہ آنکھیں۔۔۔جن میں سیاہی زیادہ اور سفیدی کم ہے جو ماضی کو اس طرح دیکھ لیتی ہیں جیسے سب کچھ آج ہو رہا ہو۔ ماضی کا یہ Reconstruction بچوں کا کھیل نہیں۔ اس کے لیے دیدۂ بینا کا ہونا اور دَا رکھنا ضروری ہے۔ اُردو ادب میں یہ کام قرۃ العین حیدر نے کیا اور خوب کیا۔ دوسری مثال وہ انسان جو اپنی وضع۔۔۔ حیرت زا فتوحات سے بے خبر لیکن تہذیبی، تخیلی اور تاریخی عوامل سے آشنا ہی نہیں ان کا راز دار بھی ہے۔''☆2

قمر رئیس، ڈاکٹر (علیگ) (۱۹۳۲ء)

شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طالب علم رہے۔ شاہ جہان پور میں ۱۲ر جولائی ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ رشید صاحب کی رہنمائی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ شعبۂ اُردو دہلی یونیورسٹی، دہلی میں پروفیسر رہے۔ ریٹائر ہو گئے ہیں۔ قمر رئیس ۱۹۵۷ء میں علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ ذیلی نو مضامین قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مرزا غالب دہلی کالج میں، شمع حیات (غالب نمبر)، مدیر عظمت اللہ خاں، دلی کالج، دلی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔

۲۔ مکاتیب غالب میں طنز و ظرافت، مشمولہ تلاش و توازن، ۱۹۶۸ء۔

۳۔ غالب اور جدید کلاسیکی غزل، قمر رئیس، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، فروری ۱۹۶۹ء۔

۴۔ سوویت یونین میں غالب کا مطالعہ، آج کل، نئی دہلی، جلد ۳۲، شمارہ ۷، فروری ۱۹۷۴ء۔

۵۔ غالب اور جدید کلاسیکی غزل، مشمولہ تنقیدی تناظر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔

۶۔ مرزا غالب کی بازیافت اُن کے آبائی وطن میں، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۵، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۷۔ عہدِ غالب کی نثر میں حقیقت پسندی کے عناصر، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوشن، جولائی ۱۹۹۵ء۔

☆1، 2 مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: ''نذرِ قاضی عبدالستار'' (مرتبہ) محمد غیاث الدین، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۹ء، ''اُسلوب جلیل''، ڈاکٹر طارق سعید، زیلین پریس، کراچی، جون ۱۹۹۳ء۔

۸۔　ہنس راج رہبر اور مرزا غالب، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۷، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔

۹۔　عہد غالب کی نثر میں حقیقت پسندی، مشمولہ تحقیقی تصورات، پروفیسر عبدالحق، شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۹۵ء۔

کتب:

۱۔　غالب کے اُردو دیوان کی منتخب غزلیات کا ازبک ترجمہ، ۱۹۶۵ء (یہ کتاب غالب کے پردادا کے وطن سے شائع ہوئی)

کاظم علی خاں، ڈاکٹر (حیات ہیں)

اُردو تحقیق کی دنیا میں ایک اور چمکتا ہوا ستارہ، پچھلے بیس سال سے مستقلاً غالب پر کام کرنے میں مصروف عمل ہے، ان کی پہچان بطور عظیم محقق، دانشور اور وسیع مطالعہ رکھنے والے ادیب میں ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے اپنے مقالے کے سلسلے میں بڑے بڑے عظیم محققین ونقادوں کا مطالعہ کیا ہے مگر میں نے جتنے مضامین غالب سے متعلق پڑھے ہیں مجھے سب سے زیادہ متاثر کاظم علی خاں کی تحریروں نے کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں ان کا وسیع مطالعہ جھلکتا ہے۔ ان کی تحریر پڑھ کر ہم جیسے طفل مکتب کو لکھنے کا شعور اور ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ اُن کے لکھنے کا انداز متاثر کن ہے جو قاری کو مطالعہ و مکالمہ نگاری کا سلیقہ سکھاتا ہے راقم الحروف کو ان کے مضامین خاص کر ''غالب اور حسرت''، ''غالب اور علی گڑھ'' اسی طرح مطبوعہ کتاب ''توقیت غالب'' (۱۹۹۹ء) کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ موصوف ایک ایک بات ایک ایک جملہ بغیر حوالے کے نہیں لکھتے اور جب حوالہ جات پر نظر پڑتی ہے تو مزید متاثر کن بات یہ لگتی ہے کہ ایک حوالے پر اکتفا نہیں کرتے ان کی نظر سے غالب پر لکھی ہر تحریر ہر کتاب ہر مضمون گزر چکا ہوتا ہے اور ان تمام حوالہ جات کو مختصر اور جامع انداز میں سمیٹنے کا فن انہیں خوب آتا ہے۔

خلیق انجم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اُردو کے محققین کی کتنی ہی مختصر فہرست مرتب کیجیے، ممکن نہیں ہے کہ اس میں ڈاکٹر کاظم علی خاں صاحب کا نام شامل نہ ہو۔ ڈاکٹر کاظم علی خاں صاحب پچھلے پندرہ بیس سالوں سے مستقل غالب پر تحقیقی مضامین شائع کرارہے ہیں۔ ان کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ بھی غالب ہی کے موضوع پر ہے۔'' [۱۰۵]

ذیل میں کاظم صاحب کی مطبوعہ کتب اور مضامین کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

۱۔　''خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ'' کاظم علی خاں، کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ (۱۹۸۱ء) میں خطوطِ غالب کے سترہ مجموعوں پر ان بنیادی مسائل سے بحث کی گئی ہے جو غالب شناسوں کی توجہ کا باعث بنتے ہیں۔ مصنف نے سترہ مجموعوں کا مطالعہ مناسب حواشی کے ساتھ کیا ہے۔

۲۔ ''توقیت غالب''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی (۱۹۹۹ء) یہ کتاب غالب (متولد ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء) کے دوصد سالہ جشن ولادت کے موقع پر پر شائع ہوئی۔ اس کتاب میں غالب کی زندگی اور زمانے کی تجدید وتوقیت کی گئی ہے[۱۰۶]۔ خلیق انجم کی رائے میں توقیت غالب کا یہ کام کاظم علی خان ہی انجام دے سکتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''توقیت غالب کا یہ کام اُن سے بہتر کوئی اورنہیں کر سکتا تھا۔ کاظم علی خان صاحب نے معتبر اور مستند ماخذ کو اس ''توقیت غالب'' کی بنیاد بنایا انہوں نے پوری کوشش کی ہے کہ غالب کی زندگی کے تمام واقعات تاریخوں کے ساتھ پیش کردیئے جائیں۔''[۱۰۷]

تفہیم غالب کے سلسلے میں درج ذیل مضامین وکتب اہمیت کے حامل ہیں:

<u>مضامین:</u>

۱۔ غالب اپنے دور سے آگے، کاظم علی خاں، نیا دور (غالب نمبر) ایڈیٹر خورشید احمد، اتر پردیش، لکھنؤ، جلد۲۴، شمارہ ۱۱، ۱۲، فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔

۲۔ خطوطِ غالب اور مولانا حالی، ہماری زبان، ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

۳۔ محاسنِ خطوطِ غالب، غالب نامہ، جلد ۱، شمارہ ۱، ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری، اپریل ۱۹۷۶ء۔

۴۔ مجموعہ قصائد نادر پر غالب کا دیباچہ، ہماری زبان، یکم ستمبر ۱۹۷۹ء۔

۵۔ شعاع مہر اور اس کی روشنی میں جہانِ غالب، ہماری زبان، جولائی ۱۹۷۹ء۔

۶۔ نادراتِ غالب کا تحقیقی جائزہ، ہماری زبان، ۸ اگست ۱۹۷۹ء۔

۷۔ غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور، ہماری زبان، ۸ ستمبر ۱۹۸۰ء۔

۸۔ غالب کا قیام لکھنؤ تحقیق کی روشنی میں، ہماری زبان، یکم مارچ ۱۹۸۰ء۔

۹۔ غالب کے بعض غیر معروف ادبی آثار، جولائی ۱۹۸۰ء، ہماری زبان۔

۱۰۔ اُردوئے معلّٰی حصہ اول طبع اول میں خطوط کی تاریخیں، نیا دَور، لکھنؤ، اگست ۱۹۸۱ء۔

۱۱۔ غالب کے گمشدہ خطوط، غالب نامہ، جلد ۱، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۱ء۔

۱۲۔ حکیم احسن اللہ خان اور غالب، ہماری زبان، نومبر ۱۹۸۱ء۔

۱۳۔ تیغ تیز پر ایک نظر، غالب نامہ، جلد ۳، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۲ء۔

۱۴۔ انتخابِ غالب پر ایک نظر، نیا دَور، لکھنؤ، اپریل ۱۹۸۲ء۔

۱۵۔ تصویر شعراء، غالب نامہ، جلد ۴، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۱۶۔ حدائق نظارہ پر غالب کا دیباچہ، غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۳ء۔

۱۷۔ i۔حسرت موہانی اور غالبیات ii۔ غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور، مشمولہ ادبی مقالے، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء

۱۸۔ پنج آہنگ کا تحقیقی مطالعہ، غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۱۹۔ (i) ''غالب کے بعض معروف شاگرد'' (ii) ''غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور''، مشمولہ ادبی مقالے، نامی پریس لکھنؤ، ۱۹۸۳ء۔

۲۰۔ غالب شناسی اور مولانا حسرت موہانی، غالب نامہ، جلد۹، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء۔

۲۱۔ خطوطِ غالب کی اہمیت وافادیت، قسط اول، آج کل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء۔

۲۲۔ غالب اور محمد حسین آزاد، غالب نامہ، جلد۱۰، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۹ء۔

۲۳۔ مکاتیبِ غالب مرتبہ مولانا عرشی، ایک جائزہ، نیا دَور، لکھنؤ، نومبر دسمبر ۱۹۹۰ء۔

۲۴۔ i۔غالب شناسی اور حسرت موہانی ii۔ غالب اور محمد حسین آزاد iii۔ مکاتیب غالب مرتبہ مولانا عرشی ایک جائزہ iv۔خطوطِ غالب کی اہمیت وافادیت، مشمولہ مقالات ونشریات، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۹۳ء۔

۲۵۔ اُردو نثر میں غالب کے ادبی آثار، غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۹۵ء۔

۲۶۔ غالب اور علی گڑھ، غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۱، ۱۹۹۶ء۔

۲۷۔ غالب کے ادبی معرکے، غالب نامہ، جلد۱۹، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۹۸ء۔

۲۸۔ مہر نیم روز، غالب نامہ، جلد۲۰، شمارہ۲، ۱۹۹۹ء۔

۲۹۔ خطوطِ غالب کا اولین ایڈیشن، غالب نامہ، جلد۲۵، شمارہ۱، جنوری ۲۰۰۴ء۔

۳۰۔ مہر نیم روز تحقیق کی روشنی میں،

۳۱۔ غالب اور معروف دہلوی،

کتب:

۱۔ خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ، کتاب نگر، دیال روڈ، لکھنؤ، ۱۹۸۱ء۔

۲۔ ادبی مقالے، نامی پریس، لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۳ء۔

۳۔ توقیتِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء۔

کاظم علی خان ایسے قلم کار ہیں جن کی غالب بینی ان کے وسیع مطالعے اور غالب سے قلبی لگاؤ کو ظاہر کرتی ہے۔ سرِ دست تیس مضامین اور تین کتب راقم کے پیشِ نظر ہیں۔ ''خطوطِ غالب'' اور ''توقیتِ غالب'' کے علاوہ ان کی کتاب ''ادبی

مقالے'' ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۳ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مختلف مضامین ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۳ء تک کی مدت میں لکھے گئے اور پھر انہیں کتابی شکل دی گئی۔ غالب سے متعلق دو مضامین ''غاب کے بعض غیر معروف شاگرد'' اور ''غالب اور مرزا عجب علی بیگ سرور'' شامل ہیں۔ پہلے مضمون میں ان ڈیڑھ درجن شاگردوں کا تذکرہ ہے جن کا ذکر ''نادراتِ غالب''، ''فیضانِ غالب'' اور ''تلامذۂ غالب'' میں اب تک نہیں ہوا۔ دوسرے مضمون میں کاظم علی خان نے یہ ثابت کیا ہے کہ مہد سے لحد تک غالب سرور کے ہم سفر اور ہم عصر رہے تھے۔ کاظم علی خان کی غالب سے متعلق نئی جہتیں غالبیات کی روایت میں توانا اضافہ ہیں۔

محمد علی جوہر، مولانا (۱۸۷۸-۱۹۳۱ء)

سابق طالب علم مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، علی گڑھ میگزین ۸۵-۱۹۸۴ء کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں، ان کے اخبار ہمدرد میں غالب کے اشعار شائع ہوتے تھے۔ جو اہلِ ملک کی توجہ کا باعث بنتے اور مزارِ غالب کی تعمیر کی توجہ مبذول کرائی۔ اصغر عباس اپنے مضمون غالب اور علی گڑھ کے شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء کے صفحہ نمبر ۱۴۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

> '' کالج کے ممتاز طالب علم مولانا محمد علی نے اپنے اخبار ہمدرد میں غالب کے اشعار کو رنگ رنگ سے سمویا اور مزارِ غالب کی تعمیر کی طرف اہلِ ملک کی توجہ دلائی۔'' [۱۰۸]

مولانا کے بڑے بھائی شوکت علی جب ۱۹۹۵ء میں علی گڑھ آئے تو اپنے بھائی محمد علی کو بھی یہاں لے آئے۔ شعر و شاعری سے رغبت، داغ دہلوی سے استفادہ، یونین میں دلچسپی، انقلابی ذہن، تصنیف و تقریر کی صلاحیت سب علی گڑھ کی دین ہے۔ سجاد حیدر یلدرم مولانا کے دوستوں میں تھے۔ مولانا محمد علی نے ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ سے بی۔ اے اوّل درجہ میں پاس کیا۔ اس وقت محمڈن اورینٹل کالج الہ آباد یونیورسٹی سے منسلک تھا اور راجپوتانہ اور دوسرے دُور دراز کے کالج اس کے تعلیمی احاطے میں آتے تھے ☆۔

مضامین:

۱۔ غالب کا غیر مطبوعہ شعر، متعارفہ محمد علی جوہر، بحوالہ نقوش لاہور، آپ بیتی نمبر، حصہ اوّل۔

مولانا کی غالب روایت کی تشکیل میں یہ خدمت کہ اپنے اخبار میں غالب کے اشعار کو سمویا اور مزارِ غالب کی طرف توجہ دلائی، قابلِ قدر ہے اور علی گڑھ میں غالبیات کی روایت کی تشکیل کی طرف پیش قدمی بھی ہے جس نے شوقِ غالب اور ذوقِ غالب کو پنپنے کا موقع دیا۔

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے ''فکر و نظر'' عزیزانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں، ۸۸-۱۹۸۷ء، ص ۳۱ تا ۴۸۔

مختارالدین احمد،ڈاکٹر (۱۹۲۴ء)

مختارالدین احمد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم رہے اور بعد میں استاد بنے۔ ۴۹-۱۹۴۸ء میں علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر رہے اور اسی سال غالب نمبر شائع کیا جو ادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا۔ پروفیسر مختارالدین کا خصوصی میدان تحقیق ہے اور ان کا تحقیقی کام عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں پر محیط ہے۔ان کا شمار بلند پایہ محققین میں ہوتا ہے۔ ۱۹۸۸ء میں علی گڑھ سے ریٹائر ہوئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا پل پل تحقیق وتخلیق کے لیے وقف کر دیا۔ نورالحسن نقوی لکھتے ہیں:

> ''اہل نظر نے۔۔۔ پروفیسر احمد کو بلند پایہ محققین میں شمار کیا۔ چار سال کی توسیع کے بعد ۱۹۸۸ء میں وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے پروفیسر کے منصب سے ریٹائر ہوئے لیکن آج تک ان کا علمی کام جاری ہے اور اس کام کی رفتار اس زمانے سے زیادہ ہے جب شعبے کی تدریسی اور یونیورسٹی کی انتظامی ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے کاندھوں پر تھا۔'[۱۰۹]

ان کا وطن پٹنہ ریاست بہار اور تاریخ ولادت ۱۴ نومبر ۱۹۲۴ء ہے، پٹنہ یونیورسٹی سے ۱۹۴۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور مزید تعلیم کے لیے علی گڑھ آئے۔ یہاں سے ۱۹۴۹ء میں عربی ایم اے کا امتحان پاس کیا اور اول رہے۔ مولانا عبدالعزیز میمن کے زیرِ نگرانی ۱۹۵۳ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کیا اور شعبہ عربی میں لیکچرر کی جگہ تقرر ہو گیا۔ ۱۹۶۸ء میں شعبہ عربی کے پروفیسر وصدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں آرٹس فیکلٹی کے ڈین ہوئے اور مجلہ اسلامیہ جاری کیا۔ عربی زبان وادب کی خدمات کی بنا پر صدر جمہوریہ ہند نے انہیں سرٹیفکیٹ آف آنر سے سرفراز کیا۔ ۱۹۸۳ء میں پروفیسر احمد کو اُردو وفارسی کے تحقیقی کام کے لیے غالب ایوارڈ سے نوازا گیا وہ سینکڑوں کتابوں کے مرتب ومصنف ہیں۔ غالبیات میں ''احوالِ غالب'' اور ''نقدِ غالب'' قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۰ اپریل ۱۹۹۸ء میں وہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ [۱۱۰]

پروفیسر مختارالدین کی غالب پر پہلی تحریر میرٹھ کے رسالے ایشیا میں چھپی تھی۔ تب سے آج تک غالب پر ان کے تحقیقی مقالوں کا سلسلہ جاری ہے [۱۱۱]۔ اصغر عباس لکھتے ہیں:

> ''مختارالدین احمد اور ڈاکٹر خلیق انجم غالب کے حوالے سے اُردو تحقیق کی دنیا میں معروف ہیں۔'' [۱۱۲]
>
> ''مسلم یونیورسٹی میں اپنی طالب علمی کے دوران ہی علی گڑھ میگزین کا ایک ضخیم شاندار عام نمبر اور دوسرے سال ''غالب نمبر'' مرتب کر کے وہ اپنی علمی وتحقیقی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے تھے۔'' [۱۱۳]

''احوالِ غالب'' ۱۹۵۳ء میں اور ۱۹۸۶ء والے ایڈیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ ۱۹۵۳ء والے ایڈیشن میں سات صفحات کی تمہید مختار الدین احمد نے لکھی ہے اور ۱۹۸۶ء والے ایڈیشن میں اس کو دیباچہ اول کا نام دیا گیا ہے اور دیباچہ دوم جو پانچ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے شامل کیا گیا اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

''احوالِ غالب'' میں دیباچہ طبع اول، دوم از مختار الدین کے علاوہ اٹھارہ (۱۸) مضامین شامل ہیں۔ مختار الدین کا دوسرا مضمون ''مرزا غالب کی تصویریں'' کے عنوان سے ہے جو اُنیس (۱۹) صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں آٹھ (۸) تصاویر اور ان کی حقیقت کا احوال تفصیلی بیان ہوا ہے۔ مختار الدین اس مضمون کی ابتدا ان الفاظ سے کرتے ہیں:

> ''مرزا غالب کی تصویریں جواب تک شائع ہوتی رہی ہیں ان میں معاصرانہ تصویریں بھی ہیں اور بعد کی بنائی ہوئی اور مصنوعی بھی۔ یہ بات حیرت ناک معلوم ہوگی لیکن واقعہ یہ ہے کہ چند تصویروں کے سوا بیشتر شائع شدہ تصویریں معاصرانہ نہیں اور نہ وہ مستند ہیں۔'' [۱۱۴]

جن تصاویر کا یہاں احوال درج ہے وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:

۱۔ تصویر مندرجہ کلیات غالب ۲۔ تصویر قلعۂ معلیٰ ۳۔ تصویر کتب خانہ حبیب گنج ۴۔ تصویر نسخۂ حمیدیہ ۵۔ ایک قدیم عکسی تصویر ۶۔ تصویر یادگارِ غالب ۷۔ تصویر کلیات غالب ۸۔ فوٹو۔

اس مجموعے میں جناب قاضی عبدالودود صاحب کا مضمون ''ہرمزدثم عبدالصمد'' اس لحاظ سے اہم ہے کہ انہوں نے تحقیق سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالب کے استاد ہرمزدتم عبدالصمد غالب کا زائیدہ طبع ہے اور وہ وجودِ جسمانی نہیں رکھتا تھا۔ اگر چہ مالک رام ''ذکرِ غالب'' ص ۳۴ پر عبدالصمد کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مرزا غالب نے اپنی تحریروں میں جہاں بھی اس کا ذکر کیا بڑے محبت بھرے انداز میں کیا اور ان کی تعلیم وتربیت کی طرف بھی اشارہ کیا [۱۱۵]۔

احوالِ غالب میں اُردو زبان کے ممتاز ادیب پروفیسر خواجہ فاروقی (دہلی یونیورسٹی) کا ایک مضمون ''غالب اور حامیانِ قتیل'' اٹھارہ (۱۸) صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں یہ دکھایا ہے کہ حامیانِ قتیل اور غالب، دراصل اس ایرانی ہندی نزاع کی ایک کڑی ہے جو فیضی اور عرفی سے شروع ہو کر علی حزیں اور خان آرزو تک پہنچی اور پھر غالب اور حامیانِ قتیل اور برہان قاطع اور قاطع برہان کے جھگڑے میں ابھری۔

''نقدِ غالب'' مرتبہ مختار الدین (۱۹۵۶ء) چودہ (۱۴) مضامین کا مجموعہ ہے جس میں سید احتشام حسین، ڈاکٹر سید عبداللہ، حمید احمد خان، آل احمد سرور، عبادت بریلوی، وحید قریشی، ممتاز حسین، اختر اورینوی، اُسلوب احمد انصاری، خلیل الرحمٰن اعظمی، شیخ محمد اکرام، رشید احمد صدیقی، آفتاب احمد، قاضی عبدالودود جیسے محققین اور ناقدین کے مقالے شامل ہیں جو غالب کی نظم ونثر پر

تنقیدی نقطۂ نظر سے بیان ہوئے ہیں۔ 'نقدِ غالب' انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ (۱۹۵۶ء) والے ایڈیشن میں قاضی عبدالودود کا مضمون ''غالب بحیثیت محقق'' بھی شامل ہے اور اس ایڈیشن کے صفحات ۲۷۵ ہیں۔

مضامین:

۱۔ مرزا غالب کا کچھ نایاب کلام، سالنامہ ادبی دنیا، لاہور، ۴۰-۱۹۴۱ء۔

۲۔ مرزا غالب کے چند غیر مطبوعہ اشعار، رسالہ ایشیا، میٹھ، ۱۹۴۰ء۔

۳۔ ایضاً ہمایوں، لاہور، ۱۹۴۱ء۔

۴۔ ایضاً رسالہ ہمدانی لاہور، ۱۹۴۱ء۔

۵۔ غالب کا کچھ نایاب کلام، ادبی دنیا، لاہور، سالنامہ ۱۹۴۱ء۔

۶۔ نوادرِ غالب، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔

۷۔ غالب کے چھ خط (عکس)، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔

۸۔ غالب کی تحریروں کے چار عکس، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔

۹۔ فریدیات (۱۶ شعر)، نوادرِ غالب، علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء۔

۱۰۔ ایضاً مشمولہ تذکرۂ عمدۂ منتخبہ، سرور۔

۱۱۔ ایضاً مشمولہ عیار الشعراء، خوب چند ذکا۔

۱۲۔ غالب کا ایک فارسی قطعہ (نایاب)، مشمولہ تذکرہ غوثیہ (غوثیہ علی شاہ قلندر)۔

۱۳۔ انتخابِ غالب، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۴۹ء۔

۱۴۔ نوادرِ غلاب، آجکل، دہلی، جون ۱۹۵۰ء۔

۱۵۔ ایضاً ہمایوں، لاہور، جولائی ۱۹۵۰ء۔

۱۶۔ غالب اور میر مفتی محمد عباس، آجکل نئی دنیا، اگست ۱۹۵۱ء۔

۱۷۔ غالب کے تین غیر مطبوعہ فارسی خطوط، آجکل، دہلی، مئی ۱۹۵۲ء۔

۱۸۔ ایضاً غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم۔

۱۹۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب، اردو ادب علی گڑھ، جولائی تا دسمبر ۱۹۵۲ء۔

۲۰۔ مرزا غالب کی تحریریں، مشمولہ آجکل، دہلی (غالب نمبر) پبلی کیشنز ڈویژن، دہلی، جلد ۱۰، شمارہ ۷ فروری ۱۹۵۲ء۔

۲۱۔ مرزا غالب کی تصویر، آجکل، غالب نمبر، دہلی، جلد ۱۰، شمارہ ۰۷، فروری ۱۹۵۲ء۔

۲۲۔ غالب کے چند نایاب خطوط، نگار، لکھنؤ، ۱۹۵۲ء۔
۲۳۔ ایضاً آجکل، دہلی، اگست ۱۹۵۲ء۔
۲۴۔ ایضاً مشمولہ احوالِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔
۲۴۔ ایضاً غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم۔
۲۵۔ مرزا غالب سے ایک ملاقات، آجکل، دہلی، فروری ۱۹۵۳ء۔
۲۶۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں، آجکل، دہلی، ۱۹۵۵ء۔
۲۷۔ غالب کی ایک مہر، آجکل، دہلی، فروری ۱۹۵۶ء۔
۲۸۔ ایضا مشرب، کراچی، ۱۹۵۷ء۔
۲۹۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں، نقوش، لاہور (مکاتیب نمبر)، جلد ۱، نمبر ۷، ۱۹۵۷ء۔
۳۰۔ فغانِ بے خبر میں غالب کا ذکر، آجکل، دہلی (غالب نمبر)، ڈائریکٹر پبلی کیشنز ڈویژن، دہلی، جلد ۱۶، شمارہ ۷، فروری ۱۹۵۸ء۔
۳۱۔ ایضاً دس سالا نمبر، اپریل ۱۹۶۰ء۔
۳۲۔ غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر، اردوئے معلّیٰ، دہلی، فروری ۱۹۶۱ء۔
۳۳۔ غالب کے خط، ایک قدیم مجموعے میں، آجکل، دہلی، مارچ ۱۹۶۷ء۔
۳۴۔ حضرت غوث علی شاہ قلندر کی رند بلانوش سے ملاقات، شبستان اردو ڈائجسٹ (غالب نمبر)، مع دیوانِ غالب مصور، لال کنواں، دہلی، ۱۹۶۹ء۔
۳۵۔ مفتی صدرالدین آزردہ کی کچھ نایاب وکمیاب تحریریں، شمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جولائی ۱۹۸۱ء۔
۳۶۔ کچھ غالب کے بارے میں، غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء۔
۳۷۔ کچھ سیاح شاگردِ غالب کے بارے میں، غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوب، دہلی، جنوری ۱۹۸۹ء۔
۳۸۔ تفتہ کی تضمین گلستان، مشمولہ، غالب نامہ، جلد ۱۱، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۹۰ء۔
۳۹۔ غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں (تعارف و جائزے)، غالب نامہ، جلد ۱۳، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۹۲ء۔
۴۰۔ نقدِ غالب، مشمولہ، تحقیق نامہ، سمن آباد، لاہور، شمارہ ۶، ۹۵-۱۹۹۶ء۔

۴۱۔ غالب اور قاضی عبدالودود، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۹۵ء۔
۴۲۔ حضرت غوث علی شاہ کی رندِ بلانوش سے ملاقات، اردو ادب، ماہ نامہ (دوسوسالہ سالگرہ غالب نمبر) اردو ادب لندن، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۹۷ء۔
۴۳۔ غالب کی ایک کمیاب تصنیف، جامعہ، مدیر شمیم حنفی، دریا گنج، نئی دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری، فروری ۱۹۹۱ء۔
۴۴۔ غالب کے خطوط (آٹھ)، نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر، جلد اوّل۔
۴۵۔ شمس العماء ڈاکٹر ضیاء الدین خان دہلوی، نقوش، شمارہ ۱، ۲، ۳، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد دوم۔

کتب:

۱۔ احوالِ غالب، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔
۲۔ گنجینۂ غالب، انجمن اترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔
۳۔ نقدِ غالب، تعارف آل احمد سرور، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔
۴۔ ماثرِ غالب، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، ۱۹۹۴ء۔
۵۔ نقدِ غالب، تعارف آل احمد سرور، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء۔

پروفیسر مختار الدین کی غالبیات کی روایت میں مندرجہ بالا مضامین اور کتب طالب علمی کے دَور سے غالب شناسی کا بیّن ثبوت ہیں۔ ان کاوشوں نے غالب سے متعلق موضوعات کا دائرہ وسیع تر کیا ہے۔

مسعود حسین خان، ڈاکٹر (۱۹۱۹ء)

مسعود حسین صاحب سابق صدر شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے وقتاً فوقتاً انجمن ترقی اُردو (ہند) کے جنرل سکریٹری کے فرائض انجام دیئے اور 'ہماری زبان' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے تقریباً نو ماہ تک اس کے اداریے قلم بند کیے۔ اُردو کے مسئلے پر مسعود حسین خان صاحب نے بڑی بے باکی سے لکھا ہے اور اُردو کی لسانی صورت حال کو صحیح انداز میں بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ ''اُردو کا المیہ'' میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''اُردو کے مسئلے پر مسعود صاحب کے علاوہ اس زبان کی پوری تاریخ میں اس بے باکی اور جرأت مندی کے ساتھ شاید ہی کسی نے قلم اُٹھایا ہوگا۔ ان کے تحریر کردہ۔۔۔ ادارتی مضامین ہندوستان میں اُردو کی لسانی صورتِ حال کا نہ صرف صحیح جائزہ پیش کرتے ہیں بلکہ۔۔۔ اُردو کے موقف کی بھر پور وضاحت وحمایت بھی ہوتی ہے۔'' [۱۱۶]

مضامین:

۱۔ کلامِ غالب کے صوتی آہنگ کا ایک پہلو، آجکل، فروری ۱۹۶۹ء۔

۲۔ غالب کے نانا، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ کلامِ غالب کے قوافی وردیف کا صوتی آہنگ، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آلِ احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔

۴۔ غالب کے نکتہ چیں، نظم طباطبائی، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ۲، غلاب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۱ء۔

۵۔ غالب کی حیاتِ معاشقہ، اردو ادب، دلی، شمارہ۴، ۱۹۹۶ء۔

کتب:

۱۔ انتخابِ کلامِ غالب (اردو مکمل)، (مرتبہ) سرسید بکڈ پو، جامعہ اردو علی گڑھ، اشاعت اول، ۱۹۹۱ء۔
(یہ انتخابِ کلامِ غالب تاریخی ترتیب سے ردیف وار مرتب ہوئی ہے)

مسعود حسین اُردو کی لسانی صورتِ حال پر قلم اُٹھانے کے ساتھ ساتھ تفہیمِ غالب کی روایت میں ان کے مندرجہ بالا پانچ مضامین اور ایک کتاب ''انتخابِ کلامِ غالب'' غالب سے شغف کا پتہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ غالب سے متعلق نئے موضوعات کو منظرِ عام پر لائے ہیں۔ خاص کر مضامین ''غالب کے نانا'' اور ''غالب کے صوتی آہنگ'' قابلِ ذکر ہیں۔

نذیر احمد، ڈاکٹر (۱۹۱۵ء)

نذیر احمد کا شمار ماہرِ غالبیات اور عظیم محققین میں ہوتا ہے۔ پروفیسر نذیر احمد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ کے منصب سے سبکدوش ہوئے مگر ان کی مستقل رہائش علی گڑھ میں ہے اور حسبِ سابق وہ ہمہ تن اپنے علمی و ادبی کاموں میں مصروف ہیں۔ نذیر احمد گونڈا (اتر پردیش) کے ایک گاؤں میں ۳ جنوری ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ایم اے فارسی کے بعد ۱۹۴۵ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پہلا تقرر لکھنؤ یونیورسٹی میں ۱۹۵۰ء میں شعبہ فارسی کے لیکچرر کی حیثیت سے ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں علی گڑھ آ کر علی گڑھ تاریخ ادب اُردو کی ترتیب میں مصروف ہو گئے لیکن اگلے ہی سال شعبہ فارسی میں ریڈر اور ۱۹۶۰ء میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ دو سال آرٹس فیکلٹی کے ڈین رہے، ۱۹۷۷ء میں ریٹائر ہوئے۔[۱۱۷]

پروفیسر نذیر احمد کے علمی مقالات کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ایک ہزار کے قریب ہے۔ ان کے مقالات کے چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں، ڈاکٹر صاحب کو ان کی علمی خدمات کی بنا پر ۱۹۸۷ء میں حکومت ہند نے پدم شری کا اعزاز دیا۔

۱۹۷۶ء میں انہیں ایوانِ غالب کی طرف سے فخر الدین علی احمد انعام سے نوازا گیا۔تہران یونیورسٹی نے انہیں فارسی کا اعزازی پروفیسر مقرر کیا۔نذیر احمد کے زیر اہتمام غالب اکیڈی کی طرف سے ہر سال کسی اہم موضوع پر عالمی سیمینار کا اہتمام کرتے ہیں جس میں دنیا کے مختلف گوشوں سے اہلِ علم شریک ہوتے ہیں۔[۱۱۸]

پروفیسر نذیر احمد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ غالب انسٹی ٹیوٹ کا مجلّہ ''غالب نامہ'' سال میں دو مرتبہ نکلتا ہے جنوری اور جولائی میں۔غالب نامہ ۱۹۷۶ء سے نکلنا شروع ہوا۔۱۹۸۱ء سے حال تک اس کی نگرانی کے فرائض نذیر احمد انجام دے رہے ہیں۔اس مجلّہ میں پہلے صرف غالب پر مضامین شامل ہوتے تھے مگر بعد میں دوسرے مشاہیر ادب پر بھی مضامین شائع ہونے لگے۔ادارہ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی جسے مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور علی گڑھ کالج کے سابق طالب علم ذاکر حسین نے قائم کیا تھا۔یہ ادارہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نامور فرزند فخر الدین علی احمد کی سرپرستی سے بھی فیض یاب رہا ہے[۱۱۹]۔کاظم علی خان لکھتے ہیں:

> ''پروفیسر نذیر احمد (سابق صدر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی نگرانی میں برسوں سے ہر سال بین الاقوامی غالب سیمینار منعقد ہوتا رہتا ہے جس میں دنیا کے مختلف ملکوں سے ماہر غالبیات آکر اپنے علمی مقالات پیش کرتے ہیں۔ پروفیسر نذیر احمد غالب انسٹی ٹیوٹ کے علمی مجلّے غالب نامہ نئی دہلی کی کامیاب ادارت کا کام برسوں سے بحُسن وخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر نذیر احمد کی کتاب نقدِ قاطع برہان مع ضمائم بھی غالبیات اور علی گڑھ کے ضمن میں آئی ہے۔''[۱۲۰]

نذیر احمد کے غالب پر تحقیقی مقالوں نے غالب کو خالص علمی سطح پر سمجھنے اور سمجھانے میں مدد دی۔

ڈاکٹر نذیر احمد کی مطبوعہ پانچ کتب میں سے کوئی بھی علی گڑھ سے شائع نہیں ہوئی۔سب دہلی سے شائع ہوئی ہیں۔ ''تخلیقات''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی (۱۹۹۷ء) ۲۵ تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے اور ''تنقیداتِ غالب'' (مرتبہ) نذیر احمد، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی (۱۹۹۷ء) ۳۳ تنقیدی مضامین غالب پر ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جو مجلّہ ''غالب نامہ'' سے شائع ہوتے رہے۔پہلے اس میں صرف غالب پر ہی مضامین شائع ہوتے تھے اب اس میں وسعت پیدا کر دی گئی ہے اور دوسرے موضوعاتِ ادب پر بھی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ان مجموعوں میں چند مقالے معاصرین غالب سے متعلق بھی ہیں۔

''تنقیدات'' مرتبہ نذیر احمد (۱۹۹۷ء) میں ایک مضمون ''غالب فرہنگ نگار کی حیثیت سے'' ہے۔اس مضمون میں نذیر احمد نے غالب کو بلند نظر شاعر قرار دیتے ہوئے یہ انکشاف بھی کیا کہ وہ بعض علوم وفنون میں بھی دستگاہ رکھتے تھے مثلاً لغت نویسی۔محمد حسین تبریزی کی فرہنگ ''برہان قاطع'' کی رد میں ''قاطع برہان'' پر تنقیدی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس فرہنگ

کو با قاعدہ لغت نویسی کی صنف میں اس لیے نہیں رکھا گیا کیونکہ اس میں ایک تو صرف ''برہان قاطع'' کی اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے دوسرے اس میں الفاظ کے املا تلفظ اور معنی اور طریق کار پر بحث نہیں کی گئی[۱۲۱]۔ اس فرہنگ پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات جو قاضی عبدالودود نے اُٹھائے تھے ان کا خلاصہ نذیر احمد نے نو جز کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ان میں سے چند اہم اعتراضات حسب ذیل ہیں:

۱۔ غالب کے نزدیک فرہنگوں میں مشہور الفاظ کا شمول مناسب نہیں مگر عہد غالب کو اس سے اتفاق نہیں۔ مرزا محمد قزوینی غالب کے ہم نواؤں کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو کچھ اُن کے نزدیک مشہور ہے سب لوگوں کے نزدیک وہ مشہور ہے اور جو کچھ اُن کے شہر میں عام ہے، وہ تمام اطراف میں عام ہوگا۔

۲۔ غالب کا اعتراض ہے کہ تمام مصادر کے مشتقات کا ذکر نہیں چاہیے صرف مصدر کے معنی بتا دینا کافی ہے۔ یہ اعتراض صحیح نہیں، فرہنگ نگار کا فرض ہے کہ وہ تمام ایسے مشتقات کو ضرور درج کرے جن کے ہونے یا نہ ہونے یا جن کی شکل وصورت کے بارے میں اختلاف کی گنجائش ہو۔

۳۔ غالب لکھتے ہیں کہ مصدر پہلے ہو مشتقات بعد میں۔ یہ فرہنگ کا لازمہ نہیں قواعد کی کتاب کا خلاصہ ہے کوئی جدید فرہنگ اس ڈھنگ سے نہیں مرتب ہوئی۔

۴۔ غالب کی رائے میں ایک لغت کی جتنی شکلیں ہیں سب ایک جگہ درج کی جائیں عہدِ غالب کی کسی فرہنگ کا یہ اصول نہیں۔[۱۲۲]

اسی طرح کے اصول بتانے کے بعد نذیر احمد رائے دیتے ہیں کہ یہ اصول لغت نویسی کے نہیں بلکہ کتاب کی ترتیب کے ہو سکتے ہیں مثلاً وہ لکھتے ہیں:

> ''ان اعتراضات میں سوائے ایک یا دو کے کسی کا تعلق فنِ لغت سے نہیں صرف ترتیب کتاب سے ہے۔ اس بنا پر اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ فنِ لغت میں غالب کو کوئی قابلِ توجہ دستگاہ حاصل تھی۔''[۱۲۳]

آگے چل کر مصنف برہان قاطع مولفہ محمد حسین تبریزی کی اختصاصیت سے آگاہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ فرہنگ اپنے عہد کی ساری فرہنگوں سے زیادہ صحیح تھی اور اتنے الفاظ کسی قدیم فرہنگ میں شامل نہیں۔ دوسرے اس کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ تیسرے اس میں الفاظ کے معنی ترتیب وار درج ہوئے ہیں ایسی طرز بھی قدیم لغت نویسی میں پہلے نہیں تھی۔ ان خصوصیات کے باوجود مضمون کے مصنف نشان دہی کرتے ہیں کہ خانِ آرزو نے مراج اللغۃ میں اس کی خامیوں کی سخت گرفت کی ہے۔

اب اس فرہنگ کے نقائص جن نقاط کی نشان دہی کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تصحیفات کی کثرت ہے، سینکڑوں الفاظ کی محرف شکلوں کو باقاعدہ الفاظ کا درجہ اس کتاب میں دیا گیا ہے، حرف اور اصل لفظ کے تعین کی کوشش نہیں کی گئی۔

۲۔ اس میں دساتیر جیسی جعلی کتاب کے اکثر مندرجات شامل ہو گئے ہیں۔

ایک بڑا اعتراض جو غالب پر کیا گیا وہ یہ کہ وہ بھی اس جعلی کتاب کی شمولیت کو برہان قاطع کا وصف قرار دیتے ہیں[۱۲۴]۔ آگے چل کر تقریباً تین صفحات پر دساتیر کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے اور مختلف فرہنگوں مثلاً شرف نامہ، کشف اللغات تالیف، شیخ عبدالرحیم بہاری، فرہنگ جہانگیری، فرہنگ سروری، سرمۂ سلیمانی، صحاح الادویہ، ہزوارش وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی فرہنگ قاطع برہان لکھتے ہوئے غالب کے پیش نظر نہ تھا۔ مزید لکھتے ہیں:

> ''اگر غالب کو ہزوارش کی اصلیت معلوم ہوتی تو فرہنگ نویسی میں اُن کا درجہ بہت بلند ہوتا اور برہان قاطع پر ان کی تنقید کی نوعیت ہی دوسری ہوتی۔''[۱۲۵]

آگے چل کر مصنف نے ''دانم بمعنی توانم ہے'' سے غالب کے ناواقف ہونے کا ذکر کیا ہے، جن شعرا نے اس لفظ کو اپنے اشعار میں استعمال کیا ہے ان کی مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ مثلاً مولوی مسعود سعد سلیمان، رودکی، فردوسی، رومی وغیرہ۔ ۲۳ صفحہ پر پھیلے ہوئے اس مضمون میں ۱۔ دانم بمعنی توانم ۲۔ بخشی بمعنی برج ۳۔ شکوفہ بمعنی شکوفہ ۴۔ آبستن، آبستی، آبست تینوں صورتیں ہو سکتی ہیں ۵۔ نفن، نفخلان، نخلان، نخواد، نخواد الان، نخوابین بمعنی نانخواہ ۶۔ نغن بمعنی نانخواہ ۷۔ بیوس، بیوسد، بیوسیدن، بیوس، نابیوسان ۸۔ الفاظ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ان الفاظ پر غالب کے نظریات پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد ڈھائی لائنوں میں غالب کی لغت نویسی پر یوں فیصلہ صادر کرتے ہیں[۱۲۶]

> ''خلاصۂ کلام یہ کہ غالب کی جولانی طبع کام نہ آئی۔ ان کے سارے اعتراض غلط ثابت ہوئے۔ چوں کہ فارسی ادب کا انہوں نے دقیق مطالعہ نہیں کیا تھا اس لیے وہ برہان کی گرفت میں اکثر خود غلطیوں کا شکار ہو گئے۔''[۱۲۷]

نذیر احمد کا فارسی رسالہ ''ذال فارسی'' شامل ایران شناس تہران یونیورسٹی، ایران اور ذال فارسی اور غالب مطبوعہ تحریر، دہلی بھی شاندار مقالہ ہے یہ لائق مطالعہ ہے۔ اس مضمون میں بھی غالب کے ''ذ'' کو ''ز'' لکھنے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

<u>مضامین:</u>

۱۔ غالب اور ظہوری، ڈاکٹر نذیر احمد، اردو ادب علی گڑھ، جولائی، ستمبر ۱۹۵۲ء۔

۲۔ عرفی اور اسکا اثر غالب پر // // ۱۹۵۳ء۔

۳۔ مرزا غالب کے بچپن کی ایک تحریر (غالب کا قدیم ترین مکتوب فارسی)
i۔ (رسالہ) معارف اعظم گڑھ، ۱۹۲۶ء۔
ii۔ // زمانہ کانپور، ۱۹۳۶ء۔
iii۔ // ہمایوں، لاہور، ۱۹۵۳ء۔
۴۔ غالب اور ظہوری، مشمولہ تحقیقی مطالعے، دانش محل، امین الدولہ پارک لکھنؤ، بار اوّل، ۱۹۵۴ء۔
۵۔ نظیری اور اسکا اثر غالب کی شاعری پر (قسط دوم) اردو ادب علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء۔
۶۔ ایضاً ۱۹۵۷ء۔
۷۔ غالب نقادِ سخن کی حیثیت سے، مشمولہ، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ ۲، غالب انسی ٹیوٹ، نئ دہلی، ۱۹۸۱ء۔
۸۔ رواں تلفظ اور معنی، مشمولہ غالب نمامہ، جلد۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۱ء۔
۹۔ نقدِ قاطع برہان، مشمولہ غالب نامہ، جلد۳، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، جولائی، ۱۹۸۲ء۔
۱۰۔ ایضاً ۱۹۸۳ء۔
۱۱۔ غالب فرہنگ نگاری کی حیثیت سے، مشمولہ غالب نامہ، جلد۵، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، ۱۹۸۴ء۔
۱۲۔ غالب کے ایک اردو خط کے چند لغوی مسائل، غالب نامہ، جلد۸، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، ۱۹۸۷ء۔
۱۳۔ پنج آہنگ کا آہنگ دوم، غالب نامہ، جلد۹، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، ۱۹۸۸ء۔
۱۴۔ غالب کی فارسی قصیدہ نگاری، مشمولہ نذیر منظور، مرتب اسلوب احمد انصاری، انٹرنیشنل پرنٹنگ ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔
۱۵۔ غالب کے ایک نایاب خط کے بارے میں چند توضیحات، مشمولہ، غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی
جنوری ۱۹۹۱ء۔
۱۶۔ غالب کے فارسی قصائد کا مطالعہ لسانی نقطۂ نظر سے، اردو ادب، سہ ماہی (غالب نمبر)، ایڈیٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اردو
ہند دہلی، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۱ء۔
۱۷۔ لفظ ''بیرنگ'' غالب کے ایک شعر میں، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، جولائی ۱۹۹۱ء۔
۱۸۔ غالب کے ایک قریبی معاصر، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۲ء۔
۱۹۔ غالب کے ایک خط کے بعض اُمور کی توضیح، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی،
جولائی ۱۹۹۴ء۔
۲۰۔ وشنو اور غالب وساتیر، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۴، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئ دہلی، جولائی ۱۹۹۳ء۔

۲۱۔ غالب کے بعض اردو خطوں سے متعلق کچھ علمی وادبی مسائل، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۵، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۴ء۔

۲۲۔ غالب کے ایک شعر کی چار تلمیحات، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۵، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۹۴ء۔

۲۳۔ غالب کے شعر میں ایک دلچسپ تلمیح، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنور ۱۹۹۵ء۔

۲۴۔ سلاجقہ اور غالب دہلوی کے حدِ اعلیٰ سلطان برکیارق سلجوقی، غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۹۵ء۔

۲۵۔ غالب کے ایک خط کے چند علمی مسائل، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۷، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔

۲۶۔ غالب کی ایک دلچسپ تلمیح اور اس کا تاریخی پس منظر، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۹ء۔

۲۷۔ غالب کے اردو دیوان کا دیباچہ، غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۱۰، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۹ء۔

۲۸۔ غالب کی ایک دلچسپ فارسی فرہنگ، سرمۂ سلیمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۲، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۱ء۔

کتب:

۱۔ نقدِ قاطع برہان مع ضمائم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء۔

۲۔ غالب پر چند مقالے، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء۔

۳۔ غالبِ آشفتہ سر، تدوین لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی ندیم (علیگ)، ملتان آرٹس فورم، ملتان، باراول، ۱۹۹۶ء۔

۴۔ تحقیقات، مرتبہ: غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔

۵۔ تنقیدات، مرتبہ: غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔

نذیر احمد کا اندازِ تحقیق وتنقید اعتدال پسندانہ ہے وہ دلائل اور مثالوں کے ساتھ اپنی بات کرتے ہیں۔ ان کا انداز انتہا پسندانہ نہیں۔ قاری کو اپنی رائے پر زبردستی قائل ہونے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ ان کی بھرپور علمی بحث سے قاری خود بخود قائل ہو جاتا ہے۔ نذیر احمد کے تفہیمِ غالب کی ذیل میں لکھے ہوئے اٹھائیس مضامین اور پانچ کتب غالب شناسی میں اہم اضافہ ہیں اور روایت کو آگے بڑھانے میں مسلّم کردار ادا کرتے ہیں۔

نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر (علیگ) (۱۹۱۳ء)

سابق طالب علم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ نورالحسن ہاشمی نے اپنے تحقیقی مقالے ''لکھنؤ کا دبستانِ شاعری'' پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ [۱۲۸]

مضامین:

۱۔ حالی اور غالب، مرتبین: نورالحسن ہاشمی، سید احتشام رضوی، مشمولہ ماہنامہ فروغ اردو، لکھنؤ، حالی نمبر، حصہ دوم، جلد۶، شمارہ۲، فروغ اردو لکھنؤ، جون ۱۹۵۹ء۔

۲۔ غالب کا ایک شعر (غیر مطبوعہ)، اردوئے معلیٰ، دہلی، فروی ۱۹۶۱ء۔

۳۔ غالب کا ایک شعر، مشمولہ فروغ اردو لکھنؤ (غالب نمبر)، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔

کتب:

۱۔ ریختہ، غالب یعنی انتخابِ کلامِ غالب، مرتبہ، نصرت پبلی کیشنز، لکھنؤ، ۱۹۸۵ء۔

۲۔ غالب کا ویہ کا اودھی روپ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء۔

نورالحسن ہاشمی کی دو مندرجہ بالا کتب اور تین مضامین راقم کی دسترس میں ہیں جن میں ''غالب کا ویہ کا اودھی روپ'' میں غالب کے اشعار کو اودھی زبان میں ڈھالا گیا ہے جو کہ غالبیات میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔

وارث کرمانی، ڈاکٹر (۱۹۲۵ء)

سابق صدر شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ انہوں نے پی ایچ۔ ڈی کا تھیسس انگریزی میں لکھا، عنوان تھا ''غالب کی فارسی شاعری کا ارتقا''۔

مضامین:

۱۔ رخصتِ سفر، آجکل، فروری ۱۹۵۲ء۔

۲۔ غالب کی شاعری کا پس منظر، کے عنوان سے انکا مضمون علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ یہ نمبر غالب کے لیے مختص تھا۔

۳۔ غالب کے پیرو نظیر و بیدل، مشمولہ غالب نامہ، جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔

۴۔ غالب کی شخصیت اور فن، مشمولہ العلم کراچی (غالب نمبر) اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ایضاً غالب صدی میگزین، مرتبہ، غالب صدی تقریبات، لکھنؤ، ۱۹۷۰ء۔

۶۔ غالب اپنے فارسی کلام کی روشنی میں، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱، شمارہ ۳، ۴، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۷۲ء۔

۷۔ تحول شعر فارسی غالب دہلوی، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء۔

۸۔ غالب کی شخصیت اور فن، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ، آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔

۱۱۔ غالب کی شخصیت اور شاعری، مشمولہ آثار و اقدار، اصغر عباس، شعبہ اردو علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۸۴ء۔

۱۲۔ غالب اور جدید ذہن، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۵، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۱۳۔ غالب کی شاعری میں روایت اور اجتہاد، مشمولہ غزل، فن اور فکار، پروفیسر ثریا حسن، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۸۶ء۔

۱۴۔ مشمولہ افکار و انشاء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۳ء۔

کتب:

1. Tradition and rationalism in Ghalib.
2. Evaluation of Ghalib's Persian Poetry by Waris Kirmani, Aligarh Muslim University, First Publish, 1972.
3. Waris Kirmani, Dreams Forgotten, Academic Books, Diggi Road, AliGarh, India, 1986.

وارث کرمانی نے چودہ مضامین اور تین کتب جن کا انفرادی تجزیہ بھی شاملِ مقالہ ہے غالب شناسی کی روایت کو مضبوط کرنے میں اہمیت کے حامل ہیں۔

انفرادی تجزیہ تحقیقِ غالب

(۱) اسلوب احمد انصاری، پروفیسر ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (مطالعاتِ غالب)

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، سالِ اشاعت ۱۹۹۸ء، صفحات ۴۱۴

فہرست

(۱) مقدمہ-نذیر احمد (۲) پیش لفظ-اُسلوب احمد انصاری (۳) غالب کا فن (۴) کلام غالب کا ایک رُخ (۵) غالب کی شاعری میں استعارے کا عمل (۶) غالب کا فارسی کلام (۷) مثنوی ابرِ گہر بار کا ایک پہلو (۸) مثنوی چراغ دیر کا ایک مطالعہ (۹) مومن اور غالب؛ نکتہ سنجی کے دو انداز (۱۰) غالب اور اقبال، مشترک شعری محرکات (۱۱) غالب؛ استفہام کی شاعری (۱۲) غالب کی تشکیک (۱۳) غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز (۱۴) دوغزلوں کا تجزیاتی مطالعہ (۱۵) خطوطِ غالب میں ''نفس'' کی پرچھائیاں (۱۶) حالی اور نقدِ غالب (۱۷) بجنوری اور نقدِ غالب (۱۸) غالب کی جستجوئے حقیقت

اسلوب احمد انصاری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ انگریزی کے استاد رہے ہیں۔ اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب میں غالب کے فکر وفن کا بھر پور تجزیہ ملتا ہے غالب کے دو مشہور نقاد حالی اور عبدالرحمٰن بجنوری کے طریقۂ کار پر سیر حاصل بحث ملتی ہے اس پر متضاد یہ کہ انصاری صاحب نے اس کتاب کے دو مقالوں میں غالب کو اقبال اور مومن کی شاعری کا پیش رو بیان کیا ہے۔ غالب کو اپنی فارسی شاعری پر بجا طور پر ناز تھا اور اردو شاعری ابتدائی کوشش کے باوجود بے مثل تھی لیکن ان کی فارسی شاعری اہلِ نظر کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی۔ اسلوب صاحب نے ایک مقالے میں ان کی فارسی شاعری پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ وہ عرفی، ظہوری، نظیری وغیرہ سے کسی طرح کم نہ تھے۔

(۲) افتخار بیگم صدیقی، ڈاکٹر ''بچوں کے غالب''

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۸۳۔

فہرست

(۱) ابتدئیہ (۲) سیرت وزندگی (۳) غالب کی شاعری (۴) تصوف (۴) مذہب اور خدا کے بارے میں خیالات (۵) حقیقت کی اصل تصویریں (۶) بات کہنے کا انداز (۷) غموں کے برداشت کا سلیقہ (۸) شوخی وظرافت (۹) مایوسی اور ناکامی

(۱۰) اخلاق ونصیحت (۱۱) سادگی اور اثر (۱۲) غالب کے مزاج اور شخصیت کا اظہار (۱۳) خیالات کی جدت (۱۴) معلومات اور انسانی فطرت سے واقفیت (۱۵) قطعات اور رباعیات (۱۶) قادرنامہ (۱۷) غالب کی نثر۔

زیرِنظر کتاب ''بچوں کے غالب'' ہلکے پھلکے انداز میں غالب کے حالاتِ زندگی اور فن کو کہانی کے انداز میں بیان کیا گیا ہے ساتھ ساتھ بچوں کی دلچسپی کیلئے کارٹون بھی دیئے گئے ہیں جو بچوں کی دلچسپی کا باعث ہے اس کتاب میں ایک باب قادرنامہ کے عنوان سے بھی ہے اسے غالب نے بچوں کیلئے تحریر کیا تھا۔

(۳) i۔ انصار اللہ نظر، ڈاکٹر (مرتب) ''غالب ببلیوگرافی''

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، پہلا ایڈیشن اشاعت ۱۹۷۲ء، ص ۱۶۷۔

فہرست:

(۱) پیش لفظ پروفیسر نذیر احمد (۲) گذارش۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ (۳) پہلا حصہ: غالب سے متعلق کتابیں (الف) اُردو میں (ب) دوسری زبانوں میں (۴) دوسرا حصہ: کتابوں میں غالب (الف) اُردو میں (ب) دوسری زبانوں میں (۵) اشاریے

(پہلا حصہ) غالب کی اور غالب سے متعلق کتابیں (اُردو میں)

(۱) غالب، حیات اور خدمات (۲) دیوان غالب (۳) بنیادی مخطوطات (۴) غالب کی زندگی کے نسخے (۵) غالب کے بعد دیوان کی اشاعتیں (۶) جدید ترجمے (۷) انتخابِ کلامِ غالب (۸) متفرق تصانیف غالب (۹) خطوطِ غالب۔ عام اشاعتیں، انتخاب خطوط (۱۰) تصانیف متعلق معرکہ برہان قاطع (۱۱) مرقع کلامِ غالب (۱۲) شرح کلامِ غالب (۱۳) غالب سے متعلق فیچر، ڈرامے وغیرہ (۱۴) غالب تذکروں اور تاریخوں میں (۱۵) غالب۔ مضامین کے مجموعوں میں (۱۶) تبصرے غالبیات (۱۷) غالبیات دیگر زبانوں میں (۱۸) غالب پر فلمیں (۱۹) ضمیمہ (۲۰) تصحیح واضافے

دوسری زبانوں میں (سولہ زبانوں کو سمیٹا گیا ہے)

(دوسرا حصہ) کتابوں میں غالب (اُردو میں)

(۱) سوانحات اور شخصی مطالعے (۲) تذکرے تاریخیں وغیرہ (۳) انشائیے ڈرامے وغیرہ (۴) خطوط وانشا (۵) دواوین اور منظومات (۶) متفرقات

دوسری زبانوں میں (بارہ زبانوں کو سمیٹا گیا ہے)

ii۔ انصار اللہ، محمد، غالب ببلیوگرافی (کتابیں)

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۸ء، صفحات ۴۶۹۔

فہرست

(۱) پیش لفظ-پروفیسر نذیر احمد (۲) گزارش-ڈاکٹر محمد انصاراللہ (۳) پہلا حصہ، غالب سے متعلق کتابیں (الف) اردو میں (ب) دوسری زبانوں میں (۴) دوسرا حصہ کتابوں میں غالب (الف) اردو میں (ب) دوسری زبانوں میں (۵) اشاریہ

تجزیہ

زیر نظر کتاب غالب پر کتابیات کی ایک ضخیم جلد ہے جو کتابیات غالب اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے اس کتاب کے حصہ اول میں غالب سے متعلق کتابوں کے دو حصے بنائے گئے ہیں۔ پہلے حصے میں اردو میں کتابوں کی ببلیو گرافی ہے جس میں آپ بیتی سوانح حیات، مرثیہ، نذر، مزاج اور علم، شعر و فن، مطالعہ خطوط، تنقید، تحقیق، ردِ غالب، جائزہ غالبیات، ڈارمے فیچر وغیرہ، اشاریہ غالب، مضامین کے مجموعے دیوان غالب، متفرق تصانیف اور مجموعے، انتخاب کلام، شرحیں، فرہنگ، مرقع، متفرق خطوط انتخاب دوسری نثر میں ایم، اے کے مقالے، ایم فل کے مقالے ڈاکٹریٹ کے مقالے، ترجمے، رسالے، تحریریں جو نایاب ہیں شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اطالوی، انگریزی، اودھی، بلوچی، بنگلہ، پشتو، پنجابی، تمل، تلگو، پنجابی، جاپانی، جرمن، روسی، سرائیگی، سندھی، سویڈن، کشمیری، مرہٹی، ملیالم، ہندی، کی کتابیات شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں کتابوں میں غالب اردو میں (۶) چھ موضوعات پر ببلیو گرافی بنائی گئی ہے مثلاً سوانح حیات اور شخصی مطالعے، تذکرے، تاریخیں، انشائیے، ڈارمے، خطوط انشاء، دواوین اور منظومات، متفرقات۔

حصہ (ب) دوسری زبانوں میں بارہ زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کی فہرست شامل ہے جن میں اطالوی، انگریزی، بلوچی، بنگلہ، جرمن، روسی، عربی، فارسی، فرانسیسی، مرہٹی، ہندی اور یوکرین شامل ہیں۔ نیا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ شائع ہوا۔ زیر نظر کتاب کے تین نسخے خاں صاحب کے پاس موجود ہیں۔ (۱۹۷۲ء کی نسبت ۱۹۹۸ء والا ایڈیشن اضافوں کے ساتھ شائع ہوا)

(۴) انصاراللہ نظر، ڈاکٹر ''معتمد الدولہ آغا میر''

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اگست ۱۹۸۸ء، صفحات ۲۷۳۔

فہرست:

(۱) معتمد الدولہ اور ان کے متوسلین (۲) امین الدولہ مہر (۳) نظام الدولہ سید (۴) معین الدولہ ساحر (۵) محمد علی خان شمس (۶) نواب دولھا صاحب تمنا (۷) ضمیمہ (۸) ماخذ (۹) اشاریہ

محمد انصاراللہ حیات ہیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے۔ مرزا صاحب اپنی پینشن کے سلسلے میں کلکتے جاتے ہوئے لکھنؤ ٹھہرے تھے۔ اس زمانے میں غازی الدین حیدر اودھ کے بادشاہ تھے اور معتمد الدولہ آغا میر ان کے وزیر اعظم تھے۔

انگریزوں کی عطا کی ہوئی اس بادشاہت میں اصل اقتدار اس وقت نواب معتمد الدولہ کے ہاتھ میں تھا ظاہر ہے کہ ان کی وساطت کے بغیر مرزا غالب نہ تو دربار تک پہنچ سکتے تھے اور نہ کوئی مالی فائدہ حاصل کر سکتے تھے۔ مرزا غالب عام درباریوں کی طرح معتمد الدولہ سے نہیں ملنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ملاقات کے لیے ایسی شرطیں پیش کیں جن کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یوں وزیر اعظم اودھ سے مرزا کی ملاقات نہ ہوسکی۔ غالب دربار میں اپنی تعظیم چاہتے تھے۔ مرزا نے فارسی قصیدہ بھی معتمد الدولہ کی تعریف ہی میں لکھا قطعہ بھی لکھا مگر معتمد الدولہ کا نام نکال دیا۔ اس کے باوجود مرزا کے حالاتِ زندگی پر بات ہوتی ہے تو لکھنؤ کے قیام اور نواب معتمد الدولہ سے ملاقات نہ ہونے کی تفصیلات بھی بیان کی جاتی ہیں۔ مرزا غالب ''ذکر غالب'' کے مطابق دربار پہنچنے پر اپنی تعظیم چاہتے تھے یعنی وزیرِ اعظم غالب کی تعظیم میں اپنی جگہ سے کھڑے ہوں اور نقد نذر پیش کریں وغیرہ وغیرہ۔ معتمد الدولہ کو حکومت میں بڑی اہمیت وحیثیت تھی۔ ڈاکٹر انصار اللہ کی یہ کتاب معتمد الدولہ کے حالات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔

(۵) ایم حبیب خاں ''غالب اور سرور''

انجمن ترقی اردو ہند نئی دلی، اشاعت دسمبر ۱۹۷۵ء، صفحات ۱۳۲۔

فہرست

زیر نظر کتاب میں غالب اور سرور کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ سرور کا اردو نثر پر نا قابل فراموش احسان ہے انہیں کو پہلی بار یہ خیال آیا کہ اپنے نام غالب کے ۲۱ خطوط (مع شاہ عالم مارہروی) مرتب کر کے شائع کریں انھوں نے جب غالب کو اس سلسلے میں خط لکھا تو شروع میں غالب تیار نہیں ہوئے لیکن انھوں نے اتنا اصرار کیا کہ بالآخر غالب کو ہار ماننا پڑی اور سرور کی کوششوں سے ہی عود ہندی شائع ہوئی۔ جسکی پہلی فصل ''مہر غالب'' کے نام سے سرور نے مرتب کی اور دوسری فصل ممتاز علی خان نے مرتب کی۔ اس کتاب میں غالب اور سرور کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے اس کتاب میں سرور کے نام غالب کے ۳۲ خطوط مع حضرت شاہ عالم مارہروی شامل کیے ہیں۔ سرور شاعر تھے لیکن بدنصیبی سے انکا کلام بالکل محفوظ نہیں رہا۔ حبیب صاحب نے اس

کتاب میں سرور کے قطعات اور قصیدہ بھی شامل کیا ہے ان قطعات اور قصیدے کی صرف یہ اہمیت نہیں کہ سرور کا کلام ہے بلکہ ان پر غالب کی اصلاحیں بھی ہیں حبیب صاحب نے غالب کی شاعری اور مکتوب نگاری کا جائزہ لیا ہے اور غالب کی اردو اور فارسی کتابوں اور ان کے مختلف اڈیشنوں کی فہرست بھی مرتب کی ہے۔

(۶) حالی، شمس العلماء مولانا الطاف حسین "یادگار غالب"

مطبع فیض عام، علی گڑھ، پہلی بار، ۱۳۱۵ھ، صفحات ۳۹۲

// دوسری بار، سن ندارد، //

// تیسری بار، ۱۹۳۰ء //

// ۱۹۵۸ء //

محمد رحمت اللہ رعد، نامی پریس کانپور، پہلی بار، ۱۸۹۷ء، کل صفحات ۴۳۷۔

انوار المطابع لکھنؤ، ۱۹۲۲ء، کل صفحات ۴۵۴۔

دائرہ ادبیہ لکھنؤ، ۱۹۲۴ء، کل صفحات ۴۵۴۔

مطبع کریمی، لاہور، ۱۹۲۴ء، ۱۹۳۰ء، ۱۹۵۵، کل صفحات ۴۵۴۔

رائے صاحب رام دیال اگروال، الٰہ آباد (مرتب) دیا نرائن نگم، ۱۹۴۶ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۷۷ء، کل صفحات ۴۱۰۔

اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۶۲ء، جلد اوّل (اردو) کل صفحات ۲۱۶۔

// // جلد دوم (فارسی) ص ۲۱۷ تا ۴۶۳۔

مجلس ترقی ادب لاہور، (مرتب) خلیل الرحمٰن داؤدی، دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۵۹۷۔

مکتبہ جامع نئی دہلی (مرتب) مالک رام (حصہ اردو) اگست ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۷ء، ص ۲۱۹۔

مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی (مرتب) مالک رام (حصہ فارسی)، ۱۹۷۱ء، ص ۲۲۵ تا ۴۶۳۔

یو پی اُردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۸۲ء۔

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۴۳۸۔

مکتبۂ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء۔

خزینہ علم وادب، لاہور، ۲۰۰۲ء۔

فہرست

یادگارِ غالب ایک مکمل سوانح عمری ہے جس میں مولانا الطاف حسین حالی نے پہلی مرتبہ غالب کی زندگی اور فن کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ ''یادگارِ غالب'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ جو غالب کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے جس میں غالب کی ولادت سے لے کر خاندان اور زندگی میں آنے والے ہر واقعہ کا بیان نہایت خوبصورتی سے کیا گیا ہے مثلاً غالب کا سفر کلکتہ جو غالب کی زندگی کا اہم سفر ہے اور دو سال پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں غالب کے ادبی معرکے برہان قاطع کی غلطیوں کی نشاندہی قاطع برہان کے عنوان سے کی گئی جو فارسی لغت تھی جس کی اشاعت نے غالب کے کئی مخالفین پیدا کر دیئے اور غالب نے ان کا مقابلہ کیا۔ غالب کی عربی دانی، فارسی دانی اور غالب کی شاعری میں متصوفانہ خیالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس حصے میں مرزا کی عادات، اخلاق وخیالات میں مرزا کے ذاتی اشغال جس میں غالب کی اچھی اور بُری تمام عادات کو مان دیا گیا ہے۔ ان کا بیان ہے، غالب کی تقریظ نگاری کے فن کا بیان کرتے ہوئے غالب کے دوستوں کا ذکر بھی شامل ہے اور آخر میں مرض الموت کی حالت تاریخ وفات اور نماز جنازے تک کی تفصیل شامل ہے۔ غالب کے عادات وخیالات و بیان میں غالب کے اشعار بھی شامل ہیں جو کسی نہ کسی واقعے سے علاقہ رکھتے ہیں۔

''یادگارِ غالب'' کا دوسرا حصہ مرزا غالب کے کلام پر ریویو اور اس کے انتخاب پر مشتمل ہے جس میں غالب کی نظم ونثر اُردو فارسی کلام اور خطوط کا حوالہ قطعات، رباعیات، غزلیات، غدر کے واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ غالب کے کلام کا بیدل، ظہوری، عرفی کے کلام سے مقابلہ کیا گیا ہے جس میں کلام کے نمونے بھی ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں۔ نظم، نثر اُردو فارسی تصنیفات کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس پر ریویو اور پھر مرزا کے کسی قدر کلام کا نمونہ ایران کے بعض مسلم الثبوت استادوں کے کلام سے موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ کتاب کا خاتمہ مختصر اور جامع ہے جس میں غالب کی زندگی اور فن کا کما حقہ جائزہ لیا گیا ہے۔ گویا پوری کتاب کا لب لباب ہے۔

(۷) حمیدہ سلطان احمد ''خاندان لوہارو کے شعراء''

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت اول جون ۱۹۸۱ء، صفحات ۱۵۶۔

فہرست

-مرزا الٰہی بخش خان (۱۵) مسرور-مرزا اغلامِ حسین خان (۱۶) محو-مرزا اغلامِ حسن خان (۱۷) مائل-مرزا امتاز الدین احمد خان (۱۸) مطلبی-سید مطلبی فرید آبادی (۱۹) محشر-مرزا اصلاح الدین احمد خان (۲۰) نیر ورخشاں-مرزا ضیاالدین احمد خان (۲۱) نیر-سید احمد شفیع فرید آبادی (۲۲) ہاشمی-سید ہاشمی فرید آبادی۔

زیرِ نظر کتاب میں خاندانِ لوہارو کے اکیس (۲۱) شعراء کا تذکرہ شامل ہے۔ خاندان لوہارو، دراصل تورانی نسل تھے۔اپنے نام کے ساتھ مرزا لگانا ضروری سمجھتے تھے مرزا اصل میں امیرزا تھا۔امیرزا بہ معنی امیرزادہ۔خاندان لوہارو کو خدا نے صاحب سیف وقلم بنایا۔اس کتاب میں اکیس شعراء لوہارو کا ذکر ہے انکا کلام بھی شامل کیا گیا ہے یہ شعراء غالب کے عزیزوں میں سے تھے۔یہ تورانی النسل تھے اور غالب بھی خود کو تورانی النسل کہتے تھے یہ کتاب خاندان لوہارو سے تعلقات کو ظاہر کرتی ہے۔

(۸) خلیق انجم، ڈاکٹر ''غالب اور شاہانِ تیموریہ''

مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی، پہلی بار، دسمبر ۱۹۷۴ء، کل صفحات ۱۶۰۔

فہرست

زیرِ نظر کتاب میں دو زاویوں سے بحث کی گئی ہے۔ظفر اور ذوق سے غالب کے تعلقات کو تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ان فارسی اُردو اشعار کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں غالب نے ظفر کو خطاب کرتے ہوئے اپنا اور ذوق کا موازنہ کر کے خود کو برتر ثابت کیا ہے اور بادشاہ سے اپنا جائز حق مانگا ہے۔ ذوق اور غالب کی ادبی معرکہ آرائی کا سیاسی منظر بھی پیش کیا گیا ہے۔ان تمام قصیدوں اور اشعار کی نشاندہی کی گئی ہے جو اکبر شاہ ثانی ظفر اور شہزادوں کی مدح میں غالب نے کہے تھے۔ خطوطِ غالب، دہلی، اُردو اخبار، سراج الاخبار اور دوسرے ماخذ سے غالب کی ان غزلوں کی فہرست بھی مرتب کی گئی ہے جو انہوں نے لال قلعے کے مشاعروں کے لیے کہی تھیں۔غالب کے فن کو سمجھنے کے لیے یہ فہرست اہم ہے۔دوسرا زاویہ اُردو مکتوب نگاری کا آغاز اور غالب ہے۔اس میں غالب کے عہد تک کی اُردو نثر اور مکتوب نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب میں غالب کے لال قلعہ کے ادبی ماحول میں غالب کو اپنی حیثیت منوانے کے لیے دربار تک رسائی اور لال قلعے میں غالب کی اجنبیت کے احساس کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ لال قلعہ ادبی سرگرمیوں کا مرکز تھا جس کا ادبی مذاق اور روایاتِ دلی کے بیشتر شعراء اور اہلِ ذوق کے لیے قابلِ تقلید تھیں اور پھر غالب جیسے استادِ فن کا دربار کی طرف سے بے قدری کا صدمہ بڑی چیز تھی، جس کا غالب کی شخصیت پر اثر انداز ہونا لازمی بات تھی۔

(۹) خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) ''غالب کچھ مضامین''

انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۱ء، صفحات ۲۰۳۔

فہرست:

(۱) حرفِ آغاز-خلیق انجم (۲) غالب کی فارسی غزل-سید حامد (۳) غالب کے فارسی قصائد کا مطالعہ لسانی نقطۂ نظر سے-پروفیسر نذیر احمد (۴) کلام غالب بخطِ غالب (۵) غالب کے کچھ شعروں کا متن-کمال احمد صدیقی (۶) خطوطِ غالب میں طنز ومزاح-خلیق انجم۔

زیر نظر کتاب ''غالب کچھ مضامین'' چار صفحات کے ''حرفِ آغاز'' کے علاوہ پانچ نگارشات پر مشتمل ہے۔ان نگارشات میں دو صفحات پر مشتمل کلامِ غالب بخطِ غالب شامل ہے۔ یہ نمونے غالب کے خطوط (خلیق انجم) جلد اول سوم سے لیے گئے ہیں۔ باقی چار مضامین مختلف افراد کے کلام غالب کے مطالعہ پر مبنی ہیں ''غالب کی فارسی غزل'' میں مقالہ نگار نے غالب کی فارسی غزل کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے منتخب اشعار کی تنقیدی انداز میں شرح بھی کی ہے۔اس کتاب کے دوسرے مقالہ میں اردو فارسی تحقیق میں ایک اہم اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصنف نے یہ پہلو واضح کیا کہ جدت پسند غالب نے فارسی شاعری میں بے شمار نئے مضامین نئی تراکیب اور منفرد اسلوب و بیان عطا کیا ہے۔اس کتاب کے تیسرے مقالے میں مصنف نے غالب کے کچھ شعروں کا متن حالی کی یادگارِ غالب اور مقدمہ شعروشاعری کے حوالے سے مطالعہ کیا اور بتایا ہے کہ یادگارِ غالب اور مقدمہ شعروشاعری میں درج غالب کے اشعار کا متن دیوانِ غالب کے مروجہ نسخوں سے مختلف ہے ان کا خیال ہے کہ غیر ارادی طور پر حالی سے غالب کے کلام میں تحریف ہوگئی ہے۔اس کتاب کے آخری مضمون میں خلیق انجم نے غالب کی فارسی خطوط کی نسبت اردو خطوط کو طنز ومزاح کا منبع قرار دیا جس سے غالب کی انسان دوستی اور انسانی رشتوں کا احترام نظر آتا ہے۔ ان خطوں میں طنز ومزاح کے عنصر نمایاں ہیں۔ مصنف نے اِن کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ مرتب نے غالب کے فکر وفن کا بڑی گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی اس کوشش سے وہ غالب کے اردو فارسی کلام کے حوالے سے نئے انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔

(۱۰) خلیق انجم، ڈاکٹر ''غالب کا سفرِ کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ''

غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ۲۰۰۵ء، صفحات ۴۵۴۔

فہرست

غالب کو زندگی میں تین معرکے پیش آئے۔ پہلا معرکہ کلکتے میں پنشن کے سلسلے میں حامیانِ قتیل کے ساتھ ہوا۔ دوسرا ذوق کے ساتھ دہلی میں ہوا۔ تیسرا قاطع برہان کا معرکہ۔ زیرِ نظر کتاب کا تعلق کلکتے میں ہونے والے ادبی معرکے سے ہے۔

(۱۱) خورشید الاسلام، ڈاکٹر ''غالب (ابتدائی دور)''

انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، بار اول ۱۹۶۰ء، کل صفحات ۲۸۴۔

انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، بار دوم ۱۹۷۵ء، کل صفحات ۲۸۴۔

غالب تقلید اور اجتہاد، ڈاکٹر خورشید الاسلام

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، اشاعت سوم ۱۹۷۹ء، کل صفحات ۲۶۰۔

فہرست:

دیباچہ ، پہلا باب: (۱)خاندان (۲)زمانہ (۳)مطالعہ

دوسرا باب: (۱)شوکت بخاری (۲)مرزا جلال اسیر (۳)بیدل (۴)غنی اور ناصر علی (۵)ناسخ (۶)غالب کی ابتدائی شاعری پر اُن شعراء کے اسالیب کا اثر

تیسرا باب: (۱)تمثیل نگاری (۲)خیال بندی (۳)مناسبات لفظی

چوتھا باب: (۱)غالب کا اپنا کارنامہ

ضمیمے: ضمیمہ ا،ضمیمہ ۲، کتابیات

زیرِ نظر کتاب ''غالب کا ابتدائی دور'' غالب کے اس سرمائے سے بحث ہے جو انہوں نے ۲۵ سال کی عمر تک جمع کیا تھا اور جس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اس کتاب کا مطالعہ ہمیں فارسی کے متاخرین شعراء سے متعارف کراتا ہے۔ تہذیبی زوال کے تذکرے کو ساتھ لیتے ہوئے ناسخ کا دور پھر میر، سودا اور غالب کے دور تک کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ غالب کی ابتدائی شاعری پر جو اثرات کام کر رہے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے اور اس شاعر کو سمجھنے کی کوشش کی جائے جس کا براہِ راست اثر غالب کی ابتدائی شاعری پر ہوا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اُردو شاعری کی تاریخ کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ مختلف اثرات کا جائزہ لینے اور غالب کے بدلتے ہوئے اُسلوب میں دوسرے شعراء کے اسالیب کا چہرہ دیکھنے کے بعد غالب کی اپنی انفرادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اِن اثرات کے باوجود اپنی آزاد طبیعت کو نمایاں طور پر اپنے فکر وفن میں واضح کرتے ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ دیا گیا ہے جو ان الفاظ کے تلازموں پر مشتمل ہے جو غالب کی ابتدائی شاعری میں بار بار وسیع انداز میں استعمال ہوئے۔ ''غالب تقلید اور اجتہاد'' اور ''غالب ابتدائی دور'' ایک ہی کتاب ہے جو دوناموں سے چھپی ہے۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام آج کل علی گڑھ میں رہائش پذیر ہیں۔

(۱۲) ضیاء الدین انصاری، ڈاکٹر ''تفتہ اور غالب''

غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اشاعت اول، دسمبر ۱۹۸۴ء، کل صفحات ۲۳۰۔

فہرست:

(۱)مقدمہ۔ مالک رام (۲)تفتہ کے حالاتِ زندگی (۳)مرزا غالب سے تعلقات (۴)تفتہ کے کلام پر غالب کی اصلاح (۵)تفتہ تذکرہ نگاری کی نظر میں (۶)تفتہ کے نام غالب کے خطوط (۷)دیباچہ دیوانِ تفتہ مرقوم مرزا اسد اللہ خاں غالب (۸)انتخاب از سنبلستان (۹)انتخاب از تضمین گلستان (۱۰)انتخاب از غزلیات (۱۱)کتابیں

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری آزاد لائبریری علی گڑھ کے ڈپٹی لائبریرین تھے، آج کل خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے ڈائریکٹر ہیں۔ زیر نظر کتاب غالب اور تفتہ کے تعلقات اور تفتہ کے تصنیفی کارناموں کے جائزے پر مشتمل ہے گو تفتہ کے مفصل حالات دستیاب نہیں ہیں لیکن غالب اور تفتہ کے تعلق پر کام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ تفتہ غالب کے شاگرد تھے۔ کلام میں غالب سے اصلاح لیتے تھے۔ اس وقت تک غالب کے جتنے خطوط دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے زیادہ تفتہ ہی کے نام ہیں۔ تفتہ اور غالب کے تعلقات استاد شاگرد کے رشتے سے بڑھ کر تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا دونوں ایک ہی خاندان کے فرد ہیں۔ ایک دوسرے کے معاملات میں شریک نجی مسائل میں مشورہ، لین دین، دکھ سکھ میں شریک تھے اس قربت و یگانگت کا اندازہ غالب کے خطوط سے لگایا جاسکتا ہے لہٰذا غالب اور تفتہ کی محبت و تعلقات کو ایک موضوع میں ڈھالنا اچھی کاوش ہے۔

(۱۳) عابد رضا بیدار (مرتبہ) ''غالب کی عظمت''

رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، اشاعت جنوری ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۱۶۔

زیر نظر کتاب جنوری ۱۹۶۹ء کے ایک سیمینار کی روداد ہے جس میں غالب کی عظمت پر مختلف ۲۳ محققین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ سیمینار کا آغاز مرتب کے مقالہ سے ہوا تھا جو خاص طور پر اس موقع کیلئے لکھا گیا تھا جس میں مثبت طور پر غالب کی عظمت کا ایک تصور پیش کیا گیا تھا اور ساتھ ساتھ متعدد سوالات بھی چھیڑے گئے تھے اس سے بحث کا آغاز ہوا۔ یہ مجموعہ بھرپور دلچسپی کا باعث ہے اور غالب کی تفہیم کے سلسلے میں آئندہ ایک تاریخی یادگار بن جائے گا جس سے آنے والی نسلیں آزادی کے بائیسویں سال میں ہندوستان کے ممتاز ترین دانشوروں کا شعور اور ذہنی سطح کو ناپ سکیں گی۔

(۱۴) عابد رضا بیدار ''غالبیاتِ نو''

(حصہ اول) رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۲۹۱۔

(حصہ دوم کے اضافہ کے ساتھ) رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، ۱۹۷۰ء۔

فہرست

(۱) غالب پر شائع ہونے والے مختلف رسائل کا ذکر (۲) غالبیات حصہ دوم (۳) اشاریہ پاکستانی صدی (۴) اشاریہ ہندوستانی صدی (۵) غالب کی لکھی ہوئی تمام کتب کا تعارف (۶) انتخاب کلام غالب (۷) دیوان تسکین (۸) شریک غالب (۹) نواب یوسف علی خان ناظم۔

زیر نظر کتاب میں غالب پر لکھی گئی چند کتب غالب کی لکھی ہوئی کتب غالب پر شائع ہونے والے مختلف رسائل کا تعارف دیا گیا ہے اس کتاب میں دیوان تسکین بھی شامل ہے اس کتاب میں نواب یوسف علی خان ناظم جو ایک شاعر تھے اور غدر سے دو تین

سال قبل مرزا غالب سے استادی شاگردی کا رشتہ استوار ہوا انکا دیوان بھی شامل ہے۔ اس کتاب کا جو خاص باب ہے وہ یہ کہ انتخاب کلام غالب شامل ہے جو خود شاعر نے اپنے آخری دنوں میں رامپور بھیجا تھا۔

(۱۵) عبدالستار، قاضی، ڈاکٹر ''اُردو شاعری میں قنوطیت''

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پہلا ایڈیشن، سن ندارد، صفحات ۲۰۲۔

فہرست

(۱) قنوطیت کیا ہے؟ (۲) تصوف (۳) ابتدائی عہد کے شاعر (۴) میر وسودا (۵) نظیر اکبر آبادی (۶) غالب وظفر (۷) لکھنؤ اسکول اور فانی (۸) کتابیات۔

''اردو شاعری میں قنوطیت'' دراصل مقالہ پی ایچ ڈی کی ڈگری کیلئے پروفیسر رشید احمد صدیقی کی نگرانی میں لکھا گیا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف سے یہ مقالہ شائع ہوا۔ اس مقالے کی اہمیت کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس میں اردو شاعری کا مخصوص نقطۂ نظر کے ماتحت تفصیلی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں غزل کو باعتبار موضوع خصوصیت کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ غزل کے علاوہ مثنوی مرثیہ، رباعی وغیرہ اور جتنے اصناف سخن ہیں ان میں مرثیہ اور رباعی میں قنوطیت کو دخل نہیں اردو شاعری میں قنوطیت فارسی کے علاوہ تصوف کے واسطے سے بھی آئی بہر کیف مخصوص نقطۂ نظر کے ماتحت تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

(۱۶) علی سردار جعفری ''فرہنگِ غالب''

ہندوستانی بک ٹرسٹ، بمبئی، ۱۹۸۵ء

دیوانِ غالب کے ساتھ یہ ہندی فرہنگ پریم سروپ شرما کے تعاون سے تیار کی گئی تھی۔ پھر اسے ۸۱ صفحوں کی جداگانہ کتاب کی حیثیت دے دی گئی۔

(۱۷) علی سردار جعفری (مرتب) جابر حسین ''غالب کا سومناتِ خیال''

اردو مرکز، عظیم آباد، پٹنہ، اشاعت، ۱۹۹۷ء، صفحات ۶۰

فہرست:

(۱) اپنی بات (۲) غالب کا سومناتِ خیال (۳) مثنوی چراغ دیر مع ترجمہ

یہ کتاب دوصد سالہ تقریبات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ موجودہ کتاب دراصل مثنوی ''چراغِ دیر'' کا ترجمہ ہے۔ مثنوی ''چراغِ دیر'' کے مختلف ترجمے اس سے قبل بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اِن میں سردار جعفری کے ترجمے کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ

انہوں نے ہر شعر کا ترجمہ الگ الگ واضح انداز میں غالب، بنارس اورفنِ شاعری کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ علی سردار جعفری کے مطابق انہوں نے اس باب کی تیاری میں ماہرِ غالبیات جناب کالی داس گپتا رضا سے استفادہ کیا ہے۔ غالب نے فارسی میں کل گیارہ مثنویاں لکھی ہیں۔ ان میں تیسری مثنوی چراغِ دیر سب سے زیادہ مشہور ومقبول ہے یہ مثنوی غالب کے قیامِ بنارس کی یادگار ہے۔ ''چراغِ دیر'' میں غالب کا جمالیاتی احساس بنارس کی جمالیاتی رنگینیوں میں ضم ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ پوری مثنوی ایک سو آٹھ (۱۰۸) اشعار پر مشتمل ہے۔ زورِ بیان اور احساس کی شدت آخر تک اپنے شباب پر ہے۔ علی سردار جعفری مرحوم نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔

(۱۸) قاضی عبدالودود ''مآثرِ غالب''

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔

زیرِ نظر کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۴۹ء میں ''علی گڑھ میگزین'' کے غالب نمبر میں بطور ضمیمہ شامل کی گئی تھی۔ اس میں نہ صرف غالب کے کم یاب تحریرِ نظم ونثر کو یک جا کیا گیا ہے بلکہ ان پر قاضی صاحب کے عالمانہ حواشی نادر معلومات کا خزینہ ہیں۔

(۱۹) کاظم علی خان ''خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ''

کتاب نگر دین دیال روڈ۔ لکھنو، اشاعت پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء، صفحات ۲۱۲۔

ترتیب

(۱) انتساب (۲) غالب کے خطوط۔ مرتبہ غلام رسول مہر میں خطوط کی تاریخیں (۳) خطوط غالب (نمبر۱) مرتبہ مہیش پرشاد (۴) خطوط غالب (نمبر۱) مرتبہ مالک رام کی تاریخیں (۵) کتاب ''غالب کی نادر تحریریں'' میں خطوط کی تاریخیں (۶) ''نادرات غالب'' میں خطوط غالب کی تاریخیں (۷) اردوئے معلیٰ حصہ دوم طبع ۱۸۹۹ء پر ایک نظر (۸) عود ہندی۔ مرتبہ مولانا فاضل لکھنوی میں خطوط غالب کی تاریخیں (۹) اردوئے معلیٰ صدی ایڈیشن حصہ اول مرتبہ فاضل لکھنو میں خطوط غالب کی تاریخیں (۱۰) ''اردوئے معلیٰ'' صدی ایڈیشن حصہ دوم وسوم میں خطوط غالب کی تاریخیں (۱۱) مکاتیب غالب مرتبہ مولانا عرشی میں خطوط کی تاریخیں (۱۲) ''اردوئے معلیٰ'' حصہ اول طبع اول میں خطوط غالب کی تاریخیں (۱۳) ''اردوئے معلیٰ'' طبع ۱۸۶۹ء (۱۴) غالب کی گمشدہ مکاتیب (۱۵) غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور (۱۶) ''عودِ ہندی'' طبع اول کا تحقیق جائزہ (۱۷) عقدِ غالب کی تاریخ۔ غالب کے ایک خط کی روشنی میں۔

پیشِ نظر کتاب ''خطوط غالب کا تحقیق مطالعہ'' میں خطوط غالب کے ۱۷ مجموعوں پر ان بنیادی مسائل سے بحث کی گئی ہے جو غالب شناسوں کی توجہ کا باعث بنتے ہیں ان مسائل میں کئی سوال ذہن میں آتے ہیں کہ غالب کے مطبوعہ اردو خطوط کی مجموعی تعداد کیا ہے یہ رقعات کتنے افراد کے نام ہیں ان خطوط کی تاریخیں کن اصولوں کے تحت درج کی گئی ہیں مصنف نے سترہ

مجموعوں کا مطالعہ مناسب حواشی کے ساتھ کیا ہے زیرِ نظر کتاب میں خطوط غالب کے مختلف مجموعوں کی تاریخیں نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے یہ کام کافی محنت اور لگن مانگتا ہے۔ لیکن مصنف نے یہ اہم کام انجام دے کر غالب شناسوں کیلئے راہیں آسان کر دی ہیں۔

(۲۰) کاظم علی خان ''توقیتِ غالب''

انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی، سن اشاعت ۱۹۹۹ء، صفحات ۱۴۲۔

فہرست

(الف) حرفِ آغاز۔ خلیق انجم (ب) دیباچہ (ج) ابواب: (۱) خانوادۂ غالب (۲) غالب کی ولادت اور ابتدائی زندگی (۳) غالب کی ادبی زندگی کا ابتدائی دور (۴) غالب کا سفرِ کلکتہ (۵) غالب کی اقتصادی پریشانیاں اور ادبی سرگرمیاں (۶) لال قلعہ دہلی کی ملازمت سے قبل احوال غالب عہدِ بہادر شاہ ظفر میں (۷) دربارِ بہادر شاہ ظفر میں غالب کی ملازمت (۸) غالب اور انقلاب ۱۸۵۷ء (۹) احوالِ غالب وعہدِ غالب بعد از ۱۸۵۷ء (۱۰) حیاتِ غالب کا آخری سات سالہ دور اور حیاتِ غالب کے بعد کے اہم حالات (۱۱) توقیتِ تصانیف غالب (۱۲) غالب کے اردو رقعات و مکتوبات الیہم۔ اشاریہ و توقیت (۱۳) غالب کا حلقۂ تلمذ (۱۴) غالب کی معاشی زندگی۔ توقیت (۱۵) مغل دربار سے غالب کے روابط۔ توقیت (۱۶) دربارِ اودھ سے غالب کے روابط۔ توقیت (۱۷) غالب اور دربارِ رام پور (د) کتابیات (ہ) اشاریہ۔

اس کتاب کے دائرہ کار میں غالب کی معاشی، سماجی اور ادبی زندگی کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے اور غالب کی اردو فارسی نظم و نثر کا مختلف ادوار اور غالب کے ادبی آثار کے بارے میں عام قاری کے لیے زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

(۲۱) کوکب قدر، ڈاکٹر ''فہرست نمائش''

شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء

آزاد لائبریری، علی گڑھ، سجاد علی مرزا (بہ سلسلہ غالبیات صدی تقریبات)

(۲۲) مختار الدین احمد، ڈاکٹر (علیگ) ''احوالِ غالب'' (مرتبہ)

انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت جون ۱۹۵۳ء، کل صفحات ۲۹۵۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۶ء، کل صفحات ۲۷۶۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۶ء۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۵ء۔

فہرست

(۱)تمہید-مرتب (۲)غالب اور علی گڑھ-رشید احمد صدیقی (۳)غالب کے حالات میں پہلا مضمون-سید مسعود حسن رضوی (۴)غالب کے خودنوشت حالات-اظہارالحق ملک (۵)مرزا غالب کا نسب نامہ-خواجہ قمرالدین راقم (۶)سرغالب درحدیث دیگراں-ڈاکٹر مختار الدین احمد (۷)غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک-پروفیسر حمید احمد خان (۸)مرزا غالب-مالک رام (۹)غالب کی خاندانی پینشن-غلام رسول مہر (۱۰)روئدادِ مقدمہ مرزا غالب-مولوی عبدالحق (۱۱)دہلی سوسائٹی اور مرزا غالب-ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (۱۲)معرکہءِ غالب اور حامیان قتیل-خواجہ احمد فاروقی (۱۳)مرزا غالب کی تصویریں-ڈاکٹر مختار الدین احمد (۱۴)ہرمزد ثم عبدالصمد-قاضی عبدالودود (۱۵)امراؤ بیگم-پروفیسر حمید احمد خان (۱۶)باقر علی خان کامل-حمیدہ سلطانہ۔

نوٹ: اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن دلی سے چھپا،تیسرا ایڈیشن الوقار لاہور سے چھپا،الوقار لاہور سے جو ایڈیشن چھپا اس میں قاضی عبدالودود کا مضمون ''غالب بطور محقق'' غائب ہے۔

تجزیہ

ڈاکٹر مختار الدین علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے طالب علم تھے۔زیرنظر کتاب ''احوالِ غالب'' چودہ مضامین کا مجموعہ ہے۔یہ سب غالب کی زندگی سے متعلق ہیں ۔یہ مضامین ترمیم واضافے کے بعد شائع ہوئے ہیں۔ جناب مالک رام، جناب غلام رسول مہر،ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ،قاضی عبدالودود، پروفیسر حمید احمد خاں نے اپنے مضامین میں کچھ نئے اضافے کئے ۔اس کتاب کے چار مضامین بالکل نئے ہیں۔یہ علی الترتیب پروفیسر مسعود حسن رضوی اور اظہار الحق ملک کے مضامین غالب کے حالات میں پہلا مضمون ہے۔دو پرانے مضامین بھی شامل ہیں ۔روئداد مقدمہءِ مرزا غالب مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی تمہید کے ساتھ شائع کیا ہے۔غالب کا نسبت نامہ خواجہ قمرالدین کا رقم کردہ ہے۔اس مضمون کے آخر میں خواجہ قمرالدین کے خودنوشت حالات اور ان کی زندگی پر مرزا رفیق بیگ کا مضمون بھی تھا مرتب نے اس مضمون کو تین حصوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ کردیا ہے۔اس مجموعے میں متعدد تصویریں بھی شائع کی گئی ہیں۔ان تصویروں میں غالب کی تصویروں پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

(۲۳) مختارالدین احمد،ڈاکٹر ''ماثرِ غالب''

۱۹۹۴ء۔(قاضی عبدالودود کی کتاب ماثر غالب سے متعلق واقعات)

(۲۴) مرتضٰی حسین بلگرامی،سید ''غالب نما''

بک سینٹر علی گڑھ،اشاعت ۱۹۷۰ء،صفحات ۶۴۔

فہرست

سید مرتضیٰ حسین بلگرامی مرحوم علی گڑھ کے رہائشی تھے۔ زیرِ نظر کتاب ''غالب نما'' غالب کی پہلو دار شخصیت کے (۵۰) پچاس تراشے ہیں جن میں نئی معلومات اور نئے افکار وخیالات پائے جاتے ہیں اس کتاب میں شخصیت کے دو پہلوؤں سے ظاہری اور باطنی بحث کرتے ہوئے غالب کی طبیعت کے ایسے ایسے رنگ دکھائے گئے ہیں جن سے ہم غالب کی طبیعت کے تضادات کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان تراشوں کے مطالعہ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ غالب کی شخصیت مستور بھی ہے اور عریاں بھی۔ وہ خارجی اور داخلی رشتے سے ہم کنار بھی دکھائی دیتی ہے اور بیگانہ بھی غالب کے ان ہی دو روپ یعنی عمل و کردار ان کے ادبی تراشے، افکار، خیالات، ذہنی تصورات حقیقت نگاری، علمی عکس، طنز ومزاح، تصوف، آرٹ، شخصیت نگاری، تخلیق قوت، عبارت آرائی، عرفانی وادبی شعور، فکری وارداتیں، تخیل رومانی ووجدانی بصیرت، نفسیاتی افکار وروپ کو یک جا کرنے پر آمادہ کیا۔ ہم ان کی طرف بڑھتے جاتے ہیں غالب کی شخصیت کے ہلکے اور گہرے رنگوں کا عکس ہم پر واضح ہوتا جاتا ہے۔

(۲۵) نذیر احمد، پروفیسر ''نقدِ قاطع برہان (مع ضمائم)''

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، کل صفحات ۴۲۲۔

فہرست:

(۱)پیش گفتار (۲)نقد قاطع برہان (۳)ضمائم (الف)دساتیر پرایک نظر (ب)برہان قاطع (ج)غالب اور مولف برہان اتحادنظر (د)غالب اور ذال فارسی (ھ)تصحیفات ولغات فارسی

پروفیسر نذیر احمد صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبہ فارسی رہے ہیں۔''نقد قاطع'' برہان غاب کی مشہور تصنیف ''قاطع برہان'' کے بعض مندرجات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کوشش ہے۔قاطع برہان، برہان قاطع تالیف محمد حسن تبریزی کی رد میں معرضِ وجود میں آئی لیکن غالب کے بعض بیانات محل نظر تھے۔زیرنظر کتاب میں انہیں بیانات کے سلسلے میں ایک تحقیقی مفروضہ پیش کیا گیا۔''دساتیر پرایک نظر'' دساتیر ایک جعلی کتاب ہے۔غالب اور محمد حسن تبریزی صاحب برہان قاطع دونوں دساتیر کی صداقت کے معترف تھے۔اس کی تفصیل بھی درج ہے۔

دوسرا مقالہ برہان قاطع پر ہے۔اس فرہنگ کے اجمالی خصوصیات کے بعد اس کی بنیادی خرابی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرے مقالے میں ''غالب اور برہان قاطع'' کے نقائص پر روشنی ڈالی گئی ہے۔چوتھا باب ضمیمہ غالب اور ذال فارسی کے عنوان سے ہے۔غالب کا عقیدہ تھا کہ ذال عربی حرف ہے فارسی لفظوں میں اس کا استعمال ضروری نہیں ہے پانچواں ضمیمہ تصحیفات اور لغات فارسی کے موضوع پر ہے۔

(۲۶) نذیر احمد، پروفیسر (مرتبہ) ''تحقیقات''

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۷ء، صفحات ۵۲۸۔

فہرست:

(۱)اردو ادب کے تہذیبی تقاضے- جناب اندر کمار گجرال (۲)عہدِ غالب کے سیاسی اور سماجی حالات- ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی (۳)غالب کا سفرِ کلکتہ- ڈاکٹر حنیف نقوی (۴)غالب کا جذبۂ حب الوطنی اور سن ستاون - پروفیسر گوپی چند نارنگ (۵)غالب کے گمشدہ مکاتیب- جناب کاظم علی خان (۶)مفتی صدرالدین آزردہ کی کچھ نایاب وکمیاب تحریریں- پروفیسر مختارالدین احمد (۷)غالب کی دلی- پروفیسر خلیق احمد نظامی (۸)عہدِ غالب کا علمی وفکری ماحول- جناب شبیر احمد خاں غوری (۹)غالب اپنے دو معاصرین کی نظر میں- داکٹر ضیاء الدین ڈیسائی (۱۰)غالب اور نواب سید محمد خان- جناب محمد صادق صفوی (۱۱)عہدِ غالب میں لال قلعے کی معاشرتی زندگی-سید ضمیر حسن دہلوی (۱۲)غالب کے تذکرہ نویس- ڈاکٹر محمد انعام اللہ (۱۳)مطالعہ غالب کے نئے امکانات- پروفیسر نثار احمد فاروقی (۱۴)محققین غالب- ڈاکٹر نیر مسعود (۱۵)غالب کا حامی مقلد- غلام رسول مہر- ڈاکٹر سلیم اختر (۱۶)نسخہ حمیدیہ سے نسخہ شیرانی تک- پروفیسر جگن ناتھ آزاد (۱۷)یکے از شارحین غالب

مولانا سہا- جناب مظہر امام (۱۸) بیاضِ غالب تحقیقی جائزہ کا تحقیقی جائزہ- پروفیسر گیان چند جین (۱۹) متنی تنقید اور دیوانِ غالب- ڈاکٹر اسلم پرویز (۲۰) کلامِ غالب کے پنجابی تراجم- جناب منیر احمد شیخ (۲۱) مرزا عباس بیگ مرحوم- جناب کالی داس گپتا رضا (۲۲) بہ سلسلہ تدوینِ غالب- جناب رشید حسن خان (۲۳) عہدِ غالب کے فارسی ادب کی خصوصیات- ڈاکٹر شریف حسن قاسمی (۲۴) برہان قاطع خان آرزو اور غالب کی تنقید کی چند مثالیں- ڈاکٹر ریحانہ خاتون (۲۵) خوف زدہ غالب اور عصری صورتِ حال- ڈاکٹر وحید قریشی۔

غالب نامہ انسٹی ٹیوٹ کا علمی و ادبی ششماہی مجلّہ ہے جو جنوری اور جولائی میں پابندی سے نکلتا ہے۔ غالب نامہ ۱۹۷۶ء میں نکلنا شروع ہوا اور پہلے سال میں دو شمارے نکلے۔ ایک سال بعد بعض وجوہ سے یہ مجلّہ بند ہو گیا۔ یوں کچھ دنوں بعد اس کے دوبارہ نکالنے کا فیصلہ ہوا چنانچہ جنوری ۱۹۸۱ء میں یہ مجلّہ دوبارہ شائع ہونا شروع ہوا اور آج تک اِس مجلّے کے دونوں شمارے وقت پر ہر سال جنوری اور جولائی میں شائع ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں غالب نامے میں شائع شدہ مقالات کا انتخاب کتابی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ مستقل طور پر استفادہ کا موقع ملے۔ انسٹی ٹیوٹ کی پبلی کیشن کمیٹی کی سفارش پر مجلس عاملہ نے مجلّے کے انتخاب کے دو مجموعے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اِن کے دونوں مجموعے اس کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ زیرِ نظر مجموعہ پہلا مجموعہ ہے جو تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے اور تحقیقات کے نام سے شائع ہوا ہے دوسرا مجموعہ تنقیدات کے نام سے منظرِ عام پر آیا ہے۔

اس انتخاب میں عموماً غالب سے متعلق مضامین شامل ہوئے ہیں۔ چند مقالے غالب کے معاصرین سے متعلق بھی شامل کیے گئے ہیں ایک دو مقالے اردو زبان و ادب سے متعلق بھی ہیں۔

اشاریہ

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب

(۱) انصاراللہ نظر، ڈاکٹر (مرتب) ''غالب ببلیو گرافی''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، پہلا ایڈیشن اشاعت ۱۹۷۲ء۔

(۲) i۔ حالی، شمس العلماء مولانا الطاف حسین: ''یادگارِ غالب''، مطبع فیض عام، علی گڑھ، پہلی بار ۱۳۱۵ھ۔

ii۔ // دوسری بار، سن ندارد، //

iii۔ // تیسری بار، ۱۹۳۰ء //

iv۔ // ۱۹۵۸ء //

(۳) i۔ خورشید الاسلام، ڈاکٹر: ''غالب (ابتدائی دور)''انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، بار اول ۱۹۶۰ء۔

ii۔ ایضاً انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، بار دوم ۱۹۷۵ء۔

iii۔ ایضاً ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، اشاعت سوم ۱۹۷۹ء۔

(۴) عبدالستار، قاضی، ڈاکٹر: ''اُردو شاعری میں قنوطیت''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پہلا ایڈیشن، سن ندارد۔

(۵) قاضی عبدالودود: ''مآثرِ غالب''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔

(۶) کوکب قدر، ڈاکٹر: ''فہرست نمائش''شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

(۷) i۔ مختار الدین احمد، ڈاکٹر (علیگ) ''احوالِ غالب'' (مرتبہ)، انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت جون ۱۹۵۳ء۔

ii۔ ایضاً انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، اشاعت ۱۹۸۶ء۔

iii۔ ایضاً انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۶ء۔

iv۔ ایضاً انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۵ء۔

(۸) مرتضیٰ حسین بلگرامی، سید: ''غالب نما''، بک سینٹر علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۰ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب

(۱) اسلوب احمد انصاری، پروفیسر: ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (مطالعاتِ غالب)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، سالِ اشاعت ۱۹۹۸ء۔

(۲) افتخار بیگم صدیقی، ڈاکٹر: ''بچوں کے غالب''، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۵ء۔

(۳) انصاراللہ، نظر، ڈاکٹر: '' غالب ببلیو گرافی'' (کتابیں)، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۸ء۔

(۴) انصار اللہ نظر، ڈاکٹر: ''معتمد الدولہ آغا میر''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اگست ۱۹۸۸ء۔

(۵) ایم حبیب خاں: ''غالب اور سرور''، انجمن ترقی اردو ہند نئی دلی، اشاعت دسمبر ۱۹۷۵ء۔

(۶) i۔ حالی، شمس العلماء مولانا الطاف حسین: ''یادگارِ غالب''، محمد رحمت اللہ رعد، نامی پریس کانپور، پہلی بار، ۱۸۹۷ء۔

ii۔ // انوار المطابع لکھنؤ، ۱۹۲۲ء۔

iii۔ // دائرہ ادبیہ لکھنؤ، ۱۹۲۴ء۔

iv۔ // مطبع کریمی، لاہور ۱۹۲۴ء، ۱۹۳۰ء، ۱۹۵۵ء۔

v۔ // (مرتب) دیا نرائن نگم، رائے صاحب رام دیال اگروال، الہ آباد، ۱۹۴۶ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۷۷ء۔

vi۔ // اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۶۲ء، جلد اوّل (اردو)۔

vii۔ // (مرتب) خلیل الرحمٰن داؤدی، مجلس ترقی ادب لاہور، دسمبر ۱۹۶۳ء۔

viii۔ // (مرتب) مالک رام (حصہ اردو)، مکتبہ جامع نئی دہلی، اگست ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۷ء۔

ix۔ // (مرتب) مالک رام (حصہ فارسی)، مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۱ء۔

x۔ // غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء۔

xi۔ // یوپی اُردو اکادمی، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء۔

(۷) حمیدہ سلطان احمد: ''خاندان لوہارو کے شعراء''، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت اول جون ۱۹۸۱ء۔

(۸) خلیق انجم، ڈاکٹر: ''غالب اور شاہانِ تیموریہ''، مکتبہ جامع لمیٹڈ، نئی دہلی، پہلی بار، دسمبر ۱۹۷۴ء۔

(۹) خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) ''غالب کچھ مضامین''، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۱ء۔

(۱۰) خلیق انجم، ڈاکٹر: ''غالب کا سفرِ کلکتہ اور کلکتے کا ادبی معرکہ''، غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ۲۰۰۵ء۔

(۱۱) ضیاء الدین انصاری، ڈاکٹر: ''تفتہ اور غالب'' غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اشاعت اول، دسمبر ۱۹۸۴ء۔

(۱۲) عابد رضا بیدار (مرتبہ) ''غالب کی عظمت''، رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، اشاعت جنوری ۱۹۶۹ء۔

(۱۳) i۔ عابد رضا بیدار: ''غالبیاتِ نو'' (حصہ اول) رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، اشاعت ۱۹۶۹ء۔

ii۔ ایضاً (حصہ دوم کے اضافہ کے ساتھ) رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، ۱۹۷۰ء۔

(۱۴) علی سردار جعفری: ''فرہنگِ غالب''، ہندوستانی بک ٹرسٹ، بمبئی، ۱۹۸۵ء۔

(۱۵) علی سردار جعفری (مرتب) جابر حسین: ''غالب کا سومناتِ خیال'' اردو مرکز، عظیم آباد، پٹنہ، اشاعت، ۱۹۹۷ء۔

(۱۶) قمر رئیس: ''غالب کے اُردو دیوان کی منتخب غزلیات کا ازبک ترجمہ''، ۱۹۶۵ء۔

(۱۷) کاظم علی خان: ''خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ'' کتاب نگر دین دیال روڈ۔لکھنو، اشاعت پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء۔
(۱۸) کاظم علی خان: ''توقیتِ غالب'' انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی، سن اشاعت ۱۹۹۹ء۔
(۱۹) مختارالدین احمد، ڈاکٹر: ''ماثرِ غالب'' ۱۹۹۴ء۔ (قاضی عبدالودود کی کتاب ماثر غالب سے متعلق واقعات)
(۲۰) نذیر احمد، پروفیسر: ''نقدِ قاطع برہان (مع ضمائم)'' غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء۔
(۲۱) نذیر احمد، پروفیسر (مرتبہ) ''تحقیقات'' غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۷ء۔

دیگر کتب

شروح دیوانِ غالب

(۱) حسرت موہانی، مولانا ''دیوان غالب مع شرح دیوانِ غالب''

مطبع احمدی دہلی، پہلی بار ۱۹۰۵ء۔ (یہ شرح مبتدیوں کے لیے ہے اس لیے طوالت سے احتراز کیا ہے)

مطبع احمدی دہلی، ۱۹۰۶ء۔ (اس ایڈیشن میں بے حد اختصار کو دُور کیا گیا ہے)

اُردو پریس علی گڑھ، تیسری بار، ۱۹۱۱ء۔ (دیباچہ طبع اول، دوم، سوم)

انوار المطابع لکھنو، اشاعت تیسرا ایڈیشن اگست ۱۹۱۱ء، صفحات ۱۷۶۔

اُردو پریس علی گڑھ، پانچویں بار، ۱۹۱۶ء۔

انوار المطابع لکھنؤ، ۱۹۲۲ء۔

رئیس المطابع کانپور، ساتویں بار، سن ندارد۔

انتظامی پریس، حیدرآباد، سن ندارد۔

الکتاب، آرام باغ روڈ، کراچی، یکم مارچ ۱۹۶۵ء، صفحات ۲۱۴۔

فہرست

(۱) دیباچہ طبع دوم (۲) مقدمہ۔

تجزیہ اس باب کے شروع میں ملاحظہ کریں۔

(۲) سعید الدین احمد، قاضی ''دیوانِ غالب مع شرح ومقدمہ مشتمل بر سوانح عمری وتنقیدِ کلام غالب''

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، سن ندارد، صفحات ۴۸۰۔

ہدیہ سعدیہ، علی گڑھ، ۱۹۲۶ء۔

یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور، ۱۹۲۶ء۔

یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور، ۱۹۵۲ء۔

پیشِ نظر ''دیوانِ غالب'' نہایت آسان اور سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شعر کے شروع میں مشکل الفاظ کے مطالب بیان ہوئے ہیں بعد میں شعر کی تشریح واضح انداز میں کی گئی ہے اسکی اہم خوبی یہ ہے کہ اشعار کے ساتھ انکا محل تصنیف بھی

دیا گیا ہے اس سے شعر کے مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔آغاز میں غالب کے سوانح حالات اور غالب کے کلام پر تنقیدی بحث بھی شامل ہے۔مختلف شارحین کے جائز اختلافات بھی ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج کر دیئے کیے گئے ہیں۔حالی نے یادگارِ غالب اور مقدمہ شعروشاعری میں جن جن اشعار کے مطالب تحریر کیے تھے وہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔غالب کے خطوط میں جن اشعار کے معنی واضح کئے گئے تھے وہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور مختلف شروح سے بھی مدد لی گئی ہے۔

(۳) سُہا،مولانا ''مطالب الغالب''

شیخ مبارک علی اندرون لوہاری دروازہ لاہور،۱۹۲۶ء،صفحات ۳۹۹۔
شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور،طبع سوم ۱۹۳۱ء،صفحات ۴۰۰۔

فہرست

(۱)مقدمہ۔سُہا (۲)شرح۔

مولانا سُہا کی شرح کا تیسرا ایڈیشن ہے۔اسکا مقدمہ سُہا نے تحریر فرمایا ہے جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اشعار کی شرح بیان کرنے سے پہلے مشکل الفاظ کے مطالب بیان ہوئے ہیں اس کے بعد اشعار کی تشریح واضح کی گئی ہے۔سُہا کا اصل نام سید ممتاز احمد سُہا مجددی ہے، ۹ فروری ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بھوپال میں انتقال ہوا۔مطالب الغالب مولانا سُہا کی لکھی ہوئی غالب کے اردو کلام کی شرح ہے۔یہ شرح مختصر انداز میں لکھی گئی ہے۔پہلے مشکل الفاظ کے معنی دیئے گئے ہیں۔پھر تشریح کی گئی ہے تشریح کو شعر کے مطلب تک ہی محدود رکھا گیا ہے موضوع سے ہٹ کر مباحث سے اجتناب کیا گیا ہے۔

اشاریہ

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب

(۱) i۔ حسرت موہانی، مولانا: ''دیوان غالب مع شرح دیوانِ غالب''، اُردو پریس علی گڑھ، پانچویں بار، ۱۹۱۶ء۔
ii۔ ایضاً اُردو پریس علی گڑھ، تیسری بار، ۱۹۱۱ء۔

(۲) i۔ سعید الدین احمد، قاضی: ''دیوانِ غالب مع شرح ومقدمہ مشتمل بر سوانح عمری وتنقیدِ کلام غالب''، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، سن ندارد۔
ii۔ ایضاً ہدیۂ سعدیہ، علی گڑھ، ۱۹۲۶ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب

(۱) i۔ حسرت موہانی، مولانا: ''دیوان غالب مع شرح دیوانِ غالب'' مطبع احمدی دہلی، پہلی بار ۱۹۰۵ء۔
ii۔ ایضاً مطبع احمدی دہلی، ۱۹۰۶ء۔
iii۔ ایضاً انوار المطابع لکھنو، اشاعت تیسرا ایڈیشن اگست ۱۹۱۱ء۔
iv۔ ایضاً انوار المطابع لکھنو، ۱۹۲۲ء۔
v۔ ایضاً رئیس المطابع کانپور، ساتویں بار، سن ندارد۔
vi۔ ایضاً انتظامی پریس، حیدر آباد، سن ندارد۔
vii۔ ایضاً الکتاب، آرام باغ روڈ، کراچی، یکم مارچ ۱۹۶۵ء۔

(۲) i۔ سعید الدین احمد، قاضی: ''دیوانِ غالب مع شرح ومقدمہ مشتمل بر سوانح عمری وتنقیدِ کلام غالب'' یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور، ۱۹۲۶ء۔
ii۔ ایضاً یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور، ۱۹۵۲ء۔

(۳) i۔ سُہا، مولانا: ''مطالب الغالب''، شیخ مبارک علی اندرون لوہاری دروازہ لاہور، ۱۹۲۶ء۔
ii۔ ایضاً شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور، طبع سوم ۱۹۳۱ء۔

انتخاب نظم ونثر غالب

(۱) آل احمد سرور، پروفیسر، (مرتبہ) ''عکسِ غالب'' (غالب کے اردو خطوں کا انتخاب)
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۳ء، صفحات ۳۰۴۔

فہرست

(۱)نواب امین الدین احمد خان (۲)علاؤ الدین احمد خان علائی (۳)نواب ضیاء الدین احمد خان (۴)مرزا شہاب الدین خاں ثاقب (۵)قربان علی بیگ خاں سالک (۶)منشی ہرگوپال تفتہ (۷)مرزا حاتم علی مہر (۸)منشی شیو نرائن (۹)منشی بنی بخش حقیر (۱۰)میر مہدی مجروح (۱۱)مرزا سرفراز حسین (۱۲)غلام غوث خاں بے خبر (۱۳)انور الدولہ شفق (۱۴)حکیم غلام نجف (۱۵)یوسف مرزا (۱۶)میر خاں بابا (۱۷)حکیم سید احمد حسن مودودی (۱۸)تفضل حسین خان (۱۹)میاں داد خاں سیاح (۲۰)چودھری عبدالغفور سرور (۲۱)قاضی عبدالجمیل جنوں (۲۲)میر غلام حسین قدر بلگرامی (۲۳)شہزادہ بشیر الدین (۲۴)جواہر سنگھ (۲۵)عزیز الدین (۲۶)مفتی محمد سیّد عباس (۲۷)عبدالغفور خاں نساخ (۲۸)یوسف علی خان عزیز (۲۹)پیارے لال آشوب (۳۰)سیّد بدرالدین احمد کاشف (۳۱)منشی گوبند سہائے (۳۲)شاہ کرامت حسین ہمدانی (۳۳)صفیر بلگرامی (۳۴)نامعلوم (۳۵)صوفی منیری (۳۶)نامعلوم (۳۷)نکات ورقعات-دیباچہ (۳۸)نواب کلب علی خاں۔

زیر نظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا انتخاب ہے یہ انتخاب خطوط کے اس مجموعے سے مرتب کیا گیا ہے جو غلام رسول مہر نے دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ غلام رسول مہر کے مجموعے میں مہیش پرشاد کے خطوط اردوئے معلیٰ، عود ہندی، مکاتیب غالب مرتبہ امتیاز علی عرشی اور نادرات غالب سے استفادہ کیا گیا ہے پھر بھی غالب کے نئے خطوط برابر دریافت ہوتے رہتے ہیں اس مجموعے میں نوادر پر توجہ نہیں ہے بلکہ خطوط کی ادبی اہمیت کا لحاظ رکھا گیا ہے ادبی اہمیت میں بھی ادبی خطوط غالب مرتبہ عسکری کی خالص فنی بحثوں کی بجائے غالب کی باغ و بہار نثر اور مراسلے میں مکالمے کی شان پیش نظر رکھی گئی ہے۔ عودِ ہندی غالب کی زندگی میں اور اردوئے معلیٰ انتقال کے بعد شائع ہوا ان خطوط میں منظر کشی، جزیات نگاری، نکتہ آفرینی کا ذکر سب نقادوں نے کیا اور غالب خود اپنے خطوط کی خوبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان مراسلوں میں مکالموں کی شان ہے۔

ان خطوط کے مطالعہ سے غالب کی شخصیت ان کے ماحول، مزاج اور مشاغل کا اندازہ ہوتا ہے اس کے مطالعے سے طلباء اور قاری غالب کی روح تک پہنچ سکیں گے اور اردو نثر میں عموماً اور مکتوب نگاری کی تاریخ میں خصوصاً ان خطوط کی اہمیت کا احساس کر سکیں گے۔

(۲) جعفر حسین، مرزا، (مرتبہ) ''متاعِ غالب'' (انتخاب غزلیات فارسی)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔علی گڑھ، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۷۶۔

فہرست

زیرِ نظر مجموعہ غالب کی فارسی غزلوں کا انتخاب ہے اور انتخاب کا پیمانہ ذرا وسیع رکھا گیا ہے۔ یہ انتخاب اس وجہ سے کہ محض غزلوں کا انتخاب ہے غالب کے تفکر اور تخیل کی مکمل نمائندگی نہیں کرتا لیکن اسکی افادیت اس طرح ضرور بڑھ گئی ہے کہ ظہوری، نظیری اور عرفی کی ہم طرح غزلوں سے بھی ایسے اشعار منتخب کر لئے گئے ہیں جو ان زمینوں میں بہترین اشعار کہے جاسکتے ہیں۔اس کتاب کا پیش لفظ اثر لکھنوی نے تحریر کیا ہے تعارف سید احتشام حسین نے اور مقدمہ مرزا جعفر حسین نے لکھا ہے ان شعراء کو مرزا غالب نے بھی اپنا رہنما بتایا ہے جس کا ذکر مرزا جعفر حسین نے اس کتاب کے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔اس کتاب کے آخر میں ضمیمہ اساتذۂ ایران کی ہم طرح غزلوں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

(۳) جلیل قدوائی، ایم۔اے، ''کلامِ غالب'' (نسخۂ قدوائی)

ادارہ نگارش ومطبوعات نارتھ ناظم آباد کراچی، باراول اگست ۱۹۶۰ء، صفحات ۱۰۵۔

فہرست

مرحوم جلیل قدوائی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں معلم رہے ہیں۔زیرِ نظر کتاب مرزا غالب کے اردو کلام کا انتخاب ہے۔یہ انتخاب وہ تمام کلام سامنے رکھ کر کیا گیا ہے جو اب تک مستند طور پر غالب سے منسوب ہو کر شائع ہو چکا ہے۔اس انتخاب میں غیر مطبوعہ کلام میں سے بھی کچھ نمایاں اشعار منتخب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پورے اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس انتخاب میں غالب کے وہ تمام اشعار جو ہر خوش مذاق اہلِ علم ونقاد کی زبان پہ ہیں یا اس قابل ہیں کہ جن پر غالب کی شہرت کا مدار ہے یا ہوسکتا ہے سب کے سب شامل کر لئے گئے ہیں۔

(۴) خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخابِ خطوط غالب''

مونومینٹل پبلشرز نئی دلی، اشاعت ۱۹۸۹ء، صفحات ۲۰۸۔

فہرست

(الف)حرف آغاز (ب)خطوطِ غالب کا تنقیدی مطالعہ (ج)خطوط: (۱)نواب علاؤ الدین خاں علائی (۲)مرزا ہرگوپال تفتہ (۳)میر مہدی مجروح (۴)میاں داد خاں سیّاح (۵)چودھری عبدالغفور سرور (۶)حکیم غلام نجف خاں (۷)خواجہ غلام غوث خاں بے خبر (۸)نواب حسین مرزا (۹)مرزا شہاب الدین احمد خان ثاقب (۱۰)مرزا حاتم علی مہر (۱۱)فرقانی میرٹھی (۱۲)محمود مرزا (۱۳)شہزادہ بشیر الدین (۱۴)مرزا باقر علی خاں کامل (۱۵)میر احمد حسین میکش (۱۶)میر سرفراز حسین (۱۷)نواب یوسف مرزا (۱۸)منشی ہیرا سنگھ (۱۹)مرزا قربان علی بیگ خاں سالک (۲۰)مولانا احمد حسین مینا مرزاپوری (۲۱)بابو ہرگوبند سہائے نشاط (۲۲)نواب سعد الدین خاں بہادر شفق (۲۳)نواب میر غلام بابا خاں (۲۴)منشی محمد ابراہیم خلیل (۲۵)صاحب عالم مارہروی (۲۶)منشی شیونرائن آرام (و) غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط کا عکس: (۱)علاؤالدین علائی (۲)نواب کلب علی خان (۳)نواب یوسف علی خاں ناظم (۴)نواب کلب علی خاں۔

زیرِنظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا انتخاب ہے۔ کتاب کے شروع میں غالب کے خطوط کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ خطوط کا ایسا انتخاب ہے جو غالب کے اُسلوبِ نثر کی نمائندگی کرتا ہے۔ غالب کے خطوط کا تنقیدی جائزہ میں غالب کے خطوط کا اسلوب، خطوط میں مکالمہ نویسی، اندازِ بیاں، مقفّیٰ عبارتیں، خطوط میں شعروں کے انتخاب، مرقع نگاری جیسی خصوصیات سے بحث کی گئی ہے آخر میں خطوط غالب کے چند خطوط کے عکس بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔

(۵) ذاکر حسین خان، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخابِ غالب'' (غالب کے فارسی کلام کا انتخاب)

سلسلۂ مطبوعات شعبہ اردو- دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت اول فروری ۱۹۷۰ء، صفحات ۳۲۔

فہرست

(۱)مثنویات (۲)غزلیات۔

زیرِنظر انتخابِ غالب ناتمام ہونے کے باوجود دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ذاکر صاحب کو حسن سے علاقۂ ازلی تھا وہ زندگی کی ہر اچھی چیز سے محبت کرتے تھے۔ غالب کی شاعری، ہندوستانی، ایرانی تہذیب کے حسن کا عجیب وغریب مظہر ہے۔ انھیں غالب کی بنائی ہوئی دنیا سے پیار تھا جو انھوں نے الفاظ ومعنی سے سجائی ہے۔ ذاکر صاحب الفاظ ومعنی کی اس دنیا کے رمز شناس تھے جس کی بدولت حسن کو فروغ اور لالہ کو رنگینی حاصل ہوتی ہے۔ ان کے دل کا معاملہ اس انتخابِ غالب سے بھی کھل جاتا ہے جو ناتمام ہونے کے باوجود دلچسپی سے خالی نہیں جو ذاکر صاحب کے جوہرِ ذات اور شخصیت کا بھی رازدار ہے۔ جس میں شعروں کے انتخاب سے خود ان کے خلوت کدہ ذات کا حجاب اٹھ گیا۔

(۶) سید شاہ علی احسن مارہروی، مولوی (مرحوم) ''منتخبات عودِ ہندی''

(مع مقدمہ وفرہنگ) مطبع انوار محمدی، الہ آباد، سن ندارد۔

(۷) سید شاہ علی احسن مارہروی، مولوی (مرحوم) ''انتخابِ رقعاتِ غالب'' (مع فرہنگ ومقدمہ)

بی سی دوادش شرینی، علی گڑھ۔

(۸) ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر (علیگ) ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (انتخاب وترجمہ)

شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت اول ۱۹۷۰ء، صفحات ۴۱۵۔ (غالب کی فارسی غزلیات ومثنویات کا انتخاب)

غالب صد سالہ کمیٹی، شعبہ اُردو، پٹنہ یونیورسٹی، سن ندارد۔

فہرست

(۱) سخن ہائے گفتنی از پروفیسر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی (۲) دیباچہ۔ظہیر احمد صدیقی (۳) غزلیات (۴) مثنویات (۵) مثنوی سرمہ بنیش (۶) چراغِ دیر (۷) بادِ مخالف (۸) تقریظ آئین اکبری (۹) ابر گہربار۔

ظہیر احمد صدیقی علی گڑھ کے طالب علم اور رہائشی تھے۔ پیش نظر کتاب غالب کی فارسی غزلیات اور مثنویات کا انتخاب اور اس کے ساتھ اردو ترجمہ ہے جو نقش ہائے رنگ رنگ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ پیشِ نظر کتاب غالب کی صد سالہ یادگار کے موقع کی یادگار ہے۔ جو شعبہ اردو دہلی والوں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس میں پانچ مثنویات کا انتخاب ہے اور سخن ہائے گفتنی پروفیسر خواجہ احمد فاروقی اور دیباچہ ظہیر احمد صدیقی کا لکھا ہوا ہے۔

(۹) نورالحسن ہاشمی، پروفیسر (مرتبہ) ''ریختۂ غالب یعنی انتخابِ کلامِ غالب''

نصرت پبلیشرز لکھنو، اشاعت ۱۹۸۵ء۔

فہرستِ انتخاب

(الف) مقدمہ، مکمل غزلوں کا انتخاب (ب) انتخاب بقیہ دیوان غالب (ج) انتخاب دیوان غالب نسخۂ حمیدیہ۔

زیر نظر انتخاب دیوان غالب میں آٹھ سو اشعار شامل ہیں اسکی ترتیب یوں ہے کہ پہلے غالب کی تیس معروف غزلیں مختلف ردیفوں سے منتخب کی گئی ہیں تا کہ غالب کا اندازِ بیاں پوری طرح واضح ہو جائے۔ بقیہ تمام غزلوں کا انتخاب الگ کیا گیا ہے جس میں کوشش کی گئی کہ اچھا اور معروف شعر چھوٹنے نہ پائے۔ جن اشعار میں فارسیت نمایاں ہے انکا بھی انتخاب کیا گیا ہے آخر میں نسخۂ حمیدیہ کے پر لطف اشعار کا انتخاب شامل کیا گیا ہے جن کی تعداد تیس ہے۔ اس انتخاب کے شروع میں جو مقدمہ شامل ہے

اس میں غالب کے دیوان کی درجہ بدرجہ دریافت اوراہمیت پرروشنی ڈالی گئی ہے یہ انتخاب کالجوں اور یونیورسٹیوں کی نصابی ضرورت کیلئے مفید ہے۔

(۱۰) محمود الٰہی زخمی، ڈاکٹر (علیگ)۔ پیش لفظ ''انتخاب خطوط غالب''

اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، پہلی اشاعت ۱۹۸۷ء، صفحات ۹۱۔

اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء، صفحات ۹۱۔

فہرست

(۱) میر مہدی مجروح کے نام (۲) ہرگوپال تفتہ کے نام (۳) مرزا حاتم علی مہر کے نام (۴) مرزا علاؤ الدین احمد خان علائی کے نام (۵) قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی کے نام (۶) پیارے لال آشوب کے نام (۷) غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام (۸) یوسف مرزا کے نام (۹) نواب محمد یوسف علی خان بہادر کے نام (۱۰) منشی شیو نارائن آرام کے نام (۱۱) یوسف علی خاں عزیز کے نام (۱۲) مرزا قربان علی بیگ خاں سالک کے نام (۱۳) مولانا احمد حسین مینا مرزاپوری کے نام (۱۴) محمد زکریا خاں ذکی دہلوی کے نام (۱۵) مولانا عباس رفعت کے نام (۱۶) شہزادہ بشیر الدین کے نام (۱۷) حکیم غلام نجف خاں کے نام (۱۸) نواب انوار الدولہ شفق کے نام (۱۹) نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر درخشاں کے نام (۲۰) منشی نبی بخش حقیر کے نام (۲۱) سید بدر الدین احمد کاشف کے نام (۲۲) چودھری عبدالغفور سرور کے نام (۲۳) خواجہ غلام غوث بے خبر کے نام۔

زیر نظر کتاب غالب کے اردو خطوط کا انتخاب ہے۔ اس انتخاب میں ۲۳ افراد کے نام خطوط یک جا کیے گئے ہیں۔ یہ انتخاب طلبا و طالبات کی امتحانی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے صحیح متن کے ساتھ اترپردیش اکادمی کی کوشش ہے۔ اس انتخاب میں غالب کے نمائندہ خطوط شامل کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۹۵ء والے ایڈیشن میں پیش لفظ از محمود الٰہی کا اضافہ ہے۔

(۱۱) مسعود حسین خاں، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخاب کلام غالب'' (اردو مکمل)

سرسید بک ڈپو۔ جامعہ اردو علی گڑھ، اشاعت اول ۱۹۹۱ء، صفحات ۲۲۴۔

فہرست

(۱) پیش لفظ۔ مسعود حسین خاں۔

زیر نظر مجموعہ ''انتخاب کلام غالب'' تاریخی ترتیب سے ردیف وار مرتب ہوا ہے یہ انتخاب از دیوان غالب بخط غالب ۱۸۱۶ء تا نسخۂ رام پور جدید ۱۸۵۵ء پر مشتمل ہے۔ غالب کے مکمل مجموعہ کلام کی تدوین کا کام تو امتیاز علی خاں عرشی مرحوم اور کالی داس گپتا رضا اپنے اپنے انداز میں انجام دے چکے ہیں۔ تاریخ وار مکمل انتخاب مسعود صاحب نے بڑی خوبی سے کیا ہے۔

دیوان کی ضخامت تقریباً وہی ہے جو متداول دیوان کی ہے اس انتخاب میں بھی غالب کا کل کلام تاریخی ترتیب کے ساتھ ردیف وار دیا گیا ہے قصائد، قطعات اور رباعیات کی ترتیب میں تاریخی التزام قائم رکھا گیا ہے اس طرح کہ ایک نظر میں غالب کے ذہنی ارتقاء کی ترسیم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۱۲) مغیث الدین فریدی مرحوم ''انتخابِ دیوانِ غالب''(مع شرح ومقدمہ)

سرسید بک ڈپو، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء، صفحات ۱۸۰۔

(۱۳) ممتاز حسین (مرتبہ) ''انتخابِ غالب''

اردو اکیڈمی سندھ کراچی، پہلی بار مارچ ۱۹۷۰ء، صفحات ۱۴۸۔

فہرست

(۱) تذکرہ وتبصرہ (۲) کچھ غالب کی زبانی کچھ اپنی غلط بیانی (۳) انتخاب (۴) غزلیات (۵) نوحۂ غم (۶) مرثیہ (۷) معذرت نامہ (۸) کلکتے کا ذکر (۹) قصائد (۱۰) رباعیات۔

ممتاز حسین مرحوم علی گڑھ کے رہائشی تھے۔''انتخابِ غالب'' غالب کی غزلیات، نوحۂ غم، مرثیہ، معذرت نامہ، کلکتے کا ذکر، قصائد، رباعیات کے انتخاب کے علاوہ ۶۵ صفحاب پر مبنی'' کچھ غالب کی زبانی کچھ اپنی غلط بیانی'' کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک مجموعہ ہے۔'' کچھ غالب کی زبانی کچھ اپنی غلط بیانی'' کے عنوان سے مصنف نے ۶۵ صفحات پر مشتمل غالب کے حالات اور عہد پہ روشنی ڈالی ہے اور کلام غالب کا انتخاب بھی پیش کیا گیا ہے۔

(۱۴) یوسف حسین خان، ڈاکٹر ''غزلیاتِ غالب''(انتخاب نسخۂ حمیدیہ بھوپال ایڈیشن)

غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ۱۹۷۷ء۔

غالب کی اُردو غزلیات کا انتخاب ہے۔

اشاریہ

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب

(۱) آل احمد سرور، پروفیسر، (مرتبہ) ''عکسِ غالب'' (غالب کے اردو خطوں کا انتخاب) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۳ء۔

(۲) جعفر حسین، مرزا، (مرتبہ) ''متاعِ غالب'' (انتخاب غزلیات فارسی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی-علی گڑھ، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء۔

(۳) سید شاہ علی احسن مارہروی، مولوی (مرحوم) ''انتخابِ رقعاتِ غالب'' (مع فرہنگ ومقدمہ) بی سی دوادش شرینی، علی گڑھ، سن ندارد۔

(۴) مسعود حسین خاں، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخاب کلام غالب'' (اردو مکمل) سرسید بک ڈپو- جامعہ اردو علی گڑھ، اشاعت اول ۱۹۹۱ء۔

(۵) مغیث الدین فریدی مرحوم: ''انتخابِ دیوانِ غالب'' (مع شرح ومقدمہ) سرسید بک ڈپو، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب

(۱) جلیل قدوائی، ایم-اے، ''کلامِ غالب'' (نسخۂ قدوائی) ادارہ نگارش ومطبوعات نارتھ ناظم آباد کراچی، باراول اگست ۱۹۶۰ء۔

(۲) خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخابِ خطوط غالب'' مونومینٹل پبلشرز نئی دلّی، اشاعت ۱۹۸۹ء۔

(۳) ذاکر حسین خان، ڈاکٹر (مرتبہ) ''انتخابِ غالب'' (غالب کے فارسی کلام کا انتخاب) سلسلۂ مطبوعات شعبہ اردو- دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت اول فروری ۱۹۷۰ء۔

(۴) سید شاہ علی احسن مارہروی، مولوی (مرحوم) ''منتخبات عودِ ہندی'' (مع مقدمہ وفرہنگ) مطبع انوار محمدی، الہ آباد، سن ندارد۔

(۵) ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر (علیگ) ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (انتخاب وترجمہ) شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت اول ۱۹۷۰ء، (غالب کی فارسی غزلیات ومثنویات کا انتخاب)، غالب صد سالہ کمیٹی، شعبہ اُردو، پٹنہ یونیورسٹی، سن ندارد۔

(۶) نورالحسن ہاشمی، پروفیسر (مرتبہ) ''ریختۂ غالب یعنی انتخابِ کلامِ غالب'' نصرت پبلیشرز لکھنو، اشاعت ۱۹۸۵ء۔

(۷) i۔ محمود الٰہی زخمی، ڈاکٹر (علیگ)- پیش لفظ ''انتخاب خطوط غالب'' اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، پہلی اشاعت ۱۹۸۷ء۔

ii۔ ایضاً اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء۔

(۸) ممتاز حسین (مرتبہ) ''انتخابِ غالب'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی، پہلی بار مارچ ۱۹۷۰ء۔

(۹) یوسف حسین خان، ڈاکٹر ''غزلیاتِ غالب'' (انتخاب نسخۂ حمیدیہ بھوپال ایڈیشن) غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی، ۱۹۷۷ء۔

غالب پر ناول، ڈرامہ، تمثیل، تراجم، مزاحیہ تحریریں اور سوانح

(۱) ابرارالرحمٰن قدوائی ''تصویرِ خیال'' (ڈرامہ)

قدوائی پبلشرز دہلی، اشاعت اول فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۷۲۔

فہرست

(۱) تصویرِ خیال (۲) ڈرامے کے کردار (۳) پہلا ایکٹ - ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء بعمر ۳۲ سال (۴) دوسرا ایکٹ - ماہ جون ۱۸۴۷ء بعمر ۵۰ سال (۵) تیسرا ایکٹ - ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۷ء بعمر ۶۰ سال۔

زیرِ نظر کتابچہ ۷۲ صفحات کا ڈرامہ ہے جو ۱۲ کرداروں پر مشتمل ہے یہ سب کردار مرزا غالب کی دنیا میں دخل رکھتے تھے۔ یہ کردار تاریخی حقیقتوں پر مبنی نہیں محض ایک تخیلی اور تصوراتی جھلک ہے جو مصنف نے مرزا غالب کی غزلوں میں محسوس کی ہے۔ ڈرامے میں خاص کردار مغنیہ کا ہے جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں غالب کی غزل کا ایک تصور ہے۔ مرزا غالب نے ابتداء میں فارسی غزلیں کہیں اور پھر اردو میں۔ اردو غزلیں ابتدائی دور میں مشکل زبان میں لکھی گئی تھیں بعد میں سہل زبان استعمال کی گئی۔ اس لئے مغنیہ کو پہلے ایکٹ میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اس کا لباس ایرانی طرز رکھتا ہے اسکی موسیقی بھی اس رنگ میں ہے اور ابتدا فارسی کی غزل سے ہوتی ہے۔ دوسرے ایکٹ میں لباس بدلتا ہے زبان بدلتی ہے اور طرز بدلتی ہے تیسرے ایکٹ میں سہل غزلیں ہیں اور لباس ہندوستانی اس طرح یہ ڈرامہ تکمیل پاتا ہے۔

(۲) اکبر علی خان (مرتبہ) ''چھیڑ غالب سے چلی جائے''

کتاب کار رام پور - یو۔ پی، ستمبر ۱۹۶۵ء، صفحات ۳۰۴۔

فہرست

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب:

(۱) غالب اور چودھویں - سعادت حسن منٹو (۲) مرزا غالب کے گھر میں ایک شام - محمد دین تاثیر (۳) تجھے ہم ولی سمجھتے - آل احمد سرور (۴) غالب کی محفل - عابد علی عابد (۵) دیوانِ غالب کی طباعت - مظفر حسین شمیم (۶) غالب قید میں - مظفر حسین شمیم (۷) غالب اور تیلن - حمیدہ سلطان احمد (۸) حیاتِ غالب کے چار منظر - کنور محمد اشرف (۹) اسداللہ خاں تمام ہوا - حمید احمد خاں۔

مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا؟:

(۱۰)غالب کے ساتھ اعراف میں-حزب اللہ (۱۱)غالب جنت میں-سراج احمد علوی (۱۲)غالب اپنے شارحین کے ساتھ-سید وقار عظیم (۱۳)غالب جدید شعراء کی مجلس میں-کنھیا لال کپور (۱۴)غالب پھر اس دنیا میں-فراق گورکھپوری ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے:
(۱۵)غالب کے کلام میں بیگم غالب کا حصہ-صالحہ عابد حسین (۱۶)چھیڑ غالب سے چلی جائے-فضل احمد صدیقی (۱۷)غالب اپنے کلام کے آئینے میں-ہری چند اختر، بشیر منذر (۱۸)غالب انڈکو یئے-حاجی لق لق (۱۹)دیوان غالب صاحب-فیاض عالم۔

زیرِ نظر کتاب غالب سے متعلق دلچسپ مزاحیہ تحریروں، ڈراموں اور فیچروں پر مشتمل انتخاب ہے۔ یہ مختلف افراد نے لکھی ہیں جس کی جمع و ترتیب اکبر علی خان نے کی ہے۔ یہ تحریریں کسی نہ کسی انداز میں غالب کا تعارف پیش کرتی ہیں۔ یہ تعارف کئی کتابوں سے زیادہ بہتر انداز میں کرواتی ہے۔ ان تحریروں میں کئی مقامات پر تکرار معلوم ہوتی ہے مگر یہ تکرار بعض وجوہ کی بناء پر ضروری تھی۔ بحر کیف مجموعی طور پر یہ تحریریں اپنی انفرادیت اور لطف سے خالی نہیں۔

(۳) اکبر علی خان (علیگ) ''قندِ مکرر''

انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۳۸۹ھ (۱۹۶۹ء)

(غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ)

(۴) تنویر احمد علوی، ڈاکٹر (علیگ) ''غالب کی سوانح عمری'' (خطوطِ غالب کی روشنی میں)

غالب اکیڈمی، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۴ء۔

فہرست

مشاعرے۔ص۱۱۱ (۲۷) کلکتہ سے واپسی کے بعد۔ص۱۲۰ (۲۸) مقدمہ میں ناکامی۔ص۱۲۶ (۲۹) ولیم فریزر کا قتل۔ص۱۳۸ (۳۰) نواب شمس الدین احمد خان کی گرفتاری اور پھانسی۔ص۱۴۰ (۳۱) مولانا فضل حق خیر آبادی۔ص۱۴۹ (۳۲) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ سے ادبی اور شخصی معاملات۔ص۱۵۳ (۳۳) لال قلعے کے مشاعرے۔ص۱۵۴ (۳۴) میجر جاکوب سے مراسلت۔ص۱۶۳ (۳۵) غالب اور دلی کالج کی ملازمت۔ص۱۶۸ (۳۶) غالب کا واقعہ اسیری۔ص۱۷۹ (۳۷) نواب زین العابدین خان عارف کی وفات۔ص۱۸۸ (۳۸) مظفر حسین خان کے نام ایک خط۔ص۱۹۹ (۳۹) مولوی سراج الدین کے نام۔ص۲۰۱ (۴۰) ہنگامہ ۱۸۵۷ء اور خطوطِ غالب۔ص۲۰۲ (۴۱) شہرِ آرزو کی بربادی۔ص۲۰۹ (۴۲) پنشن کی ضبطی و بازیابی۔ص۲۲۴ (۴۳) علائی کے نام خط۔ص۲۳۵ (۴۴) غالب کی آخری زندگی۔ص۲۶۰ (۴۵) بیماریوں کا ذکر اور دوسرے کوائف۔ص۲۶۹

۲۷دسمبر ۱۹۹۷ء کو ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ''غالب کے سوانحی کوائف: بعض نئے گوشے'' کے عنوان سے غالب اکیڈمی کے بانی الحاج حکیم عبدالمجید کی خواہش پر خطبہ دیا۔ اس خطبہ سے بعض ایسے پہلو سامنے آئے جن پر غالب کے سوانح نگاروں نے بہت کم توجہ دی تھی۔ غالب کے اشعار کا ذکر غالب کی سوانح عمری میں بہت کم ملتا ہے۔ ڈاکٹر علوی علیگ نے اپنے خطبے میں غالب کی تحریروں سے سفر کلکتہ کے دوران آنے والے مقامات، وہاں قیام وغیرہ کی تحقیق کی۔ خطبہ بے حد پسند کیا گیا اور یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ غالب کی سوانح کے جو گوشے ان کی سوانح عمریوں میں نہیں ملتے انہیں شائع کیا جائے۔ ڈاکٹر علوی صاحب سے درخواست کی گئی کہ اس مقالے کو آگے بڑھائیں اور غالب کی سوانح سے متعلق ضروری توسیعات کو شامل کریں۔ ڈاکٹر علوی نے مقالے کی توسیع کی ذمہ داری قبول کی اور اس میں اس قدر وسعت پیدا کی گئی کہ غالب کی ایک الگ سوانح عمری تیار ہوگئی۔ اس سوانح عمری کا ماخذ غالب کے خطوط اور تحریریں ہیں۔

(۵) جمال پاشا، احمد (مرتب) ''غالب سے معذرت کے ساتھ''

نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنو، باراول ستمبر ۱۹۶۴ء، صفحات ۲۲۲۔

مکتبہ میری لائبریری لاہور، باردوم ۱۹۸۸ء، صفحات ۲۴۰۔

فہرست

(۱) نثر (۲) معذرت (۳) انتساب (۴) پیش لفظ۔ نجم الدولہ دبیر الملک اسداللہ خاں غالب (۵) غالب کی روح اور مرچوں کا فاتحہ۔ س۔م۔ اودھ پنچ (۶) سوانح غالب۔ ہری چند اختر (۷) شعر غالب اور میاں فضلو۔ م۔م۔ع صدیقی اودھ پنچ (۸) موازنہ غالب اور میر۔ ثریا پروین (۹) غالب اور گوئٹے۔ حاجی لق لق (۱۰) غالب جدید شعرا کی مجلس میں۔ کنھیا لال کپور (۱۱) غالب اور مصرعے۔ شفیع عقیل (۱۲) غالب کے اشارے۔ خنداں (۱۳) غالب اور شریک غالب۔ وجاہت علی سندیلوی

(۱۴)مرزا غالب کا خط پنڈت نہرو کے نام-فرقت کاکوروی (۱۵)مرزا غالب ہاسٹل میں-ضیاء الدین احمد شکیب (۱۶)دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے-فلک پیا (۱۷)غالب اور تیلن-حمیدہ سلطان (۱۸)غالب کے ناخن-مظفر علی سید (۱۹)مرزا غالب پر قاتلانہ حملہ-نامحرم راز (۲۰)ہوئی مدت کہ غالب مر گیا-صالحہ عابد حسین (۲۱)غالب داورِ محشر کے سامنے-محی الدین فاروقی (۲۲)مرز ا غالب سے انٹرویو-نریش کمار شاد (۲۳)غالب کا ایک اور شعر-فکر تونسوی (۲۴)خطوط غالب-شوکت تھانوی (۲۵) کلام غالب کی شرح-اختر حسین (۲۶)غالب کی پیروڈی، غالب کے زمانے میں-حاتم علی آزاد، رضی بدایونی، حکیم آغا جان عیش (۲۷)پولیٹیکل مشاعرہ-اودھ پنچ (۲۸)چو بولے-اودھ پنچ (۲۹)طرح غالب-ظریف لکھنوی (۳۰)فرمودۂ غالب-علامہ اقبال (۳۱)مجذوب کی بڑ-یگانہ چنگیزی (۳۲)غالبیات-شوکت تھانوی (۳۳)یو۔این۔او-سید محمد جعفری (۳۴)بطرزِ غالب-مجید لاہوری (۳۵)اپنا اپنا قاتل-اکبر لاہوری (۳۶)مدعا کیا ہے؟-عاشق محمد غوری (۳۷)تماشا کہیں جسے-کوہکن (۳۸)غالب ایک ریستوران میں ایک اینگلو انڈین حسینہ کے ساتھ-راجہ مہدی علی خاں (۳۹)کاکٹیل-اے۔ڈی اظہر (۴۰)نمک دان-قاضی غلام محمد (۴۱)کاذب کا خط غالب کے نام-کاذب مالوی (۴۲)آم اور غالب-شاہد صدیقی (۴۳)تربوز-ہرفن (۴۴)بوریا نہ ہوا-آزاد بھوپالی (۴۵)نذر غالب-زبیر قریشی (۴۶)نذر غالب-عبدالوہاب فرہاد (۴۷)غزل-عابد نظامی (۴۸)مرزا غالب سے معذرت کے ساتھ-محمد افضل خاں (۴۹)اندرون خانہ-اسرار بصری (۵۰)سخن غالب شکن-ع۔غ۔شمسی (۵۱)گدھا کیا ہے؟-ریحانہ اصغری (۵۲)غالب اور انیس-سید محمد جعفری (۵۳)برنگ غالب-عظیم عباسی (۵۴)غالب باٹا شو کمپنی-راجہ مہدی علی خاں (۵۵)خامۂ طاؤس-علامہ پھکڑ (۵۶)سہیلی بوجھ پہیلی-اسرار بصری (۵۷)غالب کا بستر۔

زیرِ نظر کتاب غالب پر ۵۳ مزاحیہ مضامین کا مجموعہ معہ کارٹون ہے۔ یہ مضامین مختلف افراد کے لکھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے غالب کو اپنے مزاحیہ انداز میں دوبارہ زندہ کر کے اس چلتی پھرتی دنیا میں لا کھڑا کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر قارئین کھلکھلائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ غالب کو بیان کرنے کا نیا انداز ہے۔ اس کتاب میں غالب کے بعض اشعار کی پیروڈی بھی کی گئی ہے۔ لاہور اور لکھنو کے ان دونوں ایڈیشنوں کی فہرست میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۶) حسن، محمد، ڈاکٹر (علیگ) ''کہرے کا چاند''

شعبہ اردو-دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۶۹۔

فہرست

ایکٹ-دوسین،شکستِ آرزو - آئینہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے (۴) تیسرا ایکٹ-غرفان - برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم (۵) کردار-سترہ افراد۔

زیرِنظر کتاب''کہرے کا چاند'' تین ابواب کا اسٹیج ڈرامہ ہے جو جشنِ صد سالہ غالب کے سلسلہ کی کڑی ہے جسے آندھرا کی ساہتیہ اکادمی نے بھی قدر اول کی چیز قرار دیا ہے۔اس ڈرامے کا وقت تین گھنٹے اور تین ابواب آرزو،شکستِ آرزو،عرفان کے عنوان سے ہیں اس ڈرامے میں کل ۱۷ کردار ہیں،تماشائی،سپاہی،جواری،فقیر،چوبدار کے علاوہ ان سترہ کرداروں میں چوبدار، غالب،یوسف مرزا،بیگم،ماں،محبوبہ،داستان گو،مولانا،بزرگ،ماموں،میر کاظم،حالی،شیفتہ،آرزو،فضل حق،کوتوال اور بنسی دھر کے کرداروں پر مشتمل یہ ڈرامہ دہلی یونیورسٹی کی ایک عمدہ کاوش ہے۔

(۷) رفیعہ سلطانہ،ڈاکٹر(علیگ) ''دودِ چراغ محفل''

اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد دکن،اردو زبان اشاعت اول،صفحات ۹۰۔

فہرست

(۱)افرادِ تمثیل (۲)اثاثۂ تمثیل (۳)ہدایات مناظر

پہلا ایکٹ-آگرہ ۱۷۹۷ء تا ۱۸۱۶ء: (۱)سین پہلا (پیدائش) آگرہ کلاں محل پیپل منڈی (۲)سین دوسرا(لڑکپن) آگرہ کلاں محل پیپل منڈی (۳)سین تیسرا آگرہ کلاں محل پیپل منڈی

دوسرا ایکٹ-دہلی ۱۸۱۶ء تا ۱۸۴۷ء (جوانی): (۱)سین پہلا-نواب الٰہی بخش خان معروف کی محل سرا (۲)سین دوسرا-نواب الٰہی بخش خان معروف کی محل سرا (۳)سین تیسرا-شعبان بیگ کی حویلی،پھاٹک حبش خان،غالب کا سکونتی مکان (۴)سین چوتھا-شعبان بیگ کی حویلی،پھاٹک حبش خان،غالب کا سکونتی مکان (۵)سین پانچواں-کلکتہ(اخبار آئینہ اسکندر کا دفتر)

تیسرا ایکٹ-دہلی ۱۸۴۷ء،تا ۱۸۶۹ء(ادھیڑ پن اور بڑھاپہ): (۱)سین پہلا-دہلی (کھاری باؤلی،نواب عبدالرحمٰن کی حویلی) (۲)سین دوسرا-دہلی لال قلعہ (۳)سین تیسرا-دہلی غدر (۴)سین چوتھا-دہلی غدر کے بعد (۵)سین پانچواں-دہلی بیماری وموت۔

غالب کی حیات اور کارناموں پرمبنی ایک ڈرامہ ہے جو ۲۶ کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔اس ڈرامے کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔پہلا ایکٹ جس میں پیدائش،بچپن کے تین سین ہیں۔دوسرے ایکٹ میں پانچ سین ہیں جس میں نواب الٰہی بخش خاں کا محل سرا دکھایا گیا،شعبان بیگ کی حویلی،غالب کا سکونتی مکان،کلکتہ اخبار آئینہ اسکندر کا دفتر،کے سین دکھائے گئے۔ دوسرا ایکٹ جوانی کی زندگی اور رجحانات کا احاطہ کرتا ہے۔تیسرا ایکٹ جو ادھیڑ پن اور بڑھاپے کی زندگی کو پانچ سین میں مکمل کرتا

ہے جس میں بیماری موت غدر، غدر کے بعد، لال قلعہ سب کو ہم دیکھ سکتے ہیں۔

(۸) عبدالستار، قاضی، ڈاکٹر "غالب" (ناول)

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۶ء، صفحات ۲۶۰۔

زیرِنظر کتاب ایک ناول ہے یہ غالب کے حالاتِ زندگی پر لکھا گیا ہے۔ ناول کا پلاٹ مضبوط اور جاندار ہے۔ ہر کردار اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ موجود ہے دلی کی محفلیں، عروج وزوال کو بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا گیا ہے منظر کشی سے حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ اس ناول نے تہذیب مغلیہ کی ایک بار پھر یاد تازہ کر دی ہے۔ کہیں کہیں جہاں ضرورت سمجھی گئی غالب کے اشعار کا استعمال بھی بڑی خوبی کے ساتھ اور برمحل کیا گیا ہے۔

(۹) قمر رئیس، ڈاکٹر (علیگ) "غالب کے اُردو دیوان کی منتخب غزلیات کا ازبک ترجمہ"

غالب کی اُردو غزلیات کا ازبک ترجمہ (۱۹۶۵ء) میں کیا گیا ہے۔

(۱۰) لطیف الزماں خاں (مترجم) "مہر نیم روز (عکس مخطوطہ وترجمہ)"

ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۳ء۔

فہرست

لطیف الزماں خاں کا آبائی وطن علی گڑھ ہے۔ حکیم احسن اللہ خان بہادر شاہ ظفر کے مدارالمہام تھے۔ انہی کے ایماء پر غالب کو تیموری خاندان کی تاریخ رقم کرنے پر دربارِ شاہی میں ملازمت ملی۔ اس پر ۴ جولائی ۱۸۵۰ء کو پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی اور نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کے خطاب سے بھی نوازا گیا غالب نے تاریخ کا نام پرتوستان رکھا۔ کتاب کے پہلے حصے میں تیمور سے ہمایوں تک کا حال لکھنا طے پایا اور اس حصے کا نام "مہر نیم روز" رکھا۔ دوسرے حصہ میں اکبر تا بہادر شاہ ظفر کا حال اور اس حصے کا نام "مہر نیم ماہ" تھا اس دوسرے حصے کے لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ پہلا حصہ "مہر نیم روز" فارسی میں تھا اس کا ترجمہ لطیف الزماں خاں نے کیا ہے اور وہ اس نسخے کی روداد یوں سناتے ہیں: "سید آغا حسین علیگ رجب علی ارسطو جاہ کے بڑپوتے تقسیم ہند کے بعد جگراؤں سے ملتان آ گئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے سید عون حسین صاحب ایڈووکیٹ سے میں نے یہ مخطوطہ خرید لیا۔ رشید حسن خاں صاحب نے مخطوطہ دیوانِ غالب نسخۂ لاہور (مسروقہ) کے بارے میں ایک جملہ لکھا ہے "ملکیت بدل جانے سے نسخہ نہیں بدل جاتا" اب مہر نیم وز کا وہ مخطوطہ جسے نسخۂ ارسطو جاہ کہا جاتا تھا میری ملکیت

ہے اور اگر میں اسے نسخۂ لطیف الزماں خاں لکھوں تو حق بجانب ہوں گا۔'' (بحوالہ مہر نیم روز، دیباچہ: لطیف الزماں خاں)
یادرہے کہ غالب نے یہ نسخہ جواہر سنگھ جوہر کو بھیجا تھا۔ بقول کالی داس گپتا رضا جواہر سنگھ جوہر اور رجب علی ارسطو جاہ دونوں انگریزوں کے مخبر تھے اور دونوں ایک ہی محکمے میں کام کرتے تھے۔ جواہر سنگھ جوہر نے یہ مخطوطہ ارسطو جاہ کو دے دیا تھا۔ اس ترجمے کی اشاعت پر ڈاکٹر حنیف نقوی نے ۱۸ جنوری ۲۰۰۵ء کے خط میں لطیف الزماں خاں کو لکھا: ''پانچ جنوری کو جناب والا کا ارسال کردہ گرامی قدر علمی تحفہ یعنی ''مہر نیم روز'' کا آپ کا مرتبہ نسخہ موصول ہوا۔۔۔۔۔آپ نے بلاشبہ ایک اہم کام انجام دیا ہے جس کے لیے غالب کے شیدائی ہمیشہ آپ کے احسان مند رہیں گے۔ میری طرف سے اس قابلِ تحسین علمی وادبی خدمت کے لیے مبارک باد اور شکریہ دونوں قبول فرمائیں۔''

(۱۱) مرتضیٰ حسین بلگرامی، سید ''مکالمۂ غالب'' (ڈرامہ خطوط کے آئینے میں)

بک سنٹر ڈگی روڈ۔ علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۰ء، صفحات ۱۰۷۔

فہرست

زیرِ نظر کتاب ''مکالمۂ غالب'' مختلف سین پر مشتمل ڈرامہ ہے۔ ''غالب اپنے آئینے میں'' سید مرتضیٰ حسین بلگرامی نے غالب کی زندگی اور فکروفن کا مختصر تعارف بیان کیا ہے۔ اس ڈرامے میں ان لوگوں یا افراد کو موضوع بنایا گیا ہے جن سے غالب کی خط وکتابت رہتی تھی۔ ان سے علمی مجادلے ہوئے اور محاکمے بھی۔ طنز، تعریض، تعریف، طول کلامی سے بھی کام لیا گیا۔ غالب کے خطوط سے جہاں ان کی قادرالکلامی، وسعتِ نظر اور ان کی استعدادِ علمی کا علم ہوتا ہے وہیں ان اشخاص کی علمیت وتعلق خاطر کی حد متعین کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

غالب اپنے خطوط اور اپنی شاعری کے واسطے سے ہمارے سامنے سادگی رعنائی فکر، رنگینیٔ خیال، نازک خیالی اور جاہ جلال، درازی قد کے ساتھ آتے ہیں۔ یہی سادگی ان کی معراج اور کمال ہے۔ اس ڈرامے میں منشی نبی بخش حقیر، سید غلام حسین، قدر بلگرامی، حضرت شاہ عالم وشاہ عالم مارہروی کے تعارف کے ساتھ غالب سے مکالمہ کرتے ہیں ان کرداروں سے غالب اور ان کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے یہ کردار غالب کے خطوں سے اخذ کئے گئے ہیں اور انھیں اسٹیج ڈرامہ کیلئے ترتیب دیا گیا ہے۔

(۱۲) نورالحسن ہاشمی ''سازِ اودھی میں نغمۂ غالب''

نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۵ء، صفحات ۱۱۶۔

فہرست

(۱) پیش لفظ، غالب کا مختصر تعارف (۲) فہرست ان اشعار کی جن کا ترجمہ کیا گیا (۳) غالب کے ترانوے اُردو اور سات فارسی شعروں کا اودھی میں منظوم ترجمہ، ساتھ ہی ہر شعر کا اُردو میں مطلب اور مشکل لفظوں کے معنی بھی لکھے ہیں۔

(۱۳) نورالحسن ہاشمی (علیگ) ''غالب کاویہ کا اودھی روپ''

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء۔

(دیوناگری خط میں)

فہرست

(۱) پرستاونا از پروفیسر نذیر احمد-ص۲ (۲) پرسنگ از مولف-ص۲ (۳) غالب کا مختصر پریچے-ص۲ (۴) ترجمہ (اودھی بھاشا میں) پہلے اصل شعر، پھر مشکل لفظوں کے ہندی میں معنی، شعر کے بارے کچھ اور ترجمہ، ۱۰۰ صفحے۔

راجستھانی زبان میں غالب کے دیوان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اشاریہ

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب

(۱) اکبرعلی خان (علیگ) ''قندِ مکرر''، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ،۱۳۸۹ھ (۱۹۶۹ء)

(۲) عبدالستار، قاضی، ڈاکٹر ''غالب'' (ناول) ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۶ء۔

(۳) مرتضٰی حسین بلگرامی، سید ''مکالمہٴ غالب'' (ڈرامہ خطوط کے آئینے میں) بُک سنٹر ڈگی روڈ -علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۰ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب

(۱) ابرارالرحمٰن قدوائی ''تصویرِ خیال'' (ڈرامہ) قدوائی پبلشرز دہلی، اشاعت اول فروری ۱۹۶۹ء۔

(۲) اکبرعلی خان (مرتبہ) ''چھیڑ غالب سے چلی جائے'' کتاب کار رام پور-یو۔پی، ستمبر ۱۹۶۵ء۔

(۳) تنویر احمد علوی، ڈاکٹر (علیگ) ''غالب کی سوانح عمری'' (خطوطِ غالب کی روشنی میں) غالب اکیڈمی، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی، سال اشاعت ۲۰۰۴ء۔

(۴) i۔ جمال پاشا، احمد (مرتب) ''غالب سے معذرت کے ساتھ'' نسیم بک ڈپو-لاٹوش روڈ لکھنو، باراول ستمبر ۱۹۶۴ء۔

ii۔ ایضاً مکتبہ میری لائبریری لاہور، باردوم ۱۹۸۸ء۔

(۵) حسن، محمد، ڈاکٹر (علیگ) ''کہرے کا چاند''، شعبہ اردو-دہلی یونیورسٹی دہلی، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء۔

(۶) رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر (علیگ) ''دودِ چراغ محفل''، اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد دکن، اردو زبان اشاعت اول، سن ندارد۔

(۷) قمر رئیس، ڈاکٹر (علیگ) ''غالب کے اُردو دیوان کی منتخب غزلیات کا ازبک ترجمہ'' غالب کی اُردو غزلیات کا ازبک ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۸) لطیف الزماں خاں (مترجم) ''مہر نیم روز (عکس مخطوطہ و ترجمہ)'' ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۳ء۔

(۹) نورالحسن ہاشمی ''سازِ اودھی میں نغمہٴ غالب'' نظامی پریس لکھنو، ۱۹۸۵ء۔

(۱۰) نورالحسن ہاشمی (علیگ) ''غالب کا دیہ کا اودھی روپ''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء۔

مقالہ جات

ڈاکٹریٹ کے مقالے

(۱) غالب ابتدائی دَور، ڈاکٹر خورشید الاسلام، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء

(۲) غالب اور امیجری، صبیحہ وجاہت، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۸ء۔

(۳) کلامِ غالب کا فنی مطالعہ، فریدہ بیگم، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء۔

(۴) Evaluation of Ghalib's Persian Poetry، وارث کرمانی (شعبہ فارسی)

(۵) کاظم علی خان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ غالب پر ہے، اس کی نشان دہی خلیق انجم نے ''توقیتِ غالب'' انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۹ء کے حرفِ آغاز میں کی ہے، مگر مقالے کا نام اور سن نہیں لکھا۔

(۶) اُردو شاعری میں قنوطیت، قاضی عبدالستار، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سن ندارد، ص ۲۰۲۔
(یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو پروفیسر رشید احمد صدیقی کی زیرِ نگرانی ۱۹۵۸ء میں کیا گیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا)

ایم فل کے مقالے

(۱) نواب الٰہی بخش خاں معروف۔ حیات وخدمات، خورشید عالم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، نگران: ڈاکٹر انصار اللہ

(۲) لطیف الزماں کے کتب خانے میں ذخیرۂ غالبیات، فرح ذبیح، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء نگران: ڈاکٹر طاہر تونسوی (زکریا یونیورسٹی ملتان نے ۲۰۰۳ء میں کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے چھ مقالے غالب پر ہوئے ہیں، ایک مقالہ ایم فل کی سطح کا ہے جو غالب کے سُسر نواب الٰہی بخش خاں معروف کے حیات وخدمات پر خورشید عالم نے کیا ہے۔ یہ مقالہ ابھی تک کتابی صورت میں شائع نہیں ہوا۔ خورشید الاسلام نے غالب پر ڈاکٹریٹ کیا اس مقالے کو ۱۹۵۴ء میں ''غالب ابتدائی دور'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس مقالے کا تیسرا ایڈیشن ''غالب تقلید اور اجتہاد'' کے نام سے شائع ہوا۔ ''غالب اور امیجری'' پر صبیحہ وجاہت نے ڈاکٹریٹ کیا۔ فریدہ بیگم نے ۱۹۷۹ء میں ''کلامِ غالب کا فنی مطالعہ'' پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ فارسی میں غالب کی فارسی شاعری کے انتخاب پر وارث کرمانی نے ڈاکٹریٹ کیا جو Evaluation of Ghalib's Persian Poetry کے عنوان سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے کل صفحات ۱۲۰ ہیں۔ نو عنوانات کے تحت اس موضوع کو سمیٹا گیا ہے۔

اشاریہ

(۱) غالب ابتدائی دور، ڈاکٹر خورشید الاسلام، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء

(۲) غالب اور امیجری، صبیحہ وجاہت، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۸ء۔

(۳) کلامِ غالب کا فنی مطالعہ، فریدہ بیگم، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء۔

(۴) Evaluation of Ghalib's Persian Poetry، وارث کرمانی (شعبہ فارسی)

(۵) کاظم علی خان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ غالب پر ہے، اس کی نشان دہی خلیق انجم نے ''توقیتِ غالب'' انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۹ء کے حرفِ آغاز میں کی ہے، مگر مقالے کا نام اور سن نہیں لکھا۔

(۶) اُردو شاعری میں قنوطیت، قاضی عبدالستار، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سن ندارد، ص ۲۰۲۔

ایم فل کے مقالے

(۱) نواب الٰہی بخش خاں معروف۔ حیات وخدمات، خورشید عالم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، نگران: ڈاکٹر انصار اللہ

(۲) لطیف الزماں کے کتب خانے میں ذخیرۂ غالبیات، فرح ذبیح، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

انگریزی کتب

(1) AHMAD ALI, GHALIB (SELECTED POEMS)

Translated with an Introduction. Is. M. E. O - ROMA - 1969, page-95.

CONTENTS

(1) Acknowledgements (2) Introduction (3) Selections

(4) Urdu Test of the Selected Poems

نسخہ حمیدیہ سے کلامِ غالب کا انتخاب، دو شعر نسخہ عرشی سے بھی۔ غزلوں، قصیدوں کے کل ۲۸۸ شعروں کا ترجمہ مع اُردو متن۔ تمہید میں غالب کے فکر وفن کا مکمل جائزہ۔ ترجمہ فکر وفن کی ترجمانی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لفظی اور مطابق اصل۔

(2) AHMAD ALI, THE PROBLEM OF STYLE AND TECHNIQUE IN GHALIB

Akrash press 21-Hyder Ali Road Karachi, January 1969, Page-23.

(3) AKHTAR ANSARI, ANECDOTES FROM THE LIFE OF GHALIB

Edara Sher-o-Adab Aligarh, Second Impression, 1976, Page-36.

Published by Idara Sher-o-Adab Aligarh, First Edition 1972, Second Edition 1976, Page-36.

CONTENTS

(1) The Roof keeps Raining (2) Lets You Walk Away With My Shoes

(3) Ghalibian Tact (4) Inebriated Logic (5) The Stars Evoke Eloquence

(6) Lets His Imagination Run riot (7) Combines Generosity with Diplomacy

(8) A Sensible Question (9) Outwitting His Publish

(10) What he looked for in Mangoes? (11) No problem for Ghalib

(12) Mir versus Sauda (13) The Brooding Parrot (14) Outwitting a Friend

(15) Sorry, nothing for you (16) In Defence of Mangoes

(17) Teases his wife (18) Plays a Brick on Father-in-law

(19) Plays Chess in Ramzan (20) Bewails His lot

(21) How can You like a Donkey (22) Refuses to Budge from Delhi

(23) Serves a term of Imprisonment (24) Subsisting without Food

(25) Hauled up before a Magistrate (26) An Excusable Ourbrust

(27) Bids Farewell to the Nawab (28) Planning Ahead to Die

(29) What an Epidemic (30) Ghalibian to the very end

(4) RALPH RUSSELL AND KHURSHIDUL ISLAM, GHALIB

(Volume 1: Life and Letters) Published in London, George Allen and Unwin Ltd. Museum Street, First Edition in 1969, page-404.

CONTENTS

(1) Introduction (2) Note on Muslim Names

(3) Promunication and Translation

(5) SARDAR JAFRI, & QURAT-UL-AIN HYDER GHALIB AND HIS POETRY

Bombay Popular Prakashan, First Edition in Janujary 1970, page-92.

فہرست

(۱) پیش لفظ۔ رفیق زکریا (۲) غالب از سردار جعفری خطوطِ غالب کا ترجمہ (۳) غالب کے اُردو فارسی اشعار کا ترجمہ قرۃ العین حیدر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ انگریزی سے وابستہ رہیں اور سردار جعفری معلم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رہے۔

(6) NOORUL HASAN NAQVI, DR., (EDITED, TRANSLATED) GHALIB REVEALS HIMSELF (His life through his writing) Foreward - A.A. Suroor Publishes Aligarh Muslim University Aligarh, published in 1972, page-88.

CONTENTS

(1) Foreward - Prof A.A. Suroor (2) Acknowledgements

(3) Introduction (Noorul Hasan Naqvi) (4) Ghalib Reveals Himself

(5) Family (6) Birth (7) Marriage (8) Education

(9) Childhood (10) Journey to Calcutta (11) The Anecdote of the Bete l-nut

(12) Banaras (13) Ideals and Attainments (14) Appearance

(15) The Court of Oudh (16) Hyderabad (17) Status in the court

(18) Assignment to write History (19) Delhi after Sepoy Mutiny

(20) The Howling Wilderness (21) The wasteland (22) The pinch axe drive

(23) Divine Words (24) Pension (25) Desolation of Delhi

(26) An Allegation (27) Quality of the Name (28) Rehabilitation

(29) Heavy Repression (30) The Stigma (31) Story in Detail

(32) Visit to Rampur (33) Patient Hearing (34) Compilation of Memoirs

(35)The Case of Pension (36) A Prodential Help (37) Normally restored

(38) Lucknow, a Glamorous Town (39) Five-Pronged attack (40) A havoc of storm

(41) Trip to Rampur (42) Second visit to Rampur (43) Internment

(44) Religious faith (45) Residence (46) My letters (47) The servant

(48) Children (49) A Nose Round the Neck (50) The Relations

(51) Friends (52) Love for mangoes (53) Wine

(54) The Diet (55) Old age (54) Art of Epistle writing

(55) Mastery over Persian (56) Feet on the Stirrup

(57) Due Recognition denied (60) The Flame is Gone (61) A Sun Setting

(62) Prediction about Death (63) Derir for Eternal Delight

(64) Selection from Ghalib's Poetry.

غالب کی آپ بیتی مع انتخاب کلام اور قریب چالیس شعروں کا انگریزی ترجمہ۔

(7) WARIS KIRMANI TRADITION AND RATIONALISM IN GHALIB

Muslim University, Ali Garh, Pages 54.

(8) WARIS KIRMANI EVALUATION OF GHALIB'S PERSIAN POETRY

Department of Persian - Aligarh Muslim University Aligarh (U.P), First Edition 1972, page-120.

Ghalib Institute Dehli, 2001.

CONTENTS

(9) YUSUF HUSAIN, INTERNATIONAL GHALIB SEMINAR

All India Ghalib Centenary Committee - New Delhi, First Edition 1969-70, page-146.

CONTENTS

(10) YUSUF HUSAIN, URDU GHAZALS OF GHALIB

Ghalib Institute New Delhi, First Edition in 1977, English Page-325, Urdu Page-114.

(۱) پیش لفظ-بیگم عابدہ احمد-ص۹ تا ۱۰ (۲) دیباچہ یوسف حسین-ص۱۱ تا ۱۲ (۳) تعارف، غالب شخص-ص۱۳ (۴) غالب شاعر-ص۱۳ تا ۲۴ (۵) اُردو غزلیاتِ غالب-۲۳۴ غزلوں کے سترہ سو سے زائد اشعار کا انگریزی ترجمہ (۶) صحت نامہ-ص۳۲۲ (۷) اشاریہ-ص۳۲۳ تا ۳۲۵ (۸) اُردو غزلیاتِ غالب مع انتخاب نسخۂ حمیدیہ، بھوپال ایڈیشن، ص۱ تا ۱۱۴ (۹) اُردو غزلیات کا انگریزی ترجمہ، یوسف حسین خان، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی۔

(11) YUSUF HUSAIN, PERSIAN GHAZALS OF GHALIB

انتخاب فارسی غزلیات غالب

Ghalib Institute New Delhi, Published in 1980, page-188.

غالب کی سو غزلوں کا انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے۔

حصہ اُردو-ص۱۶۰ حصہ انگلش-ص۱۸۸

(۱) تعارف-پروفیسر نذیر احمد-ص۷ تا ۱۸ (۲) پہلا حصہ فارسی غزلوں کا انگریزی ترجمہ-۲۵۵ غزلیں-ص۱ تا ۲۸۸

(۳) دوسرا حصہ غزلوں کا فارسی متن-انتخاب فارسی غزلیات غالب، ص۹ تا ۱۶۰

اشاریہ

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب

(1) i. AKHTAR ANSARI, ANECDOTES FROM THE LIFE OF GHALIB, Edara Sher-o-Adab Aligarh, Second Impression, 1976, Page-36.

ii. // // Published by Idara Sher-o-Adab Aligarh, First Edition 1972, Second Edition 1976, Page-36.

(2) NOORUL HASAN NAQVI, DR., (EDITED, TRANSLATED) GHALIB REVEALS HIMSELF (His life through his writing) Foreward - A.A. Suroor Publishes Aligarh Muslim University Aligarh, published in 1972, page-88.

(3) WARIS KIRMANI, TRADITION AND RATIONALISM IN GHALIB, Muslim University, Ali Garh, Pages 54.

(4) WARIS KIRMANI, EVALUATION OF GHALIB'S PERSIAN POETRY, Department of Persian - Aligarh Muslim University Aligarh (U.P), First Edition 1972, page-120.

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب

(1) AHMAD ALI, GHALIB (SELECTED POEMS) Translated with an Introduction. Is. M. E. O - ROMA - 1969, page-95.

(2) AHMAD ALI, THE PROBLEM OF STYLE AND TECHNIQUE IN GHALIB, Akrash press 21-Hyder Ali Road Karachi, January 1969, Page-23.

(3) RALPH RUSSELL AND KHURSHIDUL ISLAM, GHALIB (Volume 1: Life and Letters) Published in London, George Allen and Unwin Ltd.

Museum Street, First Edition in 1969, page-404.

(4) SARDAR JAFRI, & QURAT-UL-AIN HYDER, GHALIB AND HIS POETRY, Bombay Popular Prakashan, First Edition in Janujary 1970, page-92.

(5) YUSUF HUSAIN, INTERNATIONAL GHALIB SEMINAR, All India Ghalib Centenary Committee - New Delhi, First Edition 1969-70, page-146.

(6) YUSUF HUSAIN, URDU GHAZALS OF GHALIB, Ghalib Institute New Delhi, First Edition in 1977, English Page-325, Urdu Page-114.

(7) YUSUF HUSAIN, PERSIAN GHAZALS OF GHALIB, Ghalib Institute New Delhi, Published in 1980, page-188.

مجموعی جائزہ

تیسرا باب ''علی گڑھ میں تحقیق غالب کی روایت تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں تحقیق غالب کا آغاز وارتقا، روایت، پہلا تحقیقی مضمون، کتاب اور پہلے تحقیقی مقالے کا کھوج لگانے کے ساتھ ساتھ علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کے موضوعات، غالب کی شخصیت، حالات اور زندگی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علی گڑھ میں تحقیقی کام کا تجزیہ، اہم محققین اور تحقیقِ غالب کے حوالے سے اہم ترین کتب ومضامین کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے جس کے ساتھ علی گڑھ میں غالب کے حوالے سے اب تک ہونے والے تحقیقی کام کا مکمل اشاریہ حروفِ تہجی کی ترتیب سے شامل ہے۔

علیگڑھ میں تحقیق غالب کی روایت قابلِ قدر اور قابلِ فخر ہے۔ علیگڑھ میں غالب پر ایک تسلسل سے ایسی نادر کتب منظرِ عام پر آئیں ہیں جنھیں ذخیرہ غالبیات میں سرمایۂ فخر کہا جا سکتا ہے۔ غالب شناسی کی روایت کے آغاز میں سرسید، حالی، حسرت موہانی، سہا، مجددی، ذاکر حسین، عبدالودود، سعید الدین کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ نصف صدی کے سرمایہ پر نظر ڈالیں تو غالب پر تحقیقی کام کی صورتِ حال حوصلہ افزاء نظر آتی ہے کہ غالب کی نادر تحریروں اور دستاویزات کی باز آفرینی اور ارتباط کی کوششیں قابلِ قدر اور قابلِ ستائش ہیں۔ سب سے زیادہ کام غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں منظرِ عام پر آیا۔ غالبیات کی ذیل میں منظرِ عام پر آنے والی کوششوں کو تین عنوانات میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) غالب کی اپنی تحریروں کی جمع وتدوین

(۲) سیرتِ غالب، ذاتی زندگی، احباب واسلاف

(۳) شعری اسالیب اور فکری روّیوں کی تشریح

پہلا عنوان غالب کی اپنی تحریروں اور خطوط کی تلاش وترکیب، تبصرے، حواشی، فارسی متون کا تعارف، توضیحی، تقابلی مطالعہ اور جمع وتدوین جیسی گراں قدر کوششیں سامنے آتی ہیں۔

دوسرے عنوان کے تحت تحقیقی کوششوں میں غالب کی ذات، شخصیت، حالات اور فن پہ تحقیق وتنقید پر زیادہ روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں غالب کی اپنی تحریروں کو مآخذ بنایا گیا۔ کیونکہ غالب کی زندگی اور فکر وفن کے اکثر اشارے اِنھیں میں پائے جاتے ہیں۔ نیز سیرتِ غالب میں غالب کی ذات ونجی زندگی کے ساتھ ساتھ احباب واسلاف کا تذکرہ جس میں محققین کی فکری جولاں گاہ کے ساتھ ساتھ غالب کی اپنی تحریریں مآخذ وبنیاد ہیں۔ غالب کے شخصی کوائف کی تلاشِ بسیار میں جزئیات پر توجہ دی گئی۔ جن میں غالب کی گھریلو زندگی، اخلاق وعادات، سفر، احباب، شاگرد، مقدمہ پنشن حتیٰ کہ غالب کے شائل جانور پالنے کی کا شوق اور مسلک تک کو موضوع بنایا گیا ہے۔

تیسرے عنوان کے تحت شعری تصانیف اور فکری رویوں کے سلسلے میں کئی نئے زاویے سامنے لائے گئے۔ اس حصے میں غالب کے فارسی کلام کی توسیع وتشریح بھی قابلِ قدر ہے مگر بہ نسبت فارسی اردو کلام کو زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ ساتھ ساتھ اردو نثر پر بھی خاصہ کام منظرِ عام پر آیا ہے کیونکہ غالب کے مکتوب میں ہی شعری فکر کی کئی جہتیں اور غالب کی سرگزشت سامنے آتی ہیں۔ اِس سلسلے میں غالب کے فکروفن، اُسلوب، غالب کے کلام کی تشریح کا نیا سیاق اور انتقادی جہتوں اور تعبیرات کا جواز دلکشی کا سبب ومحرک بنا اور کئی سوانح عمریاں ترتیب دی گئیں۔ علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت کو بہت فروغ ملا۔ تحقیقی کتب میں انتخاب، نظم ونثر، ناول، ڈرامہ، تمثیل، مزاحیہ تحریریں، سوانح، تراجم غرض تفہیم غالب کے کئی زاویے اور نئی جہتوں کو عالمی نظام پر متعارف کرایا گیا۔ اِن فن پاروں کی کثرتِ اشاعت استعجاب میں ڈالتی ہے جو انہیں روایت کی دائمی عناصر کی تقدیس میں پیش پیش رکھتی ہے۔

تحقیقِ غالب کے سلسلے میں کلام ونثر میں چھ درجن کتب علی گڑھ کے حوالے سے دستیاب ہوسکی ہیں۔ جن میں تقریباً ۲۶ تحقیقی کتب ہیں جو غالب شناسی کی روایت کو تسلسل سے آگے بڑھانے کی غماز ہیں۔ جن میں چھ علی گڑھ کی مطبوعہ ہیں اور ۲۰ علی گڑھ سے وابستہ کاملینِ فن کی مطبوعات ہیں۔ اس طرح شرحوں میں تین شرحیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں دو علی گڑھ کی مطبوعہ اور ایک دہلی کی مطبوعہ ہے۔ اردو شاعری سے متعلق کلامِ غالب جو کم وبیش پندرہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔ ایک مختصر اردو دیوان کی ویسے تو حالؔی سے حال تک درجنوں شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ فارسی کلام کی شروح اس کے علاوہ ہیں۔ مختلف جزوی اشعار کی شروح اور مکمل دیوان کی شروح بھی منظرِ عام پر آئیں۔ اس کے علاوہ بعض اشعار کی شرحیں جن میں غالب کے فکر وخیال کی گتھیاں سلجھائی گئیں ہیں۔ مگر علیگڑھ کے حوالے سے سرِ دست تین شروح کی نشاندہی ہوسکی ہے جن میں حسرت، سہا اور سعید الدین کا نام سرِ فہرست ہے۔ اِن شرحوں کا مقصود یہ ہے کہ مشکل اور وضاحت طلب نکات کو آسان، سلیس، سادہ زبان و اُسلوب میں بیان کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ شعر کے خاص خاص محاسن کی طرف اشارہ بھی شارح کے فرائض میں ہے۔ غیر جانبدارانہ اختصاص اور جامعیت سے رائے قائم کرنا شرح کے اُصولوں میں شامل ہیں۔ اِن اُصول وضوابط کے تحت حسرت، سہا اور سعید الدین کی شرحیں قابلِ قدر ہیں جو آزادی سے قبل لکھی گئیں اور غالب شناسی کی ذیل میں اہمیت کی حاصل ہیں۔ ان شرحوں میں مصطلحات، تلمیحات واشارات، عروضی تبصرے، محاسنِ شعری، لفظیات، اَسالیب، لسانی ساخت و پرداخت غرض فکرِ غالب کے کئی زاویے اور کئی جہتیں متعارف کرائی گئیں ہیں۔

انتخابِ نظم ونثر میں تیرہ انتخاب غالب شناسی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جن میں پانچ علی گڑھ کے مطبوعہ اور آٹھ علی گڑھ سے وابستہ افراد کی مطبوعہ ہیں جو مختلف اشاعتی اداروں سے شائع ہوئے ہیں۔ اِسی طرح غالب پر ناول، ڈرامہ، تمثیل، مزاحیہ تحریریں، سوانح اور تراجم سے متعلق ۱۳ کتب کی نشاندہی ہوسکی جن میں سے تین علی گڑھ کی مطبوعہ اور باقی دس علی گڑھ سے وابستہ

افراد کی مطبوعات ہیں جو مختلف اداروں سے شائع ہوئی ہیں۔ اِن تراجم میں ایک خاص فکری ولسانی رجحان پایا جاتا ہے یعنی عوام کے مذاق اور لسانی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تراجم کیے گئے تا کہ فکرِ غالب کی تفہیم ممکن و آسان ہو سکے۔ غالب کی نثر میں مکتوباتِ غالب کو اہمیت حاصل ہے جن میں ''مہرِ نیم روز'' کے اردو تراجم میں لطیف الزّماں خاں کا نام قابلِ توقیر ہے۔ اِسی طرح غالب کے فارسی و اردو کلام کو نورالحسن ہاشمی نے اودھ زبان کا خوبصورت روپ عطا کر کے تفہیمِ غالب کے اطراف واکناف میں اضافہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی، فارسی، بنگالی، ازبک، اودھی، راجستھانی اور دیگر علاقائی زبانوں میں بھی غالب کو پذیرائی ملی۔ انگریزی کتب میں پانچ علی گڑھ کی مطبوعہ اور چھ مختلف اداروں کی مطبوعات ہیں۔ انگریزی کتب میں غالب کے فکروفن کا جائزہ لیا گیا ہے جس میں احمد علی، اختر انصاری، رالف رسل، سردار جعفری، قرۃ العین حیدر، نورالحسن نقوی، وارث کرمانی اور یوسف حسین خان کی خدمات قابلِ افتخار ہیں۔ غالب کی صد سالہ برسی ۱۹۶۹ء پر سب سے زیادہ کتب ومضامین شائع ہوئے۔ اسی طرح دوصد سالہ جشنِ ولادت ۱۹۹۷ء پر بھی تحقیق وتعین کی عالمانہ جدوجہد کی مزید توثیق ہوئی۔ اور غالب شناسی کی گراں مائیگی مطالعۂ غالب کی سمت متعین کرتی نظر آتی ہے۔ نجی تحقیق کے علاوہ علی گڑھ کی جامعات نے بھی غالب شناسی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ راقم کی رسائی ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر آٹھ مقالہ جات تک ہوسکی ہے۔ جس میں زیادہ تر غالب کی زندگی، فکروفن، اشاریہ سازی، تہذیبی پس منظر اور دیگر پہلو تحقیق کا موضوع رہے ہیں۔

حالؔی سے حال تک کچھ معتبر نام ایسے ہیں جن کی خدمات قابلِ توقیر ہیں۔ مثلاً حالؔی، حسرت، سہا، نذیر احمد، خورشید الاسلام، قاضی عبدالودود، نورالحسن ہاشمی، انصاراللہ نظر، جلیل قدوائی، لطیف الزّماں خاں، ممتاز حسین، مسعود حسین خان، تنویر احمد علوی، محمد حسن، مرتضیٰ حسین بلگرامی، قاضی عبدالستار، خلیق انجم، امتیاز علی عرشی، عابد رضا بیدار، قمر رئیس، مختار الدین احمد، ظہیر صدیقی وغیرہ کے تصرفات وخدمات وقیع ہیں۔ جن میں اِن کتب کے علاوہ تین سو سے زائد مضامین دستیات ہوئے ہیں جو غالب شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جو مختلف کتب ورسائل میں شائع ہوتے رہے۔ علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت نہایت مستحکم ومتوازن انداز میں روبہ کمال ہے۔ جن سے آئندہ کے لیے نئے امکانات کی تخم ریزی کو اعتبار واستناد حاصل ہے۔

اس سلسلے میں اہم محققین اور ان کی کتب مثلاً مولانا الطاف حسین حالی کی ''یادگارِ غالب''، مطبع فیض عام (۱۳۱۵ھ، ۱۹۳۰ء)، مولانا حسرت موہانی کی ''شرح دیوانِ غالب''، مطبع احمدی دہلی (۱۹۰۵ء)، مولانا سہا مجددی کی ''مطالب الغالب''، شیخ مبارک علی اندرون لوہاری دروازہ لاہور (۱۹۲۶ء)، قاضی عبدالودود کی کتاب ''ماثرِ غالب''، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ، (۱۹۹۵ء)، نذیر احمد کی (مرتبہ) ''تحقیقات''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی (۱۹۹۷ء) اور نذیر احمد کی تنقیدات (مرتبہ) غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی (۱۹۹۷ء)، مختار الدین (مرتبہ) احوالِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ (۱۹۵۳ء)، ذاکر حسین، ''دیوانِ غالب'' برلن ایڈیشن (۱۹۲۵ء)، ڈاکٹر انصاراللہ نظر (مرتبہ)، ''غالب ببلیوگرافی''، علی گڑھ، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

(۱۹۷۲ء)، ڈاکٹر خلیق انجم غالب کے خطوط، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد اول تا پنجم بالترتیب (۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۹۳ء، ۲۰۰۰ء) ڈاکٹر قاضی عبدالستار، ''غالب'' (ناول)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ (۱۹۸۶ء)، ڈاکٹر کاظم علی خان، ''خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ''، کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ (۱۹۸۱ء)، وارث کرمانی Evaluation of Ghalib's Persian Poetry Aligarh Muslim University, 1972، اُسلوب احمد انصاری، ''نقش ہائے رنگ رنگ''، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی (۱۹۹۸ء)، ڈاکٹر خورشید الاسلام، ''غالب ابتدائی دَور''، انجمن ترقی اُردو، علی گڑھ (۱۹۶۰ء) قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر ۷۰ افراد کو مختصر انداز میں شامل مقالہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں متذکرہ محققین کے مطبوعہ کتب و مضامین کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے ان کے حالاتِ زندگی اور اب تک غالب پر کتب و مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی فہرست زمانی ترتیب سے دی گئی ہے۔ راقم الحروف کی رسائی ۷۰ تحقیقی کتب اور تقریباً ۲۰۰ تحقیقی مضامین کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

اسی طرح تحقیقِ غالب کی روایت کے اولین آثار کی تلاش میں سرسید احمد خان کی آثار الصنادید (۱۸۴۷ء)، تقریظ ضیاء الدین نیر ورخشاں، دیوانِ غالب اُردو (۱۸۴۱ء)، تذکرے (i) عیار الشعراء مولفہ خوب چند ذکار (ii) عمدۂ منتخبہ، مولفہ اعظم الدولہ سرور (iii) گلشنِ بے خار، مولفہ مصطفیٰ خان شیفتہ، میر تقی میر کے الفاظ، شاگردِ غالب، میر مہدی مجروح کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے غالب پر پہلا باقاعدہ مضمون سرسید احمد خان کا قرار دیا گیا جو آثار الصنادید (۱۸۴۷ء) کے پہلے ایڈیشن کے چوتھے باب ''ذکرِ بلبل نوایانِ سواد جنت آباد حضرت شاہ جہاں آباد'' کے نام سے ہے جس میں غالب اور اُن کے چار شاگردوں کا خاصا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ اس سلسلے میں فرمان فتح پوری کا مضمون ''غالب کا اولین تعارف نگار'' مشمولہ سورج جلد ۲۵، شمارہ ۴، ۵، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۲، محمد قاسم صدیقی کا مضمون ''پہلا غالب پرست'' مشمولہ سورج، جلد دوم (غالب نمبر) سورج پبلشنگ بیورو، ۲۰۰۳ء، غالب پر سرسید کا ایک سو بارہ سالہ مضمون غالب نمبر، سورج ۲۰۰۳ء، غالب کے انتقال پر پہلا مضمون، سید مسعود حسین رضوی، ۲۰۰۳ء، غالب نمبر، سورج ۲۰۰۳ء، حسرت موہانی کا رسالہ اُردوئے معلیٰ، غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم کے علاوہ دیگر کئی بنیادی وثانوی مآخذات کو زیرِ مطالعہ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح پہلی باقاعدہ مطبوعہ کتاب مولانا حالی کی ''یادگارِ غالب'' کو قرار دیا گیا ہے اسی طرح خورشید الاسلام نے سب سے پہلے غالب کو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے موضوعِ تحقیق بنایا جو پہلے ''غالب ابتدائی دَور'' (۱۹۶۰ء) اور بعد میں ''غالب تقلید اور اجتہاد'' (۱۹۷۹ء) کے نام سے شائع ہوئی۔

کتب میں شامل تحقیقی مضامین

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب میں شامل مضامین:

۱۔ غالب کی خودنوشت سوانح عمری کا ایک ورق، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، مشمولہ احوالِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۵۳ء۔

۲۔ غزل بخط غالب، امتیاز علی خان عرشی، دیوانِ غالب نسخۂ عرشی، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء۔

۳۔ خطوطِ غالب، جلد اول، طبع اول، مرتبہ مہیش پرشاد، نظرثانی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، علی گڑھ، ۶۳-۱۹۶۲ء۔

۴۔ دفتر بے مثال میں غالب کا خط، مشمولہ زبانِ ریختہ، مرتب ڈاکٹر محمد انصاراللہ، ڈپٹی عبدالغفور خان، نساخ لیتھوکلر پرنٹرس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص ۲۱-۲۲۔

۵۔ مسائل اور تجزیہ، دیوانِ غالب صدی ایڈیشن، مرتبہ مالک رام کا جائزہ، مشمولہ ادبی تحقیق رشید حسن خان، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔

۶۔ کیا کلامِ ناظم عطیۂ غالب ہے؟ ص ۶۸-۸۳، مشمولہ کلیاتِ نواب یوسف، مرتبہ زکیہ جیلانی، لیتھوکلر پرنٹرس، علی گڑھ، ۱۹۸۵ء۔ (دواوین ومنظومات بطور مضمون)

علی گڑھ سے وابستہ افراد کے شائع شدہ کتب میں شامل مضامین:

۱۔ غالب کے غیر مطبوعہ سلام وقصائد، متعارفہ، مولانا سہا مجددی (علیگ)، مشمولہ مطالب الغالب، ۱۹۲۳ء (یعنی شرح دیوانِ غالب)

۲۔ غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم، مشمولہ غالب کی اصلاح ایک مثنوی پر، مہیش پرشاد، ہندوستانی الہ آباد، جنوری ۱۹۳۵ء۔

۳۔ تحسین غالب، پیارے لال، کیفی پنڈت دتاتریہ، احوالِ غالب، ۱۹۵۳ء۔

۴۔ غالب اور ظہوری، نذیر احمد، مشمولہ تحقیقی مغالطے، دانش محل، امین الدولہ پارک لکھنؤ، طبع اول، ۱۹۵۴ء۔

۵۔ غالب کی دوغزلیں اور چوبیس متفرق شعر، حسرت موہانی، ضمیمہ دیوانِ غالب مع شرح حسرت، طبع دوم، ۱۹۶۰ء۔

۶۔ حسرت موہانی اور غالبیات، مشمولہ ادبی مقالے، کاظم علی خان، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء۔

۷۔ غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور، مشمولہ ادبی مقالے، کاظم علی خان، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء۔

۸۔ غالب اور نواب ناظم، ص ۲۸-۳۰۔

۹۔ شاگردی غالب، ص ۳۹-۴۸۔

۱۰۔ قلعۂ تعمیر کیے دستِ ہوس کاری نے در حالِ مولائے کائنات اسد اللہ خاں غالب علی ابنِ ابی طالب، ڈاکٹر وحید اختر، مرثیہ، مشمولہ کربلا تا کربلا، نصرت پبلشرز، لکھنؤ، طبع اول، ۱۹۹۱ء۔

رسائل میں شامل تحقیقی مضامین

علی گڑھ سے شائع ہونے والے رسائل میں شامل مضامین:

۱۔ رقعات مرزا غالب، بنام قدر بلگرامی، حسرت موہانی، ماہنامہ اُردوئے معلّیٰ، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۷ء۔

۲۔ نوادرِ غالب، مختار الدین، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۱۹۴۹ء۔

۳۔ دہلی سوسائٹی اور غالب، قاضی عبدالستار صدیقی، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۴۔ غالب کی ایک نعتیہ تضمین (فارسی)، وزیر الحسن عابدی، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۵۔ غالب کے چھ خط (عکس)، مختار الدین احمد، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۶۔ انتخاب کلام، توضیح، ڈاکٹر مختار الدین، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۷۔ آثارِ غالب، قاضی عبدالودود، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۸۔ دو فارسی شعروں کے مطالب بقلم غالب (آثارِ غالب) قاضی عبدالودود، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۹۔ برہان قاطع کا قصہ، مولوی مہیش پرشاد، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۰۔ خط بنام غالب مع جوابات (تین) مہیش پرشاد، اُردو ادب، علی گڑھ، جنوری، اپریل ۱۹۵۱ء۔

۱۱۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب، مختار الدین، اُردو ادب علی گڑھ، جولائی تا ستمبر ۱۹۵۲ء۔

۱۲۔ غالب اور ظہوری، ڈاکٹر نذیر احمد، اُردو ادب علی گڑھ، جولائی تا ستمبر ۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ عرفی اور اس کا اثر غالب پر، نذیر احمد، اُردو ادب، علی گڑھ، جون ۱۹۵۳ء۔

۱۴۔ نظیری اور اُس کا اثر غالب کی شاعری پر (قسط دوم)، نذیر احمد، اُردو ادب، علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء۔

۱۵۔ // // // ۱۹۵۷ء۔

۱۶۔ نذرِ غالب (نظم)، اسکالر پیروڈی نمبر، احمد جمال پاشا، سرسید ہال، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء۔

۱۷۔ غالب کے کلیاتِ فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ، قاضی عبدالودود، مجلّہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۶۰ء۔

۱۸۔ غالب کا ایک فارسی قصیدہ، قاضی عبدالودود، ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء۔

۱۹۔ خمسۂ غالب (اُردو) نظم، ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ اگست ۱۹۶۱ء۔

۲۰۔ تیغِ تیز، قاضی عبدالودود، سہ ماہی فکر ونظر علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء۔

۲۱۔ دیوانِ غالب اور اُردو غزل، مجنوں گورکھ پوری، علی گڑھ میگزین، ۶۱-۶۰-۱۹۵۹ء۔

۲۲۔ حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں، محمد ضیاءالدین انصاری، علی گڑھ میگزین غالب نمبر، ۱۹۶۱ء۔

۲۳۔ خمسۂ غالب۔۔۔تعمیر آدھی رہ گئی، امتیاز علی عرشی، علی گڑھ میگزین غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۲۴۔ آبِ حیات میں مرزا کے ذاتی حالات، انصار اللہ، فکر ونظر (غالب نمبر) علی گڑھ یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد ۹، شمارہ مسلسل نمبر ۳۴، ۱۹۶۹ء۔

۲۵۔ حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں، ضیا الدین انصاری، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، نگران آل احمد سرور، اچل تال، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۲۶۔ غالب کے نانا، پروفیسر مسعود حسین خان، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۶۹ء۔

۲۷۔ غالب اور سرسید، فرخ جلالی، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۲۸۔ تحولِ شعر فارسی غالب دہلوی، وارث کرمانی، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کے رسائل میں شائع ہونے والے مضامین:

۱۔ غالب کا غیر مطبوعہ کلام، چار غزلیں، مجنوں گورکھ پوری/عبدالباری آسی، ایوان، گورکھ پور، جنوری ۱۹۳۱ء۔

۲۔ مرزا غالب کے بچپن کی ایک تحریر (غالب کا قدیم ترین مکتوب، فارسی)، نذیر احمد، زمانہ کانپور، جولائی ۱۹۳۶ء۔

۳۔ مرزا غالب کے غیر مطبوعہ اشعار، ڈاکٹر مختار الدین احمد، رسالہ ایشیا، میرٹھ، ۱۹۴۰ء۔

۴۔ // // رسالہ ہمایوں، لاہور، جنوری ۱۹۴۱ء۔

۵۔ غالب اور میر مفتی محمد عباس، مختار الدین، سالنامہ آج کل، نئی دنیا، اگست ۱۹۵۱ء۔

۶۔ غالب کے تین غیر مطبوعہ فارسی خطوط، مختار الدین احمد، آج کل دہلی، مئی ۱۹۵۲ء۔

۷۔ // // غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم۔

۸۔ مرزا غالب کی تصویریں، مختار الدین، آج کل غالب نمبر، ایڈیٹر جوش ملیح آبادی، پبلی کیشنز، ڈویژن دہلی، جلد ۱۰، شمارہ ۷، فروری ۱۹۵۲ء۔

۹۔ مرزا غالب کے بچپن کی ایک نادر تحریر (غالب کا قدیم ترین مکتوب، فارسی)، نذیر احمد، ہمایوں لاہور، جنوری ۱۹۵۳ء۔

۱۰۔ تضمین برغزل حضرت غالب، مغیث الدین فریدی، آج کل دہلی، مئی ۱۹۵۳ء۔

۱۱۔ مرزا غالب سے ایک ملاقات، مختار الدین، آج کل دہلی، فروری ۱۹۵۳ء۔

۱۲۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں، مختار الدین، آج کل دہلی، فروری ۱۹۵۵ء۔

۱۳۔ غالب کی ایک مہر، مختار الدین، آج کل، فروری ۱۹۵۶ء۔

۱۴۔ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں، مختار الدین، نقوش، لاہور، مکاتیب نمبر، جلد ا، نومبر ۱۹۵۷ء۔

۱۵۔ // // غالب کی نادر تحریریں، خلیق انجم۔

۱۶۔ فغانِ بے خبر میں غالب کا ذکر، مختار الدین، آج کل دہلی، غالب نمبر، ایڈیٹر بال مکند عرش، ڈائریکٹر پبلی کیشنز ڈویژن دہلی، جلد ۱۶، شمارہ ۷، فروری ۱۹۵۸ء۔

۱۷۔ غالب، علی گڑھ، پندرہ روزہ، مدیر: کنور اخلاق محمد خان شہر یار، دوسرا شمارہ، ۲۲ نومبر ۱۹۵۹ء۔

۱۸۔ غالب کے اشعار فارسی کا ایک مجموعہ، قاضی عبدالودود، سہ ماہی فکر ونظر، اپریل ۱۹۶۰ء۔

۱۹۔ غالب کی قیام گاہیں، خلیق انجم، اُردوئے معلیٰ، شمارہ ا، جلد اول (غالب نمبر) مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، ۱۹۶۰ء۔

۲۰۔ غالب کے خطوط (آٹھ)، مختار الدین احمد، نقوش لاہور، دس سالہ نمبر، اپریل ۱۹۶۰ء۔

۲۱۔ غالب کے ایک شاگرد، مولانا بیدل، خواجہ احمد فاروقی، اُردوئے معلیٰ، غالب نمبر (حصہ اول)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ا شمارہ ا، فروری ۱۹۶۰ء۔

۲۲۔ غالب اور بے صبر، خواجہ احمد فاروقی، اُردوئے معلیٰ، غالب نمبر (حصہ اول)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ا شمارہ ا، فروری ۱۹۶۰ء۔

۲۳۔ غالب کے چند غیر مطبوعہ فارسی رقعات حضرت غمگین کے نام، خواجہ احمد فاروقی، اُردوئے معلیٰ، غالب نمبر (حصہ اول)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ا شمارہ ا، فروری ۱۹۶۰ء۔

۲۴۔ غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر، مختار الدین، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ دوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۲-۳، فروری ۱۹۶۱ء۔

۲۵۔ غالب کا ایک شعر (غیر مطبوعہ)، نورالحسن ہاشمی، اُدوئے معلیٰ، دہلی، فروری ۱۹۶۱ء۔

۲۶۔ مرزا غالب کے بچپن کی ایک تحریر (غالب کا قدیم ترین مکتوب، فارسی)، نذیر احمد، معارف اعظم گڑھ، ۱۹۲۶ء۔

۲۷۔ غالب ذوق اور ناسخ، انصار اللہ، افکار کراچی (غالب نمبر)، مدیر صہبا لکھنوی، مکتبہ افکار کراچی، شمارہ ۱۷۵-۱۷۴، سال ۲۱، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۲۸۔ غالب کے خط، ایک قدیم مجموعے میں، مختارالدین، آج کل دہلی، مارچ ۱۹۶۷ء۔

۲۹۔ نذرِ غالب، سردار جعفری، گفتگو، بمبئی، شمارہ ۵، فروری ۱۹۶۸ء۔

۳۰۔ دیوانِ غالب اُردو مع شرح، حسرت موہانی، شاعر (غالب نمبر)، بانی علامہ سیماب اکبرآبادی، مکتبہ قصر الادب، بمبئی، جلد ۴۰، شمارہ ۳-۲، فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔

۳۱۔ مرزا غالب دہلی کالج میں، قمر رئیس، شمع حیات (غالب نمبر)، مدیر عظمت اللہ خان، دلّی کالج دلّی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔

۳۲۔ دیوانِ غالب بخط غالب، ضیا احمد بدایونی، اُردوئے معلّٰی، غالب نمبر، حصہ سوم، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۳۔ غالب کا سکہ شعر، خواجہ احمد فاروقی، صحیفہ، غالب نمبر (حصہ اول) مدیر: ڈاکٹر وحید قریشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، چھالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔

۳۴۔ امام بخش صہبائی، معاصرِ غالب، ضیا احمد بدایونی، اُردوئے معلّٰی، غالب نمبر، حصہ سوم، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۵۔ حضرت غوث علی شاہ قلندر کی رند بلانوش سے ملاقات، مختارالدین احمد، شبستان، اُردو ڈائجسٹ (غالب نمبر)، مع دیوانِ غالب مصور، لال کنواں، دہلی، ۱۹۶۹ء۔

۳۶۔ نسخۂ گل رعنا بخط غالب، اکبر علی خان عرشی زادہ، اُردوئے معلّٰی، حصہ سوم، غالب نمبر، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۷۔ غالب اور علی گڑھ، انیس جہاں نور، الماس سالنامہ (غالب نمبر)، نگران سید ابوتراب خطائی ضامن، ویمن کالج میسور، ۱۹۶۹ء۔

۳۸۔ دیوانِ غالب کا متنازعہ نسخہ، انصاراللہ، ہماری زبان، ۲۲ دسمبر ۱۹۷۰ء۔

۳۹۔ دیوانِ غالب نسخہ عرشی۔ ایک جائزہ، انصاراللہ، ہماری زبان، یکم اگست ۱۹۷۰ء۔

۴۰۔ دیوانِ غالب کا نو دریافت مخطوطہ، انصاراللہ، ہفتہ وار ہماری زبان، ۱۵، اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۴۱۔ // // // ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۴۲۔ // // // نومبر ۱۹۷۰ء۔

۴۳۔ دیوانِ غالب کے بھوپالی نسخے، انصاراللہ، ہماری زبان، ۸ فروری ۱۹۷۱ء۔

۴۴۔ ڈاکٹر بجنوری اور تدوین دیوانِ غالب، ڈاکٹر احمد لاری، قومی زبان، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو کراچی، جلد ۴۳، شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۱ء۔

۴۵۔ غالب اور قلعہ معلّٰی، ڈاکٹر خلیق انجم، تحریر (غالب نمبر)، مرتب مالک رام، پریس لال کنواں دہلی، جلد ۵، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔

۴۶۔ محاسنِ خطوطِ غالب، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۱، شمارہ۱-۲، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، جنوری اپریل ۱۹۷۶ء۔

۴۷۔ شعاع مہر اور اس کی روشنی میں جہانِ غالب، کاظم علی خان، ہماری زبان، جولائی ۱۹۷۹ء۔

۴۸۔ نادراتِ غالب کا تحقیقی جائزہ، کاظم علی خان، ہماری زبان، ۸ اگست ۱۹۷۹ء۔

۴۹۔ غالب کا قیامِ لکھنؤ تحقیق کی روشنی میں، کاظم علی خان، ہماری زبان، یکم مارچ ۱۹۸۰ء۔

۵۰۔ غالب اور عہد غالب، محمد حسن، آج کل نئی دہلی، ۱۹۸۰ء۔

۵۱۔ غالب کے بعض غیر معروف ادبی آثار، کاظم علی خان، ہماری زبان، جولائی ۱۹۸۰ء۔

۵۲۔ مفتی صدرالدین آزردہ کی کچھ نایاب وکمیاب تحریریں، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جولائی ۱۹۸۱ء۔

۵۳۔ نقد قاطع برہان (مسلسل کتاب)، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۵۴۔ عودِ ہندی کا ایک پراسرار ایڈیشن، خلیق انجم، آج کل نئی دہلی، فروری ۱۹۸۱ء۔

۵۵۔ حکیم احسن اللہ خان اور غالب، کاظم علی خان، ہماری زبان، نومبر ۱۹۸۱ء۔

۵۶۔ غالب کے گم شدہ خطوط، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۱ء۔

۵۷۔ اُردوئے معلیٰ حصہ اول طبع اول میں خطوط کی تاریخیں، کاظم علی خان، نیا دور لکھنؤ، اگست ۱۹۸۱ء۔

۵۸۔ رواں تلفظ اور معانی، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۲، شمارہ۲، ۱۹۸۱ء۔

۵۹۔ تیغ تیز پر ایک نظر، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۲ء۔

۶۰۔ غالب کے فارسی قصائد، تنویر احمد علوی، غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۶۱۔ نقدِ قاطع برہان، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۶۲۔ حدائقِ نظارہ پر غالب کا دیباچہ، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۳ء۔

۶۳۔ نقدِ قاطع برہان، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۶۴۔ غالب فرہنگ نگار کی حیثیت سے، غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۶۵۔ پنج آہنگ کا تحقیقی مطالعہ، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۶۶۔ عہدِ غالب میں تاریخ گوئی کا فن، مغیث الدین فریدی، غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۶۷۔ غالب کا ایک اُردو خط کے چند لغوی مسائل، نذیر احمد، جلد۸، شمارہ۲، ۱۹۸۷ء۔

۶۸۔ پنج آہنگ کا آہنگِ دوم، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۹، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۸ء۔

۶۹۔ کچھ غالب کے بارے میں، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۹ شمارہ۲، ۱۹۸۸ء۔
۷۰۔ غالب کے فارسی خطوط (چند نئے تراجم)، مترجم لطیف الزماں خاں، ارتقا، پہلا ایڈیشن، مطبوعات ادارہ فوکس بک سنٹر کراچی، ۱۹۸۹ء۔
۷۱۔ کچھ سیاح شاگردِ غالب کے بارے میں، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۱۰، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۹ء۔
۷۲۔ غالب کے تذکرہ نویس، انصار اللہ، غالب نامہ، جلد۱۰، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۹ء۔
۷۳۔ تفتہ کی تضمین گلستاں، غالب نما، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۱۱، شمارہ۱، ۱۹۹۰ء۔
۷۴۔ لفظ بے رنگ غالب کے ایک شعر میں، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۱ء۔
۷۵۔ غالب کے ایک نایاب خط کے بارے میں چند توضیحات، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔
۷۶۔ غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں (تعارف وجائزہ)، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۷۷۔ غالب کے ایک خط کے بعض امور کی توضیح، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۷۸۔ غالب کے فارسی خطوط، تنویر احمد علوی، غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۷۹۔ نذرِ غالب اور نظارہ عصرِ حاضر، شان الحق حقی، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد۶۳، شمارہ۲۰، ۱۹۹۲ء۔
۸۰۔ مکتوب غالب بنام حکیم ظہیر الدین دہلوی، اکبر علی خان عرشی زادہ، غالب ششماہی، ادارہ یادگارِ غالب کراچی، شمارہ۶-۱۰، ۱۹۹۲ء۔
۸۱۔ عہدِ غالب کے فکری اور تہذیبی مسائل، محمد حسن، غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۸۲۔ غالب اور مارہروی، ایم حبیب خان، غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۸۳۔ دستنبو اور غالب ودساتیر، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۴، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۳ء۔
۸۴۔ غالب کے بعض اُردو خطوط سے متعلق کچھ علمی وادبی مسائل، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۴ء۔
۸۵۔ غالب اور قاضی عبدالودود، مختار الدین، غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۵ء۔
۸۶۔ اُردو نثر میں غالب کے ادبی آثار، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۵ء۔
۸۷۔ سلاجقہ اور غالب دہلوی کی حداعلیٰ سلطان برکیارق سلجوقی، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۵ء۔
۸۸۔ غالب شناسی کے نام (ایک خط)، لطیف الزماں خاں، پندرہ روزہ ہزارہ ٹائمز، یکم جون ۱۹۹۶ء۔
۸۹۔ غالب کے ایک خط کے چند علمی مسائل، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔
۹۰۔ مرزا غالب لندن میں (ریڈیائی تمثیلچہ)، شان الحق حقی، سورج، لاہور، تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور،

اپریل مئی ۱۹۹۶ء۔

۹۱۔ شرح کلامِ غالب، مولانا فضل الحسن حسرت موہانی، اُردو ادب ماہنامہ (دوصد سالہ سالگرہ غالب نمبر)، اُردو ادب، لندن، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۹۲۔ حضرت غوث علی شاہ کی رندِ بلانوش سے ملاقات، مختار الدین، اُردو ادب ماہنامہ (دوصد سالہ سالگرہ غالب نمبر)، اُردو ادب، لندن، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۹۳۔ غالب کا ایک معاصر، مختار الدین، غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۸ء۔

۹۴۔ اُنیسویں صدی کے ادبی معرکے- انشا سے غالب تک، ایم حبیب خان، غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء۔

۹۵۔ غالب کا سفر کلکتہ، لطیف الزماں خاں، ماہِ نو (غالب نمبر)، مطبوعات پاکستان، لاہور، ۱۹۹۸ء۔

۹۶۔ غالب کے ادبی معرکے، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء۔

۹۷۔ دیوانِ غالب مرتبہ مالک رام، انصار اللہ، جامعہ، مدیر شمیم حنفی، دریا گنج، دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔

۹۸۔ غالب کے تین اہم ادبی معرکے، خلیق انجم، غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۸ء۔

۹۹۔ غالب کی ایک کم یاب تصنیف، مختار الدین، جامعہ، مدیر شمیم حنفی، دریا گنج، دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔

۱۰۰۔ فارسی زبان میں غالب کے قصیدہ ہائے حمد ونعت ومنقبت، تنویر احمد علوی، غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۹ء۔

۱۰۱۔ مہرِ نیم روز، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۹ء۔

۱۰۲۔ غالب کی ایک دل پسند فارسی فرہنگ، سرمۂ سلیمانی، نذیر احمد، غالب نامہ، جلد ۲۲، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۱ء۔

۱۰۳۔ مکاتیبِ غالب کے تین زاویے، محمد حسن، غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، جولائی ۲۰۰۳ء۔

۱۰۴۔ غالب کے جعلی خطوط، خلیق انجم، غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، جولائی ۲۰۰۳ء۔

۱۰۵۔ خطوطِ غالب کے اولین ایڈیشن، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد ۲۵، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۴ء۔

۱۰۶۔ مہرِ نیم روز تحقیق کی روشنی میں، کاظم علی خان۔

۱۰۷۔ غالب اور معروف دہلوی، کاظم علی خان۔

۱۰۸۔ شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین خان دہلوی، مختار الدین، نقوش، لاہور۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، ''غالب کا اولین تعارف نگار''، سورج، القمر، لاہور، جلد۲۵، شمارہ۴-۵، ۱۹۹۶ء، ص۱۶۲تا۱۶۴، ''غالب اور سرسید'' مطبوعہ ماہ نو، کراچی، فروری۱۹۵۱ء۔

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''غالب کے اولین تعارف نگار''ص۱۶۲۔

۳۔ ''یادگارِ غالب''، تاج بک ڈپو، لاہور، سن ندارد، ص۱۳۸۔

۴۔ فرمان فتح پوری، ''غالب کے اولین تعارف نگار''، ص۱۶۴۔

۵۔ فرمان فتح پوری، ''غالب کے اولین تعارف نگار''، ص۱۶۴۔

۶۔ مالک رام، ''ذکر غالب''، طبع سوم، کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی، ص۱۶۴۔

۷۔ دیباچہ دیوانِ غالب اُردو، نسخۂ عرشی، ص۹۳-۹۶۔

۸۔ ایضاً

۹۔ i۔ مالک رام، ''تلامذۂ غالب''، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص۲۸۸، ۲۸۹۔

ii۔ کاظم علی خان ''غالب اور نیر ورخشاں''، آج کل، دہلی، دسمبر۱۹۸۰ء، ص۳۴ تا۴۰۔

iii۔ ''غالب اور معروف دہلوی''، جامعہ، نئی دہلی، ستمبر۱۹۸۰ء، ص۴۴۷تا۴۵۳۔

۱۰۔ سید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، اُردو اکادمی، دلی، طبع ۱۹۹۰ء، ص۱۲۱ تا ۱۴۳۔

۱۱۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ ''غالب نکتہ داں''، دانیال، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص۳۱۔

۱۲۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ''سرسید احمد خان اور غالب''، معارف پریس، اعظم گڑھ، طبع اول، ۱۹۷۷ء، ص۱۰۔

۱۳۔ // // // ص۱۱، ''آثار الصنادید'' مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، ص۱۲۱-۱۲۴۔

۱۴۔ i۔ // // // ص۱۲۔

ii۔ کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص۳۶۴۔

۱۵۔ ''آثار الصنادید''، سنٹرل بک ڈپو، دہلی، چوتھا ایڈیشن، ۱۹۶۵ء، ص۵۸۷تا۵۸۸۔

۱۶۔ // // //

۱۷۔ صباح الدین عبدالرحمٰن: ''سرسید احمد خاں اور غالب''، ص۱۳۔

۱۸۔ ''تقریظ''، نیر ورخشاں، مشمولہ ''دیوانِ غالب''، سید الاخبار، ۱۸۴۱ء، ''آثار الصنادید'' مرتبہ خلیق انجم، ص۱۲۱تا۱۴۴۔

۱۹۔ فرمان فتح پوری، ''غالب کا اولین تعارف نگار''، سورج ۱۹۹۷ء، ص۱۶۴۔

۲۰۔ ''غالب کے انتقال پر پہلا مضمون''، مسعود حسین رضوی، سورج، ۲۰۰۳ء، ص ۴۵۱۔
۲۱۔ معین الرحمٰن، ''غالب کے بعد ان پر پہلا مضمون''، نقوش غالب نمبر، ادارہ فروغ اُردو، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۶۶۶۔
۲۲۔ ادبی دنیا، لاہور، ۱۹۶۴ء، شمارہ روز از دھم، ص ۷۷۔
۲۳۔ محمد قاسم صدیقی، ''پہلا غالب پرست''، سورج پبلی کیشنز بیورو، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۳۔
۲۴۔ رشید حسن خان، ''یادگارِ غالب''، مشمولہ غالب نامہ، ص ۱۹۔
۲۵۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء، ص ۳۶۱۔
۲۶۔ ڈاکٹر منور حسین، ''شعبۂ اُردو ایک تعارف''، سہ ماہی فکر و آگہی، دہلی، علی گڑھ نمبر ۲۰۰۰ء، ص ۵۵۷ تا ۵۶۳۔
۲۷۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۳۶۱۔
۲۸۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، ص
۲۹۔ اُردوئے معلٰی، حصہ دوم، غالب مطبع مجتبائی، دہلی، طبع اول مطبوعہ اپریل ۱۸۹۹ء، نیز ٹائٹل صفحہ آخر، خطوط غالب کا تحقیقی مطالعہ، ص ۵۳ (مع حاشیہ نمبر ۱۵) صفحہ ۵۹۔
۳۰۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نکتہ داں، ۱۹۹۷ء، ص ۳۲۔
۳۱۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص ۳۶۳۔
۳۲۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، مجلّہ غالب، مرتب مختار زمن، یادگارِ غالب، کراچی، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۹۔
۳۳۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۱۴۹-۱۵۰۔
۳۴۔ i۔ کاظم علی خاں، ''غالب اور علی گڑھ''، ص ۳۶۵۔
ii۔ مقالات قاضی عبدالودود (جلد اول)، مرتبہ کلیم الدین احمد، بہار اُردو اکیڈمی، پٹنہ، ۱۹۷۷ء، ص ۶۔
۳۵۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۰۔
۳۶۔ // // ص ۱۵۱۔
۳۷۔ پروفیسر محمد حسن: ''غالب اور غالب آفرینی''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، سلور جوبلی نمبر، جلد ۱۷، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۶ء، ص ۹۔
۳۸۔ // // ص ۸ تا ۱۳۔
۳۹۔ مسلم یونیورسٹی سے مرزا کے متعلق رسالہ فکر ونظر، علی گڑھ، مارچ ۱۹۹۱ء، ص ۹۷۔
۴۰۔ ''تبصرے تعارف اور مقدمات رشید احمد صدیقی''، مرتبین: م۔ ندیم شمسی (علیگ) لطیف الزماں خاں، ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۲۰۰۳ء۔

۴۱۔ // // //

۴۲۔ آل احمد سرور: ''پیش لفظ، غالب ببلیو گرافی''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء۔

۴۳۔ انصار اللہ: ''معتمد الدولہ آغا میر''، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، اگست ۱۹۸۸ء، ص ۵۵۔

۴۴۔ میں کیا میری حیات کیا حصہ دوم، مصنفہ ڈاکٹر اطہر صدیقی، حصہ اول، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء۔

۴۵۔ صباح الدین: ''مولانا عرشی اور غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، جلد دوم، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء، ص ۱۲۳، اصغر عباس، غالب اور علی گڑھ، غالب، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۰۔

۴۶۔ خلیق انجم: ''پروفیسر خواجہ احمد فاروقی''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۹۔

۴۷۔ خلیق انجم: ''غالب کے خطوط'' (جلد پنجم)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، حرف آغاز، ص ۹۔

۴۸۔ خلیق انجم: ''حرفِ آغاز، غالب کے خطوط''، جلد پنجم، ۲۰۰۰ء۔

۴۹۔ خلیق انجم، ''خواجہ احمد فاروقی''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۹-۲۶۔

۵۰۔ ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری: ''ذاکر حسین عزیزانِ علی گڑھ''، تیسرا کارواں، ۸۸-۱۹۸۷ء، ص ۲۱۹۔

۵۱۔ // // ص ۲۳۱-۲۳۲۔

۵۲۔ کاظم علی خان: ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نامہ، ص ۳۶۲۔

۵۳۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۴۸-۱۴۷۔

۵۴۔ جناب مظہر امام، ''یکے از شارحین غالب مولانا سہا''، غالب نامہ، جولائی ۱۹۹۳ء، ص ۱۷-۷۵۔

۵۵۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ''، شمارہ ۱۹، ص ۲۰، ص ۱۴۶۔

۵۶۔ // // ص ۱۴۶۔

۵۷۔ سعید الدین: ''مقدمہ مطالب الغالب''، یونائیٹڈ پبلشنگ لاہور، ۱۹۵۲ء۔

۵۸۔ صباح الدین: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' ص ۲۸۳-۲۸۴۔

۵۹۔ سہا مجددی: ''مطالب الغالب''، ۱۹۲۳ء، شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور، ۱۹۳۱ء۔

۶۰۔ مظہر امام: ''یکے از شارحین غالب مولانا سہا''، مشمولہ غالب نامہ، جولائی ۱۹۹۳ء، ص ۷۳۔

۶۱۔ // // ص ۷۳۔

۶۲۔ مقدمہ مطالب الغالب از سہا، ۱۹۲۳ء۔

۶۳۔ قمر الہدیٰ فریدی، ''سجاد علی انصاری''، عزیزانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں، جلد دوم، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۔

۶۴۔ اصغر عباس، غالب اور علی گڑھ، ص۱۶۴۔

۶۵۔ قمر الہدیٰ فریدی، ''سجاد انصاری''، عزیزانِ علی گڑھ، ۱۹۹۱ء، ص۲۸۔

۶۶۔ شعلہ مستعجل، مشمولہ محشرِ خیال، ص۳۰۔

۶۷۔ صباح الدین، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں، مولانا شبلی اور غالب''، معارف، اعظم گڑھ، جلد اول، ۱۹۷۷ء، ص۱۶۲۔

۶۸۔ سر سید اور اُردو لٹریچر، مشمولہ مقالاتِ شبلی، جلد دوم، ص۵۹، ۶۰۔

۶۹۔ مولانا شبلی نعمانی، ''موازنہ انیس و دبیر''،

۷۰۔ صباح الدین، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں، مولانا شبلی اور غالب''، ص۱۶۶۔

۷۱۔ مکاتیبِ شبلی، جلد اول، ص۳۲۴۔

۷۲۔ امیر عارفی، پروفیسر، پیش لفظ، خواجہ احمد فاروقی (بیسویں صدی کی ممتاز شخصیت)، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص۱۱۔

۷۳۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: مولانا ضیا احمد بدایونی، مالک رام، عزیزانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں، جلد اول، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۸ء، ص۳۷۴۔

۷۴۔ // // //

۷۵۔ کاظم علی خان: ''غالب شناسی اور مولانا حسرت موہانی'' غالب نامہ، جلد۹، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۸ء، ص۱۴۷۔

۷۶۔ کاظم علی خان: ''غالب شناسی اور حسرت موہانی''، غالب نامہ، جلد۹، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۸ء، ص۱۴۷-۱۴۹۔

۷۷۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ: ''غالب ببلوگرافی''، طبع ۱۹۷۲ء، حصہ اول، علی گڑھ، ص۴۵، کاظم علی خان: ''غالب شناسی اور حسرت موہانی''، ص۱۴۹۔

۷۸۔ // // ص۱۴۷-۱۵۳۔

۷۹۔ کاظم علی خان: ''غالب شناسی اور حسرت موہانی''، ص۱۴۹۔

۸۰۔ حسرت موہانی: ''شرح دیوانِ غالب''، ۱۹۱۱ء، ص (دیباچہ)۔

۸۱۔ صباح الدین: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' (حصہ اول)، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء، ص۱۵۵۔

۸۲۔ صباح الدین: ''حسرت اور غالب''، غالب مدح وقدح کی روشنی میں، حصہ اول، ص۱۱۹-۱۲۰۔

۸۳۔ صباح الدین: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' ص۱۵۶۔

۸۴۔ صباح الدین: ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' ص۱۵۸-۱۵۹۔

۸۵۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ''، غالب شمارہ ۱۹،ص ۲۰،ص ۱۴۶۔

۸۶۔ کاظم علی خان: ''غالب شناسی اور حسرت موہانی''،ص ۳۶۲۔

۸۷۔ بحوالہ غالب نامہ، قاضی عبدالودود نمبر، سپاس نامہ خلیق انجم، ۱۹۸۷ء،ص ۲۷۴۔

۸۸۔ مختار الدین احمد: ''قاضی عبدالودود (خاندانی حالات)'' غالب نامہ (قاضی عبدالودود نمبر)، ۱۹۸۷ء،ص ۵۳۔

۸۹۔ فخر الدین علی: ''قاضی صاحب''، غالب نامہ، قاضی عبدالودود نمبر، ۱۹۸۷ء،ص ۱۰-۱۱۔

۹۰۔ // // ص ۱۰-۱۱۔

۹۱۔ جمیل احمد خاں: ''قاضی عبدالودود کے اُسلوبِ تحقیق کے سلسلے میں مثبت تحقیق اور منفی تحقیق کی اصطلاحیں''، غالب نامہ، ۱۹۸۷ء،ص ۱۶۷۔

۹۲۔ معاصر، قاضی عبدالودود نمبر، ۱۹۷۶ء (اگست) ص ۴۵۔

۹۳۔ فخر الدین علی احمد: ''قاضی صاحب'' غالب نامہ (قاضی عبدالودود نمبر) ۱۹۸۷ء،ص ۱۲۔

۹۴۔ معاصر پٹنہ، قاضی عبدالودود نمبر، اگست ۱۹۷۶ء،ص ۱۷-۱۸۔

۹۵۔ صباح الدین: ''قاضی عبدالودود اور غالب''، مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں، جلد دوم، ۱۹۷۹ء،ص ۳۰۶۔

۹۶۔ صباح الدین: ''قاضی عبدالودود اور غالب''، مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں،ص ۳۰۶-۳۰۷۔

۹۷۔ // // ص ۳۰۹-۳۱۰۔

۹۸۔ مختار الدین احمد: ''احوالِ غالب''،ص ۱۳، صباح الدین، قاضی عبدالودود اور غالب، مشمولہ مدح وقدح کی روشنی میں،ص ۳۱۵۔

۹۹۔ صباح الدین: ''قاضی عبدالودود اور غالب''، مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں،ص ۳۱۱۔

۱۰۰۔ قاضی عبدالودود: ''غالب بحیثیت محقق'' مشمولہ نقدِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء،ص ۳۴۵۔

۱۰۱۔ صباح الدین: ''قاضی عبدالودود اور غالب''، مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں،ص ۳۱۲۔

۱۰۲۔ قاضی عبدالستار: ''گزارش احوال واقعی''، غالب (ناول)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء۔

۱۰۳۔ // // //

۱۰۴۔ قاضی عبدالستار: احوال واقعی، ''غالب'' (ناول)،ص ۶۔

۱۰۵۔ خلیق انجم: حرفِ آغاز مشمولہ ''توقیت غالب''، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء۔

۱۰۶۔ کاظم علی خان: دیباچہ مشمولہ ''توقیتِ غالب''۔

۱۰۷۔ خلیق انجم: حرفِ آغاز مشمولہ ''توقیتِ غالب''۔

۱۰۸۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ غالب نما، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۰۔
۱۰۹۔ نورالحسن نقوی: پروفیسر مختارالدین'' مشمولہ محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۴۱۱۔
۱۱۰۔ // // ص ۴۱۱-۴۱۲۔
۱۱۱۔ اصغر عباس: ''غالب اور علی گڑھ'' مشمولہ غالب، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۰۔
۱۱۲۔ // // ص ۱۵۰۔
۱۱۳۔ ''مختارالدین ایک تعارف'' مشمولہ مختار نامہ، مرتبین ڈاکٹر عطا خورشید، مہرالٰہی ندیم (علیگ) علی گڑھ، ہیرٹیج پبلی کیشنز، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۔
۱۱۴۔ مختارالدین: ''مرزا غالب کی تصویریں'' مشمولہ ''احوالِ غالب''، ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۱۔
۱۱۵۔ صباح الدین: ''احوالِ غالب مرتبہ مختارالدین'' مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں، ص ۲۵۸۔
۱۱۶۔ مسعود حسین: ''اُردو کا المیہ'' عرض مرتب، مرزا خلیل احمد بیگ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۔
۱۱۷۔ نورالحسن نقوی: ''نذیر احمد'' ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۷-۸۔
۱۱۸۔ // // ص ۷-۸۔
۱۱۹۔ کاظم علی خان: ''غالب اور علی گڑھ''، ۱۹۹۶ء، ص ۳۶۷۔
۱۲۰۔ // // //
۱۲۱۔ پروفیسر نذیر احمد: ''تنقیدات''، ۱۹۹۷ء، ص ۲۲۹، تفتہ غالب، مرتبہ ڈاکٹر مختارالدین، انجمن ترقی اُردو، جون ۱۹۵۶ء، مضمون قاضی عبدالودود، غالب بحیثیت محقق۔
۱۲۲۔ ''تنقیدات''، نذیر احمد، ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۲۔
۱۲۳۔ ''تنقیدات''، ۱۹۹۷ء، ص ۲۳۱-۲۳۳۔
۱۲۴۔ // //
۱۲۵۔ // // ص ۲۳۸۔
۱۲۶۔ // // ص ۲۳۹-۲۵۱۔
۱۲۷۔ // // ص ۲۵۲۔
۱۲۸۔ خلیق انجم، خواجہ صاحب سے میری پہلی ملاقات مشمولہ، بیسویں صدی کی ممتاز شخصیت پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، انجمن ترقی اردو ہند، دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۲۹۔

❊

علی گڑھ میں نقدِ غالب کی روایت
تحقیقی وتنقیدی جائزہ

(الف) تنقید کی اہمیت وافادیت، تفہیمِ غالب میں تنقید کی اہمیت اور غالب کے حوالے سے موجود مختلف تنقیدی رویوں کا تجزیہ

(ب) علی گڑھ میں نقدِ غالب کی روایت کا آغاز وارتقاء، موضوعات، اندازِ نظر، اُسلوب، تنقیدی مضمون اور کتاب کا تجزیہ

(ج) علی گڑھ میں لکھی گئی نقدِ غالب کی اہمیت وافادیت ادبی مقام ومرتبہ

(د) علی گڑھ سے اہم ناقدینِ غالب کتب اور مضامین کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اور علی گڑھ میں سرمایہ نقدِ غالب کا مکمل اشاریہ

کوئی بھی فن پارہ بغیر کسی رائے کے اپنے اصل مقام و مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب قاری کے زیرِ مطالعہ کوئی فن پارہ ہوتا ہے اور اس کے مطالعے کے ساتھ ساتھ وہ کوئی نہ کوئی رائے قائم کر لیتا ہے، جب اس فن پارے پر جچی تلی رائے قائم ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے اور ادبی دنیا میں اس کا مقام متعین ہو جاتا ہے جس کی بنا پر وہ تخلیق ہمیشہ زندہ رہتی ہے تو اس طرح گویا تنقید کسی بھی تخلیق کو نئی زندگی عطا کرتی ہے۔ اگر چہ تنقیدی اصولوں میں نقاد کا غیر جانب دار ہونا شرط ہے کیونکہ تنقید کا اصل مقصد اصلاح و ترقی ہے۔ کسی چیز یا شے کو پرکھنا اس کے محاسن و معائب کا انکشاف کرنا تنقید کہلاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی شے کا اصل چہرہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور اس چیز یا شے کو مناسب مقام میسر آ جاتا ہے۔

> ''تنقید کا اصل مقصد اصلاح و ترقی ہے۔ جس طرح ایک باغبان گلستان کی تزئین و آرائش کے لیے پورا باخبر رہتا ہے، وہ پودوں، شاخوں، ٹہنیوں اور پتوں کی مناسبت کو نگاہ میں رکھتا ہے۔ وہ شاخوں کو کاٹتا، گھاس پھوس کو صاف کرتا اور مٹی کو ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ بے کار اور فضول جھاڑیوں، پودوں کو اُکھاڑ دیتا ہے اور پودوں کی کانٹ چھانٹ میں لگا رہتا ہے۔ پھلواریوں کے تختوں کو صاف رکھتا ہے اور اپنی نقد و نظر سے اس کی آرائش و زیبائش کو دوبالا کرتا ہے۔ یا ایک حجام بڑھے ہوئے بالوں کو تراش خراش سے چہرے کے حُسن و آرائش کو صد گونہ بہتر اور دل فریب بنا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک صحیح اور بے لاگ نقاد کا بے باک عمل ادب کو خوش نما اور مفید بنا دیتا ہے۔۔۔ نقاد کی حیثیت ایک طرف ادیب کا روپ رکھتی ہے اور وہ اس روپ میں ادیب کی ہر اچھائی کو قارئین تک پہنچانا اپنا فرض جانتا ہے۔۔۔۔ البتہ نقاد کے لیے بے لوث محتاط، سنجیدہ اور متین ہونا بے حد ضروری ہے۔''[۱]

گویا تخلیق اور تنقید کا روزِ ازل سے ساتھ ہے۔ تنقید کسی شعر و ادب کی تفہیم میں کسی سرمائے سے کم نہیں۔ شعر و ادب کسی بھی قوم کی داخلی اور خارجی زندگی کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ فرد کے انفرادی رویوں سے لے کر معاشرے کی اجتماعی قدروں تک منفی

اور مثبت پہلوؤں کی جھلکیاں شعروادب کے پیرائے میں نظر آتی ہیں۔ کسی بھی بڑی تخلیق کے مطالعے کے بعد یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تخلیق اپنے سیاسی، سماجی اور تہذیبی رجحانات سے ماورا نہیں ہے بلکہ اس میں ایک تخلیق کار اور اس کے عہد کا اجتماعی شعور کارفرما ہوتا ہے۔ اس طرح شعروادب ایک طرف تو جمالیاتی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں تو دوسری طرف فرد اور معاشرے کی تشکیل اور فکری ارتقاء میں سودمند ثابت ہوتے ہیں۔

غالب اُردو اور فارسی دونوں زبانوں پر کمال عبور رکھتے تھے اور دونوں زبانوں میں شاعری کے کمال فن کو چھوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج ہم غالب کو تمام شعراء (جدید وکلاسیکی) پر فوقیت دیتے ہیں اور کسی عظیم آفاقی شاعر سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اُسے شیکسپیئر جیسے عظیم شاعر کی صف میں کھڑا کرتے ہیں تو یہ تنقیدی کسوٹی ہے جس نے سائینٹفک انداز میں غالب کے فکروفن کو پرکھنے کے بعد اقلیم شعروادب کا عظیم شہسوار قرار دیا ہے۔ بقول زاہدہ زیدی:

> ''غالب ہمارے اُردو اور فارسی کے اہم ترین شاعر ہیں اور اُن کا مقابلہ آسانی سے دنیا کے عظیم ترین شعراء سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم انہیں شہرۂ آفاق شعراء مثلاً سوفوکلیز، شیکسپیئر، دانتے، گوئٹے، رومی، حافظ، ملٹن، ورڈز ورتھ، کالی داس، ٹیگور، اقبال، ایلیٹ اور بوجنبو مونتالے وغیرہ کے پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھیں تو کسی قسم کی ندامت محسوس نہیں کریں گے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر غالب کا مقابلہ کسی عظیم آفاقی شاعر سے ممکن ہے تو وہ شیکسپیئر ہی ہے جو مذکورہ شعراء میں عظیم ترین ہے۔'' [۲]

حقیقت حال میں غالب ایک عظیم شاعر ہے جس کے بارے میں لاکھ کہا جائے کہ اپنے دور میں اعلیٰ حسب ونسب رکھنے کے باوجود شاہی سرپرستی اور استادی کا شرف ذوق کو حاصل تھا اور غالب کو اپنی زندگی میں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ حق دار تھے۔ اس بحث سے قطع نظر غالب کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب اُردو پانچ مرتبہ شائع ہوا۔

۱۔ پہلا ایڈیشن، مطبع سید الاخبار، دہلی، اکتوبر ۱۸۴۱ء۔
۲۔ دوسرا ایڈیشن، مطبع دارالسلام، دہلی، مئی ۱۸۴۷ء۔
۳۔ تیسرا ایڈیشن، مطبع احمدی، دہلی، ۲۹ جون ۱۸۶۱ء۔
۴۔ چوتھا ایڈیشن، مطبع نظامی، کانپور، جون ۱۸۶۲ء۔
۵۔ پانچواں ایڈیشن، مطبع مفید خلائق، آگرہ، بعد از جون ۱۸۶۳ء۔

ایسی شہرت غالب کے بعد کسے نصیب ہوئی ہے؟ ہمارے ہاں تو شاعر یا ادیب کو مقام ومرتبہ اس کی حیات میں کہاں ملا

ہے؟ اُردو نثر میں دیکھیے خطوط کی ترتیب کا سلسلہ غالب کی حیات ہی میں شروع ہو گیا، خطوطِ غالب ان کے انتقال کے بعد شائع ہوئے تھے اور نثر اُردو میں جدید نثر کا بانی بھی غالب کو ٹھہرایا گیا۔ فارسی کلام کی اشاعت بھی غالب کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی۔ غالب شناسی کا سلسلہ غالب کی زندگی میں شروع ہوا اور سرسید، حالی جیسے عظیم ادیبوں نے غالب کو موضوع سخن بنایا۔ سرسید احمد خان نے اپنی کتاب ''آثارالصنادید'' کے سترہ صفحات غالب کے لیے مختص کیے۔

الطاف حسین حالی، مولانا شمس العلماء (۱۸۳۷ء-۱۹۱۵ء)

مولانا حالی نے غالب کے احوال و آثار پر ایسی سوانح عمری ''یادگارِ غالب'' لکھی کہ آج تک ایسی بلیغ کتاب کسی اور نے نہ لکھی۔ مولانا حالی نے غالب کی شخصیت و کلام کو توصیفی انداز میں نہ دیکھا بلکہ غالب کی زندگی کے حالات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فارسی و اردو کلام کا انتخاب اور ان پر جداگانہ ریمارکس، نقدِ غالب کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ حالی ہماری تنقید میں معلم اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا حالی غالب کے شاگرد تھے۔ انہوں نے غالب کی سوانح لکھ کر اس کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ اگرچہ ''یادگارِ غالب'' کو غالب کی تنقید کے سلسلے کی باقاعدہ تصنیف اور حاؔلی کو غالب کا پہلا باقاعدہ نقاد تصور کیا جاتا ہے مگر غالب پر تنقید کا آغاز بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ اس سلسلے میں اُس دور میں ہونے والے مشاعرے اور قدیم تذکرے نقدِ غالب کی روایت کا آغاز دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ مشاعروں میں ہونے والی تنقید کا باقاعدہ ریکارڈ ملنا مشکل ہے مگر تذکرے ایسی دستاویز ہیں جو اُس دور میں ہونے والی تنقید کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ان تذکروں میں میر تقی میؔر کا ''ذکرِ میر'' اور نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ کا تذکرہ ''گلشنِ بےخار'' شامل ہیں۔ پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں:

> ''نقدِ غالب کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ۔۔۔یادگارِ غالب کے سرورق پر لکھا ہے مرزا اسد اللہ خاں غالب کی زندگی کے حالات اور اُن کی نظم و نثر اُردو فارسی کا انتخاب اور ہر ایک قسم پر جداگانہ ریمارکس موجود ہیں۔''[۳]

غالب کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا اور غالب پر لکھی گئی جامع کتاب ''یادگارِ غالب'' نے غالب کی شخصیت وفن کو بھرپور طریقے سے اُجاگر کر دیا ہے۔ بقول محمد قاسم صدیقی:

> ''مولانا حالی نے یادگارِ غالب لکھ کر غالب کو زندۂ جاوید بنانے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔ اس لیے کہ مولانا حالی سے لے کر آج تک ''یادگارِ غالب'' سے جامع کتاب۔۔۔۔نہیں لکھی گئی۔''[۴]

یادگارِ غالب لکھ کر حالی نے غالب شناسی میں اہم کردار ادا کیا مگر چونکہ حالی غالب کے شاگرد تھے اس لیے یہ بات بھی

موضوعِ بحث بنی کہ حالی نے یادگارِ غالب میں تنقیدی نقطۂ نگاہ اپنانے کی بجائے غالب کی مدح سرائی زیادہ کی ہے۔ پروفیسر مختار حسین ترابی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''مولانا الطاف حسین حالی۔۔۔غالب کے نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ غالب کے شاگرد بھی۔حالی نے کافی وقت غالب کی معیت میں گزرا۔اس حوالے سے جس قدر حالی غالب کے عہد، ان کی معاشرت، ان کے ماحول اور ان کے مسائل سے آگاہ تھے۔ شاید ہی کوئی دوسرا نقاد ہو۔۔۔لیکن افسوس کہ اس کے باوجود حالی بحیثیت نقادِ غالب کوئی زیادہ کامیاب ثابت نہیں ہوئے۔''[۵]

مولانا حالی نے ''یادگارِ غالب'' لکھ کر صرف سوانح عمری کی طرح نہیں ڈالی تھی بلکہ وہ غالب پر تنقیدی نظریات بھی رکھتے تھے مگر ان کا انداز پُر تاثیر نہ تھا۔یا وہ سائنٹفک نقطۂ نظر نہ رکھتے تھے یا پھر وہ غالب سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ہماری تنقید میں یہ روایت بھی چلی آرہی ہے کہ یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ تنقید جس پر کی جارہی ہے وہ کون ہے؟ اس کا معاشرے میں کیسا گہرا تعلق ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟ شاید مبادیاتِ تنقید میں اس کی کوئی حیثیت ہو مگر تنقید کا بنیادی حق ان سب باتوں سے سلب ہو جاتا ہے۔بقول چودھری محمد افضل:

''تنقید میں ادب سے زیادہ ادیب کی ذات توجہ کی مستحق ہوتی ہے اور اگرچہ عربی کا مقالہ اس امر کی تردید کرتا ہے کہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال یہ دیکھ کہ کیا کہتا ہے یہ نہ دیکھ کہ کون کہتا ہے مگر ہوتا یہی ہے کہ کہنے والے کو پہلے دیکھا جاتا ہے اور اس کے کہے ہوئے کو بعد میں۔''[۶]

شاید یہی بات حالی کے آڑے رہی ہوگی کہ شاگرد اور ہم عصر ہونے کے ناطے کچھ تکلفات برتے گئے ہوں گے۔اس بحث سے قطع نظر کہ حالی کی تنقید اصولِ تنقید کے معیار پر پورا اترتی ہے کہ نہیں مگر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ غالب کو غالب بنانے میں مولانا حالی کا بہت بڑا ہاتھ ہے کیونکہ مولانا حالی کی ''یادگارِ غالب'' کے بعد غالب پر لکھنے کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔۱۸۹۷ء سے ۱۹۶۰ء تک غالب پر ان گنت تحقیقی وتنقیدی کام ہوا ہے اور حالی کی تنقید نے غالب سے متعلق بے شمار موضوعات کو تحریک دی۔اس معیار کے متعلق ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حالی کی تنقید سے پہلے تذکرہ نگاری کا رواج تھا اور شاعروں کے حالات وکلام پر تذکروں میں بات ہوتی تھی اور ساتھ میں کلام کا نمونہ بھی پیش کیا جاتا تھا۔غالب کا طرزِ زندگی عام ڈگر سے مختلف تھا کیونکہ غالب کو اپنے حسب نسب کا احساس تھا اور وہ اُٹھنے بیٹھنے، وضع، لباس، گفتگو کو عام ڈگر سے ہٹ کر پسند کرتے تھے۔مولانا حالی غالب کی طبیعت کے کھرے پن اور اُپج کو یوں بیان کرتے ہیں:

''مرزا کے ابتدائی کلام کو مہمل و بے معنی کہو، یا اسے اردو زبان کے دائرے سے خارج سمجھو مگر اس میں شک نہیں کہ اس سے ان کی اوریجنلٹی اور غیر معمولی اُپج کا خاطر خواہ سراغ ملتا ہے اور یہی ان کی ٹیڑھی ترچھی چالیں ان کی بلند فطرتی اور غیر معمولی قابلیت واستعداد پر شہادت دیتی ہے۔''[۷]

مولانا حالی نے غالب کے کلام کی تشریح کرتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنی تنقیدی رائے بھی دی ہے اور اس رائے میں مولانا حالی نے تنقید کی بجائے توصیف سے زیادہ کام لیا ہے اور حالی غالب کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے انہیں متاخرین سے بالاتر قرار دیتے ہیں۔ اگر چہ غالب نے تو اپنے اُردو کلام کو معتبر نہیں کہا، غالب تو فارسی کلام کو معتبر کہتے رہے۔[۸]

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگذر از مجموعہ اُردو کہ بے رنگِ من است

غالب کو کیا معلوم تھا کہ وہی اُردو کلام جسے وہ خاطر میں نہ لاتے تھے ان کی شہرت کا باعث ہوگا اور انہیں ہر دور میں زندہ رکھے گا۔

مولانا حالی نے یادگارِ غالب میں نظیری، عرفی، ظہوری کے کلام سے کلامِ غالب کا موازنہ کیا اور غالب کی زندگی، غالب کی معروف غزلیات اور کسی خاص واقعے سے متعلق اشعار نقل کیے اور مرزا کے تمام کلام نظم و نثر، فارسی کا انتخاب اور ہر ایک پر جدا جدا تبصرہ کر کے غالب شناسی کا جو دَر وا کیا تنقیدی میدان میں دوسرا قدم بیس سال بعد عبدالرحمٰن بجنوری نے رکھا اور سچ پوچھیے تو بجنوری کی تنقید یعنی ''محاسنِ کلامِ غالب'' جو کہ نسخۂ حمیدیہ ۱۹۲۱ء کا مقدمہ تھا اور یہ بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا، کے بعد ہی غالب پر تحقیق و تنقید کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آج تک قائم ہے اور غالب کے کلام کو الہامی کہنے والے، بجنوری نے غالب کو ایسی آفاقی شہرت سے ہم کنار کیا کہ آج غالب پر کام کرنے والے ناقد، محققین اور شارحین غالب آشنا غالب سے وابستگی کے سبب خود پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ پروفیسر مختار حسین نے غالب سے آشنائی رکھنے والوں کے لیے بہت مناسب انداز میں کچھ یوں کہا ہے:

''آج غالب کی شہرت اور فنی عظمت بحثیت ایک شاعر ایسے بلند مقام تک پہنچ چکی ہے کہ ہر شارح، محقق اور ناقد غالب کے کلام پر کام کر کے اپنی دستارِ فضیلت کا شملہ بلند کرتے ہوئے اپنے آپ کو معتبرین کی صف میں شامل کرنا چاہتا ہے۔''[۹]

غالب کو اس مقام تک شہرتِ عام و بقائے دوام بخشنے والی کیا چیز ہو سکتی ہے؟ شاعری کے میدان میں متقدمین، متوسطین اور متاخرین میں کئی شعراء گزرے ہیں جن کے ہاں چند ایک کتابوں کے سوا کوئی سرمایہ نہیں ملتا مگر غالب تو ایسا نابغۂ روزگار رہے

کہ یورپ کی پوری کی پوری لائبریریاں اس کی شاعری پر لکھی جا چکی ہیں، یہ مرتبہ غالب کو کیسے میسر آیا؟ شاید یہاں پر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ یہ تنقید ہی ہے، غالب کے فن کو پرکھنے کا انداز ہی ہے، یہ بجنوری جیسے نقاد کا صحیح، بے لاگ اور بے باک طرز تنقید ہی تھا جس نے غالب کی شاعری کو خوش نما اور مفید بنا دیا۔ جس نے غالب کے فن کو تراش خراش کر کے اس کے چہرے کے حُسن و آرائش کو صد گونہ بہتر اور دل فریب بنا دیا اور غالب کی شاعری کو نئے رنگ ڈھنگ سے سمجھنے کی کوشش کی اور اربابِ ذوق وفکر نے اتنا کچھ لکھا کہ کتب خانے غالب کے لیے مختص ہو گئے۔ اس حوالے سے محمد قاسم صدیقی رقم طراز ہیں:

> ''غالب کو غالب بنانے میں جتنا ہاتھ مولانا حالی کا تھا، عبدالرحمٰن بجنوری کا اس سے کم نہ تھا بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو غالب کو نیا قالب دینا بجنوری کا کارنامہ تھا۔ غالب نے جو کچھ کہا تھا اس میں بجنوری کا کوئی اضافہ کرنے کا تو سوال تھا نہیں بلکہ سوال اُسے سمجھنے اور سمجھانے کا تھا اور انہوں نے اسے بالکل نئے ڈھنگ سے سمجھنے کی ضرور کوشش کی، بقول رشید احمد صدیقی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ غالب کو نفسیاتی اُسلوبِ تنقید کی روشنی میں پہلے پہل بجنوری مرحوم ہی نے پیش کیا۔ یہ بجنوری مرحوم کے مقالے کا تصرف ہے کہ آج کل کے پڑھے لکھوں میں غالب سے شیفتگی پیدا ہوئی اور اربابِ ذوق وفکر نے غالب ہی نہیں بلکہ دوسرے شعراء کو بھی بجنوری مرحوم کے اندازِ تنقید سے جانچنا اور پرکھنا شروع کیا۔''[۱۰]

گویا غالب کو سمجھنے اور سمجھانے میں مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں تنقیدی سرمائے کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا ہوگا اور تفہیم غالب میں حالی کے بعد بجنوری کی تنقید وہ مضبوط سیڑھی ہے جس کو عبور کر کے آج غالب کا نام شعرائے سخن کے آسمان پر سب سے زیادہ تابناک اور روشن ہے۔

عبدالرحمٰن بجنوری (۱۸۸۵ء-۱۹۱۸ء)

بے محل نہ ہوگا اگر بجنوری کا تعارف کروایا جائے۔ بجنوری ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے ۱۹۱۸ء میں وفات پا گئے، تینتیس برس کی عمر پائی مگر اس کم فرصتی میں بھی اپنی بقائے دوام کا سر و سامان کر گئے ان کا سب سے اہم کارنامہ وہ مقدمہ ہے جو انہوں نے غالب کے غیر متداول دیوان (نسخۂ حمیدیہ پر لکھا تھا اور بعد کو محاسنِ کلامِ غالب کے نام سے شائع ہوتا رہا)۔ اس مضمون کا ایک جملہ ''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔۔۔۔ مقدس وید اور دیوانِ غالب'' اتنی بار دہرایا گیا ہے کہ اُردو کے ہر طالب علم کے ذہن میں محفوظ ہے۔ محاسنِ کلامِ غالب ۱۹۲۱ء میں پہلی بار سہ ماہی ''اُردو'' کے پہلے مقالے کی صورت میں شائع ہوا مابعد اس نے کتابی

شکل اختیار کر لی۔بجنوری اوران کی شریک حیات کی موت یکے بعد دیگرے بھوپال میں انفلونزا کی بیماری سے ہوئی۔

غالب کی شخصیت پر تذکرہ نگاروں سے لے کر بے شمار محققین اور ناقدوں نے اپنی اپنی بساط اور نقطۂ نظر کے مطابق قابلِ قدر کام سرانجام دیا ہے۔ان احباب میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا الطاف حسین حالی، عبدالرحمٰن بجنوری، مالک رام، مولانا غلام رسول مہر، احتشام حسین اور یوسف حسین خان کے نام اہم ہیں۔ان افراد نے کلامِ غالب کی خوبیوں اور خامیوں کو اُجاگر کیا[۱۱]۔مولانا حالی سے پہلے غالب سے متعلق تنقیدی خیالات کا اظہار تذکروں میں ملتا ہے۔غالب کی سوانح نگاری میں حالی نے ان کے کلام اور حیات پر تنقیدی نقطہ نظر سے جو بحث کی ہے اس کو قدیم تذکرہ نگاری سے زیادہ مختلف نہیں سمجھا جاتا۔

''حالی کی تنقید بھی قدیم تذکرہ نگاروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔''[۱۲]

یہ تو تھی پروفیسر مختارالدین ترابی کی رائے جو حالی کو ایسا نقاد ثابت کر رہے ہیں جس نے تنقید نگاری میں تذکروں سے منفرد بات نہیں کی ان کا انداز بھی تذکرہ نگاری جیسا تھا۔اب ذرا ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی کی رائے بھی ملاحظہ فرمایئے:

> ''حالی پہلے آدمی ہیں جنہوں نے غالب کی زندگی اور شاعری سے متعلق ایک قیمتی مواد مرتب شکل میں ہمارے سامنے پیش کیا اور اس میں شک نہیں کہ یادگارِ غالب لکھ کر خود اپنے معاصرین محمد حسین آزاد کے شعری نقطۂ نظر کو صدیوں پیچھے کر دیا جس کی رو سے ذوق کی شاعری عالم ارواح سے لے کر اجسام کی ان بلندیوں کو چھوتی تھی جہاں پہنچ کر میر ایک ''بدنما آدمی'' اور غالب ایک ''ظریف و بذلہ سنج'' سے زیادہ کہلانے کے مستحق نہیں ٹھہرتے۔''[۱۳]

راقم الحروف ''یادگارِ غالب'' اور نقادوں کی آراء کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ''یادگارِ غالب'' میں تنقیدی نقطۂ نظر سے جو باتیں غالب کے بارے میں کہی گئی ہیں وہ اس سے پہلے نہیں کہی گئیں۔

ہمارے ہاں تنقید کی روایت ''نکات الشعراء'' (۱۷۵۲ء) سے شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام (اور ایک نئی روایت کا آغاز) ''آبِ حیات'' میں نظر آتا ہے اس پوری روایت میں جس قسم کی تنقید، تحسین، تنقیص لکھی گئی، اس میں یادگارِ غالب جیسی باتیں نہیں کہی گئیں۔ان باتوں کے پسِ پشت جو مفروضات ادب کے بارے میں ہیں ان کا بھی کوئی سراغ ہمارے تذکروں میں نہیں ملتا[۱۴]۔چند اقتباسات یادگارِ غالب کے دیکھیے:

۱۔ [غالب کی زبان سے حالی کہتے ہیں] افسوس کہ لوگوں نے میرے کلام کی خوبی کو نہ سمجھا اور زیادہ تر افسوس یہ کہ وہ شانِ ایزدی کی شناخت سے محروم رہے۔(ص ۴۴)

۲۔ مرزا نے۔۔۔۔اول اُردو طرح کی غزل اور اس کے بعد فارسی کی غیر طرح نہایت پُر درد آواز میں پڑھی۔یہ معلوم ہوتا

تھا کہ گویا بزم میں کسی کو اپنا قدر دان نہیں پاتے۔ (ص۵۴)

۳۔ جوزوران کی تشبیہوں میں پایا جاتا ہے وہ مدح میں آکر باقی نہیں رہتا مگر ہم اس کو ان کی شاعری پر محمول نہیں کرتے بلکہ غایت درجے کی سلامت ذہن اور استقامت طبع کی دلیل جانتے ہیں۔ جھوٹی اور بے اصل باتوں کو چمکانا اور زمین د آسمان کے قلابے ملانا اور مبالغہ و اغراق کا طوفان اُٹھانا فی الحقیقت شاعر کا کمال نہیں ہے بلکہ جس قدر ان کی طبیعت ان باتوں سے دبا کرتی ہے اسی قدر جاننا چاہیے کہ وہ شاعری سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (ص۷۱)

۴۔ وہ باوجودے کہ ایسی سوسائٹی میں گھرے ہوئے تھے جس میں اسلاف کی تقلید سے ایک قدم تجاوز کرنا ناجائز سمجھا جاتا تھا، اپنے فن میں محققانہ چال چلتے تھے اور اندھا دھند اگلوں کی تقلید نہ کرتے تھے۔ (ص۷۸)

۵۔ مرزا کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ (ص۹۶)

۶۔ مرزا۔۔۔عام روش پر چلنے سے ہمیشہ ناک چڑہاتے تھے۔ (ص۱۰۴)

۷۔ البتہ ہم کو مرزا کے عمدہ اشعار جانچنے کے لیے ایک جداگانہ معیار مقرر کرنا پڑے گا۔ (ص۱۰۷) [۱۵]

۸۔ مرزا نے استعارہ و کنایہ و تمثیل کو جو کہ لٹریچر کی جان ہے اور شاعری کا ایمان ہے اور جس کی طرف ریختہ گو شعرا نے بہت کم توجہ کی ہے، ریختہ میں بھی اپنے فارسی کلام سے کم استعمال نہیں کیا۔ (ص۱۱۵)

مندرجہ بالا اقتباسات میں جس انداز سے تنقید و تعریف کی گئی ہے اس انداز سے کسی تذکرے میں نہیں ہوئی اور کسی کلاسیکی شاعر کے بارے میں حالی سے پہلے نہیں کی گئی۔ لطف یہ ہے کہ حالی نے یہ باتیں اس انداز میں کہی ہیں کہ ان کے مضمرات کو کسی تنقیدی نظریے، یا کسی پرانے استاد، یا کسی مستند کتاب کی پشت پناہی کی ضرورت نہیں۔ وہ یوں گفتگو کررہے ہیں گویا ان کی باتیں قیاس قبل از تجربی (Apriori) حقائق کا حکم رکھتی ہیں۔ اس کا نتیجہ صرف یہ نہ ہوا کہ غالب کے علاوہ تمام اُردو شاعروں کی شاعرانہ حیثیت نہیں تو شاعرانہ مرتبہ ضرور معرض شک میں آگیا۔ مختصر یہ کہ حالی نے بعد میں آنے والوں کے لیے لائحہ عمل، راستہ اور طریق کار سب متعین کردیئے [۱۶] جس کو بعد کے آنے والے علی گڑھ کے نقادوں آل احمد سرور، بجنوری، خورشید الاسلام، مجنوں گورکھ پوری، یوسف حسین خاں، اُسلوب احمد انصاری، نور الحسن نقوی نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے وسعت دی اور جانچا، پرکھا اب چند مثالیں تذکروں میں پائی جانے والی تنقید کی ملاحظہ ہوں کہ ان کا اندازِ نقد کیا تھا۔ قارئین کی نظر سے یہ بھی اوجھل نہ رہیں۔

۱۔ خدائے سخن میر تقی میر کی اُس وقت کی رائے جب غالب بارہ تیرہ برس کے تھے۔ ''اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اُس نے اسے سیدھی راہ پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا۔'' [''یادگارِ غالب''، ص۱۳۸۔]

۲۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ''گلشنِ بے خار'' میں غالب کے کلام کے متعلق ان الفاظ میں رائے دیتے ہیں: ''شاہین فکرش

جزبہ شکار عنقانہ پرواز دواشہب طبعش جزبہ نہ ملک نہ تازد اگر امروز بہ تلاش متاع نفیس شتابی۔ جزبہ دکانش نیابی غزلش چوغزل نظیری بےنظیر وقصیدہ اش چوں قصیدہ عرفی دل پذیر مضامین شعری را کماحقہ می فہمد دواین فضیلتے است کہ مخصوص بہ اہلِ سخن است۔'' [بحوالہ: نواب مصطفیٰ خان شیفتہ، ''گلشنِ بے خار''، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، ص۱۳۹تا۱۴۳۔] ☆

۳۔ خوب چند ذکا اپنے تذکرہ ''عیار الشعراءٗ'' میں غالب پر ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں: ''اکثر اشعارش از زمین سنگلاخ مضامین نازک موزوں گشتہ خیال بندی بیش از بیش پیش نہاد خاطر دارد فی الجملہ موجد طرز خود است۔'' [بحوالہ: ''عیار الشعراءٗ'']

۴۔ کریم الدین تذکرہ ''گلدستہ نازنیناں'' میں غالب کے متعلق ان الفاظ میں اظہارِ خیال کرتے ہیں: ''خوان نعما اُس کے سے انوری ایک زلہ رُبا، خاقانی بہ جاروب کشی مستعد بہ سروپا۔ فیضی سے کیونکر ان سے فیض کو پہنچیں جب کہ وہ اس کے ایک ادنیٰ شاگرد سے فیض کو پہنچا۔'' [بحوالہ: ''گلدستۂ نازنیناں''، کریم الدین، ص ۲۱۵ تا ۲۲۲، مطبع سلطانی دہلی، ۱۸۴۵ء]

۵۔ قطب الدین باطن تذکرہ ''نغمۂ عندلیب'' میں لکھتے ہیں: ''دیوانِ فارسی صحیح ہے مگر اُردو کا دیوان مانند آمد نامہ قلیل و قدیم ہے اسد فکر نیستان کاغذ میں ڈکارتا ہے روباہ مضامین کو ناحق جان سے مارتا ہے۔'' [بحوالہ: گلستان بےخزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب، ص۱۷۱تا۱۷۳، مطبوعہ نول کشور، ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء]

۶۔ مولانا محمد حسین آزاد اپنے مشہور و معروف تذکرہ ''آبِ حیات'' میں کلامِ غالب کے متعلق رقم طراز ہیں: ''اس میں کلام نہیں کہ وہ اپنے نام کی تاثیر سے مضامین و معنی کے پیشے کے شیر تھے دو باتیں ان کے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ اول یہ کہ معنی آفرینی اور نازک خیالی ان کا شیوۂ خاص تھا دوسرے چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اس سے انہیں طبعی تعلق بھی تھا۔ اس لیے اکثر الفاظ اس طرح ترکیب دیئے جاتے تھے کہ بول چال میں اس طرح بولتے نہیں لیکن جو شعر صاف نکل گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں رکھتے۔'' [آبِ حیات، محمد حسین آزاد]

غالب کے اپنے بارے میں تنقیدی نظریات بھی تھے۔ ایک اچھا تخلیق کار تنقیدی شعور کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ غالب میں بھی یہ شعور بدرجۂ اتم موجود تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار میں ان کے نقد و نظر کے آثار واضح نظر آتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔ شاعرانہ تعلیٰ سے تو ہر شاعر کام لیتا ہے مگر غالب کی اس شاعرانہ تعلیٰ میں تنقیدی شعور بھی پایا جاتا ہے [۱۷]

☆ ترجمہ: ''اُس کی فکر کا شاہین عنقا کے شکار کے علاوہ پرواز نہیں کرتا اور اُس کی طبیعت کا گھوڑا نو ملکوں سے کم نہیں دوڑتا اور اگر آج اُس کی متاع نفیس کے لیے دوڑ دتو یہ چیز اُس کی دکان کے علاوہ نہیں ملے گی۔ اُس کی غزل نظیری کی غزل کی طرح بےنظیر ہے اور اُس کا قصیدہ عرفی کے قصیدے کی طرح دل پذیر ہے۔ وہ شعری مضامین کو مکمل طور پر سمجھتا ہے اور یہ وہ فضیلت ہے جو اہلِ سخن سے مخصوص ہے۔''

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگذر از مجموعہ اُردو کہ بے رنگ من است

یہ غالب کی انفرادیت ہی تھی کہ وہ قدما اور ہم عصروں سے الگ ہی انداز رکھتے تھے اسی لیے مشکل پسند بھی کہلانے لگے تھے۔تبھی تو آغا جان عیش کہہ اُٹھے

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلامِ میر سمجھے اور زبانِ میرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

مولانا محمد حسین آزاد اپنے استاد ذوق کی زندگی و کلام پر تبصرہ کرنے میں کامیاب ہوئے یا نہیں مگر حالی نے اپنے استاد غالب کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے [۱۸] اور آنے والے نقادوں کے لیے ایک وسیع اور نیا اندازِ تنقید عطا کیا کہ جتنا غالب کو پڑھا گیا اور جتنا غالب پر لکھنے والوں کو پڑھا گیا ایسا بے مثال مرتبہ آج تک کسی کو حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

ان حوالہ جات کے علاوہ ایک جامع تعارف نواب ضیاء الدین نیر ورخشاں نے اپنی نثری تقریظ میں کیا اور یہ تقریظ دیوانِ غالب کے پہلے ایڈیشن ۱۸۴۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ تقریظ آثار الصنادید سنٹرل بک ڈپو، جامع مسجد دہلی، ۱۸۶۵ء والے ایڈیشن پر ص نمبر ۶۰۶ پر بھی موجود ہے۔اس تقریظ کو فرمان فتح پوری ''غالب کا اولین تعارف'' قرار دیتے ہیں:

''غالب کا اولین تعارف سر سید احمد خان نے نہیں بلکہ نواب ضیاء الدین نیر ورخشاں نے کرایا ہے اس نثری تقریظ میں نواب ضیاء الدین احمد خاں غالب کو سرخیل انجمن نکتہ

داناں قرار دیتے ہوئے اُن کی توصیف میں چند اشعار بھی کہے ہیں جو غالب کے کلام پر اولین تنقیدی خیالات کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔۔تقریظ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اتفاق سے سرسید احمد خان کی تالیف آثار الصنادید میں بھی موجود ہے۔" [۱۹]

چونکہ یہ تقریظ غالب کے دیوانِ اُردو ۱۸۴۱ء سے پہلے لکھی گئی تھی جس کی تصدیق فرمان صاحب اپنے مقالے غالب کے اولین تعارف نگار میں کرتے ہیں اور کالی داس گپتا رضا جن کے پاس غالب کا پہلا دیوان ۱۸۴۱ءموجود ہے۔اس کے پیش لفظ میں تمام روداد غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے پانچوں دواوین کی فہرست رقم کی ہے۔کالی داس گپتا رضا لکھتے ہیں:

"تقریظ نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر درخشاں نے ۲۸ مارچ ۱۸۳۸ء اور ۱۷ مارچ ۱۸۳۹ء کے درمیان کسی وقت لکھی۔ قیاسِ غالب یہی ہے کہ ۱۸۳۸ء ہی میں لکھی۔" [۲۰]

چونکہ دیوانِ غالب اُردو کی اشاعت ۱۸۴۱ء میں ہوئی یہ تقریظ اس دیوان میں شامل ہے پھر آثارالصنادید ۴۷-۱۸۴۶ء میں لکھی گئی اس میں بھی یہ تقریظ موجود ہے اور پھر تقریظ لکھنے کی تاریخ دیوانِ غالب ۱۸۴۱ء اور آثارالصنادید ۱۸۴۶ء سے بھی پہلے ۱۸۳۸ء میں لکھی گئی لہٰذا اس میں تنقیدی خیالات پر مبنی غالب کے لیے توصیفی اشعار بھی ملتے ہیں نیر ورخشاں کے ان تنقیدی اشعار کا نمونہ اور تقریظ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"ہمانا منتخب دیوانِ اُردو زبانست ریختہ کلک مسیحی فرتاب خدام قسطاس دانش، اُسطرلاب بینش، جوہر آئینہ آفرینش معیارِ نقدِ گراں مائگی۔معراج سلم بلند پائگی، قہرمانِ قلمرو معنی پروری، فرمان فرمائے گہیان سخنوری گیتی خدایانِ نو آئین نگاری، جہاں سالارِ تازہ گفتاری رواں بخش کالبِ سخن گستری، بینائی فرائے چشم دیدہ وری فرازندہَ لوائے شوکتِ خامہ،فروزندہ چراغِ دود۔آیہ ناسخِ شہرتِ ہمداستاناں،سرخیلِ انجمن نکتہ داں

سخن را از خیالش ارجمندی | معانی را ز فکرش سر بلندی
صریرِ خامہ اش بس دلپذیر است | بہشتی عندلیباں را صفیر است
مہیں فرزند نہ آبائے علوی | بہیں شاگرد رُوح القدس عالی
جہاں را بید ریغ آموز گار است | کزیں معنی شناسِ روزگار است
سرو سر دفتر شیوا بیاناں | دریں فن افتخارِ ہم زباناں

بجولاں گاہِ معنی یکّہ تازی فلاطوں فطرتی حکمت طرازی
ز کلکش ریزشِ گنجِ معانی جواہر آذری در دُر فشانی
ز صہبائے سخن سرشار گشتہ ورق از فکر اُو گلزار گشتہ☆[۲۱]

فرمان فتح پوری نے ان اشعار کو''غالب کے کلام پر اولین تنقیدی خیالات'' کی حیثیت قرار دی ہے۔فرمان صاحب یوں رقم طراز ہیں:

''غالب کے سلسلے میں''ماہِ نو'' کے مقالہ نگار یا کسی بزرگ کا یہ خیال کہ ان کا ذکر سب سے پہلے سرسید احمد خاں نے آثارالصنادید میں کیا ہے درست نہیں ہے اور کہنے والے کی بے خبری کا پتہ دیتا ہے۔''[۲۲]

بے محل نہ ہوگا یہاں پر رشید احمد صدیقی کی رائے کا ذکر بھی کر دیا جائے جو انہوں نے سرسید احمد خان کے اس مضمون پر دی جو کہ تقریباً ۱۵۰ سال پرانا ہے اور جس کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں فرمان صاحب نے کیا ہے۔رشید صاحب لکھتے ہیں:

''سرسید کی کتاب آثارالصنادید (۴۷-۱۸۴۶ء) سب سے پہلی کتاب ہے جس میں غالب کے حالات وکلام پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔''[۲۳]

☆ نثری تحریر کا ترجمہ کچھ یوں ہے: یہ وہی اردو زبان کا منتخب دیوان ہے جو حضرت عیسیٰ کی عظیم قلم سے ٹپکا۔ یہ دانائی کی عظمت کا خادم، نظر کا اسطرلاب (پیمانہ ناپنے کا)۔آفرینش کے آئینے کا جوہر، گراں مائگی کی قیمت کا معیار، بلند پائگی کی عظمت کی معراج، معنی پروری کی سلطنت کا ہیرو، سخنوری کی دنیا کا فرمانروا، نئے آئین نگاری کے ملک کے خداؤں میں سے، تازہ گفتار کی دنیا کا سپہ سالار، سخن گستری کے وجود کو روح بخشنے والا، دیدہ وری کی آنکھ کی روشنی بڑھانے والا، قلم کی شوکت کی آواز کو اُبھانے والا، دھوئیں کے چراغ کو روشن کرنے والا، اپنے جیسوں کی شہرت کو منسوخ کرنے والی آیت اور نکتہ دانوں کی انجمن کا سردار۔

اشعار کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

شعر کو اس کے خیال سے وقعت ملتی ہے اور معانی کو اس کی فکر سے سر بلندی ملتی ہے
اس کی قلم کی نوک بہت دلپذیر ہے وہ بہشت کی بلبلوں کی آواز ہے
وہ نو ستاروں کا عظیم فرزند ہے اور حضرت جبرئیل جیسے عظیم فرشتے کا بڑا شاگرد ہے
وہ یقیناً دنیا کا استاد ہے اور اس وجہ سے زمانے کی حقیقت کو جاننے والا ہے
وہ عمدہ باتیں کرنے والوں کا سردار ہے اور اس فن میں دوسرے ہم زبان شعرا کے لیے وجہ افتخار ہے
وہ معانی کے میدان کا گھوڑ سوار ہے وہ فطرت میں افلاطون کی طرح صاحب حکمت ہے
اس کے قلم سے معانی کا خزانہ پھوٹتا ہے اور وہ موتی بکھیرنے میں آذر کے جوہر فروش کی طرح ہے
وہ سخن کی شراب سے سرشار ہے اور صفحہ اس کی فکر سے باغ بن گیا ہے

اُسلوب احمد انصاری اپنی کتاب ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ۱۹۹۸ء) کے پیش لفظ کے پہلے صفحے کی ساتویں لائن پر انکشاف کرتے ہیں کہ میر مہدی مجروح نے غالب پر پہلا مضمون لکھا تب سے آج تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ ''غالب کی تحسین شناسی کے سلسلے میں غالباً سب سے پہلا مضمون میر مہدی مجروح نے لکھا تھا'' (اُسلوب احمد انصاری نے حوالہ نہیں دیا کہ یہ مضمون کس رسالہ میں اور کب شائع ہوا)۔ کالی داس گپتا رضا کی طرف سے شائع کردہ اس عکسی ایڈیشن کے دیباچہ کے صفحہ (ر) سطر بارہ پر یہ تحریر ہے:

''تقریظ نواب ضیاء الدین احمد خاں نیرورخشاں نے ۲۸ مارچ ۱۸۳۸ء اور ۱۷ مارچ ۱۸۳۹ء کے درمیان کسی وقت لکھی قیاس غالب یہی ہے کہ ۱۸۳۸ء ہی میں لکھی۔'' [۲۴]

مالک رام تلامذۂ غالب میں لکھتے ہیں: ''ان کی پیدائش ۱۸۳۳ء کے لگ بھگ ہوئی۔'' [۲۵] اب ضیاء الدین نیرورخشاں کی تقریظ جب لکھی گئی اس وقت مجروح کی عمر پانچ سال تھی تب یقیناً انہوں نے کوئی مفصل مضمون نہ لکھا ہوگا بلکہ یہ ان کا بچپن تھا لہٰذا تنقیدی خیالات پر مبنی ضیاء الدین احمد خان نیرورخشاں کی تقریظ ہی تھی۔ جتنا مواد راقم الحروف کو میسر آسکا ہے اس کے مطابق تنقیدی خیالات کا اظہار نیرورخشاں نے اپنی تقریظ کے اشعار میں کیا ہے جو دیوانِ غالب ۱۸۴۱ء میں شائع ہوئی اور یہ دیوان سرسید اور غالب کے روابط کا اہم حوالہ اس وجہ سے ہے کہ دیوانِ غالب کا پہلا ایڈیشن سرسید کے بھائی سید محمد خان کے مطبع سے شائع ہوا۔

غالب کے سلسلے میں پہلی باقاعدہ کتاب یادگارِ غالب ۱۸۹۷ء (سوانح عمری) لکھی گئی جس میں مولانا حالی نے غالب کے اشعار کی تشریح کی ابتدا کی اور کئی شعراء سے ان کا موازنہ بھی کیا۔ پھر دوسری اہم کتاب بجنوری کی محاسنِ کلامِ غالب تھی اس میں بھی بجنوری نے غالب کا موازنہ مغربی شعرا سے کیا اور غالب کے اشعار کی تشریح بھی کی۔ عبدالقوی دسنوی لکھتے ہیں:

''حالی کی یادگارِ غالب جیسی اہم کتاب کے بعد بجنوری کا مقالہ محاسنِ کلامِ غالب ہی ہے جس نے غالب کی شاعری کا تعارف نہایت جوش و ولولہ اور یقین واعتماد کے ساتھ ایسے لب ولہجہ میں کرایا کہ لوگ متحیر بھی ہوئے اور غالب کی عظمت کے معترف بھی۔'' [۲۶]

شیخ اکرام بجنوری کی تنقید کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یادگارِ غالب کے بعد دوسری کتاب ڈاکٹر بجنوری کا مقدمہ تھی۔'' [۲۷] تنقیدی ادب میں غالب کو پرکھنے والے کئی اہم نقاد ہیں۔ جنھوں نے غالب پر تنقیدی نظریات رکھنے والوں میں مولانا حالی کی کتاب ''یادگارِ غالب'' اور بجنوری کی کتاب ''محاسنِ کلامِ غالب'' کو تنقیداتِ غالب میں بالترتیب پہلی اور دوسری

کتاب قرار دیا ہے۔ ان دونوں ادیبوں کی تخلیقات کا موازنہ کیا جائے تو نقدِ غالب کے سرمائے میں ''یادگارِ غالب'' کو تنقید کی بنیاد اور ''محاسن کلامِ غالب'' کو تنقیدی سرمائے کی حیثیت حاصل ہے۔ ان دونوں کتابوں کے حوالے سے ان کی جانچ پڑتال اور پرکھ کی بات ہوتی ہے تو ساتھ ساتھ ان دونوں نقادوں کی شخصیت کا تجزیہ بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان میں قاضی عبدالستار، صباح الدین عبدالرحمٰن، مجنوں گورکھ پوری، شارب ردولوی، عبادت بریلوی، سید حامد حسین، انوارالحق، وارث علوی، گیان چند جین، کلیم الدین، خورشید الاسلام، رشید احمد صدیقی ایسے نام ہیں جنھوں نے ان دو نقادوں پر واضح تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اگر ان دونوں کتب کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ ''یادگارِ غالب'' نے وہ تنقیدی نقطۂ نظر نہیں دیئے جو کہ بجنوری کی بصیرت نے عطا کیے ہیں۔ حالی کی اتنی بڑی تخلیق کے باوجود غالب شناسی پر ایک پردہ پڑ گیا تھا جسے بجنوری جیسے سودائی نے اپنے اندازِ تنقید سے اس پردے کو ہٹایا اس گرد کو صاف کیا اور غالب کی ایک نئے رنگ ڈھنگ سے ایسی تصویر کشی کی کہ آج تک اس کی دلکشی باقی ہے۔ ایسے شخص کو محققین نے ''سودائی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ محمد قاسم صدیقی کی رائے دیکھیے:

> ''لیکن مولانا حالی کے اُسلوبِ نگارش میں وہ بات نہ تھی کہ کسی کو چونکا دیتی۔ اس لیے آہستہ آہستہ غالب کی یاد پر ایک پردہ سا پڑتا گیا۔ پھر غالب کا ایک سودائی اُٹھا جو خود بھی ایک مصور تھا اور اس نے غالب کی یاد پر جمی ہوئی دھول کو صاف کیا۔ غالب کی تصویر کو ایک نئے ڈھنگ سے دیکھا۔ اس مصور کا نام عبدالرحمٰن بجنوری تھا۔'' [۲۸]

نقادوں نے بجنوری کو پہلا غالب پرست کہا اور بجنوری کی تنقید کو آسمانِ تنقید پر سب سے بلند ستارہ قرار دیا ساتھ ہی حالی کی تنقید کو دوسرے درجے کی تنقید قرار دیا اور اس تنقید کو تذکروں سے تشبیہ دی۔ پروفیسر مختار حسین ترابی لکھتے ہیں:

> ''حالی کا معیارِ تنقید بھی قدیم تذکرہ نگاروں سے کوئی زیادہ مختلف نہیں۔ نقدِ غالب کے حوالے سے جب الطاف حسین حالی کے اس تمام اثاثے کا ہم تجزیہ کرتے ہیں تو لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حالی غالب کے کلام پر تنقید کرتے ہوئے اسے رائج الوقت میزانِ معیار پر نہیں پرکھ سکے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ الطاف حسین حالی تنقید کے عصری نظریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے غالب کے کلام پر تنقید کرتے۔'' [۲۹]

مولانا حالی نے مرزا غالب پر وقتی مصلحت کی بنا پر حالی پر کھلی تنقید نہ کی اور بطور نقاد اپنے فریضہ کی انجام دہی میں دیدہ ودانستہ پہلو تہی کر گئے ہیں [۳۰]۔ ''یادگارِ غالب'' کے دیباچے میں مولانا حالی لکھتے ہیں:

> ''مرزا کی لائف میں کوئی مہتم بالشان واقعہ ان کی شاعری وانشا پردازی کے سوا نظر نہیں

آ تا۔لہٰذا جس قدر واقعات اُن کی لائف کے متعلق اس کتاب میں مذکور ہیں ان کو ضمنی اور استطرادی سمجھنا چاہیے۔اصل مقصود اس کتاب کے لکھنے سے شاعری کے اس عجیب وغریب ملکے کا لوگوں پر ظاہر کرنا ہے جو خدا تعالیٰ نے مرزا کی فطرت میں ودیعت کیا تھا اور جو کبھی نظم ونثر کے پیرائے میں، کبھی ظرافت وبذلہ سنجی کے روپ میں، کبھی عشق بازی اور رند مشربی کے لباس میں اور کبھی تصوف اور حبِ اہل بیت کی صورت میں ظہور کرتا تھا میں جو ذکر ان چاروں باتوں سے علاقہ نہیں رکھتا اس کو اس کتاب کے موضوع سے خارج سمجھنا چاہیے۔''[۳۱]

اسی طرح آگے چل کر حالی لکھتے ہیں:

''مرزا کو بحیثیت شاعر پبلک سے روشناس کرنے اور ان کی شاعری کا پایہ لوگوں کی نظر میں جلوہ گر کرنے کا عمدہ طریقہ یہ تھا کہ اُن کے اصنافِ کلام میں سے ایک معتد بہ حصہ نقل کیا جاتا، ہر صنف میں جو باتیں مرزا کی خصوصیات سے ہیں وہ بیان کی جاتیں جو کلام نقل کیا جاتا اس کی لفظی ومعنوی خوبیاں، نزاکتیں اور باریکیاں ظاہر کی جاتیں، شعراء کے جس طبقے میں مرزا کو جگہ دینی چاہیے اس طبقے کے کلام سے مرزا کے کلام کا موازنہ کیا جاتا، ان کی غزل سے مرزا کی غزل کو، قصیدے سے قصیدے کو اور اسی طرح ہر صنف سے اُس صنف کو ٹکرایا جاتا، اور اس طرح مرزا کے پایۂ شاعری اور اُن کے کلام کی حقیقت سے اہلِ وطن کو خبردار کیا جاتا مگر یہ طریقہ جس قدر مصنف کے حق میں دشوار گزار تھا اُسی قدر پبلک کے لیے خاص کر اس زمانے میں غیر مفید بھی تھا۔اگر ہم اس دشوار گزار منزل کے طے کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے تو ہماری وہی مثل ہوتی کہ ''مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانے والوں کو کچھ مزا نہ آیا۔'' ناچار ہم نے بجائے طریقۂ مذکور کے جو حالت موجودہ میں باوجود دشوار ہونے کے غیر مفید بھی ہے اس موقع پر ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جو ہمارے لیے سہل تر اور پبلک کے لیے مفید تر معلوم ہوتا ہے۔''[۳۲]

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالی بوجوہ جس انداز سے تنقید کرنا چاہتے تھے نہیں کر سکے اور جو تنقیدی سانچے حالی نے اپنے مقدمۂ شعروشاعری میں خود وضع کیے تھے اس کے مطابق غالب کو نہیں جانچ سکے۔یہ وقت کا تقاضا کہہ لیں یا غالب سے

عقیدت حالی کا انداز تنقیدی نہیں تھا اور نہ ہی حالی تنقید کے عصری تقاضوں پر پورے اترتے نظر آتے ہیں بلکہ غالب کی شخصیت کو مجتمع کیا گیا ہے۔ اس میں حالؔی کی شخصیت کا بھی گہرا اثر شامل ہے۔ کیونکہ کہ حاؔلی جیسے حلیم الطبع شخص سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے استاد کی خامیوں کو سامنے لائیں گے۔ اگر چہ یہ بات تنقیدی نقطۂ نظر کے خلاف ہے مگر یہی بات حاؔلی کی شخصیت کی نمایاں خصوصیت بھی ہے۔ مختار حسین ترابی لکھتے ہیں:

''یادگارِ غالب جو نقدِ غالب کے حوالے سے ان کا کلُہم سرمایہ ہے، تنقید کے عصری تقاضوں پر پوری نہیں اترتی۔'' [۳۳]

ڈاکٹر وزیر آغا بھی اس رائے سے متفق ہیں بلکہ اس سے بھی پہلے وزیر آغا نے یہ رائے قائم کی کہ غالب کی اس سوانح میں غالب کا شعری مرتبہ اُجاگر نہیں کیا گیا بلکہ اس کی شخصیت نمایاں انداز میں اُبھری ہے۔ مختار حسین مزید لکھتے ہیں:

''۔۔۔۔یادگارِ غالب جو غالب کے حوالے سے حالی کا شاہکار تصور کیا جاتا ہے صرف سوانحی اور تشریحی دائرہ تک محدود ہے اس لیے کہ حالی تنقید نگار سے زیادہ سوانح نگار تھے اور یادگارِ غالب کے علاوہ حیات جاوید اور حیات سعدی اس کا ثبوت ہیں۔'' [۳۴]

مولانا حالی کی ''یادگارِ غالب'' کا تسلسل قائم رکھنے والی دوسری تصنیف بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' کو کہا جاتا ہے بلکہ حالی کے بعد بجنوری نے غالب کے فکر وفن کے کئی دَر وا کیے۔ پروفیسر اُسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

''محاسنِ کلامِ غالب۔۔۔۔۔اچھوتی تصنیف ہے اور ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور بلوغتِ فکر ونظر کی غمازی کرتی ہے۔ ایک طرح سے یہ حالی کی یادگارِ غالب کا تسلسل پیش کرتی ہے لیکن کئی لحاظ سے اس میں اضافہ بھی ہے اور اس سے بڑی حد تک مختلف بھی۔ شروع ہی میں بجنوری نے یہ کہہ کر ''ہندوستان کی مقدس کتابیں دو ہیں ایک وید مقدس اور دوسری دیوانِ غالب'' اپنی ترجیحات کا اعلان بھی کر دیا ہے اور اپنے تنقیدی طریقۂ کار کے مقدمات کی بھی پڑھنے والوں کو خبر دی ہے۔'' [۳۵]

''محاسنِ کلامِ غالب'' بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں لکھا گیا اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بجنوری کا مشرقی اور مغربی زبانوں کے ادب کا مطالعہ تھا اور غالب کے کلام کو وہ پسند کرتے تھے اور اپنے مطالعہ میں بھی رکھتے تھے۔ غالب کے ۲۸۱ اشعار نمونے کے طور پر پیش کیے گئے ہیں بلکہ ان کی تشریح بھی اپنے اندازِ فکر کی روشنی میں کی ہے۔ تشریح کے ساتھ ساتھ انہوں نے دوسری زبانوں کے ۷۰ ادیبوں اور فنکاروں کے نام اور ان کے ادب پاروں کے نمونے بھی پیش کیے ہیں اور تقریباً چالیس صفحات پر اصل بحث کی گئی ہے۔ یعنی حالی کی طرح بجنوری نے بھی غالب کے کلام پر تبصرہ کیا مگر اس تبصرے کا ڈھنگ مختلف تھا

عبدالستار پیش لفظ محاسنِ کلامِ غالب بارِ چہارم ۱۹۵۲ء، ص ۳ پر لکھتے ہیں: ''جس طرح غالب نے شعروسخن کے میدان میں اپنے لیے ایک الگ اور نئی راہ پیدا کی، عبدالرحمٰن بجنوری نے بھی کلام غالب پر تبصرہ کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کیا۔''

صباح الدین عبدالرحمٰن ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' جلد اول، ۱۹۷۷ء، ص ۲۰۹ پر بجنوری کے اندازِ تحریر وقابلیت کو یوں بیان کرتے ہیں: ''عبدالرحمٰن بجنوری نے یہ سب کچھ جو لکھا ہے وہ ان سے پہلے بھی لکھا جاچکا تھا لیکن انہوں نے ان کے لکھنے میں جو جاندار طرزِ بیان اختیار کیا ہے اس سے اُن کی پوری تحریر شاندار ہوگئی ہے۔ اُردو ادب میں ایسی جاندار اور شاندار تحریریں کم لکھی گئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اُن کے پڑھنے میں بڑی لذت ملتی ہے۔'' اسی طرح مجنوں گورکھ پوری غالب اور بجنوری کے اندازِ تحریر کی تعریف ''غالب، شخص اور شاعر''، ص ۱۱۰ پر یوں رقم طراز ہیں: ''یہی ان کی نثر کا بھی انداز تھا یعنی ان کا نثری اُسلوب بھی ہم کو غالب کی شاعری ہی کی دھن میں ملتا ہے۔'' شارب ردولوی تو بجنوری کے اس انداز کو رومانیت کی بہترین مثال قرار دیتے ہوئے ''جدید اُردو تنقید اصول ونظریات'' ص ۱۶۵ پر لکھتے ہیں: ''اُن کی کتاب کی ابتدا ہی انتہائی رومانیت کی ایک بہترین مثال ہے۔''

پروفیسر کلیم الدین نے بجنوری کی اندازِ تنقید کی وضاحت میں لکھا کہ بجنوری نے اپنی تنقید میں غالب کا مغربی شعرا اور دانشوروں سے موازنہ کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ مثالیں بھی دی ہیں۔ یہ وہی اصول ہیں جن کا حالی نے اپنے دیباچہ میں ذکر کیا اور چاہیے تو یہی تھا کہ حالی انہی خطوط پر غالب کی شاعری کا تجزیہ کرتے مگر بوجوہ وہ ایسا نہ کرسکے جسے بجنوری نے کر دکھایا۔ لہٰذا کلیم الدین احمد کے مطابق بجنوری تنقیدی اصولوں کے معیار پر پورے اترتے ہیں اور حالی کی تنقید کا تسلسل قائم رکھنے والی کتاب ''محاسنِ کلامِ غالب'' معیارِ تنقید کے ساتھ ساتھ فکروفن اور نقدِ غالب، موضوعات، اندازِ نظر اور اچھوتے اُسلوب بیان کی حامل ہے۔ کلیم الدین ''اُردو تنقید پر ایک نظر'' کے صفحہ ۱۵۰ پر یوں رقم طراز ہیں: ''وہ قدم قدم پر مغربی شاعروں، فلسفیوں، صناعوں، انشاپردازوں کا نام لیتے ہیں اُن کے اقوال وآراء نقل کرتے ہیں، غالب کا ان سے مقابلہ کرتے ہیں۔'' یعنی بجنوری نے تقابلی تنقید اور رومانی تنقید کی بنیاد ڈالی۔ بجنوری نے جرمن، فرانسیسی، اطالوی، انگریزی شاعروں کے علاوہ فنونِ لطیفہ کے مصوروں سے بھی غالب کی شاعری کا موازنہ کیا اور اس تعریف اور تقابل میں غالب کا مرتبہ بلندتر کردیا جس پر کئی نقادوں نے خوب ردِعمل ظاہر کیا۔ [۳۶]

ڈاکٹر گیان چند جین، بجنوری پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ انہیں اس بات پر بھی اعتراض ہے کہ بجنوری نے غالب کا تقابل جرمن، فرانسسی اور اطالوی زبان کے شاعروں کے ساتھ کیا اور ساتھ ہی کوئی مصور وموسیقار بھی نہیں چھوڑا جس سے غالب کا تقابل کرنے کے بعد غالب کو عرش ادب کا سب سے اونچا ستارہ قرار دیا۔ لکھتے ہیں:

''بجنوری نے تنقید کرتے وقت غالب کے اشعار میں وہ معانی بسا دیئے کہ اگر غالب

انہیں سنتا تو اسے اپنی شاعری کسی انگلستانی کی شاعری معلوم ہونے لگتی۔ وہ صرف یہی
کہتا کہ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔'' [۳۷]

بجنوری پر جن نقادوں نے مبالغہ آرائی کا الزام لگایا ہے اُن میں گیان چند جین کے علاوہ رشید احمد صدیقی اور خورشید الاسلام نے بھی اعتراف کیا کہ بجنوری نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ اس حوالے سے رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ غالب کی تنقید میں بجنوری مرحوم نے کہیں کہیں مبالغہ سے کام لیا ہے،
جہاں تہاں اشعار کے صحیح مفہوم بھی دُور جا پڑتے ہیں۔'' [۳۸]

اب ڈاکٹر خورشید الاسلام کی رائے دیکھئے:

''بجنوری جہاں غالب کے معانی کی تعبیر کرتے ہیں وہاں اُن سے چند مقامات پر مبالغہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ حالی نے ''یادگارِ غالب'' میں غالب کے اشعار کی وضاحت پر اکتفا کیا ہے جب کہ بجنوری نے غالب کے ذہن کی ترجمانی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔'' [۳۹]

خورشید الاسلام لکھتے ہیں کہ بجنوری کے تقابل کا معیار بہت اونچا تھا جس کے باعث مبالغہ کی فضا پیدا ہوئی۔

''۔۔۔۔لیکن انہوں نے ایک غلطی یہ کی کہ مشرق ومغرب کے فلسفیوں سے ان کے خیالات کا موازنہ کر دکھایا جو ناواقف لوگوں کے لیے غلو سے پُر اور واقف لوگوں کے لیے ضرورت سے زیادہ تھا۔'' [۴۰]

حالی اور بجنوری کی جانب سے غالب کے اشعار کی تشریح کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں کا اندازِ شرح مختلف ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ حالی کو غالب سے قلبی وذہنی لگاؤ کے ساتھ، غالب کی قربت بھی حاصل تھی اس لیے انہوں نے بعض اشعار کے سلسلے میں غالب سے وضاحت بھی چاہی جب کہ بجنوری کو صرف ذہنی اور قلبی قربت تھی اس لیے دونوں نقادوں نے غالب کے اشعار کی اپنے اپنے انداز سے شرح کی ہے۔ حالی نے ''یادگارِ غالب'' میں غالب کی غزلوں کے ۱۱۱۶ اشعار کی تشریح کی ہے اور بجنوری نے اپنے مقالے ''محاسنِ کلامِ غالب'' میں ۲۸۱ اشعار کی شرح شامل ہے اگرچہ دونوں کا اندازِ شرح مختلف ہے مگر ان میں بعض اشعار ایسے ہیں جن کی بجنوری نے بغیر حوالے کے معمولی تبدیلی کر کے حالی کی تشریح پر اکتفا کر لیا ہے [۴۱]۔ مثلاً

کیوں کر اُس بُت سے رکھوں جان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

مولانا الطاف حسین حالی کی تشریح ملاحظہ کیجیے:

''اس کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ اگر اس سے جان عزیز رکھوں تو وہ ایمان لے لے گا۔
اس لیے جان کو عزیز نہیں رکھتا اور دوسرے لطیف معنی یہ ہیں کہ اس بُت پر جان قربان
کرنا تو عین ایمان ہے تو پھر اس سے جان کیوں کر عزیز رکھی جا سکتی ہے۔'' [۴۲]

اب بجنوری کی تشریح دیکھیے:

''اس کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ اگر (میں) اس سے جان عزیز رکھوں گا تو وہ ایمان
لے لے گا اس لیے جان کو عزیز نہیں رکھتا اور دوسرے لطیف معنی یہ ہیں کہ اس بات
پر جان قربان کرنا تو عین ایمان ہے تو پھر اس سے جان کیونکر عزیز رکھی جا سکتی
ہے۔'' [۴۳]

اسی طرح کی کئی اور مثالیں بھی ہیں جس میں بجنوری نے صرف غالب کی ہی تشریح پر اکتفا کر لیا ہے۔ عبدالقوی دسنوی اس انداز پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر بجنوری نے حالی کا حوالہ اپنی تشریح میں کیوں نہیں دیا ایسی کئی خامیاں ہیں بجنوری کے مقالے میں مگر پھر بھی بجنوری، حالی سے تنقید میں دو قدم آگے ہیں۔ [۴۴]

ان خامیوں کے باوجود بجنوری کے مقالے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بجنوری مشرق ومغرب کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے اور زورِ بیان کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ اکرام بجنوری کی تنقید پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''۔۔۔ ان کا مقدمہ اُردو کی ایک قابل ذکر تصنیف ہے۔ ایک تو طرزِ تحریر اور
زورِ عبارت کے نقطۂ نظر سے اور دوسرے کلام غالب کے کئی پہلوؤں پر جو تبصرہ انہوں
نے کیا ہے وہ وسیع مطالعہ اور غور وخوض پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔'' [۴۵]

غالب پر جن نقادوں نے تبصرہ کیا ان میں حالی، اکرام اور بجنوری کے نام اہم ہیں جنھوں نے غالب کی عام مقبولیت کو ایک بصیرت اور تنقیدی نطق عطا کیا۔

اچھے اور جدید طرزِ نقد کے ساتھ ساتھ محاسنِ کلامِ غالب میں کئی موشگافیاں ہیں جن کی نشان دہی سب سے پہلے مفتی انوار الحق مرتب نسخۂ حمیدیہ نے کی۔ اس طرح ہم مفتی انوار الحق کو بجنوری کا پہلا نقاد کہہ سکتے ہیں۔ عبدالقوی دسنوی بھی اس رائے سے متفق ہیں [۴۶]۔ اس حوالے سے انوار الحق لکھتے ہیں:

''۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بلا چوں چرا اں تسلیم کر لیا جائے،

نہیں بعض جگہ خود مجھ کو بھی اس سے یک گونہ اختلاف ہے۔''[۴۷]

عبدالقوی دسنوی اپنے مقالے ''مداح عبدالرحمٰن بجنوری'' ص۱۴۲ پر لکھتے ہیں کہ اس مقالے کی اشاعت نے پڑھے لکھے لوگوں اور خاص طور پر نئی نسل میں غالب فہمی پیدا کی۔ ان کی قدر و قیمت سے باخبری عطا کی جس کا اعتراف اکثر نقادوں نے کیا[۴۸]۔ اب یہی رائے ذرا رشید احمد صدیقی کی دیکھیے:

''یہ بجنوری مرحوم کے مقالے کا تصرف ہے کہ آج کل کے پڑھے لکھوں میں غالب سے شیفتگی پیدا ہوئی اور اربابِ ذوق وفکر نے غالب ہی نہیں بلکہ دوسرے شعراء کو بھی بجنوری مرحوم ہی کے انداز میں تنقید سے جانچنا پرکھنا شروع کیا۔''[۴۹]

علی گڑھ میں جو اندازِ تنقید اپنی محاسنِ کلامِ غالب کے بعد شروع ہوئی اس کو رشید احمد صدیقی کے مذکورہ بالا الفاظ اور عبدالقوی دسنوی کی رائے نے ثابت کر دیا کہ اصل تنقیدی باب علی گڑھ کے فرزند بجنوری کی تنقید کے بعد شروع ہوا۔

''محاسنِ کلامِ غالب'' کے عنوان سے بجنوری کا یہ مقالہ یا مقدمہ ''نسخۂ حمیدیہ'' کے تعلق سے نقادوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا۔ بعض نے اسے غالب کی غیر مدلل مداحی کا نام دیا اور بعض نے بجنوری کی تعریف میں محض غلو قرار دیا۔ ڈاکٹر بجنوری کے مقدمے کے ابتدائی فقروں نے بطور خاص شہرت پائی اور بعض ناقدین کی ناگواری کا باعث ہوئے۔ وہ فقرے یہ ہیں:

''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں 'مقدس وید' اور 'دیوانِ غالب'۔ لوح سے تمت تک مشکل سے سو صفحے ہیں لیکن کیا ہے جو یہاں حاضر نہیں کون سا نغمہ ہے جو سازِ زندگی کے تاروں میں بیدار یا خوابیدہ موجود نہیں۔''[نسخۂ حمیدیہ، مطبوعہ بھوپال، ۱۹۲۱ء، ص۳۳۔]

یہ فقرے جیسا کہ عرض کیا گیا ہے اُردو کے بعض ادیبوں اور نقادوں کو سخت ناگوار گزرے، چنانچہ ان فقروں کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر بجنوری پر ایک عرصے تک لعن طعن کی جاتی رہی حالانکہ یہ لعن طعن محض لاعلمی اور بے خبری پر مبنی تھی۔ ایسے فقروں میں ڈاکٹر بجنوری نے الہامی کتابوں کے حوالے سے ''دیوانِ غالب'' کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ اساسی طور پر ڈاکٹر بجنوری کی نہیں بلکہ خود غالب کی ہے۔ ڈاکٹر بجنوری نے اپنے وجدانی فقروں میں صرف غالب کی موثر اور خوب صورت ترجمانی کر دی ہے اور بجنوری کے نام پر ایک نعرہ مستانہ لگا دیا ہے۔ ڈاکٹر بجنوری کے ان جملوں پر تنقید کرنے والوں نے جانے کیوں غالب کی اس فارسی رباعی کو ذہن میں نہیں رکھا جس میں انہوں نے خود اپنے اُردو دیوان کو ''کتاب ایزدی'' کہا ہے اور جو ڈاکٹر بجنوری کے مقالے ''محاسنِ کلامِ غالب'' کی پیشانی پر درج ہے۔ یہ رباعی ملاحظہ ہو:

گر شعر و سخن بہ دہر آئیں بُودے

دیوانِ مرا شہرت پرویں بُودے

غالب اگر ایں فنِ سخن دیں بودے
آن دین را ایزدی کتاب ایں بودے ☆

ڈاکٹر بجنوری اُردو کے پہلے ادیب ہیں جنہوں نے اُردو میں تقابلی تنقید کی بنا ڈالی اور غالب کو دنیا کی مختلف زبانوں کے بڑے شاعروں کے مقابل رکھ کر ان کے فکر ونظر اور فنی کمالات کی غیر معمولی رسائی پر روشنی ڈالی۔ بجنوری نے پہلی بار ہمیں اس بات کا احساس دلایا کہ غالب ایک چھوٹی زبان کا شاعر ہو کر بھی بہت بڑا شاعر ہے اور اس کا شاعرانہ مقام دنیا کے بڑے سے بڑے شاعر سے کم تر درجے کا نہیں ہے۔ بقول بجنوری، غالب کی سوچ فلسفیانہ ہے اور اس نے اپنی فلسفیانہ سوچ کو شعر کے قالب میں ڈھال کر کمالِ فن کی معراج حاصل کر لی ہے۔ یہی وہ معراجِ فکر وفن ہے جس کی بنا پر ہمارے اکثر نقاد غالب کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ ڈاکٹر بجنوری کے مقالہ اور غالب کی شاعری کے بارے میں اُن کے خیالات کی گونج سارے علمی وادبی حلقوں میں سنائی دیتی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ غالب کو ان دنوں ڈاکٹر بجنوری کے بیان کردہ محاسنِ فکر کی روشنی ہی میں جانچنے پرکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔[۵۰]

جس مقالے پر نقادوں نے اس قدر رواویلا مچایا وہ مقالہ ابھی ادھورا تھا اور ڈاکٹر بجنوری نے اسے شائع کرنے کی غرض سے ابھی نہیں دیا تھا کہ زندگی نے وفا نہ کی اور وہ دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ اگر زندگی وفا کرتی تو یقیناً وہ اس پر نظرِ ثانی کرتے۔ عبدالقوی دسنوی لکھتے ہیں:

> ''اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے اس مقالے کی شہرت اور مقبولیت اس وقت ہوئی جب کہ یہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اور موت نے ان کو ہم سے چھین لیا تھا۔۔۔۔ بلاشبہ اس میں ردوبدل ضرور ہوتا اور یقین ہے۔ عبدالرحمٰن بجنوری اپنے مقالہ کی خامیوں اور کمزوریوں کو جن کی طرف اس مقالہ میں اشارے کیے گئے ہیں دُور کر کے ہی اشاعت کے لیے دیتے لیکن یہ مضمون نامکمل اور نظرِ ثانی کا محتاج رہا اور خود مصنف نے اسے اشاعت کی غرض سے نہیں دیا تو اس کی بعض خامیوں پر اس قدر چیں بہ جبیں ہونا واویلا کرنا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔''[۵۱]

علی گڑھ میں مولانا حالی اور بجنوری کی تنقید کے بعد اہم نام مولانا حسرت موہانی کا ہے جن کے اشعار کی شرح کو غالب اور علی گڑھ کے حوالے سے اہمیت اور اولیت حاصل ہے۔ غالب پر لکھی گئی کتب چاہے وہ تنقیدی ہوں یا تحقیقی آزادی سے پہلے جو

☆ ترجمہ اشعار: اگر دنیا کا آئین شعر وسخن سے متعلق ہوتا — تو میرا دیوان پروین ستارے کی طرح مشہور ہوتا
اے غالب اگر یہ فن شعر دین ہوتا — تو اس دین کی آسمانی کتاب میرا یہ دیوان ہوتا

نام سرِ فہرست آتے ہیں اُن میں حالی، بجنوری، اقبال، سید عبداللطیف، شیخ اکرام کے نام قابل ذکر ہیں مگر میرے مقالے کا موضوع علی گڑھ سے وابستہ ہے لہٰذا ان اہم ناموں میں آزادی سے پہلے مولانا حالی اور بجنوری کا نام اول لیا جائے گا جن کی تنقید نے نئے موضوعات کے در وا کیے۔ آزادی بلکہ یوں کہنا چاہیے غالب صدی ۱۹۶۹ء کے بعد سے حال تک علی گڑھ میں اور پورے برصغیر میں غالب پر جتنا کام ہوا اور نئے نئے موضوعات سامنے آئے کہ ان سب کو حیطۂ تحریر میں لانے کے لیے عمر خضر چاہیے [۵۲]۔ ۱۹۶۹ء کے بعد تفہیم غالب میں قابلِ قدر توسیع ہوئی۔ غور وفکر کے نئے زاویے سامنے آئے کہ علی گڑھ میں غالبیات کا ایک ذخیرہ تیار ہو چکا ہے اور اس میں بڑا اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ حالی سے حال تک علی گڑھ میں تفہیم غالب کی جتنی کوششیں ہوئی ہیں انہیں ہم اپنی آسانی کے لیے دو ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ پہلا دَور سیرتِ غالب اور شخصی کوائف کے ساتھ احباب واسلاف کا ذکر (یہ اس عہد میں اہم کردار محققین کا ہے)

۲۔ دوسرا دَور شعری اسالیب اور فکری رویوں کی تشریح وتعبیر پر مشتمل ہے (اس عہد میں زیادہ کردار ناقدین نے ادا کیا ہے)

غالب پر جتنی تنقید لکھی گئی اس نے فکروفن کے کئی دَر وا کیے ہیں۔ تفہیم غالب کا باقاعدہ دور ہی حالی کے بعد بجنوری اور بعد کے آنے والوں میں نمایاں نام خورشید الاسلام، یوسف حسین خان، مجنوں گورکھ پوری بڑے نقادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ عبدالقوی دسنوی نے نقدِ غالب کے توسط سے نئی نسل میں غالب فہمی کا شعور پیدا کیا۔

> ''۔۔۔ یہ بھی درست ہے کہ ۔۔۔ پڑھے لکھے لوگوں خاص طور سے نئی نسل میں غالب فہمی پیدا کی اور ان کی قدر وقیمت سے باخبری عطا کی جس کا اعتراف اکثر نقادوں نے کیا۔'' [۵۳]

رشید صاحب اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ''۔۔۔ آج کل کے پڑھے لکھوں میں غالب سے شیفتگی پیدا ہوئی۔'' [۵۴]

اب وارث علوی کے الفاظ دیکھیے:

> ''اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ غالب کی عام مقبولیت کو ایک بصیرت اور تنقیدی نطق عطا کرنے میں ان بزرگوں کا بڑا حصہ ہے۔'' [۵۵]

راقم الحروف بھی وارث علوی، رشید احمد صدیقی اور عبدالقوی دسنوی کی رائے سے متفق ہے کہ تفہیم غالب کے سلسلے میں ان نقادوں نے موضوعات کو وسعت بخشی ہے مگر پروفیسر عبدالحق اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے اور لکھتے ہیں: ''ناقدینِ ادب کا غالبیات میں قابل ذکر کام نظر نہیں آتا۔'' [۵۶]

ہاں یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس بے شمار تنقیدی سرمائے میں کچھ افراد کا کام اتنا وقیع ہے کہ ان کا شمار اہم نقادوں میں کیا جا

سکتا ہے یہ سارا کام معیاری نہیں ہوسکتا۔ ان نقادوں میں ڈاکٹر سید عبداللہ، خلیفہ عبدالحکیم، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ڈاکٹر خورشید الاسلام، ظ۔ انصاری، آل احمد سرور، مجنوں گورکھ پوری، عندلیب شادانی کے نام اس میدان میں سرفہرست ہیں۔ ان ناموں میں علی گڑھ سے منسوب نقاد ڈاکٹر خورشید الاسلام، مجنوں گورکھ پوری، یوسف حسین خان، آل احمد سرور اور اُسلوب احمد انصاری ہیں، باقی نقاد چونکہ علی گڑھ کا حوالہ نہیں بنتے لہٰذا ہمارے حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ نقدِ غالب کی بات چلی تو سب سے پہلے غالب یاد آئے کہ غالب کے نقادوں میں پہلا نام تو غالب کا اپنا ہے۔

اسداللہ خان غالبؔ (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء)

جس نے اپنے ضخیم دیوان کو بے دردی سے مختصر کر دیا یہ غالب کا تنقیدی شعور ہی تھا جس نے کبھی اُسے بیدل اور کبھی ریختہ لکھنے میں خود کو قیامت ظاہر کیا اور اپنے ارتقاء کی منزل سادگی و پُرکاری کو جانا۔ قتیل سے معرکہ آرائی اور ظہوری اور عرفی کے اشعار کی وضاحت غالب کے تنقیدی شعور کا پتہ دیتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد حسن:

> ''غالب کے نقادوں میں سب سے پہلا نام تو غالب ہی کا ہے جس نے بڑی بے دردی سے اپنے ضخیم دیوان کو چند مختصر اوراق میں منتخب اور محدود کر دیا۔ یہ وہ غالب ہے جس نے ـــ۔ ایک نقطے پر ٹھہرنے کی بجائے کبھی رنگ بیدل میں ریختہ لکھنے میں خود کو ''قیامت'' ثابت کیا تو کبھی اس قیامت زائی سے آگے بڑھ کر سادگی اور پُرکاری کے وہ انداز اختیار کیے جو 'میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے' کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ یہی نہیں شاعر غالب کی وہ دوسری شخصیت جو تنقیدی شعور رکھنے والے غالب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے کبھی قتیل سے معرکوں میں کبھی عرفی اور ظہوری کے اشعار کی وضاحت کرنے میں اور کبھی آتش و ناسخ میں 'ورائے شاعری چیزے دیگر ہست' کی تلاش میں جلوہ گر ہوتی ہے۔'' [۵۷]

غالب اپنے کلام میں کس طرح اظہار کرتے ہیں چند مثالیں دیکھئے:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آوے

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

مجنوں گورکھ پوری (۱۹۰۴ء-۱۹۸۸ء)

اِن کا پورا نام احمد صدیق مجنوں گورکھ پوری ہے۔ بیسویں صدی اردو ادب کے قد آور اور صفِ اول کے مشاہیر میں مجنوں گورکھ پوری ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ شاعر، افسانہ نگار، دانش ور اور صاحب اُسلوب انشا پرداز کی حیثیت سے وہ نہ صرف نصف صدی تک آسمان ادب پر درخشندہ ستارے کی طرح ضوفشاں رہے بلکہ تحقیق تنقید کے کارناموں کی بدولت اُردو ادب کی تاریخ میں اپنا منفرد اور قابلِ رشک مقام حاصل کرلیا[۵۸] ☆۔ ان کے آباؤ اجداد بستی ضلع کے تحصیل خلیل آباد میں منجھریا کے زمیندار تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دیہات کی فضا میں پرورش پانے والا مجنوں عظیم شاعر، نقاد، فارسی میں بیدل اور اُردو میں غالب کو محبوب رکھا۔ علی گڑھ میں ڈاکٹر عبدالعلیم (سابق وائس چانسلر) کی خواہش پر جو مشاعرے ہوتے ان میں غالب کی زمین پر طرح آزمائی کرتے اس دور میں غالب کی زمین میں کہے گئے چند شعر سنتے چلئے:

کس کو سمجھوں آشنا ، کس کو کہوں نا آشنا
آشنا کی جستجو میں مَیں ہوں سب کا آشنا
عشق کیا ہے اپنے اپنے ذوق کی تکمیل ہے
کوہ کن خارا تراش و قیس صحرا آشنا

مجنوں نے ۱۹۲۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ مادرِ درس گاہ سے یہ ان کا پہلا سابقہ تھا۔ مجنوں کی شعروشاعری کے ساتھ ساتھ (جو کہ بقول انہیں کے کہ شاعری میں محض تفنن اور تفریح کے لیے کرتا ہوں) نثر نگاری بھی کی۔ نثر نگاری میں پہلا قدم افسانہ نگاری تھی[۵۹]۔

مجنوں تنقید کو کسی طرح ''تخلیق'' سے کم درجہ فن نہیں سمجھے تھے۔ تنقید کا مفہوم بھی اِن کے ہاں کسی قدر وسیع ہے۔ مجنوں کی تنقید میں ڈرائیڈن اور آرنلڈ کے موثر ادب کا عکس نظر آتا ہے۔ ''مجنوں کی تنقید میں ڈرائیڈن کا تقابلی وتجزیاتی انداز اور آرنلڈ کی طرح عصری موثرات وعوامل کو اجاگر کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔''[۶۰]

☆ مجنوں گورکھ پوری کے تفصیلی حالاتِ زندگی وکارناموں کے لیے مضمون دیکھئے: محمد یٰسین، ''مجنوں گورکھ پوری'' مشمولہ نامورانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں (جلد دوم)، مجنوں، جنوری، مئی ۱۹۰۴ء (ارمغانِ مجنوں میں یہ دونوں مہینے درج ہیں)

مجنوں گورکھ پوری نے غالب کے کلام کو ہم عصر شاعروں مومن اور شیفتہ کے کلام اور اس عہد میں رکھتے ہوئے پرکھا ہے۔ غالب کی شاعری میں بیدل کے رنگ کو تلاش کیا ہے اور سرسید کو غالب سے متاثر ہوتے دکھایا ہے۔ مجنوں گورکھ پوری کی کتاب ''غالب شخص اور شاعر'' پہلے مکتبہ ارباب قلم، کراچی، ۱۹۷۴ء، مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی اور بعد میں ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۹۵ء کو شائع ہوئی۔ چار مضامین پر مشتمل کتاب غالب کو نئے انداز سے روشناس کراتی ہے۔ احمد صدیق مجنوں گورکھ پوری (۱۹۰۴-۱۹۸۸ء) غالب کے اُن ناقدین میں سے ہیں جنھوں نے تنقیدی میدان میں تو بہت پہلے قدم رکھ دیا تھا مگر غالب پر اپنی عمر کے آخری ایام میں قدم رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب مجنوں اپنے ادبی نظریے کی ارتقائی منازل طے کر چکے تھے۔

> ''احمد صدیق مجنوں گورکھ پوری۔۔۔۔ غالب کے ان ناقدین میں سے ہیں جنھوں نے اپنی عمر کے آخری سالوں میں غالب کو مرکز توجہ بنایا جب کہ وہ نظریاتی حد بندیوں سے کسی حد تک باہر آ چکے تھے۔''[۶۱]

اس ادبی سفر میں مجنوں گورکھ پوری کی غالب سے دلچسپی بجنوری کا مقالہ ''محاسنِ کلامِ غالب'' بنا جب وہ ۱۹۲۲ء میں گورکھ پور آئے اور نسخۂ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تو بجنوری کا مضمون پڑھتے ہی اس طرح کا مضمون غالب پر لکھنے کی تحریک ملی۔ گویا مجنوں نے بجنوری سے بھی ضخیم مضمون لکھ ڈالا اور لاہور کے ایک مقتدر ادارے کو ارسال کیا۔ انہوں نے اس مضمون کو مختلف اشاعتوں میں ان کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ مجنوں کا پہلا مضمون غالب پر تھا۔ اس کے بعد انہوں نے جو کچھ غالب پر لکھا وہ کالج اور یونیورسٹیوں کے لیکچروں کی صورت میں تھا یا جو دو تقریریں ریڈیو پر نشر ہوئیں وہ بھی غالب سے متعلق تھیں۔ ان کی کتاب ''غالب شخص اور شاعر'' انھیں تقریروں پر مشتمل ہے جس کو مکتبہ الفاظ علی گڑھ نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔[۶۲] بقول پروفیسر شمس بدایونی:

> ''۱۹۷۱ء میں انہوں نے شبنم رومانی کے اداریے اربابِ قلم کی تجویز پر چار سلسلہ وار تقریریں لکھیں جن کی حیثیت اس وقت بسیط مقالوں کی ہے۔۔۔۔ ان کا ہندوستانی ایڈیشن مکتبہ الفاظ علی گڑھ نے ۱۹۸۳ء میں باسم غالب شخص اور شاعر، شائع کیا۔''[۶۳]

''غالب شخص اور شاعر'' ڈیمائی سائز کے ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کا انتساب مجنوں نے اپنے نواسے کے نام کیا ہے۔ مضامین کی ترتیب کچھ یوں ہے:

۱۔	گفتنی	شبنم رومانی	(ص ۷ تا ۸)
۲۔	غالب کا عہد اور غالب	مجنوں	(ص ۹ تا ۲۹)
۳۔	غالب فکر و نظر	مجنوں	(ص ۳۰ تا ۶۶)

۴۔	غالب اندازِ بیاں	مجنوں	(ص۲۷تا۸۹)
۵۔	غالب اور ہم	مجنوں	(ص۹۰تا۱۲۱)
۶۔	حق تو یہ ہے	مجنوں	(ص۱۲۲تا۱۲۶)

اگر چہ یہ کتاب چار مختلف عنوانات کا احاطہ کیے ہوئے ہے مگر ان مضامین میں تسلسل اور منطقی ربط پایا جاتا ہے۔ پہلے مضمون میں غالب کے عہد اور ماحول کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے غالب کے خاندان کی سطوت وعظمت کو بھی دکھایا گیا ہے۔ اس ماحول کی سیاسی شکست و ریخت اور خاندانی پس منظر نے غالب پر کیا اثرات مرتب کیے؟ اس میں یہی جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مضمون میں غالب کی شخصیت کو شاعری کے حوالے سے مومن شیفتہ کے کلام اور اس کے عہد میں رکھتے ہوئے پرکھا ہے اور غالب کی شاعری کو بیدل کے رنگ سے متاثر ہوتے دکھایا ہے۔ حالی اور بجنوری کی طرح مجنوں نے بھی غالب کو ہم عصر شیفتہ اور مومن کے کلام اور عہد میں رکھ کر پرکھا ہے۔

مجنوں گورکھ پوری کی کتاب ''غالب شخص اور شاعر'' ڈاکٹر شمس بدایونی کی رائے دیکھیے: ''۔۔۔ اس امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ غالب نے اپنے ذوق کی تربیت اور تہذیب اسلاف کے کارناموں کو سامنے رکھ کر کس طرح کی ہے؟ اُردو میں وہ میر، مومن، شیفتہ کا نام لے کر گزر گئے لیکن فارسی شعراء میں ظہوری، سعدی، حزیں، بیدل، عرفی کا تذکرہ کرتے ہیں۔'' ☆

مجنوں نے بھی مولانا حالی کی طرح فارسی کے چند مسلم الثبوت شعرا کا تذکرہ کیا۔ ان شواہد کی روشنی میں مجنوں گورکھ پوری حالی کی یادگارِ غالب سے متاثر تھے۔ اسی طرح ''غالب کا عہد اور غالب'' کا پہلا جملہ دیکھیے جو کہ بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' کے پہلے جملے کی طرح انفرادیت لیے ہوئے ہے۔ بقول ڈاکٹر شمس بدایونی: ''اس کا آغاز مجنوں نے بجنوری کی طرح ایک پُرزور فقرے سے کیا ہے وہ فقرہ یہ ہے 'شخص ادنیٰ ہو یا اعلیٰ تاریخ کی مخلوق ہوتی ہے'۔'' (ص۹)

اگلا مضمون ''غالب فکر ونظر'' کے عنوان سے ہے۔ اس تقریر کے آغاز میں مجنوں نے لفظ ''شاعر'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کی ہے اور شاعری کو وحی، الہام، القاء اور غیب کی آواز سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں بجنوری مجنوں کے پیش کردہ نکتہ کی تائید کرتے ہیں [۶۴]۔ مجنوں گورکھ پوری بھی محاسنِ کلامِ غالب، علی گڑھ، ۱۹۶۱ء کے پہلے صفحے پر ساتویں لائن کے دوسرے مصرعے سے یوں گویا ہیں: ''آفرینش کی قدرت جو صفاتِ باری میں ہے شاعر کو بھی ارزانی کی گئی ہے جہاں ملائکہ کارخانۂ ایزدی میں پوشیدہ حسن آفرینی میں مصروف ہیں شاعر یہ کام علی الاعلان کرتا ہے۔''

☆　بحوالہ مجنوں گورکھ پوری اور نقدِ غالب، مشمولہ غالب نامہ، جنوری ۱۹۹۸ء۔

ان شواہد کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو فلسفہ بجنوری نے شاعر کے متعلق دیا وہی مجنوں نے دیا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مجنوں گورکھپوری رومانوی تحریک سے متاثر تھے اور اِن کا شمار بھی رومانوی نقادوں میں ہوتا ہے۔ اس تقریر یا مضمون کے بارے میں ڈاکٹر شمس بدایونی یوں رقم طراز ہیں:

> ''اس تقریر میں مجنوں کی تنقیدی بصیرت اور علمی فضیلت پوری توانائی کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے شروع سے آخر تک ایک منطقی ربط ہے اسلوب و اظہار کا پیرایہ بھی غالب کے شایان شان ہے۔ غالب کے ہر زاویہ فکر کو علم و ادب کے بصیرت آمیز مطالعے کی روشنی میں پیش کر کے غالب کی فکری عظمت کو مسلم اوران کی آفاقی حیثیت کو منظم کیا ہے۔'' [۶۵]

اگلی تقریر یا مقالہ ''غالب اندازِ بیان'' کے عنوان سے ہے۔ اس مقالے میں مجنوں نے کلامِ غالب کی چار اُسلوبی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے مثلاً

۱۔ موسیقیت یا ترنم و آہنگ

۲۔ تشبیہ و استعارہ

۳۔ پہلوداری (یا ذومعنویت)

۴۔ طنزیہ لب ولہجہ

ان خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد غالب پر یوں رائے دیتے ہیں:

> ''غالب اور اُردو کے ان دوسرے اساتذہ کے کلام کا پہلو بہ پہلو مطالعہ کیجیے جو تشبیہات و استعارات اور دیگر اسلوبی تکلفات کے بغیر ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے جو بات واضح طور پر سامنے آئی ہے یہ ہے کہ اساتذہ کی شاعری میں یہ تکلفات مقصود بالذات معلوم ہوتے ہیں اور غالب کی شاعری میں یہ اظہار کے لیے ایک لازمی ذریعہ ہیں۔ جو بات دوسروں کے ہاں طولِ کلام معلوم ہوتی ہے وہ غالب کے یہاں عین بلاغت ہے۔'' [۶۶]

اگلا مقالہ ''غالب اور ہم'' کے عنوان سے ہے جس میں انہوں نے عظیم شخصیتوں کی تین اقسام بتائی ہیں۔ اول وہ بزرگ جو خود کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیتے لیکن بعد کی نسل کے لیے موثر قوت ثابت ہوتے ہیں۔ دوم وہ جو خود اپنی جگہ تو ایک قوت ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے لیے عہد بہ عہد ہم دم و ہم قدم ثابت ہوتے ہیں۔ وہ اپنی فکری بصیرت سے ہر دور کو جلا بخشتے ہیں۔

غالب اسی تیسری قسم کے مردِ بزرگ ہیں۔[۶۷]

اس کتاب میں مجنوں کے تصورات وخیالات کہیں بھی غلو، ژولیدگی، انتشار واضطراب کا شکار نہیں ہوئے بلکہ وہ صریح اور غیر مبہم ہیں۔ان کا اسلوب علمی ہوتے ہوئے بھی فہم سے بالا نہیں۔ان کی تنقید میں جو تخلیقی شان اور ان کے اسلوب میں جو بلند آہنگ اور پُر زور کیفیت ہے وہ بے ساختہ بجنوری کی یاد دلاتی ہے [۶۸]۔اس کتاب میں انہوں نے بجنوری کا دو جگہ بالخصوص تذکرہ کیا ہے ایک جگہ بحیثیت ، ناقد اور دوسری جگہ بحیثیت شاعر۔مجنوں بجنوری کی تعریف کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''۔۔۔اگر یہ پہلے سے کوئی نہ جانتا ہو کہ وہ مغربی علوم وفنون سے بہرہ ور تھے تو وہ دوسرے غالب معلوم ہوتے ہیں۔''[۶۹]

مجنوں کی طرف سے غالب پر کیے گئے کام کی فہرست اگر چہ طویل تو نہیں مگر اس کتاب کی بنا پر وہ نقدِ غالب میں جو روایت حالی اور بجنوری نے قائم کی اس کے تسلسل کی تیسری کڑی کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں۔مجنوں صاحب کا مضمون ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''،علی گڑھ میگزین،۶۱-۶۰-۱۹۵۹ء میں بھی شائع ہوا ہے جب کہ ان کی کتاب ''غالب شخص اور شاعر'' پہلی دفعہ مکتبہ الفاظ علی گڑھ نے ۱۹۸۳ء میں شائع کی جو کہ دوسری مرتبہ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ سے ۱۹۷۶ء،تیسری مرتبہ یزدانی آفسٹ،دلّی سے ۱۹۷۶ء اور چوتھی مرتبہ اربابِ قلم کراچی سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی جب کہ ان کے مطبوعہ مضامین کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

۱۔ ''غالب کا غیر مطبوعہ کلام-چار غزلیں''،عبدالباری آسی،ایوان،گورکھ پور،جنوری ۱۹۳۱ء۔

۲۔ ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''،علی گڑھ میگزین،۶۱-۶۰-۱۹۵۹ء۔

۳۔ ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''،مشمولہ ادب اور زندگی،اُردو گھر علی گڑھ،۱۹۶۴ء،بار دوم ۱۹۶۵ء۔

۴۔ ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''،مشمولہ افکار غالب نمبر،مدیر صہبا لکھنوی،مکتبہ افکار،کراچی،شمارہ ۱۵۴-۱۷۵،سال ۲۱، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۵۔ ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''اعتمادیہ (بیادِ غالب،حصہ اول) مرتبہ محمد قاسم صدیقی،دہلی،۶۸-۱۹۶۹ء۔

۶۔ ''دیوانِ غالب اور اُردو غزل''،مشمولہ نکاتِ مجنوں،س۔ن۔

۷۔ ''غالب''،سیپ،کراچی،شمارہ ۱۲،س۔ن۔

مطبوعہ کتاب:

۱۔ ''غالب شخص اور شاعر''،مکتبہ اربابِ قلم،کراچی،س۔ن۔

یوسف حسین خان

غالب شناسی کی تنقیدی روایت میں حالی، بجنوری، مجنوں کے بعد چوتھا نام ڈاکٹر یوسف حسین خان کا اس صف میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اگر ڈاکٹر یوسف حسین خان کی تنقید کا رُخ یا انداز مندرجہ بالا تینوں ناقدین سے مختلف ہے کہ یوسف حسین خان کا رویہ نہایت معتدل ہے۔ وہ بجنوری کی طرح انتہا پسند نہیں ہیں۔ ضیاء الدین انصاری ان کے اندازِ نقد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ان کی تنقید کا سب سے بڑا وصف اعتدال ہے۔ وہ نہ تو کسی کو ہیرو بنا کر اُسے آسمان پر بٹھاتے ہیں، نہ خواہ مخواہ کسی کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ یہی معتدل رویہ انہوں نے غالب کے ساتھ بھی روا رکھا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ غالب سے انہیں عقیدت ہے اور وہ انہیں اُردو کا سب سے بڑا شاعر مانتے ہیں لیکن وہ اس کی تعریف میں غلو سے کام نہیں لیتے نہ کہیں حدِ اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں۔''[۷۰]

غالب اور اقبال کے علاوہ حافظ ان کے محبوب شاعر ہیں۔ یوسف حسین خان عثمانیہ یونیورسٹی میں تاریخ کے استاد تھے۔ جامعہ عثمانیہ سے پنشن پا کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پرووائس چانسلر کی حیثیت سے سات سال تک رہے۔ اقبال کے ساتھ غالب سے عشق کرنے والے یوسف حسین خان جب یورپ تعلیم کے لیے گئے تو اپنے ساتھ صرف تین کتابیں لے گئے۔ i۔قرآنِ مجید ii۔کلامِ اقبال iii۔دیوانِ غالب۔☆

یوسف حسین نے غالب پر اپنا پہلا اظہارِ خیال اپنی تالیف ''اُردو غزل'' میں کیا جو پہلی بار ۱۹۴۹ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ یوسف حسین خان کی کتاب ''غالب اور آہنگ غالب'' ۱۹۶۸ء کے بعد ''بین الاقوامی غالب سیمینار'' صد سالہ یادگار کمیٹی، نئی دہلی، ۱۹۶۹ء غالب صدی کے موقع کی تصنیف ہے۔

اپنے پہلے مضمون ''اُردو غزل'' میں یوسف حسین خان غالب کے تشبیہ استعاروں اور رمزوایمائیت کے اچھوتے استعمال کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اُردو غزل میں غالب جدتِ ادا کا امام ہے۔'' انہوں نے بھی مجنوں کی طرح غالب کا دوسرے شعرا سے موازنہ کیا اور لکھا کہ ''میر اور مومن بھی لفظوں پر قدرت رکھتے ہیں مگر غالب انہیں فاتحانہ انداز میں برتتا ہے۔''

☆ مزید احوال آثار کی تفصیل کے لیے درج ذیل مضامین دیکھئے:

۱۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان اور نقدِ غالب، ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱۷۵۔

۲۔ یوسف حسین خان اور غالب، صباح الدین عبدالرحمٰن، غالب مدح وقدح کی روشنی میں (جلد دوم) مطبوعہ معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء، ص ۲۱۹۔

۳۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، فکر ونظر ناموران علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، تیسرا کارواں، جلد اول، ۱۹۸۸ء، ص ۴۵۱۔

مثال کے طور پر وہ یہ شعر نقل کرتے ہیں:

مانبودیم دریں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما ☆

جو خیالات اس مضمون میں بیان ہوئے یوسف حسین خان نے ان کو پھیلا کر ''غالب اور آہنگِ غالب'' لکھی۔[۷۱]
''غالب اور آہنگِ غالب'' پہلی بار دہلی سے ۱۹۶۸ء اور ترمیم و اضافے کے ساتھ دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اپنے دامن میں پانچ ابواب سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کتاب میں یوسف حسین خان نے اس تشنگی پر زیادہ توجہ دی جو غالب کے عام نقاد اپنی تحریروں میں چھوڑ گئے مثلاً غالب کے مطالعہ کے دوران غالب کی شاعری کو ضمنی سمجھا گیا اور گرد و پیش کے حالات پر زیادہ توجہ دی گئی۔ مثلاً اس کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:[۷۲]

''غالب پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے بایں ہمہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت اور شاعری کے متعلق پوری بات کسی نے نہیں کہی۔ ہمارے بعض نقادوں نے غالب کی شاعری کو سمجھنے کے لیے معاشرتی گرد و پیش کی توضیح پر ضرورت سے زیادہ زور دیا ہے جیسے کہ غالب کو سمجھنے کے لیے اصلی چیز وہی ہو اور خود ان کی شاعری گویا ضمنی حیثیت رکھتی ہو۔ یہ نقاد شعر کی صرف اس حیثیت کو مانتے ہیں جس حد تک کہ وہ خارجی سماجی احوال کی ترجمانی کرے لیکن وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ خاص حقیقت جب شعر کا جزو بنتی ہے تو اس کی خارجیت بہت کچھ بدل جاتی ہے۔ شاعر کا اُسلوب اور اس کے لفظوں کا انتخاب اس کی اندرونی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی ماحول اور ایک ہی زمانے کے دو شاعروں کی یہ اندرونی کیفیت بعض اوقات اتنی مختلف ہوتی ہے کہ انہیں ایک زمرے میں نہیں شمار کیا جا سکتا۔ غالب اور ذوق اس کی اچھی مثالیں ہیں۔''[۷۳]

ڈاکٹر یوسف حسین، بجنوری اور مجنوں کی طرح پہلے ہی جملے کو چونکا دینے والے انداز میں نہیں لکھتے۔ وہ حالی، بجنوری اور مجنوں کی طرح مسلم الثبوت قدما اور متوسطین سے ان کی شاعری کا موازنہ مثالیں دے کر کرتے ہیں۔ سلجھی سلجھی گفتگو کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ صباح الدین کی رائے دیکھیے:

☆ ترجمہ: اے غالب ہم اس مرتبہ پر راضی نہ تھے شعر نے خود یہ خواہش کی وہ ہمارا فن بنے

''اُن کی تنقید نگاری میں سنجیدگی بھی ہے اور ہوش مندی بھی یعنی پُر جوش نقادوں کی طرح خوب صورت الفاظ اور جملوں سے اپنے ناظرین کو مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کی ہے اور نہ ناظرین کو کبھی عرش سے فرش اور کبھی فرش سے عرش تک لے آتے ہیں۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اس کو غالب کے اشعار کی مثالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اشعار کے جو معنی و مطالب بتاتے ہیں وہ زیادہ تر دُور از کار بھی نہیں۔'' [۷۴]

اب ذرا بجنوری کی کتاب جو آسمان تنقید پر ضوفشاں ستارے کی طرح چمک رہی ہے اس کا پہلا جملہ دیکھئے: ''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں مقدس وید اور دیوانِ غالب'' [بحوالہ محاسنِ کلامِ غالب، ۲۰۰۱ء] مجنوں نے چونکہ بجنوری کے رنگ میں ''غالب شخص اور شاعر'' کے ایک مضمون ''غالب کا عہد اور غالب'' کا پہلا جملہ یوں لکھا: ''شخصیتیں ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ تاریخ کی مخلوق ہوتی ہیں۔'' [بحوالہ ''غالب شخص اور شاعر''، ۱۹۸۳ء، ص۹] مگر یوسف حسین خان نے ایسا کوئی چونکا دینے والا جملہ نہ کہا بلکہ وہ غالب سے عشق کرتے ہیں اور غالب کے مکمل مطالعے کے بعد وہ اپنی کتاب غالب اور آہنگِ غالب کے دیباچے میں یوں رقم طراز ہیں:

''غالب کے ہاں جو چیز ہمیں چونکا دیتی ہے وہ ان کی غیر معمولی تخیل پرواز ہے۔ ان کے اندرونی تجربہ میں جذبہ اور فکر دونوں اپنے کو تخیل کے رنگ میں رنگ لیتے ہیں ان کی تخیلی فکر منطقی اور تخیلی فکر کے برخلاف ان کے وجدان سے سیراب ہوتی ہے۔ غالب کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی تخیلی فکر کو شعر و نغمہ کا رنگیں جامہ پہنا کر جلوہ گر کیا جو آج بھی ہمارے لیے کشش رکھتا ہے۔'' [۷۵]

اب ذرا بجنوری کے الفاظ کلامِ غالب کے لیے دیکھئے:

''لوح سے تمت تک مشکل سے سو صفحے ہیں لیکن کیا ہے جو یہاں حاضر نہیں۔ کون سا نغمہ ہے جو اس کے تاروں میں بیدار یا خوابیدہ موجود نہیں۔'' [۷٦]

اور اسی بات کو مجنوں ''غالب شخص اور شاعر'' کے ص ٦۹ پر یوں لکھتے ہیں: ''اُن (غالب) کے اُسلوب میں بیک وقت منطقی ترتیب اور جمالیاتی تہذیب کا احساس ہوتا ہے۔ الفاظ ہوں یا تشبیہات و استعارات یا دوسری صنعتیں، وہ ان کو بڑی حکیمانہ فرزانگی اور حسن کارانہ شعور کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔'' اب ذرا یوسف حسین کا انداز دیکھئے کہ وہ اس خوبی کو کس انداز سے پیش کرتے ہیں۔ (بحوالہ دیباچہ غالب اور آہنگ غالب، ص ۱۱):

''یہاں حکیمانہ نکتہ آفرینیاں ان کے کلام میں بکھری پڑی ہیں جن سے ہمارے فکر کی تازگی اور زندگی کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔انہوں نے تشبیہ اور استعارہ سے اپنے کلام کو سجایا اور جدتِ ادا سے ایسے ایسے نکتے پیدا کیے جن سے آج بھی ہم لطف اندوز ہوتے ہیں اور جن پر ہماری زبان بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔''

اس کتاب میں یوسف حسین خان نے خصوصیاتِ کلام اور فن کے مختلف پہلوؤں سے بڑی خوبی سے بحث کی ہے۔ حالی، بجنوری اور مجنوں نے مسلم الثبوت شعرا کے ساتھ غالب کا موازنہ کیا اور مثالیں (اشعار کی) بھی دیں۔ یوسف صاحب بھی غالب کا موازنہ دیگر شعراء سے کرتے ہیں۔ وہ غالب کی مدح سرائی میں دوسرے شعرا کی قدر و منزلت کو عرش سے فرش پر نہیں لے آتے، زمین آسمان کے قلابے نہیں ملاتے بلکہ اپنا رویہ متوازن اور شعور کی آنکھ کھلی رکھتے ہیں اور یہ موازنہ اشعار کے نمونے پیش کر کے کرتے ہیں:

''سعدی، خسرو اور حافظ، غزل کے امام ہیں۔ان کا تغزل بے مثل ہے ان کے مقابلے میں کسی کو نہیں لایا جا سکتا۔ تاہم یہاں چند ہم مضمون اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ قدیم اساتذہ نے اپنی غزلوں میں جو مضمون باندھے ہیں، ان میں بعض اوقات ذراسی تبدیلی کر کے غالب نے شعر کے لطف میں اضافہ کر دیا ہے۔۔۔۔۔اُردو اشعار میں غالب سے زیادہ میر تقی میر سے متاثر اور اُن کی استادی کے قائل تھے۔انہوں نے اپنے بعض اشعار کا مضمون میر کے اشعار سے لیا ہے اور ان پر اپنی انفرادیت کی چھاپ لگا دی ہے۔انہوں نے میر صاحب سے جو کچھ بھی لیا ہے اسے اپنی تخیلی فکر سے چمکا دیا ہے۔ میر صاحب جو بات سیدھے سادھے اور دھیمے سُروں میں کہتے ہیں، غالب اُسے بلند آہنگی سے ادا کرتے ہیں جس میں چاہے سوز و گداز نہ ہو لیکن تخیلی زور زیادہ ہے۔''[۷۷]

اس کے بعد انہوں نے مسلم الثبوت ایرانی و ہندوستانی شعرا کے اردو اور فارسی اشعار کے ساتھ غالب کے ہم معنی اشعار دے کر اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔ وہ شعرا بہ تفصیل ذیل ہیں۔ مولانا روم، شیخ سعدی، حافظ، فیضی، نظیری، عرفی، ملا غنیمت (فارسی اشعار) میر تقی میر، ناسخ، مومن (اُردو اشعار)۔ یوسف حسین خان کو غالب اور اقبال سے خصوصی عقیدت تھی۔ان دونوں کا انہوں نے مختلف زاویوں سے مطالعہ کیا ہے۔اس ضمن میں دوسرے اساتذہ سے بھی ان کا موازنہ کیا ہے۔

جس طرح بجنوری نے مغربی مفکرین سے غالب کا موازنہ کیا ہے یوسف حسین خان نے بھی غالب کا گوئٹے سے

موازنہ کیا ہے چونکہ اقبال گوئٹے سے متاثر تھے اسی لیے غالب کو گوئٹے کا ہم نوا کہتے ہیں۔ غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات میں اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ص ۱۹، ۲۰ پر لکھتے ہیں:

''اقبال نے غالب کو جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کا ہم نوا کہا ہے۔ غالب بھی گوئٹے کی طرح زمینی مسرت کا جویا تھا۔ گوئٹے کی طرح اس کے کلام میں بھی جوش وحرارت ہے اور وہ بھی اسی کی طرح وسیع مشرب اور رسوم وقیود کی پابندی سے آزاد ہے۔ گوئٹے کی طرح اس کی شاعری بھی اسرار ومعارف سے لبریز ہے۔ تاریخی اعتبار سے دونوں نے اپنی زندگی قومی اتحاد اور زوال کے زمانے میں بسر کی لیکن اس کے باوجود دونوں کے یہاں خود اعتمادی اور امید پروری بدرجہ غایت موجود ہے۔''[۷۸]

مطبوعہ مضامین:

۱۔ ''اسداللہ خان غالب'' (انتخاب) مشمولہ اُردو غزل وانتخاب، مکتبہ جامع لمیٹڈ، دہلی، باردوم ۱۹۵۲ء۔
۲۔ ''اُردو غزل''، حیدرآباد، ۱۹۵۲ء۔
۳۔ غالب کی غزل گوئی، غالب کے قصیدے، غالب کے ہاں غم، غالب کی جدتِ ادا (بعض غزلیں مطلع سے مقطع تک دو، تین بار) غالب کی غزل میں مقابلے کے مضامین، گناہ کے مضامین، انتخاب غزلیاتِ غالب، مشمولہ اُردو غزل، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، دسمبر ۱۹۵۷ء۔
۴۔ ''غالب کے ہاں تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی''، ماہِ نو، غالب کی صد سالہ برسی پر خصوصی اشاعت، مدیر شان الحق حقی، مطبوعاتِ پاکستان کراچی، جلد ۲۲، فروری ۱۹۶۹ء۔
۵۔ ''غالب اور سید احمد خان'' تحریک (غالب نمبر)، دریا گنج دہلی، جلد ۲۲، شمارہ ۱، ۱۹۷۴ء۔
۶۔ ''غالب اور آہنگ غالب'' مشمولہ کلاسیکی اُردو شاعری کی تنقید، طارق سعید، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۱۹۹۱ء۔
۷۔ ''غالب کے کلام میں حرکی (ڈائی نے مک) تصورات''، اُردو ادب، ماہنامہ، دو سو سالہ سالگرہ (غالب نمبر) اُردو ادب، لندن، جلد ۵، شمارہ ۷-۸-۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''غالب اور آہنگِ غالب''، غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اول دسمبر ۱۹۶۸ء، دوم ۱۹۷۱ء۔
۲۔ ''بین الاقوامی غالب سیمینار''، (مرتبہ) غالب اکیڈی، نئی دہلی، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ International Ghalib Seminar, All India Ghalib Centenery Committee, New Dehli, 1969-70

۴۔ Urdu Ghazals of Ghalib, Ghalib Institute, New Dehli, 1977

۵۔ ''اُردو غزلیاتِ غالب''(انتخاب نسخۂ حمیدیہ بھوپالی ایڈیشن)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۷۷ء۔

۶۔ ''غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات''، غالب اکیڈمی، دہلی، ۱۹۷۹ء۔

۷۔ Persian Ghazals of Ghalib, Ghalib Institute Dehli, 1980

۸۔ ''غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات''، نگارشات، لاہور، ۱۹۸۶ء۔

یوسف حسین خاں متوازن طبیعت ومزاج کے مالک تھے۔ یہ اُن کی شخصیت کے باعث ہی ممکن ہوسکا کہ یہ اعتدال ان کی تحریر میں بھی آ گیا ہے۔ ضیاء الدین کی رائے دیکھئے: ''یوسف حسین غالب کے زبردست مداحوں میں ہیں لیکن اس کے مزاج میں جو توازن اور انصاف تھا وہ ان کی تحریروں میں بھی جلوہ گر ہے۔''[۷۹]

یوسف حسین خان کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ وہ غالب نامہ دہلی کے مدیرِ اعلیٰ بھی رہے ہیں۔ دہلی میں غالب پر علمی وادبی کاموں میں جو اہم ادارے سرگرمِ عمل رہے ہیں ان میں غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی بھی شامل ہیں جسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر اور علی گڑھ کالج کے سابق طالب علم ڈاکٹر ذاکر حسین خاں نے قائم کیا تھا[۸۰]۔ یہ ادارہ پروفیسر نذیر احمد سابق صدر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نگرانی میں برسوں سے ہر سال بین الاقوامی غالب سیمینار منعقد کراتا ہے جس میں دنیا کے مختلف ملکوں سے ماہر غالبیات آ کر علمی مقالات پیش کرتے ہیں۔ نذیر احمد غالب نامہ کی کامیاب ادارت کا کام برسوں سے انجام دے رہے ہیں[۸۱]۔

آل احمد سرور (۱۹۱۲ء-۲۰۰۲ء)

تنقید ادب کے شہسوار آل احمد سرور اکتوبر۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اور ۹ فروری ۲۰۰۲ء کی شب اپنی جان خدائے بزرگ و برتر کے سپرد کر دی[۸۲]۔ سرور صاحب نے طویل عمر پائی ان کی وفات سے اُردو ادب کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ان کی وفات کے دکھ کو علی گڑھ اور ادبی دنیا نے کس طرح محسوس کیا سنتے چلیے۔ بقول سلطان احمد:

> ''پہلے مجروح سلطان پوری پھر علی سردار جعفری کے سانحۂ ارتحال سے اُردو دنیا میں غم و ماتم کا جو طوفان بپا ہوا تھا وہ ابھی تھما بھی نہ تھا کہ ایوانِ اُردو کا ایک ستون اور گرا استاذ الاساتذہ، پروفیسر ایمریٹس، پدم بھوشن پروفیسر آل احمد سرور نے طویل علالت کے بعد

۹ فروری کی ۲۰۰۲ء کی شب اپنی جاں حزیں جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' [۸۳]

نومبر ۲۰۰۳ء میں فکر ونظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے سرور نمبر نکالا جس میں سرور صاحب کے تمام تر آثار کو جمع کر دیا گیا ہے۔ سرور صاحب کے احوال وآثار سے متعلق ذیلی مضمون ورسالہ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ فکر ونظر، سرور نمبر، مدیر آذری دخت صفوی، شبلی روڈ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء۔

۲۔ آل احمد سرور اور غالب، مشمولہ غالب مدح وقدح کی روشنی میں (حصہ دوم)، مرتبہ سید صباح الدین، معارف پریس، اعظم گڑھ، طبع اول، ۱۹۷۹ء، ص ۱۷۲۔

۳۔ پروفیسر آل احمد سرور اور ادبی خدمات (کتاب نما کا خصوصی شمارہ) ۱۹۹۲ء، ص ۱۶۔

پروفیسر آل احمد سرور ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ادیب بھی تھے اور صحافی بھی، شاعر بھی تھے اور نقاد بھی، نکتہ سنج بھی تھے اور نکتہ شناس بھی، مفکر بھی تھے اور دانشور بھی، مبصر بھی تھے اور مدبر بھی۔ ان سب کے علاوہ وہ ایک لائق احترام استاد، بہترین منتظم اور ایک اچھے انسان تھے۔ غرض ان کی شخصیت اور خدمات کا دائرہ مختلف جہات پر محیط ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے بلکہ یہ کہا جائے کہ اُن کی شخصیت کئی انجمنوں کا مجموعہ تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ ان تمام اوصاف حمیدہ اور خدمات جلیلہ کا احاطہ ممکن نہیں۔ سرور صاحب سرسید تحریک کے بےلوث مبلغ اور علی گڑھ کے سچے عاشق تھے۔ ایسے عاشق جن کے نام کو پہلے علی گڑھ نے اُردو دنیا سے متعارف کرایا پھر ایسا ہوا کہ علی گڑھ اپنے اس چاہنے والے کے نام سے جانا جانے لگا۔ سرور صاحب نے اس اٹوٹ رشتے کو تا حیات حرزِ جاں بنائے رکھا اور یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ علی گڑھ اپنے اس دیوانے کو تا دیر بھلا نہ سکے گا۔ واللہ اعلم بالصواب [۸۴]۔ سرور صاحب جولائی ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ آئے اور جلد ہی ان کو اُردو کا مدیر مقرر کر دیا گیا۔

آل احمد سرور صاحب لکھنؤ یونیورسٹی میں تھے تو اس وقت انہوں نے غالب پر اپنا پہلا مضمون 'غالب' لکھا جو اُن کی کتاب ''نئے اور پرانے چراغ'' میں شامل ہے۔ یہ کتاب تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے اس کا پہلا ایڈیشن جون ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں [۸۵]۔ سرور صاحب اس مضمون کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

''غالب کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اب بھی لکھا جا رہا ہے اور شاید آئندہ بھی لکھا جائے گا غالب کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے، اس قدر تحقیق وتنقید کے بعد بھی، حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ نئے نئے پہلو روز سامنے آتے ہیں اور ٹوٹتے ہیں مگر موضوع ابھی فرسودہ نہیں ہے اس میں ایک ابدی تازگی ہے، ایک ترشے ہوئے ہیرے کی طرح اس میں سینکڑوں پہلو ہیں۔'' [۸۶]

صباح الدین عبدالرحمٰن اپنے مضمون ''آل احمد سرور اور غالب'' پر تنقیدی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''سرور صاحب کو ان سینکڑوں پہلوؤں میں جو چیز نظر آئی ہے ان کا تجزیہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ انہوں نے بہت کچھ وہی باتیں دہرائی ہیں جو ان سے پہلے کہی جاچکی تھیں، لیکن ان ہی پرانی باتوں کے کہنے کا ان کا معاملہ کچھ ایسا دل نواز ہے کہ ان کے مداحوں کو اس کے پڑھنے میں مسرت، بصیرت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔''[۸۷]

یوسف حسین خان نے اسی بات کو ''غالب اور آہنگِ غالب'' ۱۹۶۸ء کے دیباچہ میں یوں بیان کیا ہے:

''غالب پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے بایں ہمہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور شاعری کے متعلق پوری بات ابھی تک کسی نے نہیں کی۔''[۸۸]

مراد یہی ہے کہ جو آل احمد سرور نے بیان کی کہ غالب تراشا ہوا ہیرا ہے جس کے کلام میں کئی پہلو نکلتے ہیں اب غالب کا مطالعہ کرنے والے محققین اور ناقدین کو ان کے کلام میں ہر دور میں کئی نئے پہلو نظر آتے ہیں وہ اپنے انداز سے سوچتے ہیں اور غالب کی انفرادیت ہر دور میں مسلم رہی۔ بجنوری، مجنوں، یوسف حسین خان کی طرح سرور نے بھی غالب کی شاعری میں قدما کا رنگ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مثالیں بھی دیں اور اپنے اپنے انداز میں تجزیہ بھی پیش کیا۔ سرور صاحب بھی اسی طرح کی ایک رائے رکھتے ہیں اور اس کا اظہار اپنے مضمون میں انفرادی انداز میں کرتے ہیں:

''ظہوری نے ان کے (غالب کے) بازوؤں پر تعویذ اور کمر پر زادِراہ باندھا۔ نظیری نے اپنی خاص روش پر چلنا انہیں سکھایا، تیموری دَور کے متاخرین شعرائے فارسی سے بہت متاثر ہوئے خصوصاً نظیری سے۔ بیدل کی تقلید میں غالب نے خیالی مضامین تو باندھے تھے مگر ان میں مصنوعی رنگ ہوتا تھا ان شعراء کی نازک خیالی و معنی آفرینی تغزل میں سمو کر انہوں نے لفظ اور معنی کا ایک رشتہ دکھایا اور اپنے خاص رنگ تک انہی کی دست گیری سے پہنچے۔ اُردو شاعری میں میر اور ناسخ سے متاثر ہوئے۔''[۸۹]

سرور نے دوسرا مضمون ''غالب کی عظمت'' کے عنوان سے ۱۹۴۹ء میں لکھا اور مارچ ۱۹۵۲ء میں نظرِ ثانی کی صباح الدین ان کے مضامین میں اُسلوبِ تنقید کو شاعرانہ تنقید نگاری کا نام دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح کی تنقید نگاری میں جھول بھی پیدا ہو جاتا ہے جو تخلیق کار کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ صباح الدین کی رائے دیکھئے:

''سرور صاحب کے۔۔۔۔ مضمون کی انشاپردازانہ بلکہ شاعرانہ رنگ کی تنقید نگاری میں کہیں کہیں جو تضاد پیدا ہو گیا ہے، شاید ان کو اس کا علم نہ ہو سکا۔''[۹۰]

سرور صاحب نے غالب پر ایک مضمون ''غالب کا ذہنی ارتقا'' کے عنوان سے لکھا جو لکھنؤ میں یوم غالب کے موقع پر پڑھا گیا اور پھر ان کی کتاب ''ادب اور نظریہ'' میں ۱۹۵۴ء میں چھپا۔ اس مضمون میں بھی سرور صاحب کے دل آویز اور دلکش شاعرانہ اسلوب کے نمونے ملتے ہیں[۹۱]۔ چند جملے دیکھئے:

''ان کے یعنی غالب کے یہاں ایک گہرا رنگ نہیں ہے۔ بہت سے رنگوں کی قوس وقزح ہے۔۔۔۔۔ غالب ایک اچھے رفیق، ایک دلکش ساتھی اور ایک گرمی اور روشنی عطا کرنے والی شمع ہیں۔۔۔۔ غالب کو حوصلہ بڑا ملا تھا، ان کے ارمان کم نکلتے تھے، وہ زندگی سے چاہتے بہت تھے مگر ملتا کم تھا، وہ دریا طلب تھے مگر زندگی قطرۂ شبنم دیتی تھی۔''[۹۲]

اس مضمون کے صفحہ نمبر ۹۵ پر وہ غالب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کے ہاں کوئی مربوط فلسفہ نہیں ملتا کیونکہ آل احمد سرور کے خیال میں غالب جیسے مربوط ذہن کا شخص کسی ایک فلسفہ حیات کا پابند نہیں ہو سکتا۔ ان کے بقول غالب کے ہاں فکر اور جذبے کا حسین امتزاج بھی نظر آتا ہے۔ اپنے مضمون ''غالب کا ذہنی ارتقا'' میں وہ غالب کی ذہنی ترجیحات کو سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غالب کی تشکیک بالآخر انسانیت کی ایک نئی عظمت، زندگی کی نعمتوں کا ایک نئے احساس اور فطرت انسانی کی ایک گہری بصیرت کی طرف مائل کرتی ہے۔''[۹۳]

مزید لکھتے ہیں:

''غالب نے انسانی زندگی، جذب وجنوں، ذوق ونظر کی جس طرح علم برداری کی وہ ان ہی کا حصہ تھی۔ ان کی فکر کی لطیف چاندنی ایک اعتبار سے ترفع سکھاتی ہے۔۔۔۔ غالب جو برق سے شمع ماتم خانہ روشن کر سکتے ہیں خدا سے آنکھیں چار کر کے انسانیت کا رجز سنا سکتے ہیں ہم سے اوروں سے زیادہ قریب ہیں اور ان کی قربت ہمیں ایک معنی خیز تجربہ اور مخصوص بصیرت عطا کرتی ہے۔ یہی شاعری کی پیمبری ہے۔''[۹۴]

اس مضمون میں وہ غالب کی غزل کے فنی محاسن پر بھی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غالب نے روایات سے انحراف نہیں کیا بلکہ ان میں ترمیم کرتے ہوئے غزل کی رمزیت سے نیا کام لیا۔

سرور صاحب کے مضامین کے تراشے بکھرے پڑے ہیں مگر اب تک الگ غالب کے موضوعات پر کوئی کتاب مرتب نہیں ہوئی۔ البتہ سرور صاحب نے خود ''عرفانِ غالب'' علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۷۳ء میں مختلف مضامین کا مجموعہ مرتب کیا۔

مارچ ۱۹۶۹ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ایک سیمینار ہوا تھا جس میں غالب پر مضامین پڑھے گئے تھے ان مضامین کو اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف پروفیسر آل احمد سرور نے لکھا ہے اور ۷ امضامین میں سے ایک مضمون ''پورے غالب'' بھی اس کتاب میں تعارف کے طور پر شامل ہے۔ اس میں سرور صاحب غالب کی صد سالہ برسی کے اجتماع جہاں جہاں ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کے کلام اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ساتھ ہی ان سترہ مضامین کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کلامِ غالب اور نثرِ غالب سے متعلق ان کا الگ الگ تعارف کراتے ہیں۔ آل احمد سرور، ڈاکٹر گیان چند جین کے مضمون کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''ڈاکٹر گیان چند جین نے غالب کے صحیفہ منسوخ کے عنوان سے ان کے اس ابتدائی کلام پر اظہار خیال کیا ہے جس پر خود غالب نے چھری پھیر دی۔ گیان چند جین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابتدائی اشعار میں تقریباً دوسو اس قابل ہیں کہ انہیں دوسو متداول دیوان کے اشعار سے بدل لینا چاہیے مگر ان کے نزدیک منسوخ اشعار کا بڑا حصہ چاول پر قل ہو اللہ لکھنے کی کوشش ہے۔ یہاں گیان چند انتہا پسندی کا شکار ہو گئے ہیں ان کے نزدیک نا قابلِ فہم ہونا شاعری کے لیے سب سے بڑا عیب ہے۔ وہ بیدل کے قول کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ ''شعر خوب معنی ندارد'' انہوں نے خود بڑی محنت سے غالب کے ابتدائی کلام کی شرح لکھی ہے اور وہ یقیناً اس نکتہ سے ناواقف نہیں ہیں کہ شاعری میں صرف دو اور دو چار کی طرح مطلب نہیں ہوتا بلکہ ایک دنیا ہوتی ہے۔ ایک فضا ہوتی ہے۔ ایک انداز ہوتا ہے۔ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست۔'' [۹۵]

''غالب پر ایک نظر'' پروفیسر محمد مجیب کا مضمون نہایت خیال انگیز ہے۔ اس مضمون کے مطالعے سے ہمیں غالب شناسی ہی کی نہیں فن میں عظمت کے مسئلے پر دعوتِ فکر ملتی ہے۔

اس کتاب کا دوسرا مضمون ''غالب اور عصریت'' کے عنوان سے عالم خوندمیری نے لکھا ہے اس مضمون میں مقالہ نگار نے چند اہم سوال اُٹھائے ہیں مثلاً غالب کی شاعری کا ظاہری حُسن اور اس کے لفظی پیکر تراشی زبان اور اظہار کے عصری سانچوں سے کہاں تک ہم آہنگ ہے۔ دوسرے یہ کہ غالب کی شاعری کے فکر اور جذباتی عناصر کہاں تک عصری حسیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

تیسرا مضمون ''غالب کی حثیت کے چند عناصر'' کے عنوان سے ہے۔ عمیق حنفی نے غالب کی حثیت کے چند عناصر پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے غالب کی چند مخصوص ترکیبوں چند مخصوص لفظی پیکروں چند مخصوص استعاروں اور چند مخصوص اشاروں

کی مدد سے اپنے نظریے کی وضاحت کی ہے۔

اگلا مضمون ''غالب کی شاعری کا علامتی پہلو'' کے عنوان سے ہے۔ غالب کی شاعری کے علامتی پہلو کو واضح کیا ہے اور کہا ہے کہ غالب کی شاعری کی تفسیریں تو مرتب ہوئیں مگر غالب کے مخصوص علامتی ذہن اور طرزِ فکر کی بنیادی علائم کا تجزیہ نہیں کیا گیا۔ اگر غالب کے مرکب تمثالی پیکروں کی علامتی نوعیت کو نظر انداز کر دیا جائے اور انہیں محض تشبیہ اور استعارہ تصور کیا جائے تو نہ ان کے مفہوم تک رسائی ہوتی ہے اور نہ ہم ان کے نیرنگ صورت سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً چند اشعار دیکھئے جن میں غالب کی قوتِ متخیلہ اشعاروں کے استعارے کو لاتی ہے مثلاً

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازار فوج داری ہے

ہو رہا ہے جہاں میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر کِیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب
اَشک باری کا حکم جاری ہے

''غالب اور مسائل تصوف'' کے عنوان سے میکش اکبرآبادی کا مضمون ہے۔ اس مضمون میں تصوف کے ان مسائل کی طرف اشارہ ملتا ہے جو غالب نے اپنے اشعار میں بیان کیے ہیں۔ ایک مثال دیکھئے جس میں غالب نے ہستیٔ عالم کا انکار کیا ہے۔

ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

دوسری مثال دیکھئے جس میں ہستی کو عین حق سمجھتے ہیں۔

ہے تجلی تیری سامانِ وجود
ذرہ بے پَرتوِ خورشید نہیں

اس کتاب کا نواں مضمون ''غالب کا فکری پس منظر'' کے عنوان سے ڈاکٹر وحید اختر کا تحریر کردہ ہے۔ اس مضمون میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ غالب کی فکر کو جس طرح سمجھنے کی ضرورت ہے اب تک ویسا انداز نہیں اپنایا گیا۔ غالب کی فکر سے آشنائی

کے لیے ابتدائی کلام اہمیت رکھتا ہے۔

اس کتاب کا دسواں مضمون شمس الرحمٰن فاروقی کا ''اُردو شاعری پر غالب کا اثر'' کے عنوان سے ہے۔ انہوں نے بڑے پتے کی بات کی ہے کہ بڑے شاعر کا اتباع اول تو ممکن نہیں، لیکن اگر ممکن بھی ہو تو اس کے بہت بعد ہی ممکن ہے کیونکہ اس وقت تک اس کی شاعری کے بہت سے پہلوؤں کو کھنگالا جا چکا ہوتا ہے۔

گیارہواں مضمون ڈاکٹر محمد یٰسین نے ''غالب کی شاعرانہ عظمت'' کے عنوان سے لکھا ہے جس میں انہوں نے غالب کی شاعرانہ عظمت کا راز ان کی تشبیہات، استعارات اور علامات کے ساتھ ایک نئی معنویت میں پایا ہے۔

بارہواں مضمون وارث علوی کا ''ہمارا تنقیدی رویہ'' کے عنوان سے ہے جس میں غالب سے متعلق ہمارے تنقیدی ردیوں کا جائزہ ملتا ہے اور مضمون کے شروع ہی میں مشہور گجراتی شاعر اور ادیب شنکر جوش کے ایک سوال کا ذکر کیا ہے کہ کیا سنسکرت کے کلاسیکی دَور کے بعد انیسویں صدی تک کا جو زمانہ گزرا ہے اس درمیان میں ہندوستان کی کسی بھی بھاشا میں غالب کے قد وقامت کا کوئی شاعر پیدا ہوا ہے جس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔

اگلا مضمون غالب (خوف پر قابو پانے کی ایک کوشش) ہے باقر مہدی نے لکھا ہے اور (ص ۲۲۶ تا ۲۳۷) تک پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے غالب کا مطالعہ نفسیات کی روشنی میں کیا ہے۔

اس کتاب کا پندرہواں مضمون آل احمد سرور کا ''پورے غالب'' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں غالب کے فکر و فن کی روح تک پہنچنے کے لیے نسخۂ حمیدیہ کے مطالعے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ آل احمد سرور لکھتے ہیں:

> ''غالب کی عظمت میرے نزدیک اس بات میں ہے کہ اس کے پاس دل کی آنکھ بھی ہے اور سیر لالہ زار بھی۔ غالب وجدان سے زیادہ ذہن کے شاعر ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ غالب کے یہاں اُردو پن نہیں ہے۔ ہاں غالب کے اُردو پن اور آرزو کے اُردو پن میں فرق ہے۔ آرزو کا اُردو پن جذبے کا ساتھ دے سکتا ہے۔ غالب کا اُردو پن انفس و آفاق کے آیات تک پہنچ سکتا ہے۔ غرض جب تک ہم پورے غالب کا مطالعہ نہ کریں ہم غالب کی عظمت کو نہیں پہنچ سکتے۔'' [۹۶]

غالب اور ذوق کی شخصیت کا موازنہ کرتے ہوئے وہ اپنے مضمون میں غالب پر تنقیدی رائے دیتے ہوئے دوسرے نقادوں سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں جو غالب اور ذوق کے موازنہ میں ایک کے ''خیال'' اور دوسرے کی ''زبان'' کی تعریف کرتے ہیں۔ مثلاً آل احمد سرور لکھتے ہیں:

> ''۔۔۔ ہمارے بہت سے ناقدین غالب کے خیال اور ذوق کی زبان کی تعریف

کرتے تھے۔غالب کی شخصیت اور ذوق کی شخصیت میں فرق تھا۔ذوق کا ذہن تقلیدی
تھا غالب کا باغیانہ اور کافرانہ۔جب کچھ منجمد حقائق جھوٹ بن جاتے ہیں تو سچ جنون کا
روپ اختیار کر لیتا ہے اسی کو رسل نے کذب کی ہوش مندی کہا ہے (to be same
with life) اور اس کے مقابلے میں سچ کی دیوانگی پر زور دیا ہے۔''[۹۷]

اس کتاب کا اگلا مضمون ''کچھ خطوطِ غالب کے بارے میں'' کے عنوان سے مرحوم خلیل الرحمٰن اعظمی کا تحریر کردہ ہے۔ اعظمی نے اس مضمون میں غالب کے خطوط کے حوالے سے کہا ہے کہ خطوط کی لازوال دلکشی کا راز اس فضا میں ہے جو غالب کے عہد اور معاشرے سب کو سمیٹ لیتی ہے انہوں نے بعض اقتباسات سے واضح کیا کہ غالب کی نثر کی خوبی کا راز زبان کی سادگی اور سلاست اور محاوروں کے استعمال میں نہیں بلکہ حرف وصوت کے آہنگ میں ہے جو حواس کی بیداری اور لہو کی گردش سے وجود میں آتا ہے۔مثلاً غالب کی نثر ایک اقتباس دیکھیے۔وہ تفتہ کو لکھتے ہیں:

''میاں تم مشقِ سخن کر رہے ہو اور میں مشقِ فنا۔میں مستغرق ہوں۔بوعلی سینا کے علم
اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہوں۔زیست بسر کرنے کو
تھوڑی سی راحت درکار ہے اور باقی حکومت سلطنت، شاعری اور ساحری سب
خرافات ہے۔''

''کلامِ غالب کے قوافی وردیف کا صوتی آہنگ'' پروفیسر مسعود حسین خاں کا مضمون ہے۔انہوں نے کلامِ غالب میں قوافی وردیف کے صوتی آہنگ کا تجزیہ کیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ غالب صوتی آہنگ کی نسبت ندرت خیال اور معنی آفرینی کے شاعر ہیں۔

آخری مضمون ڈاکٹر وارث کرمانی کا لکھا ہوا ہے۔اس میں انہوں نے غالب کے فن اور شخصیت پر نظر ڈالی ہے۔یہ ان کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے انہوں نے ''جاسوس سلطاں در کمیں مطلوب سلطاں در بغل'' اور ''بیا کہ قاعدۂ آسماں بگردانیم'' جیسی مشہور فارسی غزلوں سے غالب کی بےخودی اور سرمستی اور آزادہ روی کا ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کے تمام مضامین گنجینۂ معنی کی حیثیت رکھتے ہیں مگر پروفیسر محمد مجیب کا مضمون ''غالب پر ایک نظر'' اور سرور صاحب کا مضمون ''پورے غالب'' انفرادیت، خیال آفرینی اور رنگینیٔ عبارت کے اعتبار سے بہترین مضامین ہیں۔

''عرفانِ غالب'' کے بعد ''عکسِ غالب'' مرتبہ آل احمد سرور (غالب کے اُردو خطوط کا انتخاب) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۷۳ء سرور صاحب کی ایک اور کاوش ہے جو غالب دوستی کا پتہ دیتی ہے۔یہ کتاب ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں تقریباً ۳۸ افراد کے نام خطوط ہیں یہ انتخاب خطوط کے اس مجموعے سے مرتب کیا گیا ہے جو غلام رسول مہر نے دو جلدوں میں

شائع کیا ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے غالب کی شخصیت ان کے ماحول، مزاج اور مشاغل کا اندازہ ہوتا ہے ان خطوط کے مطالعہ سے طلبہ اور قاری غالب کی روح تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور اُردو ادب میں خطوط نگاری کی اہمیت کا احساس کر سکیں گے کیونکہ ان خطوں میں غالب کی سرگزشت رقم ہے۔

آلِ احمد سرور کے ادبی دنیا میں بے شمار حوالے ہیں۔ یہاں پر ان کے احوال وآثار سے سروکار نہیں۔ اُن کے غالب کے حوالے سے کئی مضامین بکھرے پڑے ہیں کہ اگر غالب کے حوالے سے کوئی محقق الگ سے اس کو مرتب کرے تو یہ نقش ہائے رنگ رنگ ایک جگہ مجتمع ہو سکتے ہیں اور جو غالب پر کام کرنے والے محققین کے لیے کسی سرمائے سے کم نہیں۔ سرور صاحب کو غالب کے فکر وفن پر سوچتے ہوئے پچاس سال سے زائد ہو گئے۔ ان کے افکار کا افشردہ وعصیارہ پچاس سے زائد مضامین میں ملتا ہے جو بہ تفصیل ذیل ہیں:

<u>مطبوعہ مضامین:</u>

۱۔ ''خطوط میں شخصیت غالب''مشمولہ تنقیدی اشارے، لکھنؤ، ۱۹۴۲ء۔

۲۔ ''غالب اور نیا آدمی''، مشمولہ نئے اور پرانے چراغ، آگرہ اخبار، ترقی پریس، آگرہ، دسمبر ۱۹۴۶ء۔

۳۔ ''غالب'' (تنقیدی مضمون) مشمولہ نئے پرانے چراغ، حالی پبلشنگ ہاؤس، کتاب گھر، دہلی، باراول دسمبر ۱۹۴۶ء۔

۴۔ ''خطوطِ غالب''، مشمولہ ہمارا ادب (نثر)، سری رام مہر اینڈ کو، آگرہ، ۱۹۴۶ء۔

۵۔ ''غالب کی عظمت''، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) ایڈیٹر مختار الدین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۱۹۴۸-۴۹ء۔

۶۔ ''نادراتِ غالب'' مرتبہ آفاق حسین آفاق، اُردو ادب، علی گڑھ، ستمبر ۱۹۵۰ء، دیوانِ غالب (مع شرح از عرش ملسیانی) تبصرہ، اُردو ادب علی گڑھ، ستمبر ۱۹۵۰ء۔

۷۔ ''غالب کا ذہنی ارتقاء''، مشمولہ روحِ ادب، شمارہ ۱۹۰، ۱۹۵۴ء۔

۸۔ ''غالب کا ذہنی ارتقاء''، مشمولہ ادب اور نظریہ، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء۔

۹۔ ''اُردو غزل میر سے غالب تک''، ''غالب کا ذہنی ارتقا''، مشمولہ ادب اور نظریہ، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء۔

۱۰۔ ''غالب''، مشمولہ نئے پرانے چراغ، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۵۵ء۔

۱۱۔ ''غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں''، مشمولہ ادب، علی گڑھ، جولائی ۱۹۵۵ء۔

۱۲۔ ''غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں''، مشمولہ ادبِ لطیف، لاہور، ۱۹۵۵ء۔

۱۳۔ ''غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں''، مشمولہ تنقیدی ادب، مرتب سردار مسیح گل، نذر سنز، لاہور، ۱۹۵۹ء۔

۱۴۔ ''کتابیں جو زندہ ہیں دیوانِ غالب''، ماہنامہ پاسبان، دسمبر ۱۹۶۱ء۔

۱۵۔ ''غالب کی عظمت''،''غالبیات''، اُردو کے کلاسیکی شعرا، مرتبہ ایم حبیب احمد خان، سعود لیتھو پریس، دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء۔

۱۶۔ ''غالب کی عظمت''، غالب اور دوسرے مضامین، سید احتشام زیدی، مسعود اکادمی کراچی، اگست ۱۹۶۳ء۔

۱۷۔ ''غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں''، مشمولہ اُردو نظم پر تنقیدی نظر، لاہو، س۔ن۔

۱۸۔ ''خطوط میں شخصیت غالب''، مشمولہ جدید اُردو نثر، ۱۹۶۶ء۔

۱۹۔ ''غالب کی عظمت''، افکار، غالب نمبر، مدیر صہبا لکھنوی، مکتبہ افکار، کراچی، شمارہ ۱۷۵-۱۷۴، سال ۲۱، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۲۰۔ ''غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں''، مشمولہ غالب کچھ جائزے، وقار زمانی، شعبۂ اُردو و فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ، ۱۹۶۶ء۔

۲۱۔ ''غالب کا ذہنی ارتقا''، روزنامہ انجام، کراچی، ۲۸ فروری ۱۹۶۶ء۔

۲۲۔ ''غالب کا تنقیدی شعور''، العلم، غالب نمبر، ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، جنوری مارچ اپریل جون ۱۹۶۹ء۔

۲۳۔ ''غالب''، مشمولہ غالب نام آور، ادارہ اُردو کراچی، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۲۴۔ ''نسخہ حمیدیہ کا انتخاب''، مشمولہ فکر و نظر، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۲۵۔ ''غالب کی شخصیت'' الزبیر سہ ماہی، سرپرست محمد ضیاالدین خان، اُردو اکیڈمی، بہاولپور، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۹ء۔

۲۶۔ ''غالب کا ذہنی ارتقا''، نگار پاکستان (غالب نمبر)، کراچی، جنوری فروری ۱۹۶۹ء۔

۲۷۔ ''غالب اور جدید ذہن''، علی گڑھ میگزین، اچل تال، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۲۸۔ ''نسخہ حمیدیہ کا انتخاب''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۲۹۔ ''پورے غالب''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۰۔ ''پورے غالب''، مشمولہ عرفانِ غالب، شعبہ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔

۳۱۔ ''غالب اور جدید ذہن، غالب کی عظمت، پورے غالب، غالب کی شاعری کی معنویت، غالب کی شاعری کی خصوصیات''، مشمولہ مسرت سے بصیرت تک، مکتبہ جامع، نئی دہلی، ۱۹۷۴ء۔

۳۲۔ ''خطوطِ غالب''، مشمولہ ادیب، علی گڑھ، اپریل ۱۹۸۱ء۔

۳۳۔ ''غالب کی ایک غزل''، مشمولہ آج کل، دہلی، ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء۔

۳۴۔ ''غالب کی ایک غزل''، مشمولہ آواز، دہلی، ۱۹۸۲ء۔

۳۵۔ ''غالب کی ایک غزل کا تجزیہ''،مشمولہ ادیب،علی گڑھ،جنوری ۱۹۸۳ء۔

۳۶۔ ''حالی اور نقدِ غالب''، غالب نامہ،جلد ۹،شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۸ء۔

۳۷۔ ''غالب کے انگریزی تراجم''، غالب نامہ،جلد ۱۱،شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ،نئی دہلی،۱۹۹۰ء۔

۳۸۔ ''غالب کی شاعری کی خصوصیات''،مشمولہ پہچان اور پرکھ،مکتبہ جامع،نئی دہلی،۱۹۹۰ء۔

۳۹۔ ''غالب کا نظریہ شاعری''،مشمولہ پہچان اور پرکھ،مکتبہ جامع،نئی دہلی،۱۹۹۰ء۔

۴۰۔ ''ہندوستانی نشاۃ الثانیہ اور غالب''، غالب نامہ،جلد ۱۲،شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ،نئی دہلی،جنوری ۱۹۹۱ء۔

۴۱۔ ''غالب کے انگریزی تراجم''،مشمولہ سورج،مدوّن سلیم احمد تصور،سورج پبلی کیشنز،لاہور،اپریل مئی ۱۹۹۶ء۔

۴۲۔ ''حالی اور نقدِ غالب''،مشمولہ کچھ خطبے کچھ مقالے،ایجوکیشنل بک ہاؤس،علی گڑھ،۱۹۹۶ء۔

۴۳۔ ''غالب کی اُردو شاعری کے انگریزی تراجم''،مشمولہ کچھ خطبے کچھ مقالے،ایجوکیشنل بک ہاؤس،علی گڑھ،۱۹۹۶ء۔

۴۴۔ ''غزل اور غالب''،مشمولہ ادب کی چھاؤں، بک ورلڈ،س۔ن۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''عکسِ غالب''(مرتبہ)،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۱۹۷۳ء۔

۲۔ ''عرفانِ غالب''(مرتبہ)،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۱۹۷۳ء۔

خورشید الاسلام (۱۹۱۹ء-۲۰۰۶ء)

آپ ۲۱رجولائی ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے۔خورشید الاسلام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں،حیات ہیں اور آج کل علی گڑھ میں مقیم ہیں۔خورشید الاسلام کا نام نقادوں کی فہرست میں آتا ہے ان کی کتاب ''غالب''(ابتدائی دَور) جو بعد میں ''غالب تقلید اور اجتہاد'' کے نام سے شائع ہوئی انجمن ترقی اُردو ہند،علی گڑھ نے ۱۹۶۰ء میں شائع کی۔ یہ کتاب دراصل خورشید الاسلام کا غالب پر پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ میں غالب پر پی ایچ ڈی کی سطح پر پہلے مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔اصغر عباس اور کاظم علی خان اس مقالے کے سلسلے میں لکھتے ہیں:''خورشید الاسلام نے غالباً اُردو میں سب سے پہلے غالب کو اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے موضوع تحقیق بنایا یہ کام انجمن ترقی اُردو نے ''غالب ابتدائی دَور'' کے عنوان سے ۱۹۶۰ء میں جب کہ دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔۱۹۷۹ء میں ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ نے اس کا تیسرا ایڈیشن غالب تقلید اور اجتہاد کے نام سے شائع کیا جس کی فہرست میں برائے نام ردوبدل کر دیا گیا ہے۔''

اس مقالے میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ غالب اپنے ابتدائی دَور میں یعنی ۲۵ سال کی عمر تک فارسی شعراء میں شوکت

بخاری، جلال اسیر، بیدل، غنی، ناصر علی، نظیری، عرفی وغیرہ سے متاثر تھے اور ریختہ کے شاعروں میں میر، سودا اور ناسخ کی زمینوں میں بھی غزلیں کہیں اور اپنے ایک ضمیمہ میں ایسے تمام اشعار بھی جمع کر دیئے ہیں جو قدما کی زمینوں میں کہے گئے۔ اس کتاب کے مطالعے سے جب ہم غالب کو اس عہد کے سماجی تناظر میں رکھ کر دیکھتے ہیں تو پورے غالب اور اس عہد کی تاریخ سمجھ میں آجاتی ہے۔

''غالب ابتدائی دَور'' ۲۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ابواب کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

دیباچہ۔ خورشید الاسلام (ص ۳ تا ۱۰)

پہلا باب: خاندان (ص ۱۱ تا ۱۶) زمانہ (ص ۱۷ تا ۲۴) مطالعہ (ص ۲۵ تا ۳۰)

دوسرا باب: شوکت بخاری (ص ۳۱ تا ۴۴) مرزا جلال اسیر (ص ۴۵ تا ۴۸) بیدل (ص ۴۹ تا ۸۰) غنی اور ناصر علی (ص ۸۱ تا ۸۸) ناسخ (ص ۸۹ تا ۱۱۵) غالب کی ابتدائی شاعری پر ان شعرا کے اسالیب کا اثر (ص ۱۱۶ تا ۱۲۴)

تیسرا باب: تمثیل نگاری (ص ۱۲۵ تا ۱۳۵) خیال بندی (ص ۱۳۶ تا ۱۴۵) مناسبات لفظی (ص ۱۴۶ تا ۱۵۴)

چوتھا باب: غالب کا اپنا کارنامہ (ص ۱۵۵ تا ۲۰۲)

ضمیمے: ضمیمہ نمبر ۱ (ص ۲۰۳ تا ۲۳۰) ضمیمہ نمبر ۲ (ص ۲۳۱ تا ۲۸۰) ضمیمہ نمبر ۳ (ص ۲۸۱ تا ۲۸۴)

تیسرا ایڈیشن ''تقلید اور اجتہاد'' کے عنوان سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ اصلی فہرست کے مطابق ناسخ کو باب سوم کے آخر میں کر دیا ہے۔ ''غالب ابتدائی دَور میں'' ناسخ باب دوم کی زینت تھا۔ ''غالب کی ابتدائی شاعری پر ان شعرا کے اسالیب کا اثر'' ختم کر دیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں عنوان ''بنیادی رجحانات'' کا اضافہ کر دیا گیا ہے جس میں دونوں ضمیمے ضم ہو گئے ہیں۔ اس تیسرے ایڈیشن میں کتابیات بھی ختم کر دی گئی ہیں۔ ان معمولی تبدیلیوں کے علاوہ کوئی خاص تبدیلی اس ایڈیشن میں نہیں کی گئی۔ یوسف حسین خان اور آل احمد سرور نے ان تحریروں میں یہی کہا ہے کہ اب تک غالب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ حوالوں کے ساتھ بین السطور اس کا تذکرہ کر چکی ہوں، خورشید الاسلام بھی اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں کچھ ایسے ہی الفاظ سے اس کتاب کا تعارف کراتے ہیں:

> ''اس کتاب کا موضوع غالب کا ابتدائی دَور ہے یعنی یہاں مجھے ان کے اس کلام سے بحث نہیں ہے جو ہند ایرانی تہذیب کا بہترین سرمایہ ہے بلکہ مجھے صرف اس سرمائے سے بحث ہے جو انہوں نے کم وبیش ۲۵ سال کی عمر تک جمع کیا تھا اور جس پر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس دور پر توجہ کی ضرورت ہی کیا ہے اس کے کئی جواب ہیں جن میں سب سے اہم دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ عظیم شاعر ہیں اور اُن کی

عظمت میں اس ایک چوتھائی صدی کی محنت، مہارت اور تلاش کا ہاتھ بھی ہے۔
دوسرے یہ کہ اس زمانے کا مطالعہ ہمیں ایک طرف ان متاخرین شعرائے فارسی سے
روشناس کراتا ہے جن کو سمجھے بغیر خود اُردو ادب کے بعض میلانات کا سمجھنا مشکل
ہے۔''[۹۸]

اس تمہید کے بعد اس کتاب کی افادیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی آلِ احمد سرور کی یہ رائے بھی ذہن میں گردش کرنے لگتی ہے کہ نسخۂ حمیدیہ کا مطالعہ غالب کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

اپنی اس کتاب میں غالب کے ابتدائی ۲۵ سالوں کا جائزہ لیتے ہوئے خورشید الاسلام نے بتایا کہ غالب شوکت بخاری، جلال اسیر، بیدل، غنی، ناصر علی، نظیری، عرفی وغیرہ سے متاثر ہوئے اور ریختہ کے شاعروں میں میر، سودا اور ناسخ کی زمینوں میں بھی غزلیں کہیں۔ ضمیمے میں ایسے اشعار بھی جمع کر دیئے ہیں جو مذکورہ شعرا کی زمینوں میں کہے گئے۔ چند شعراء کی زمینوں کے مطلعے ملاحظہ ہوں جس کی زمین میں غالب نے غزلیں کہیں۔

خود پرستی سے رہے باہم دگر ناآشنا　　　بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا
حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد　　　بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد
شیشۂ آتشی رخِ پُر نور　　　عرق از خط چکیدہ روغنِ مور

سودا کی زمین کی غزلوں کے مطلعے:

خواب جمعیت مخمل ہے پریشاں مجھ سے　　　رگ بستر کو ملی شوخی مژگاں مجھ سے
عشاق عشق چشم سے دھویں ہزار داغ　　　دنیا ہے اور جون گل و شبنم بہارِ داغ
ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے　　　میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

ناسخ کی زمین میں جو غزلیں کہیں ان کے مطلعے یہ ہیں:

جلے ہے دیکھ کے بالینِ یار پر مجھ کو　　　نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع
زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک　　　کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

مذکورہ مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غالب فارسی کے علاوہ ریختہ گو شعراء کو قابلِ تقلید سمجھتے تھے اور افکارِ غالب خلیفہ عبدالحکیم ص ۸ پر یہ رائے غالب کے لیے دے رہے ہیں کہ غالب فارسی کے مستند اور باکمال شعرا میں داخل ہونے کے لیے فارسی گو شعرا کو ہی اہمیت دیتے تھے۔ ریختہ گو شعراء کو قابلِ تقلید نہیں سمجھتے تھے۔ اس رائے کی تردید کرتے ہیں کہ

''غالب اکبری دَور کے زندہ، منفرد، خود فکر اور حقیقت نگار شاعروں کی خلوت میں آتے

جاتے رہے اور یا تو ان کی آواز کے سہارے وہ میر، سودا اور درد تک پہنچے اور یا ان لوگوں سے شعر و شاعری کی محفلوں میں راہ ورسم ہوگی؟ بہر حال ابتدائی دَور میں یہ سب شعراء ان کی شاعری کی دھوپ چھاؤں میں کہیں سامنے آکر اور کہیں غرفے سے جھانکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور پھر غالب ان سب کی قوتوں کو اپنے اندر جذب کر کے عظیم شاعری کے پرجلال ایوان میں داخل ہو جاتے ہیں۔'' [۹۹]

اس کتاب کا چوتھا باب ''غالب کا اپنا کارنامہ'' یوں بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں غالب کی شاعری کے ارتقائی مراحل سامنے لائے گئے ہیں۔ اس ضمن میں جو بات قابلِ تعریف ہے وہ یہ کہ ارتقائی دور دکھاتے ہوئے جس طرح مصنف کا ذہنی پس منظر کام کر رہا تھا۔ بقول صباح الدین:

''غالب کا اپنا کارنامہ میں وہ (خورشید الاسلام) یہ دکھاتے ہیں کہ غالب کی شاعری یا محبت کن منزلوں سے گزری، اس کے دکھانے میں خود مصنف کا جو ذہنی پس منظر کام کر رہا تھا وہ بھی اسی طرح تجزیہ کرنے کے لائق ہے جس طرح کسی شاعر کی شاعری کا جائزہ لیتے وقت اس کی ذہنی سمت کا پہلے مطالعہ کیا جاتا ہے۔'' [۱۰۰]

خورشید الاسلام کی ذہنی جودت کی مثال دیکھئے:

''اس زمانے کے شاعروں میں جو سب کے سب مذہب پر سختی سے کاربند تھے، ایک قسم کا قنوطی تصوف پایا جاتا ہے، جو انسان کو زندگی کی ہماہمی سے بچا کر غار و کوہ کی طرف لے جاتا تھا۔'' [۱۰۱]

اس کتاب کے آخر میں وہ الفاظ اور تلازمے بھی جمع کر دیئے ہیں جو غالب کی ابتدائی شاعری میں بار بار استعمال ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے مصنف کی دقتِ نظری اور محنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تلازمے پہلے ضمیمہ نمبر ۱، ۲، میں دیئے گئے مگر اس کتاب کی تیسری اشاعت تقلید اور اجتہاد ۱۹۷۹ء میں انہیں باقاعدہ بنیادی رجحانات کا عنوان دیا گیا۔

مطبوعہ مضامین:

۱۔ ''غالب کا محبوب ابتدائی دَور میں'' مشمولہ تنقیدیں، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۵۷ء۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''غالب ابتدائی دَور''، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، پہلی بار ۱۹۶۰ء۔

۲۔ Ghalib 1797-1869 by Ralph Russell and Khurshidul Islam, London, 1969

۳۔ ''غالب ابتدائی دَور''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، طبع دوم ۱۹۷۵ء۔

۴۔ ''غالب ابتدائی دَور''، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۷۵ء۔

۵۔ ''غالب تقلید اور اجتہاد''، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۷۹ء۔

اُسلوب احمد انصاری

اُسلوب احمد انصاری ایک طویل عرصہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ انگریزی سے وابستہ رہے، اُردو اور انگریزی ادب کا وسیع مطالعہ اور آگاہی رکھتے ہیں۔ ان کا شمار انگریزی اور اُردو کے نامور نقادوں میں کیا جاتا ہے۔ آج کل ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی شخصیت اور علمی قد کاٹھ کے حوالے سے نذیر احمد لکھتے ہیں کہ

> ''پروفیسر اُسلوب احمد انصاری برصغیر کے چوٹی کے نقاد ہیں اُردو کے علاوہ ان کا شمار انگریزی کے بڑے نقادوں میں ہوتا ہے۔ موصوف اُردو و انگریزی کے علاوہ کئی اور زبانوں میں استادانہ مہارت رکھتے ہیں، فارسی تو ایم اے تک پڑھی ہے اور خانگی طور پر کئی سال عربی سیکھتے رہے ہیں اور اب اس زبان میں اتنی دستگاہ بہم پہنچالی ہے کہ عربی کے کلاسیکی ادب سے کماحقہ استفادہ کرسکتے ہیں۔''[۱۰۲]

اُردو اور انگریزی دونوں میں رسالے نکالتے ہیں۔ اُردو کا رسالہ ''نقد ونظر'' برصغیر کے ممتاز رسالوں میں شمار ہوتا ہے اور بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے۔ اُسلوب احمد انصاری نے ہائی سکول ۱۹۴۰ء میں امتحان پاس کر کے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں کسی تحریری مقابلے کی غرض سے قدم رکھا اور پہلا انعام پایا۔

''کلامِ غالب کا ایک رُخ'' ان کی ادبی زندگی کا ابتدائی نقش ہے۔ اس مضمون کے حوالے سے اُسلوب احمد انصاری نقشِ غالب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''اس مجموعے کا سب سے پہلا مضمون (کلامِ غالب کا ایک رُخ) اب سے تقریباً ۱۸ برس پہلے یعنی ۵۲ء میں لکھا گیا تھا اور اُردو میں میری ادبی زندگی کا یہی سنگِ بنیاد بھی تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک غالب کے کلام سے شغف برابر جاری ہے۔''[۱۰۳]

اُسلوب احمد انصاری نے یہ پیش لفظ ۱۹۷۰ء میں لکھا تھا اب ۲۰۰۴ء تک ان کے اس مضمون کو تقریباً ۵۲ سال ہو چکے ہیں گویا غالب پر ان کا فکری تجزیہ نصف صدی پر محیط ہے۔ ''نقشِ غالب'' اُسلوب احمد انصاری صاحب کے چھ مضامین کا مجموعہ

ہے جو تنقیدی مسلمات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مضامین کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

اُسلوب احمد انصاری کی مذکورہ کتاب کے تمام مضامین قابلِ مطالعہ اور نادر اُسلوب کا مظہر ہیں۔ غالب کے فکر وسخن کو جس طرح انہوں نے سمیٹنے کی کوشش کی ہے ان کے گہرے مطالعہ، میلانِ طبع اور ادب سے گہرے شغف اور انہماک کا پتہ دیتی ہے۔ ویسے تو تمام مضامین ہی غالب کے کلام کے کئی متضاد گوشوں سے آگاہی کا سبب ہیں مگر تیسرا مضمون ''غالب اور اقبال'' کی ابتدا اقبال کی تخلیق بانگ درا میں شامل ان اشعار سے ہوتی ہے جو انہوں نے غالب کو بطور خراج عقیدت پیش کیے ہیں:

فکر انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا

ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

اس مضمون میں انہوں نے غالب اور اقبال کی شاعری کے وہ اشعار مثالوں سے ظاہر کیے جن میں دونوں کی فکری گہرائیاں ایک ہی نہج پر چلتی نظر آتی ہیں۔ اُسلوب احمد انصاری غالب کی فکر کی بلندیوں کو رنگین عینک سے دیکھتے ہیں اور رنگین اُسلوبِ بیان سے عبارت کی دلکشی مطالعہ مضمون کو تحرک عطا کرتی ہے۔ اُسلوبِ بیان کا نمونہ آپ بھی دیکھئے:

''ان اشعار میں غالب کے کمالِ سخن کے عناصرِ اربعہ پر زور دیا گیا ہے۔ یعنی تخیل، فکر، نطق اور رفعتِ پرواز۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہا گیا ہے کہ غالب کے یہاں فکر کی گہرائی اور اس کا تعمق بھی ہے۔ تخیل کی رعنائی اس کی کمند افگنی بھی۔ انہیں زبان و بیان کے وسائل اور امکاناتِ شعری پر بھی پوری قدرت حاصل ہے۔'' [۱۰۴]

چند اشعار ملاحظہ ہوں جو انہوں نے غالب اور اقبال کے شوقِ آرزو کے استعاروں کو واضح کیا ہے:

ساغرِ جلوۂ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک

شوقِ دیدار بلا آئینہ ساماں نکلا

شوق رسوائی دل دیکھ کہ یک نالۂ شوق
لاکھ پردے میں چھپا پھر وہی عریاں نکلا

وہ لکھتے ہیں یہی انداز اقبال کے یہاں مختلف انداز میں مستعمل ہوا ہے، اس کی مثالیں دیکھیں:

متاع بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی [بالِ جبریل]

موجوں کی تپش کیا ہے؟ فقط ذوقِ طلب ہے
پنہاں جو صدف میں ہے وہ دولت ہے خداداد [ضربِ کلیم]

اس پر مزید بات کرتے ہوئے اُسلوب انصاری لکھتے ہیں:

''اقبال نے بھی شوق اور آرزو کے استعارے جگہ جگہ استعمال کیے ہیں۔ زندگی ان کے لیے پیہم جستجو سے عبارت ہے اور آرزو کی خلش انہیں ہمیشہ آتش زیرِ پا رکھتی ہے۔ مدام آرزومندی تقاضائے بشریت بھی ہے۔ انسانیت کا نشان امتیاز و افتخار بھی۔''[۱۰۵]

''غالب کا فن'' درحقیقت اُسلوب صاحب کا ۵۶ صفحات کا ایک طویل مضمون ہے جو نقشِ غالب میں شامل تھا۔ اسے الگ کتابی شکل میں ۱۹۷۰ء میں شائع کیا گیا۔ اس طویل مضمون میں تقریباً ۱۲۷ اشعارِ غالب پیش کر کے غالب کی ہمہ گیر فطانت کی نمود فن کے مختلف سانچوں میں ڈھلتی دکھائی ہے۔ اس مضمون میں لکھتے ہیں کہ ''غالب کے ہاں باضابطہ فکری نظام کی تلاش عبث ہے۔''[۱۰۶]

یہی بات یوسف حسین خان، آل احمد سرور اور مجنوں صاحب کہتے ہیں مگر ان کا مطلب یہ نہیں کہ غالب کا کوئی نظریہ ہی نہ تھا بلکہ کہنے کی بات یہ کہ وہ زندگی کے ایک رنگ کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس جملے کی وضاحت اُسلوب صاحب نے خود ہی آگے چل کر کر دی ہے: ''وہ زندگی کے جلوہ ہائے صد رنگ کی تصویر کشی کرتے اور زندگی کے متعلق مختلف اور بعض اوقات متضاد انداز ہائے نظر کو ہمارے اندر اُبھارتے ہیں۔''[۱۰۷]

اس مضمون میں غالب کی شاعری کا پس منظر ایک زوال آمادہ تہذیب اور اس سے متعلق سماجی اور فکری نظام کو بتایا ہے اور اس پس منظر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

''نقش ہائے رنگ رنگ'' از اُسلوب احمد انصاری (غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء) تنقیدی ادب میں اہم اضافہ ہے اس میں وہ تمام مضامین جو مختلف رسائل میں چھپتے رہے اور ''نقشِ غالب'' غالب کا فن، ۱۹۷۰ء، نذرِ منظور ۱۹۹۰ء، نقدِ غالب

۱۹۵۶ء میں شامل ہیں یکجا کر دیئے ہیں اور کئی مضامین کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اس کتاب میں ۱۶ مضامین شامل ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں:

اس کتاب کے مقدمہ نذیر احمد صاحب نے لکھا ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں نذیر احمد صاحب نے ''نقش ہائے رنگ رنگ'' کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں: ''نقش ہائے رنگ رنگ اُردو کے تنقیدی ادب میں اہم اضافہ ہے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب غالب کی مقبولیت بڑھانے میں اہم رول ادا کرے گی۔''[۱۰۸]

ساڑھے چار صفحے کے پیش لفظ میں اُسلوب احمد انصاری اس کتاب کے جو پسِ پردہ عوامل تحریک کا سبب بنے ان کی

نشان دہی کرتے ہوئے غالب کو شیکسپیئر کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں مثلاً وہ لکھتے ہیں: ''شیکسپیئر کی طرح آفاقیت اور ہمہ گیری ان کی شاعری کے متن پر جلی حروف کی طرح نمایاں ہیں۔''[۱۰۹]

مختلف تنقیدی مضامین کا مجموعہ یہ کتاب نقش ہائے رنگ رنگ درحقیقت مختلف رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس کتاب کا عنوان بھی غالب کے شعر سے ماخوذ ہے۔ غالب ایسا شاعر ہے جس کے شعری مصروں پر ۲۰۰ کتابوں سے زیادہ عنوانات رکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مضامین میں غالب کا موازنہ قدمائے فارسی و ریختہ کے شاعروں کے ساتھ کیا گیا ہے مثلاً نظیری، ظہوری، عرفی وغیرہ اس کے کلام کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اُسلوب احمد انصاری کو یہ اختصاص حاصل ہے کہ ان کا شمار نہ صرف برصغیر کے نامور نقادوں میں ہوتا ہے بلکہ اپنے موضوع کے حوالے سے میں یہ کہوں گی کہ وہ علی گڑھ میں بھی اہم نقاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں معیاری اور شاعرانہ اُسلوب ان کے میلانِ طبع اور ادبی ذوق کا پتہ دیتا ہے۔ بعض مشاہیر ادب کا اُسلوب ایسا ہوتا ہے کہ رنگین الفاظ کی بہتات سے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے جس میں عام نقادوں کا رویہ پر پیچ اور پرفن آرٹ دکھا کر قارئین کو مرعوب کرنا مقصود ہوتا ہے مگر اُسلوب احمد انصاری کی عبارت میں ایسی بات نہیں بلکہ عبارت بھرپور ابلاغ کی حامل ہوتی ہے اور قاری کو لوح سے تمت تک پڑھنے کی تحریک عطا کرتی ہے:

غالب کے فن کی خصوصیات نہایت باریکی سے بیان کرتے کرتے اس اُسلوب کا تجزیہ بھی کرنا چاہیے جو اُسلوب صاحب کے ذہنی پسِ منظر میں کام کر رہا ہوتا ہے شاید اُسلوب احمد انصاری عالمِ تخیل میں چلے جاتے ہیں جہاں پر شاعرانہ نثر کی آمد ہوتی ہے۔ شاعرانہ نثر کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو:

> ''زندگی کے اضطراب اور اس کے ہیولے میں پیوست اس بے پناہ شوریدگی کو غالب نے طرح طرح سے برتا۔ شوق اور تمنا کی بلاخیزی بھیس بدل بدل کر ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں تلوار کی دھار اس کے سینے سے باہر نکلی پڑتی ہے۔ کہیں قیس وفورِ شوق میں اپنے پیرہن کو تار تار کر دیتا ہے کہیں دریا کا بے پناہ ابال قطرے میں محو ہو کر دل میں تنگیٔ شوق کا استعارہ بن جاتا ہے۔''[۱۱۰]

''نقدِ غالب'' مرتب مختار الدین آرزو، ۱۹۵۶ء میں ایک مضمون اُسلوب احمد انصاری کا ''غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں غالب کو اُردو شاعری کا نادر مظہر بتایا گیا اور غالب کی انفرادیت اور عظمت کے متضاد پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار غالب کے قریب رہا ہے۔ صباح الدین اس بارے میں یوں رائے دیتے ہیں:

> ''۔۔۔جس کے مطالعہ کے بعد (مضمون کے) ناظرین کہہ اُٹھیں گے کہ انہوں نے

غالب کی مجلس میں خوشگوار لمحات گزارے اس مضمون کی ہر رائے سے اتفاق ضروری نہیں لیکن اس میں حسین ورنگین الفاظ کی نہ بہتات ہے نہ تنقید نگاری کا پر پیچ اور پرفن آرٹ دکھا کر ناظرین کو مرعوب اوران کے دماغ کو ماؤف کیا گیا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے خود غالب کو جس طرح سمجھا ہے اسی طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے۔'' [۱۱۱]

اس مضمون کے بین السطور میں ہم ہندی مغل تمدن کی روح کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

مطبوعہ مضامین:

۱۔ ''غالب کی شاعری کے بنیادی عناصر''، ادبِ لطیف، سالنامہ، ۱۹۵۵ء۔

۲۔ ''غالب کی شاعری کا ایک رُخ''، مشمولہ تنقید وتخلیق، ادارہ انیس اُردو، الہ آباد، س۔ن۔

۳۔ ''غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر''، مشمولہ نقدِ غالب، مرتب مختار الدین، انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۴۔ ''غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر''، مشمولہ احوال ونقدِ غالب، لاہور، ۱۹۶۷ء۔

۵۔ ''کلامِ غالب کا ایک رُخ''، مشمولہ ادب اور تنقید، سنگم پبلی کیشنز، الہ آباد، بار اول، ۱۹۶۸ء۔

۶۔ ''ابرِ گہر بار'' صحیفہ (غالب نمبر حصہ اول) مدیر ڈاکٹر وحید قریشی مجلس ترقی ادب، لاہور، چھیالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔

۷۔ ''غالب اور اقبال''، مشمولہ نقشِ غالب، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۷۹ء۔

۸۔ ''کلامِ غالب کا ایک پہلو''، غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۹۔ ''غالب کی شاعری میں استعارے کا عمل''، غالب نامہ، جلد ۳، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۲ء۔

۱۰۔ ''مثنوی چراغ دیر''، غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۸ء۔

۱۱۔ ''بجنوری بحیثیت نقادِ غالب''، غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۹ء۔

۱۲۔ ''ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے''، مشمولہ نذرِ منظور، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ ''غالب کی استفہامیہ شاعری''، یادگار نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء۔

۱۴۔ ''غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز''، غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۹۵ء۔

۱۵۔ ''غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز''، نقد ونظر، علی گڑھ، جلد ۷، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء۔

۱۶۔ ''غالب کے ہاں تشکیک''، غالب نامہ، جلد ۱۷، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء۔

۱۷۔ ''غالب کی جستجوئے حقیقت''، نقد ونظر، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''نقشِ غالب'' اُسلوب احمد انصاری، غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

۲۔ ''غالب کا فن''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۰ء۔

۳۔ ''نذرِ منظور'' مرتبہ انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔

۴۔ ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (مطالعاتِ غالب)، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء۔

رشید احمد صدیقی (۱۸۹۲ء-۱۹۷۷ء)

رشید احمد صدیقی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم اور استاد رہے ہیں۔ اِس کے علاوہ علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر بھی رہے (۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۲ء) رشید صاحب پہلے طالب علم تھے جنھوں نے اس میگزین کی ادارت سنبھالی۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۰ء تک ایڈیٹر اساتذہ کرام رہے مگر ۱۹۲۰ء سے رشید صاحب کے بعد سے اب تک مدیر کے فرائض طالب علم سنبھالتے ہیں۔ رشید صاحب علی گڑھ میگزین کے مدیر اعلیٰ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

رشید احمد صدیقی با قاعدہ طور پر نقاد نہیں بنیادی طور پر وہ انشا پرداز اور مزاح نگار ہیں لیکن ادب کے باذوق قاری ہونے کے باوصف وہ فراق، مجنوں، مسعود حسن رضوی، ادیب اور نیاز فتح پوری کی نسبت ادب وتنقید کا واضح شعور رکھتے تھے۔ اگر چہ ان کی تنقیدی تحریروں کا دائرہ وسیع نہیں۔ جتنی تنقیدی تحریریں ہیں ان میں بھی نکتہ سنجی اور مزاحیہ نقوش اُبھر آتے ہیں۔ اُسلوب احمد انصاری رشید صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''رشید احمد صدیقی کی تنقیدی تحریروں کا دائرہ کچھ بہت وسیع نہیں ہے اس لیے کہ وہ با قاعدہ نقاد نہیں ہیں ان کی بنیادی حیثیت انشا پرداز اور مزاح نگار کی ہے اور طنز، نکتہ سنجی، مزاحیہ نقوش کی تشکیل میں بڑے مہذب رہے ہیں لیکن وہ بلاشبہ ادب کے باذوق قاری ہیں اور انہوں نے اپنی مخصوص دلچسپیوں کے علاوہ ادب کی تنقید کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔'' [۱۱۲]

رشید احمد صدیقی مشرقی اتر پردیش کے ضلع جون پور کے ایک قصبہ منڈیاہون میں پیدا ہوئے۔ رشید صاحب بچپن میں بہت کمزور اور نحیف الجثہ تھے۔ مدتوں مختلف عوارض کا شکار رہے۔ اس لیے ان کی تعلیم دیر سے شروع ہوئی کیونکہ اندیشہ تھا کہ جسمانی کمزوری کے باعث وہ ذہنی بوجھ اُٹھانے کے قابل نہیں لیکن قدرت نے انہیں آج نابغۂ روزگار عالم کی حیثیت بخشی ہے۔ پرانے دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ علی گڑھ کالج میں چھ برس پڑھے۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۱ء تک یونیورسٹی میں

۱۹۲۶ء میں مستقل لیکچرر ہوئے اس سے پہلے بطور عارضی لیکچرر کے طور پر پڑھاتے رہے اور یہیں سے یکم مئی ۱۹۵۸ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ [۱۱۳] مالک رام رشید صدیقی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''رشید صاحب بجا طور پر اردو ادب کے مسلمہ اور مایہ ناز نثر نگار اور طنز و مزاح کے منفرد مصنف تھے۔'' [۱۱۴]

رشید صاحب کی تنقیدی تحریروں پر صباح الدین اور اُسلوب احمد انصاری ایک ہی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ بقول صباح الدین: ''وہ ایک ادیب طناز بھی ہیں اور مزاح نگار بھی، اس لیے اپنی ادبی تنقیدوں میں بھی کبھی کبھی طنز اور مزاح سے کام لیتے ہیں۔'' [۱۱۵]

اسی طرح اُسلوب احمد انصاری کی رائے دیکھیے: ''ان کی بنیادی حیثیت انشا پرداز اور مزاح نگار کی ہے اور طنز، نکتہ سنجی، مزاحیہ نقوش کی تشکیل میں ان کے بڑے مہذب اور موثر رہے ہیں۔'' [۱۱۶]

''غالب کی شخصیت اور شاعری'' (طبع ۱۹۷۰ء) پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم کے دو عدد خطبات پر مشتمل تصنیف ہے۔ یہ خطبے فروری ۱۹۶۹ء میں شعبہ اُردو دہلی یونیورسٹی میں دیئے گئے تھے اور کتابی شکل میں ان کی اشاعت ۱۹۷۰ء میں عمل میں آئی۔

''غالب نکتہ داں'' مرتب لطیف الزماں خاں ۱۹۹۷ء میں غالب پر رشید صاحب کے غالب پر مضامین و خطبات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ مضامین علی گڑھ میگزین غالب نمبر اور دیگر کتب میں شائع ہوئے جن کی فہرست بہ تفصیل ذیل ہے:

۱۔ دوست آں باشد - لطیف الزماں خاں (ص۵تا۱۶)
۲۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا رشید احمد صدیقی (ص۱۷تا۲۶)
۳۔ غالب اور علی گڑھ (ص۲۷تا۳۴)
۴۔ غالب ایک عظیم صاحب طرز انشا پرداز (ص۳۵تا۴۳)
۵۔ غالب کی خوش بیانی (ص۴۴تا۵۱)
۶۔ غالب مشاعرے کا افتتاحی خطبہ (ص۵۲تا۵۷)
۷۔ غالب کی شخصیت اور شاعری (ص۵۸تا۱۳۱)

پہلے تین مضامین علی گڑھ میگزین میں شائع ہوئے ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا'' غالب کے شعر سے ماخوذ ہے۔ اس مضمون میں غالب کو صرف ایک شاعر نہیں بلکہ پورا ایک عہد تسلیم کرتے ہوئے غالب کے دل کی وسعت کا اندازہ یوں لگایا گیا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے بدلتے حالات محسوس کیے اور رنگ و نسل کی تفریق کیے بغیر انسانیت پر آنسو بہائے۔ ان کی تنقید میں بھی طنز کا پہلو اُبھرتا ہے اس کی مثال دیکھیے:

''بعض احباب کہتے رہتے ہیں کہ وہ یعنی غالب ایک زوال آمادہ تمدن، جاگیردارانہ نظام یا روایتی شاعری کے چراغ رہگذار باد تھے، وہ ذہنی انتشار میں مبتلا تھے، نئی زندگی کے مطالبات کا نہ شعور رکھتے تھے نہ اس کے متحمل ہو سکتے تھے وغیرہ۔ یہ الزامات ہیں، اصولِ تنقید نہیں، آئین نہیں، آرڈی نینس ہے۔'' [۱۱۷]

صباح الدین رشید صاحب کے اس طنز سے متعلق رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رشید صاحب کا۔۔۔ طنز ایسے نقادوں کے لیے ہے جنھوں نے غالب کے کلام کو کارل مارکس کی عینک لگا کر مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔'' [۱۱۸]

رشید صاحب کے کلام کی خوبی بیان کرتے ہوئے اُسلوب احمد انصاری نے رائے دی کہ وہ لفظوں کی الٹ پھیر کے باوجود ایسی نئی بات کہہ جاتے ہیں جو دوسرے نہیں کہہ سکتے۔ ان دونوں کی رائے دیکھئے اس کے بعد رشید صاحب کی تحریر سے اس رائے کے حسب حال متن بھی دیکھئے گا۔ اُسلوب احمد انصاری:

''الفاظ اور تراکیب کے الٹ پھیر کے باوجود (جس کی مثالیں ان کی تحریروں میں بہ افراط ملتی ہیں) اپنے بعض مفروضات اور تعصبات کے علی الرغم ان کے ہاں بعض اوقات ایسی باتیں مل جاتی ہیں جو دوسروں کے ہاں خال خال ملتی ہیں۔'' [۱۱۹]

اب رشید صاحب کا اندازِ تحریر مذکورہ انکشافات کی روشنی میں دیکھئے:

''مجھ سے اگر پوچھا جائے کہ ہندوستان کو مغلیہ سلطنت نے کیا دیا تو میں بے تکلف یہ تین نام لوں گا۔ غالب، اُردو، تاج محل۔'' [۱۲۰]

ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے:

''مغلیہ سلطنت میں اپنے عروج کے دور میں تاج محل دیا تو مرتے مرتے بھی اُردو اور غالب دے گئی۔'' [۱۲۱]

ایک اور مثال دیکھئے:

''غالب کی گرفت مجھ پر اس لیے نہیں ہے کہ وہ بڑے شاعر تھے۔ بڑے شاعر تو اور بھی ہیں میں تو ان سے دوستی کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ وہ ایک عہد تھے۔ ایک مزاج، ایک علامت یا ایک عالم تھے اور اس کے باوجود ہمارے آپ جیسے ہی تھے۔۔۔۔ اُردو شاعری میں غالب پہلے شخص سے جنھوں نے اپنے طنز میں خدا کو مخاطب

کیا ہے۔'' [۱۲۲]

اس کتاب کا دوسرا مضمون ''غالب اور علی گڑھ'' کے عنوان سے ہے جس میں علی گڑھ کے اُن غالب دوستوں کو سراہا ہے جنہوں نے غالب پر کام کیا۔ اس میں غالب پر سرسید احمد خان کا سب سے پہلے ذکر کیا۔ رشید صاحب سب سے پہلے انشا پرداز ہیں جنہوں نے ''علی گڑھ اور غالب'' کے موضوع پر روشنی ڈالی اور اہلِ علی گڑھ کی کاوشوں کی طرف توجہ دلائی۔ تیسرا مضمون ''غالب ایک عظیم صاحب طرز انشا پرداز'' میں غالب کی خطوط نویسی کے سادہ اور پُر لطف اُسلوب پر بات کی گئی ہے۔ چوتھا مضمون ''غالب کی خوش بیانی'' کے عنوان سے قلم بند ہے جو کہ دراصل آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر ہونے والی ایک تقریر ہے جس میں غالب کو دوزخ و جنت کے راستوں پر چلاتے ہوئے اور خدا سے کلام کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ پانچواں مضمون مشاعرہ کے افتتاحی خطبے کے بارے میں ہے جو ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو لال قلعے دہلی میں ہوا۔ آخری عنوان ''غالب کی شخصیت اور شاعری'' میں ہمیں غالب کے بارے میں بہت سی نئی باتیں ملتی ہیں جس سے تفہیمِ غالب کے نئے سلسلے روشن ہوتے ہیں یہ کتاب غالب کے دسویں جشنِ ولادت کے موقع پر شائع ہوئی جو غالب کے پرستاروں کے لیے کسی تحفے سے کم نہیں۔

مطبوعہ مضامین:

۱۔ ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۲۔ ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، مشمولہ افکار، غالب نمبر، مدیر صہبا لکھنوی، مشہور آفسٹ پریس، کراچی، شمارہ ۲۱۰-۲۱۱، فروری مارچ ۱۹۴۹ء۔

۳۔ ''غالب کی طنز و ظرافت''، مشمولہ العلم، سہ ماہی (غالب نمبر) ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، جنوری مارچ اپریل جون ۱۹۶۹ء

۴۔ ''غالب کی شاعری'' مشمولہ نیا دَور، کراچی، پاکستان کلچرل سوسائٹی، کراچی، شمارہ ۵۵، ۵۶، ۱۹۷۱ء۔

۵۔ ''غالب کی شخصیت اور شاعری''، مشمولہ قومی زبان، انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد ۴۳، شمارہ ۲، فروری ۱۹۷۱ء۔

۶۔ ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، مشمولہ قومی زبان، گلشن اقبال، کراچی، جلد ۳۸، شمارہ ۶، فروری مارچ ۱۹۸۷ء۔

۷۔ ''غالب کی شخصیت اور شاعری''، مشمولہ کلاسیکی اُردو شاعری کی تنقید، طارق سعید، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۱۹۹۱ء۔

۸۔ ''غالب کی خوش بیانی''، مشمولہ نقش ہائے رنگ رنگ، مرتب نظیر صدیقی، کاروانِ ادب، ملتان، س۔ن۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''غالب کی شخصیت اور شاعری''، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۷۰ء۔

۲۔ ''غالب نکتہ داں'' مرتبین لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی ندیم (علیگ)، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۹۷ء۔

رشید احمد صدیقی کے دو مضامین کے نام غالب کے اشعار سے ماخوذ ہیں۔ وہ غالب کے شعروں کو اپنی تحریر میں بڑی نفاست سے استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے نظام اُردو خطبات کے تحت غالب صدی کے موقع پر جو دو خطبات دیئے غالب کے اداشناسوں کا خیال ہے کہ یہ خطبات غالب پر تنقیدوں کا نچوڑ ہیں۔

سیّد علی احسن مارہروی (۱۸۷۶ء-۱۹۴۰ء)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ان کا تعلق بحیثیت معلم رہا ہے۔ مولانا احسن مارہروی کا اصل نام سید شاہ علی احسن بن شاہ مجتبیٰ حسن ہے۔ آپ شاعر، ادیب، مصنف، نقاد، تبصرہ نگار اور علی گڑھ سے خصوصی وابستگی رکھنے والے استاد تھے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: ''عزیزانِ علی گڑھ، فکر ونظر، تیسرا کارواں، جلد اول، ۸۸-۱۹۸۷ء، ص ۲۹۷۔

۱۹۲۲ء میں مسلم یونی ورسٹی میں ایک استاد کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں یونیورسٹی کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد وہ مستقل طور پر اپنے وطن مارہرہ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ بذلہ سنج اور خوش مذاق شخصیت کے مالک تھے۔ رشید احمد صدیقی رقم طراز ہیں:

> ''ہر شخص مرحوم کی باتوں سے اپنی اپنی جگہ لطف اندوز ہوتا تھا۔ بوڑھوں میں وہ ایسے نظر آتے تھے کہ جیسے بوڑھے خود ان کو بزرگ سمجھتے ہوں نوجوانوں میں نوجوان اور بچوں میں ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جیسے اُن میں ان سے دلچسپ اور کوئی نہیں۔'' [۱۲۳]

علی گڑھ قیام کے دوران طلبہ کی تعلیم وتربیت کے علاوہ تلامذہ کے اشعار کی اصلاح، ادبی استفسارات کے جواب کی تیاری اور مشاعروں کا اہتمام علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی نیک نامی کا باعث بنا۔ انجمن حدیقۃ الشعر کے صدر ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اس انجمن کے زیر اہتمام علی گڑھ میں بڑے بڑے مشاعرے منعقد کرائے اور خود ان کی شخصیت بڑے بڑے شعراء کے لیے پُرکشش ہوتی تھی۔ علی گڑھ کے لیے ان کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ انہوں نے طلبہ کے لیے نصابی کتابیں تیار کیں اور نظم ونثر کے کئی انتخاب ترتیب دیئے۔ ان کے دل میں یونیورسٹی کی جو قدر ومنزلت تھی وہ ان کی نظم ''سرسید کا دل'' اس ادارے اور اس کے بانی کی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ [۱۲۴]:

احسن مارہروی کی منظوم تخلیقات میں سب سے اہم ان کا دیوان ''احسن العلام'' ہے جو پہلی بار ۱۹۶۰ء میں کتاب منزل لاہور سے شائع ہوا۔ اگر چہ ان کی اصل جولانگاہ شاعری تھی لیکن نثری خدمات اور بطور نقاد ان کی تحریریں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ تنقید نگاری میں وہ معائب ومحاسن دونوں کی نشان دہی کرتے تھے۔ وہ بجنوری کی طرح انتہا پسند نہ تھے اعتدال میں رہتے ہوئے رائے قائم کرتے تھے۔ بقول ظفر الاسلام:

''اُردو ادب کے لیے ان کی ایک اور قابلِ ذکر خدمت یہ ہے کہ انہوں نے بے لاگ تبصرہ و بے باک تنقید نگاری کو فروغ دیا۔ وہ بے جا تعریف و مداحی کے سخت مخالف تھے اور کسی بھی تالیف یا تصنیف پر اظہارِ خیال کرتے وقت وہ اس کے محاسن و معائب دونوں کی نشان دہی اپنا فرض سمجھتے تھے۔''[۱۲۵]

تنقید نگاری یا تبصرہ نگاری کے لیے انہوں نے اپنے طور پر چند اصول بنا رکھے تھے اور اسی کے مطابق وہ تبصرہ کرتے تھے یہ اصول انہیں کی زبانی سنیے: ''یہ غلطی اور بڑی بھاری غلطی ہے اگر کوئی مصنف اپنی کتاب کی غلطیاں سن کر بُرا مانے غلطی بشریت ہے اور اس کی اطلاع پر بُرا ماننا حیوانیت۔''[۱۲۶]

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''منتخبات عودِ ہندی''، علی گڑھ، ۱۹۲۹ء۔

۲۔ ''مکاتیب الغالب''، مطبع انوار محمدی، الہ آباد، ۱۹۳۶ء۔

۳۔ ''انتخابِ رقعاتِ غالب''، پی سی دوادش شرینی، علی گڑھ۔

ڈاکٹر محمد حسن (۱۹۲۵ء)

آپ ۱۵راگست ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ رشید احمد صدیقی کے شاگرد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم اور استاد رہے ہیں، ان کی کتاب ''عرض ہنر'' ۱۹۷۷ء، غالب پر آٹھ مضامین کا مجموعہ غالب کے فنی اور اُسلوبیاتی تجزیہ کو ایک توازن کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ مصنف نے وضاحت کی ہے کہ اُسلوب و آہنگ کے پیرائے تہذیبی قدروں میں بہتر انداز میں اُبھر سکتے ہیں۔ غالب کے نثری آہنگ میں اِس کے نجی اُسلوب کو اہمیت دی گئی اور شاعرانہ رنگ کو اُبھارا گیا۔ ''عرضِ ہنر'' کا تجزیہ انفرادی کتب میں ملاحظہ کیجئے۔ محمد حسن نے تقریباً دس مضامین ۱۹۷۲ء تا ۲۰۰۴ء تک عالمی شہرت یافتہ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کے مجلّہ ''غالب نامہ'' میں شائع ہو چکے ہیں جو غالب کے فکر و فن کی گتھیاں سلجھانے اور غالب سے متعلق نئے گوشوں کو وا کرتے ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ ''غالب کا تصورِ غم''، مشمولہ ادبی تنقید، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، ۱۹۵۴ء۔

۲۔ ''دھوپ چھاؤں کا شاعر''، نیا دَور، لکھنؤ، دسمبر ۱۹۶۸ء۔

۳۔ ''غالب کا تصورِ غم''، مجلّہ فروغ اُردو، لکھنؤ، جون ۱۹۶۸ء۔

۴۔ ''غالب نئی داخلیت کی آواز''، مجلّہ فروغِ اُردو لکھنؤ، غالب نمبر، جلد ۱۵، شمارہ ۷، ۸، فروری ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ''رو میں ہے رخشِ عمر''، شمع حیات (غالب نمبر)، مدیر عظمت اللہ خاں، دلی کالج، دلی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔

۶۔ ''غالب کا تصورِ غم''، الزبیر سہ ماہی اُردو اکیڈمی، بہاولپور، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۹ء۔

۷۔ ''غالب کا نثری اُسلوب''، آج کل، نئی دہلی، فروری ۱۹۷۴ء۔

۸۔ ''غالب اور عہدِ غالب''، آج کل، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء۔

۹۔ ''غالب اور عہدِ غالب'' مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، جولائی ۱۹۸۱ء۔

۱۰۔ ''غالب کا تصورِ حیات''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۱ء۔

۱۱۔ ''عہدِ غالب میں ہندوستان کی نشاۃ ثانیہ''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۱ء۔

۱۲۔ ''غالب کا ایک شعر''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۷، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۶ء۔

۱۳۔ ''عہدِ غالب کے فکری اور تہذیبی مسائل''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔

۱۴۔ ''غالب کا ایک شعر''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۵، شمارہ ۱، ۱۹۹۴ء۔

۱۵۔ ''غالب کی شخصیت''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۶، شمارہ ۲، ۱۹۹۵ء۔

۱۶۔ ''غالب اور غالب کی آفرینی''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۷، شمارہ ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۷۔ ''غالب کی غزل میں نئی جہتیں''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۹ء۔

۱۸۔ ''مکاتیب غالب کے تین زاویے''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۳ء۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''کہرے کا چاند''، شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، فروری ۱۹۶۹ء۔

۲۔ ''عرضِ ہنر''، نصرت پبلشرز، لکھنؤ، دسمبر ۱۹۷۷ء۔

۳۔ ''غالب (ماضی، حال، مستقبل)''، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۵ء۔

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی (۱۹۲۷ء-۱۹۷۸ء)

ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی مشرقی یوپی کے علمی و دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ان کے مورثِ اعلیٰ پٹھانوں کے یوسف زئی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے خلیل الرحمٰن مستقیمی کے نام سے مقبول تھے بعد میں ''اعظمی'' اعظم گڑھ کی مناسبت سے رکھ لیا۔ ابتدائی تعلیم سلطان پور گاؤں کے ایسے مکتب میں ہوئی جو ان کے گھر سے متصل تھا۔ سب سے پہلے قرآن پڑھایا گیا۔ قصبہ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ سے ساتویں جماعت تک تعلیم پائی۔ جہاں شعر و ادب کا ذوق پیدا

ہوا۔ بچپن میں جن کے کلام پڑھے ان میں غالب بھی شامل تھے۔ ۱۹۴۵ء اعظم گڑھ کے شبلی نیشنل ہائی اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رشید احمد صدیقی کی تحریروں سے متاثر ہو کر علی گڑھ آئے۔ طالب علمی کے دور میں (جب بی اے میں تھے) علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۳ء تک ڈیڑھ سو ماہوار پر مسلم یونیورسٹی گزٹ کے ایڈیٹر رہے۔ یہ ملازمت چونکہ پسند نہ تھی لہٰذا اعظم گڑھ میں بحیثیت اُردو کے استاد تقرر ہوا۔ آخری عمر میں ادبی شہرت عروج پر تھی بحیثیت استاد بھی منوا چکے تھے اور وفات سے ۲۰ سال قبل ترقی پسند ادبی تحریک پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور شعبہ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ریڈر مقرر ہوئے۔☆ آخری عمر میں کینسر جیسے موذی مرض کے باعث ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔

خلیل الرحمٰن اعظمی کے کلام کے تین مجموعے شائع ہوئے۔ دوان کی زندگی میں ایک انتقال کے بعد۔ پہلا مجموعہ کلام ''کاغذی پیرہن'' ۱۹۵۵ء، دوسرا مجموعہ ''نیا عہد نامہ'' ۱۹۶۵ء، تیسرا مجموعہ ''زندگی اے زندگی'' ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ تنقیدی مضامین کے تین مجموعے شائع ہوئے۔ ''فکر وفن'' دس مضامین کا مجموعہ ہے یہ تمام مضامین شاعری کی تنقید پر ہیں۔ اس مجموعے کا پہلا مضمون ''غالب اور عصر جدید'' کے عنوان سے ہے جس میں غالب کی شاعری کا مطالعہ عصر جدید کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ یہ مضمون مجموعہ نقدِ غالب ۱۹۵۶ء میں بھی شامل ہے۔ یہ مجموعہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ سے شائع ہوا ہے۔ دوسرا مجموعہ ''زاویہ نگاہ'' میں بھی شاعری کی تنقید کا حصہ زیادہ ہے۔ تیسرا مجموعہ ''مضامین نو'' ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا جس میں تنقید کے علاوہ کتابوں پر تبصرے اور ادبی مسائل اور شخصیت پر مضامین شامل ہیں۔

''نقدِ غالب'' مرتبہ مختار الدین، ۱۹۵۶ء میں خلیل الرحمٰن اعظمی کا مضمون ''غالب اور عصر جدید'' کے عنوان سے ہے انہوں نے غالب کو بڑا اگھاگھ شاعر قرار دیا ہے اور ان پر اپنی رائے کا اظہار کرتے وقت ان کی شاعری میں اندرونی کشمکش، تصادم، تلخی، شکست خوردگی، طنز، تشکیک، تنہائی کا احساس، انسانیت، مردم بیزاری، ناکامی، نا اُمیدی خدا کی بنائی ہوئی ہر چیز پر استہزا پایا جاتا ہے۔ اس مضمون میں اعظمی دو تنقیدی آراء پیش کرتے ہیں۔ دونوں آراء میں انتہا درجے کا تضاد پایا جاتا ہے مثلاً ص ۲۶۶ پر لکھتے ہیں:

> ''حالی پہلے آدمی ہیں جنھوں نے غالب کی زندگی اور شاعری سے متعلق ایک قیمتی مواد مرتب شکل میں ہمارے سامنے پیش کیا۔'' [۱۲۷]

آگے چل کر لکھتے ہیں:

> ''یادگارِ غالب کو ایک خام اور نامکمل مواد اور غالب سلسلہ کی ابتدائی تنقید ہی کہہ سکتے ہیں۔'' [۱۲۸]

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: عزیزانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں، ۱۹۸۸ء، ص ۲۷۰۔

وہ حالی کوشریف الطبع کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حالی کا ذہن سیدھی لکیر کی مانند تھا۔اس لیے وہ غالب کی پہلودار شخصیت کی تہوں تک نہ پہنچ سکے:

''وہ غالب کی زندگی کے پیچ وخم اوران کے ذہن کی اندرونی تہوں سے واقف نہ تھے۔۔۔۔حالی ایک اوسط درجے کی ذہانت کے مالک تھے۔۔۔۔دراصل حالی میں اتنی توانائی نہ تھی، جتنی دوسروں سے متاثر ہونے کی صلاحیت۔''[۱۲۹]

خلیل الرحمٰن کے ان الفاظ کا جواب صباح الدین نے بڑی دلیل کے ساتھ دیا ہے وہ ''خلیل الرحمٰن اعظمی اور غالب'' میں مذکورہ سطور کا جواب یوں دیتے ہیں:

''اُردو کے عناصرِ اربعہ کے ایک عنصر مقدمہ شعروشاعری کے مصنف مسدس کے لکھنے والے اوراُردوادب کے دھارے کوموڑنے والے کے متعلق یہ رائے تو تنقیدی نہیں کہی جاسکی۔''[۱۳۰]

غالب سے متعلق شیخ اکرام کی تصنیف غالب نامہ کو مستحسن قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ہمیں غالب کے متعلق متوازن نقطۂ نظر ملے گا اگرچہ شیخ اکرام کی آراء غالب نامہ کے مختلف ایڈیشنوں میں بدلتی رہی ہیں جوکہ خلیل اعظمی کی نظر سے نہیں گزری تھیں۔انہوں نے اس تصنیف کو متوازن نقطۂ نظر کہا ہے۔صباح الدین کے بقول جورائے ایک بارلکھ کر بدلی جائے وہ متوازن ہوگی۔آگے صباح الدین کی کڑی تنقید خلیل الرحمٰن کے اس مضمون ''غالب عصر جدید میں'' پر سنتے چلیے جوکہ ایک نفسیاتی تجزیے پرمبنی ہے:

''انہوں نے یہ مضمون اس وقت لکھا جب کہ ان کی عمر پچیس تیس کے درمیان ہوگی اس عمر میں تو غالب میں قوتِ متخیلہ ختم ہوچکی تھی اوروہ قوتِ ممیّزہ کے ماتحت ہوگئے تھے، لیکن خلیل الرحمٰن کی قدآدرانہ تنقیدوں میں تو قوتِ متخیلہ ہی کو دخل ہے شاید اس لیے کہ جس عمر میں انہوں نے یہ مضمون لکھا اس میں ان کا ذہن ایک ٹیڑھی لکیر تھا۔ جب ان کی عمر میں پختگی آئی تو غالب کی طرح وہ بھی اپنی قوتِ ممیّزہ سے کام لے کراپنی بہت سی آراء کونظری قرار دینے پر مجبور ہوئے۔''[۱۳۱]

''یک عمر شوخیِ عنواں اُٹھایئے'' کے عنوان سے ایک مضمون علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر(جو غالب کے لیے مختص تھا) میں شائع ہوا۔جس میں دوسو کتب کے عنوان درج ہیں جو غالب کے اشعار کے مرہونِ منت ہیں مثلاً ''بالِ جبریئل'' (مجموعۂ کلام) اقبال۔

تیرا اندازِ سخن شانۂ زلفِ الہام
تیری رفتارِ قلم جنبشِ بالِ جبرئیل

مطبوعہ مضامین:

۱۔ ''غالب اور عصرِ جدید''، مشمولہ نقدِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء۔
۲۔ ''غالب اور عصرِ جدید''، مشمولہ فکر ونظر، آزاد کتاب گھر، دہلی، ۱۹۵۶ء۔
۳۔ ''غالب اور عصرِ جدید''، مشمولہ نقدِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۶۵ء۔
۴۔ ''یک عمر ناز شوخیٔ عنواں اُٹھائیے''، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۔ ''کچھ خطوط غالب کے بارے میں''، مشمولہ عرفانِ غالب، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۶۔ ''کچھ خطوط غالب کے بارے میں''، مشمولہ مضامینِ نو، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء۔

لطیف الزّماں خاں (۱۹۲۶ء)

لطیف الزّماں خاں (متولد ۱۳ مارچ ۱۹۲۶ء) مولد بھیل واڑہ میواڑ اور سابقہ وطن علی گڑھ ہے، خاکہ نگار، مرتب، مترجم، مکتوب نگار، لطیف الزماں خاں کا نام ادبی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ عطا کاکوی نے قاضی عبدالودود کے لیے کھرے اور کھرے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ راقم الحروف یہی الفاظ لطیف الزماں خاں کے لیے استعمال کرنے کی جسارت کرتی ہے، پٹھان، سچا، کھرا، شریف الطبع، مرنجاں مرنج شخصیت کا مالک لوگوں کو سچائی کا درس دینے والا اور سچ کے ساتھ جینے والا مہمان نواز انسان ہے۔ ان کے آبا ؤ اجداد علی گڑھ میں رہتے تھے راقم الحروف نے اکثر ان کی زبانی سنا کہ ''میرا سابقہ وطن علی گڑھ اور وطن ثانی ملتان ہے۔'' پاکستان بننے کے بعد ۱۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو کراچی آئے۔ جون ۱۹۴۹ء میں واپس علی گڑھ گئے وہیں خاندان میں شادی ہوئی۔ اُردو کالج کراچی سے بی اے کیا اور ۱۹۵۹ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے انگلش کی ڈگری حاصل کی۔ پہلا تقرر بحیثیت لیکچرر انگریزی رحیم یار خان میں ۱۹۶۳ء میں ہوا پھر گورنمنٹ کالج ملتان میں تبدیل ہو کر آئے اور یہیں سے ۱۹۸۶ء میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر آف انگلش ریٹائرڈ ہوئے۔ غالب سے محبت اور شغف کا درس انہیں وراثت میں ملا۔ انہیں رشید احمد صدیقی سے عقیدت ہے اور غالب سے عشق۔ ان کا کہنا ہے:

> ''غالب میرا پہلا اور آخری عشق ہے اور رشید صاحب سے عقیدت۔ عقیدت میں سر جھکا کر نقش قدم تلاش کیے جاتے ہیں۔ دائیں بائیں دیکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔'' [۱۳۲]

سیّد عامر سہیل لکھتے ہیں:

''لطیف الزّماں صاحب۔۔۔کا آبائی اور سابقہ وطن علی گڑھ ہے اور دوسرے علیگڑھ کے حوالے سے اُنھیں رشید صاحب سے عقیدت بھی ہے۔''☆

علی گڑھ کا فرزند ہونے کے علاوہ لطیف الزماں خاں کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ وہ عالمی شہرت یافتہ 'ذخیرۂ غالبیات' کے مالک ہیں۔ان کا ذخیرۂ غالبیات دنیا بھر میں دوسرا بڑا اور پاکستان کا سب سے بڑا ذخیرۂ غالبیات ہے۔اس ذخیرے میں دیوانِ غالب اُردو کے مختلف ایڈیشنز اور فارسی دیوان، نثر غالب، تحقیقی وتنقیدی کتب، شرحیں، نظم ونثر کے انتخاب، رسائل کے غالب نمبرز، غالب نامہ کی مکمل فائل، انفرادی مضامین غالبیات کی فائلیں (جو لطیف الزماں خاں صاحب نے مختلف رسائل وکتب سے غالب پر مضامین جمع کیے ان کی الگ جلد بندی کرالی ہے جن کی تعداد ۵۰ کے قریب ہے اور ہر جلد میں ۷۰ سے ۱۰۰ تک نایاب مضامین شامل ہیں) غالب کی تصاویر، غالب پر انگریزی کتب وغیرہ شامل ہیں اور سب سے بڑی خصوصیت اس کتب خانے کو یہ حاصل ہے کہ اس میں مہر نیم روز کا وہ مخطوطہ ہے جس کی تصحیح خود غالب نے کی تھی اور جو واحد معلومہ مخطوطہ ہے وہ اس کتب خانے کی زینت ہے۔ان کے کتب خانے پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے ۲۰۰۰ء میں اشاریہ سازی کا کام کرایا جو ایم فل سطح کا تھا۔اور یہ کام راقم الحروف نے بہ عنوان ''کتب خانہ لطیف الزماں خاں میں گوشۂ غالبیات کا توضیحی وتشریحی اشاریہ'' کیا جسے ۲۰۰۳ء میں بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے کتابی شکل میں شائع کیا۔

غالب شناسی کے حوالے سے لطیف الزماں خاں کا اہم کام مہر نیم روز کا ترجمہ اور اس کی اشاعت ہے۔مہر نیم روز دراصل فارسی میں خاندانِ تیموریہ کی تاریخ ہے جو مرزا غالب نے بہادر شاہ ظفر کی ایما پر لکھی۔لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جو انہوں نے ۲۰۰۳ء میں ملتان آرٹس فورم ملتان سے ترجمہ اور عکس کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس کتاب کا بالتفصیل ذکر باب سوئم کے حصہ تراجم میں ہو چکا ہے۔

<u>مطبوعہ مضامین:</u>

۱۔ ''بیاضِ غالب کی تصحیح''، نقوش (غالب نمبر)، شمارہ ۴۱، ۴۲، مئی جون ۱۹۵۴ء۔

۲۔ ''غالب کے فارسی خطوط'' (چند نئے تراجم)، ارتقا، کراچی، ۱۹۸۹ء۔

۳۔ ''دیوانِ غالب بخطِ غالب رودادِ اشاعت''، طلوع افکار، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء۔

۴۔ ''غالب شناس کے نام ایک خط''، پندرہ روزہ ہزارہ ٹائمز، یکم جون ۱۹۹۶ء۔

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: لطیف الزماں خاں: ''اِن سے ملیے'' (خاکوں کا مجموعہ) مرتب: سید عامر سہیل، سطور پبلی کیشنز، ملتان، ۱۹۹۸ء، ص ۹ تا ۲۳۔

۵۔ ''لطیف الزماں کا ایک خط'' (نوادراتِ غالب سے متعلق)، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل مئی ۱۹۹۶ء۔

۶۔ ''غالب کی فکری وشعری جہتیں''، مسلک، غالب نمبر، کالج آف ایجوکیشن، ملتان، ۱۹۹۸ء۔

۷۔ ''غالب کا سفرِ کلکتہ''، ماہِ نو (غالب نمبر)، مطبوعاتِ پاکستان، لاہور، ۱۹۹۸ء۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''مکتوباتِ غالب'' (ترجمہ)، الفیصل، لاہور، اشاعت اول ۱۹۹۵ء۔

۲۔ ''غالب آشفتہ سر'' ڈاکٹر نذیر احمد (مرتبین) لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی ندیم (علیگ)، ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۱۹۹۶ء۔

۳۔ ''غالب نکتہ داں'' (مرتبہ)، مکتبہ دانیال، کراچی، جنوری ۱۹۹۷ء۔

۴۔ ''مکتوباتِ غالب'' (ترجمہ)، مکتبہ دانیال، کراچی، اشاعت دوم فروری ۱۹۹۹ء۔

۵ ''مہر نیم روز عکس مخطوطہ وترجمہ''، مترجم لطیف الزماں خاں، ملتان آرٹس فورم، ملتان، ۳۰ جون ۲۰۰۳ء۔

مندرجہ بالا صفحات میں اُن نقادوں کی تنقید کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جنہوں نے غالب شناسی کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے مگر کچھ نقاد ایسے بھی ہیں جن کا تنقیدی کام وہ قبولِ عام تو حاصل نہ کر سکا لیکن یہ بھی نقدِ غالب کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ ذیل میں انہی نقادوں کی تحریروں کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ان نقادوں کی نگارشات کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

آزرمیدخت صفوی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، شعبۂ فارسی میں پروفیسر اور سہ ماہی ''فکر ونظر'' علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے ایڈیٹر، ان کے ذیلی چھ مضامین غالب نامہ میں شائع ہوئے:

۱۔ ''معراج نامہ غالب'' جلد ۴، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۲۔ ''غالب کا فارسی کلام ونشاۃ الثانیہ''، جلد ۱۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔

۳۔ ''غالب کے فارسی کلام میں عہد غالب کے بعض فکری اور سماجی مسائل''، جلد ۱۵، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۴ء۔

۴۔ ''ایران اور نقدِ غالب'' جلد ۱۷، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۶ء۔

۵۔ ''قرن سیزدھم میں ایران کا اہم نثری رجحان اور غالب کی فارسی نثر''، جامدہ، مدیر شمیم، دریا گنج دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔

۶۔ ''مثنوی ابر گہر بار کے چند اہم پہلو''، شمارہ ۲۰، جلد ۲، ۱۹۹۹ء۔

۷۔ ''غالب کی فارسی خطوط نگاری پنج آہنگ کی روشنی میں''، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۳ء۔

آصفہ زمانی، ڈاکٹر

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ ہیں۔ درج ذیل پانچ مضامین غالب نامہ میں شائع ہو چکے ہیں:

۱۔ ''غالب اور طالب''، جلد ۲، شمارہ ۲، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۲۔ ''غالب اور لکھنؤ''، جلد ۱۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔

۳۔ ''ابرِ گہر بار کی ادبی قدر و قیمت''، جلد ۱۵، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔

۴۔ ''سازِ اودھی میں نغمۂ غالب۔ ایک جائزہ''، جلد ۱۷، شمارہ ۲، ۱۹۹۶ء۔

۵۔ ''غالب اور سیکولرازم''، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء۔

آفتاب احمد شمسی

ریسرچ سکالر شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا مضمون ''غالب استادِ فن اور ادبی رہنما'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا، یہ غالب کی صد سالہ برسی کی یادگار ہے۔

ابنِ فرید، ڈاکٹر (مرحوم)

بنیادی طور پر نفسیات کے طالب علم تھے۔ ان کے مضامین کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ''غالب کی شاعری میں شخصیتی کش مکش'' کے عنوان سے ان کا مضمون علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر (غالب نمبر) ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۲۔ ''غالب کی شاعری میں تسکین ضمیر''، مشمولہ ''میں، ہم اور ادب''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، بار اول ۱۹۷۷ء۔

۳۔ ''غدر کے گرد و پیش شعرائے دلّی''، 〃 〃 〃 〃

۴۔ ''غالب کی شاعرانہ شخصیت''، مشمولہ ''چہرہ پسِ چہرہ''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، طبع دوم، ۱۹۸۱ء۔

۵۔ ''غالب کی شاعری کا تصورِ ابلاغ''، ماہنامہ اوراق، لاہور، جلد ۱۸، شمارہ ۵، ۶، مئی جون ۱۹۸۳ء۔

۶۔ ''غالب کا تصورِ ابلاغ'' کے عنوان سے ایک مضمون غالب نامہ جلد ۴، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔

ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر

شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں پروفیسر ہیں۔ ان کے ذیلی مضمون غالب نامہ میں چھپ چکے ہیں۔

۱۔ ''غالب کے خطوط میں اظہارِ ذات کا مسئلہ'' ابوالکلام قاسمی، جلد۱۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔

۲۔ ''غالب کا شعری لہجہ''، نقد و نظر، جلد۱۹، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۷ء۔

۳۔ ''غالب کا شعری لہجہ''، جلد۲۰، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۹ء۔

احمد جمال پاشا (۱۹۳۲ء-۱۹۸۷ء)

(سابق طالب علم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔)

۱۔ ''غالب سے معذرت کے ساتھ''، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۶۴ء، ص۲۲۲، دوسری اشاعت میری لائبریری، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۲۴۰۔ دونوں ایڈیشنوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ کتاب کے سائز کا فرق ہے پہلی اشاعت کا سائز چھوٹا ہے اور صفحات ۲۲۲ ہیں دوسری اشاعت کا سائز بڑا ہے اور صفحات ۲۴۰ ہیں پہلی اشاعت ۱۹۶۴ء میں ''غالب کا بستر'' عنوان نہیں ہے مگر دوسری اشاعت ۱۹۸۸ء میں یہ تقریباً ۱۰ صفحات کا مزاحیہ مضمون شامل ہے اسی طرح دوسری اشاعت میں ''غالب کے ناخن'' کے عنوان سے آٹھ صفحات کا مزاحیہ مضمون شامل ہے مگر یہ دونوں مضمون پہلے ایڈیشن میں شامل نہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مزاحیہ انداز میں کارٹونز کے ساتھ شائع ہوئی ہے جب کہ پڑھنے سے عجب لطف ملتا ہے کہ غالب سے محبت رکھنے والوں نے کیا کیا رنگ غالب سے وابستہ کیے ہیں آج اگر غالب زندہ ہوتے تو اپنی اس قدر مقبولیت دیکھ کر شاید کچھ لمحے غمِ دوراں سے غافل ہو جاتے۔

۲۔ ان کی نظم نذرِ غالب کے عنوان سے ''اسکالر'' پیروڈی نمبر، سید ہال، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ غالب کا ایک کارٹونسٹ، مشمولہ فروغ اُردو، لکھنؤ، غالب نمبر، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء قابلِ ذکر کارنامے ہیں۔

اخلاق حسین عارف

اخلاق حسین علی گڑھ کے رہائشی ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ ''غالب اور فنِ تنقید''، دہلی، ۱۹۷۷ء۔

۲۔ ''غالب کا تنقیدی شعور''، لکھنؤ، ۱۹۶۹ء۔

اعجاز اختر

متعلم بی ایس سی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ''غالب اور بیگم غالب'' کے عنوان سے ان کا مضمون علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

افتخار صدیقی، بیگم ظہیر احمد صدیقی

علی گڑھ میں رہتی ہیں، ان کا مضمون ''غالب کی شاعری اور مضامین رشک'' غالب صدی پر شائع ہونے والے علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

افسر قریشی صاحبہ

لیکچرر، شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا مضمون ''دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک'' علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے۔

اقرار احمد عباسی

ان کا مضمون ''غالب خطوط کے آئینے میں'' علی گڑھ میگزین، ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

انجمن آراء انجم

ریسرچ سکالر شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۱۔ ان کا مضمون ''غالب اور حدیث غم'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۲۔ i۔ غالب کی ایک رباعی اور زیادت حروف یعنی خزم

ii۔ دکھ جی کے بند ہو گیا ہے غالب

iii۔ غالب اور حدیث غم

مشمولہ فکر و آگہی، ڈاکٹر انجم آراء انجم، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔

امیر زہرا

طالبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا مضمون ''غالب شخصیت'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۹۶۹ء غالب صدی کے موقع کی یادگار ہے۔

ایم حبیب خاں (مرحوم)

انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ اور بعد میں دلی میں ملازم تھے، سانولا رنگ تھا، چہرے پر چیچک کے داغ تھے، علی گڑھ کے رہائشی تھے۔ ایم حبیب خان کے دو مضمون غالب نامہ میں شائع ہوئے:

۱۔ ''غالب اور مارہرہ''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔

۲۔ ''انیسویں صدی کے ادبی معرکے، انشا سے غالب تک''، غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء۔

جب کہ مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ ''غالب کی عظمت'' (غالب سے اقبال تک) پروفیسر آل احمد سرور، انڈین بک ہاؤس، علی گڑھ، بار اول، ۱۹۶۲ء۔

۲۔ ''غالب اور سرور''، انجمن ترقی اُردو ہند، دلی، ۱۹۷۵ء۔

۳۔ ''غالب سے اقبال تک''، جلد دوم، عبدالحق اکادمی، دلی، اکتوبر ۱۹۹۱ء۔

باقر مہدی (۱۹۲۷ء)

یہ شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں طالب علم تھے مستقل قیام بمبئی میں ہے۔ باقر مہدی کے ذیلی مضامین غالب نامہ اور دیگر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں:

۱۔ ''غالب (خوف پر قابو پانے کی ایک کوشش) مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔

۲۔ ''غالب کا مطالعہ'' (جدید نفسیات کی روشنی میں) 〃 〃

۳۔ ''غالب کی شخصیت اور شاعری''، جلد ۴، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۴۔ ''غالب اور تشکیک''، جلد ۸، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۷ء۔

بشیر بدر (۱۹۳۵ء)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم ہیں، شاعر ہیں، ۶۹-۱۹۶۸ء میں علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر رہے ہیں، غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء کے دوران بشیر بدر کی ادارت میں علی گڑھ میگزین کا ڈائمنڈ جوبلی نمبر شائع کیا گیا وہ غالب کے لیے مختص تھا۔ ۱۹۶۹ء علی گڑھ میگزین کی اشاعت کا پچھترواں سال تھا کیونکہ یہ میگزین ۵ مئی ۱۸۹۱ء کو انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا۔ اس وقت انگریزی، اُردو مشترک دو حصوں میں شائع ہوا تھا۔ مئی، جون ۱۸۹۴ء سے اس نے مستقل رسالے کی صورت

اختیار کی۔ ۱۸۹۱ء میں اس میگزین کا نام ''محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین'' تھا دو حصے تھے اس کے مدیرِ اعلیٰ کالج کے پرنسپل تھیوڈر بیک تھے، پروفیسر شبلی نعمانی اُردو سیکشن کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۰۲ء میں اس کا نام بدل کر علی گڑھ منتقل ہو گیا اور پروفیسر شبلی نعمانی سے پروفیسر ایف۔ اے۔ رحمٰن تک (۱۸۹۱ء سے ۱۹۲۰ء) اس کی ادارت کالج کے اساتذہ نے کی۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی پہلے طالب علم ہیں جو دورانِ طالب علمی (۱۹۲۱ء) اس کے ایڈیٹر ہوئے۔ تب سے اس کے ایڈیٹر طالب علم ہوتے ہیں۔ شمارہ غالب نمبر ۱۹۶۹ء تک اس کے انتالیس ایڈیٹروں نے اسے مرتب کیا ہے۔ اس شمارے میں حصہ مضامین وشعر ملا کر تینتیس (۳۳) افراد کی تحریریں شامل ہیں جن میں شعبے کے صدر، لیکچرر، ریڈر شعبۂ اُردو، انگریزی ریسرچ سکالر، متعلم ایم اے اُردو اور شعبہ ہائے فارسی، عربی، انگریزی، نفسیات، ایل ایل بی، بی ایس سی، انجینئرنگ (فائنل)، فلسفہ سے وابستہ افراد کی تحریریں شامل ہیں۔

۱۔ بشیر بدر کا مضمون ''غالب استفہامیہ ذہن''، ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۲۔ ''علی گڑھ میگزین اور غالب'' از بشیر بدر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ''غالب کی قصیدہ نگاری''، اُردو ادب سہ ماہی، غالب نمبر، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

تنویر احمد علوی، ڈاکٹر (۱۹۲۵ء)

سابق طالب علم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ مستقل قیام دلّی میں ہے۔ ذیلی مضامین جو غالب نامہ اور دیگر رسائل میں شائع ہوئے:

۱۔ ''غالب اور شعورِ حیات'' صحیفہ (غالب نمبر جلد دوم)، مرتب ڈاکٹر وحید قریشی، رائٹرز اکیڈمی، لاہور، سنتالیسواں شمارہ، اپریل ۱۹۶۹ء۔

۲۔ ''مرزا نوشہ''، اعتادیہ (بیادِ غالب، حصہ اول) مرتبہ محمد قاسم صدیقی، اجمیری گیٹ، دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء

۳۔ i۔ ''غالب دانشوروں کی نظر میں'' ii۔ ''ذہنِ غالب کا فانوس خیال'' مشمولہ ھُما اُردو ڈائجسٹ، نئی دہلی، مارچ ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''کہتے ہیں جس کو عشق''، فکرِ نو (غالب نمبر)، اُردو میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ''غالب کا شخصی اُسلوب'' غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۱ء۔

۶۔ ''غالب کے فارسی قصائد'' غالب نامہ، جلد ۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۷۔ ''کنز المطالب شرح دیوان غالب''، غالب نامہ، جلد ۱۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۱ء۔

۸۔ ''غالب کے فارسی خطوط'' غالب نامہ، جلد ۱۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ ''فارسی زبان میں غالب کے قصیدہ ہائے حمد ونعت ومنقبت''، غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۹ء۔

چھوڑ کر صرف خطوط کے فنی تجزیے پر توجہ کی ہے۔موصوفہ نے تجزیوں کے ذریعہ ان کی زبان و بیان، فنی خوبیوں، ادبی محاسن، مرقع نگاری اور اثر آفرینی وغیرہ کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔معروضی تجزیوں کے بعد انہوں نے بہت ہی احتیاط سے ژرف نگاہی کے ساتھ نتائج اخذ کیے ہیں۔گویا انہوں نے غالب کی طرف داری سے زیادہ سخن فہمی کا ثبوت فراہم کیا ہے ان کی عبارت میں پختگی اور شگفتگی کا عمدہ امتزاج نظر آتا ہے۔'' [عتیق احمد تعارف، مشمولہ 'خطوطِ غالب فنی تجزیہ' از حامدہ مسعود]

ان کا مضمون ''خطوطِ غالب کا اُسلوب'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر (جو غالب کے لیے مختص تھا) ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا جب کہ مطبوعہ کتاب درج ذیل ہے:

''خطوطِ غالب کا فنی تجزیہ''، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ،۱۹۸۲ء۔

حمیدہ سلطان احمد (۱۹۱۳ء)

بیگم سلطان احمد سابق صدر جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد کی ہمشیرہ تھیں، قاضی عبدالستار انہیں آپا کہتے تھے [قاضی عبدالستار، غالب (ناول)، ۱۹۸۶ء، ص ۷]۔حمیدہ سلطان کی مطبوعہ کتاب ''خاندان لوہارو کے شعراء'' غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء جن میں ۱۲ شعراء (خاندان لوہارو کے) کا تذکرہ شامل ہے۔یہ شعراء غالب کے عزیزوں میں سے تھے۔تورانی النسل تھے اور غالب بھی خود کو تورانی النسل کہتے تھے یہ کتاب انہیں تعلقات کو ظاہر کرتی ہے۔

۱۔ حمیدہ سلطان احمد کا مضمون ''جانِ غالب'' مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱، شمارہ ۳-۴، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، تفہیم غالب میں اضافہ کا باعث ہے۔

۲۔ موصوفہ کا مضمون بعنوان ''باقر علی خاں'' علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۴۹-۱۹۴۸ء میں شائع ہوا، جس میں نواب زین العابدین خان عارف کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں۔

۳۔ ''غالب کا تصورِ عشق''، حمیدہ سلطان، مشمولہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، غالب نمبر، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''خاندانِ لوہارو کے شعرا''، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۵۔ ''غالب کی محبوبہ'' کے عنوان سے ان کا مضمون سورج (خصوصی نمبر غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت) ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔

خلیق احمد نظامی، ڈاکٹر (۱۹۲۵ء-۱۹۹۷ء)

بنیادی طور پر مورخ تھے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر رہے ہیں، رشید صاحب کے خطوط کا مجموعہ ترتیب دیا ہے، انتقال ہو چکا ہے۔''غالب کی دلی'' کے عنوان سے ان کا ایک مضمون غالب نامہ، جلد ۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۲ء

رالف رسل (۱۹۱۸ء)

انگلستان کے ہیں انہوں نے علی گڑھ کے ڈاکٹر خورشید الاسلام کے ساتھ مل کر ذیلی کتاب لکھی:

"Ghalib's Life and Letters", The seeing Eye, 2003

ریاض پنجابی

متعلم ایل ایل بی، ان کا ایک مضمون ''تجھے ہم ولی سمجھتے'' کے عنوان سے علی گڑھ ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

سعید احمد صدیقی

شعبہ نفسیات، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ رہے۔

۱۔ ان کا مضمون ''غالب کا نفسیاتی شعور'' کے عنوان سے علی گڑھ، میگزین (غالب نمبر) ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۲۔ ''ڈاکٹر یوسف حسین اور غالب''، مجلّہ راوی، ۱۹۵۳ء قابلِ ذکر ہے۔

سلامت اللہ خاں

ریڈر شعبۂ انگریزی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا مضمون ''غالب کی حقیقت پسندی'' کے عنوان سے ان کا مضمون علی گڑھ ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

سلطان صدیقی

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے سابق طالب علم ہیں۔ اِن کی ایک مطبوعہ کتاب اور دو مضمون منظرِ عام پر آئے ہیں جو ذخیرۂ غالبیات میں اضافہ کا باعث ہیں۔

۲۔ ''غالب کا مخصوص تصورِ غم''، سلطانِ صدیقی، ماہِ نو، مدیر فضل قدیر، ادارہ مطبوعات کراچی، جلد ۲۴، شمارہ ۲، فروری ۱۹۷۱ء۔

۳۔ ''غالب کا سماجی شعور''، صحیفہ، شمارہ ۵۴، جنوری ۱۹۷۱ء۔

کتاب:

۱۔ ''عرفانِ غالب''، الحمرا اکیڈمی، لاہور، باراول، جنوری ۱۹۷۴ء۔

شان الحق حقی (۱۹۱۷ء)

علی گڑھ یونیورسٹی کے طالب علم بھی رہے اور رہنے والے بھی علی گڑھ کے ہیں، آج کل کینیڈا میں ہیں۔ اِن کی مندرجہ ذیل خدمات تفہیمِ غالب میں اہم اضافہ ہیں۔

۱۔ ''غالب کی ایک غزل''، ہماری زبان، ۱۱۸کتوبر ۱۹۶۴ء۔

۲۔ ''غالب کے استعارے''،''شرح نکاتِ غالب''مشمولہ نکتۂ راز (منتخب مضامین) شان الحق حقی، ملت پریس، کراچی، ۱۹۷۲ء۔

۳۔ ''غالب کے دوشعر''، مرتبین: مختار ضمن، مشفق خواجہ، غالب، شمارہ ۱،۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۷ء، ادارہ یادگارِ غالب، جنوری تا جون ۱۹۸۸ء۔

۴۔ ''غالب کے دوشعر''، غالب، جنوری تا دسمبر ۱۹۸۹ء۔

۵۔ ''غالب کے دوشعر''، غالب، شمارہ ۶، ۱۰، ۹۶، ۸۰، ۱۹۹۰ء۔

۶۔ ''غالب کے دوشعر''، // ۱۹۹۲ء۔

۷۔ ''غالب کی ایک غزل''، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد ۶۳، شمارہ ۲، ۱۹۹۱ء۔

۸۔ // // شمارہ ۷، جولائی ۱۹۹۱ء۔

۹۔ // // شمارہ ۲، ۱۹۹۲ء۔

۱۰۔ ''نظر غالب اور نظارہ عصر حاضر''، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد ۶۳، شمارہ ۲۰، ۱۹۹۲ء۔

۱۱۔ ''غالب کی ایہام گوئی''، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد ۶۵، شمارہ ۵، فروری ۱۹۹۳ء۔

۱۲۔ ''مرزا غالب لندن میں'' (ریڈیائی تمثیلچہ)، سورج، تدوین تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل مئی ۱۹۹۶ء۔

۱۳۔ ''غالب کی ایک غزل''، اُردو ادب ماہنامہ (دوسوسالہ سالگرہ غالب نمبر) اُردو ادب، لندن، جلد ۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ ''کلامِ غالب کا لسانیاتی تجزیہ''، نقد ونظر، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

مطبوعہ کتاب:

۱۔ ''آئینہ افکارِ غالب'' (کلامِ غالب پر نئی روشنی) ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، طبع اول، ۲۰۰۱ء۔

(ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اپنی غالب نواز اور علم وفن کے رفقاء سے دیرینہ تعلقات کے باعث دلی اور علی گڑھ میں دو سیمینار منعقد کیے جو غالب کی عظمت پر ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں)

۳۔ حسرت موہانی کی شرح دیوانِ غالب پر مختصر تبصرہ، مشمولہ نوبت رائے نظر کا ادیب، ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۳ء رسائل کے دفینوں سے اُردو ادب کی بازیافت، تعارف وانتخاب، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۸۸ء۔

۴۔ ''کرتا ہوں پھر جمع جگر لخت لخت کو''، اُردو ادب، ماہنامہ (دوسو سالہ سالگرہ غالب نمبر) اُردو ادب لندن، جلد۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۵۔ i۔ سند غالب بنام ذکی مہر ودستخط

ii۔ غالب (نظم) احمد علی شوق قدوائی

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''غالب کی عظمت''، رام پور انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۶۹ء۔

۲۔ ''غالبیاتِ نو'' عابد رضا بیدار، رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ''غالبیات نو'' (حصہ دوم)، رام پور انسٹی ٹیوٹ، دہلی، ۱۹۷۰ء۔

عتیق صدیقی (مرحوم)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، علی گڑھ میگزین ۸۵-۱۹۸۴ء کے سرپرست پروفیسر عتیق احمد صدیقی تھے۔ ان کا ایک مضمون ''گنجینۂ معنی کے طلسم کی کلید'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے جو چودہ صفحات پر مشتمل ہے جس کی ابتداء انہوں نے غالب کے ایک خط جو غالب کے شاگرد مرزا ہرگوپال تفتہ کے نام ہے جو اس دَور میں لکھا گیا جب غالب بحیثیت شاعر اپنا لوہا منوا چکے تھے اسی خط کو بنیاد بنا کر عتیق صدیقی نے بحث کو آگے بڑھایا ہے اور غالب کے اپنے بیانات سے اس کے فن کی گرہوں کو کھولنے کی کوشش کی ہے۔ ذیلی مضامین تفہیم غالب میں اضافہ کا باعث ہیں۔

۱۔ ''غالب کی کہانی خود ان کی زبانی'' آج کل، دہلی، فروری ۱۹۵۲ء۔

۲۔ ''غالب معاصرین کی نظر میں'' اُردو ادب، ۱۹۶۲ء۔

۳۔ ''ہیں خواب میں ہنوز''، فکرِ نو (غالب نمبر)، اُردو میگزین، دلی، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''مرزا غالب اندازِ گفتگو''، شمع حیات (غالب نمبر)، مدیر عظمت اللہ، دلی کالج، دلی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔

۵۔ غالب کی ردیف بندی، عتیق احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد۳، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۶۔ ذکرِ غالب ۱۸۶۲ء کے اودھ اخبار میں عتیق صدیقی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱، شمارہ ۳، ۴۔

فرخ جلالی

آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے وابستہ رہے، مستقل قیام علی گڑھ میں ہے۔

۱۔ ''غالب کا ایک ادھورا خط''، ہماری زبان، ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء (تنقیدی مضمون ہے)۔

۲۔ ''کچھ غالب کے بارے میں''، مجلّہ آج کل، فروری ۱۹۶۱ء، جلد ۱۷، شمارہ ۷، فروری ۱۹۵۹ء۔

۳۔ ان کا مضمون ''غالب اور سرسید'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

اِن کا مضمون ''غالب اور سرسید'' میں سرسید اور غالب کے روابط کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دونوں کی عمروں کا تفاوت بتایا گیا ہے کہ سرسید غالب سے ۲۰ سال عمر میں چھوٹے تھے۔

فریدہ خان

متعلم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ان کا ایک مضمون ''کلامِ غالب فلسفہ اور تصوف''، علی گڑھ میگزین غالب نمبر، ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر شائع ہوا۔

کبیر احمد جائسی

ریسرچ سکالر شعبہ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور استاد بھی رہے۔ ان کا ذیلی مضمون علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر میں شائع ہوا اور دیگر رسائل و کتب میں مضامین شائع ہوتے رہے۔

۱۔ i۔ غالب کی فارسی غزل گوئی

ii۔ دستنبو پر ایک نظر

مشمولہ بازگشت، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، نومبر ۱۹۷۵ء۔

۲۔ ''غالب ایک ایرانی کی نظر میں''، اُردو سہ ماہی (غالب نمبر) شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ''دستنبو پر ایک نظر''، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) نگران آل احمد سرور، اچل تال علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''غالب کی فارسی غزل گوئی''، قومی زبان ایڈیٹر مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد ۴۷، شمارہ ۲، ۱۹۷۷ء۔

محمد مجیب (۱۹۰۲ء-۱۹۸۵ء)

طالب علم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۔ ان کا مضمون ''مرزا غالب''، علی گڑھ میگزین، ۶۷-۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔

۲۔ ایک اور مضمون ''غالب پر ایک نظر''، مشمولہ عرفانِ غالب، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔

۲۔ 〃 〃 الزبیر سہ ماہی، سرپرست محمد ضیاء الدین خان، اُردو اکیڈمی بہاولپور، شمارہ ۱۵۰، ۱۹۶۹ء۔

مغیث الدین فریدی (۱۹۲۷ء-۲۰۰۱ء)

کانپور میں ان کا انتقال ہو چکا ہے، رشید احمد صدیقی کے شاگرد تھے (پیدائش ووفات کی تاریخ نکالنے میں کمال حاصل تھا) علی گڑھ کے سابق طالب علم تھے۔ ان کا ذیلی مضمون غالب نامہ میں شائع ہوا۔

۱۔ ''تضمین برغزل حضرت غالب''، آج کل، دہلی، مئی ۱۹۵۳ء۔

۲۔ ''غالب کے پسندیدہ اوزان''، اُردوئے معلّٰی (غالب نمبر حصہ سوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ''تضمین'' فروغِ اُردو (غالب نمبر) ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ، جلد ۱۵، شمارہ ۷، ۸، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''خط وانشا، غالب کی خطوط نگاری''، مشمولہ منتخب ادبی خطوط (مرتب)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔

۵۔ ''عہدِ غالب میں تاریخ گوئی کا فن''، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۵، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

مطبوعہ کتاب:

۶۔ ''انتخابِ دیوانِ غالب''، سرسید بک ڈپو، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء۔

مفتون احمد

آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے طالب علم ہیں۔ ان کا مضمون ''غالب کے خطوط'' علی گڑھ میگزین، ۱۹۴۹ء (غالب نمبر) میں شائع ہوا۔

ملک اسمٰعیل حسن

ان کا مضمون ''غالب کے اُردو قصائد'' علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا، دوسرا مضمون ''غالب کا نظریہ شعر'' علی گڑھ میگزین، ۶۷-۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔

ممتاز حسین

سابق طالب علم مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مضامین وکتب درج ذیل ہیں۔

۱۔ ''غالب کا نظریۂ شعر''، مشمولہ نقدِ غالب، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۲۔ ''غالب کا نظریۂ شعر'' مشمولہ نئی قدریں، استقلال پریس، لاہور، ۱۹۵۷ء۔

۳۔ ''غالب ایک تہذیبی قوت'' مشمولہ ادب اور شعور، ایجوکیشنل پریس، کراچی، نومبر ۱۹۶۴ء۔

۴۔ ''غالب''، مشمولہ العلم، کراچی (غالب نمبر) اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ''غالب ایک آفاقی شاعر'' مشمولہ نقدِ حرف، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء۔

۶۔ ''غالب اور نشاۃ الثانیہ''، جلد ۱۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔

۷۔ ''اُردو شاعری کا مزاج اور غالب کی شکست کا تجزیہ''، مشمولہ نقدِ حیات، الہ آباد پبلشنگ ہاؤس، الہ آباد۔

مطبوعہ کتب:

۱۔ ''انتخابِ غالب''، اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۷۰ء۔

۲۔ ''انتخابِ غالب'' (مرتبہ) ممتاز حسین، اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۰۷ء۔

۳۔ ''غالب ایک مطالعہ''، نصرت پبلشرز، لکھنؤ، ۱۹۸۶ء۔

۴۔ ''غالب ایک مطالعہ''، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۳ء۔

منظر عباس نقوی

لیکچرر شعبۂ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۱۔ ان کا مضمون ''غالب کے شعری اُسلوب کا ایک پہلو'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر (غالب نمبر) ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۲۔ ان کا دوسرا مضمون ''خطوطِ غالب کا اُسلوبیاتی مطالعہ'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین ۷۴-۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔

۳۔ i۔ خطوطِ غالب کا اُسلوبیاتی مطالعہ۔

ii۔ غالب کے شعری اُسلوب کا ایک پہلو، مشمولہ نثر، نظر اور شعر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔

۴۔ i۔ خطوطِ غالب کا اُسلوبیاتی مطالعہ۔

ii۔ غالب کا اندازِ بیان

مشمولہ اُسلوبیاتی مطالعے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ) ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، بار اول ۱۹۸۹ء۔

نسیم فاطمہ

متعلم علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ ان کا مضمون ''غالب کی مقبولیت کے اسباب'' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین

انفرادی تجزیہ نقدِ غالب

(۱) آل احمد سرور، (مرتبہ) عرفانِ غالب

شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اشاعت پہلا ایڈیشن ۱۹۷۳ء، صفحات ۲۹۹۔

فہرست

غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر غالب کے کئی مضامین، کتابیں سامنے آئی ہیں۔ یہ مجموعہ مضامین بھی اسی اعتراف اور سعی کی ایک کوشش ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے مارچ ۱۹۶۹ء میں جو سیمینار ہوا تھا اس کا افتتاح پروفیسر مجیب نے کیا تھا جس میں انگریزی اردو کے مضامین، کتابیں، فارسی شاعری کا انتخاب بھی شائع ہوا تھا۔ اس سیمینار میں جو مضامین پڑھے گئے تھے ان سب کو اس مجموعے میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ان مضامین میں پروفیسر محمد مجیب کا مضمون بہت خیال انگیز ہے۔ اس میں فن کی عظمت کے مسئلے پر دعوت فکر دی گئی ہے۔ ان مضامین میں غالب کی شاعری کے علامتی پہلو، غالب کے فکری پسِ منظر، غالب کے مسائل تصوف، ابتدائی اور منسوخ کلام، کلام کے حوالے سے تشبیہات، استعارات، علامات، نسخۂ حمیدیہ کے حوالے سے فکر وفن اور قوافی و ردیف کے صوتی آہنگ کا تجزیہ کیا ہے۔ غرض ان مضامین میں غالب کے فکر اور فن اور شخصیت کا اس انداز میں مطالعہ کیا گیا ہے کہ ہمیں غالب کے سمجھنے ان کی روح تک پہنچنے، انکی شخصیت کے خدوخال کو پرکھنے اور ان کے فن کی رمز و کنایات سے آشنا ہونے میں مدد ملے گی اور ہم غالب کی مقبولیت کے راز کو پالیں گے۔ اس کتاب کے مطالعے سے غالب کی بصیرت میں خاصا اضافہ ہوگا۔ اس کتاب کے دو نسخے لطیف الزماں خاں کے ذخیرۂ غالبیات میں موجود ہیں۔

(۲) احمد فاروقی، خواجہ، پروفیسر یادِ دُبُو دِ غالب

ترقی اردو بیورو- نئی دلی، اشاعت جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء، صفحات ۱۴۸۔

فہرست

زیرِ نظر کتاب ''یادو بُو دِ غالب'' نو مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین میں غالب کے کلام کی روشنی میں غالب کی عظمت بیان کی گئی ہے ان مضامین میں غالب کے چند شاگردوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ایک مضمون غالب کے فارسی خطوط کے حوالے سے بھی شامل ہے۔ یہ مضامین غالبیات میں ایک مستند اضافے کا باعث ہیں۔ اس کتاب کے اکثر مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب یکجا صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے نو مضامین میں غالب کی پوری شخصیت کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے غالب کی شخصیت عہد بہ عہد پوری طرح ہمارے سامنے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب غالبیات میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۳) اخلاق حسین عارف، (مرتب) غالب کا تنقیدی شعور (مکتوبات کے آئینے میں)

ادارہ فروغ اردو امین آباد لکھنو، سن اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۶۷۔

فہرست

زیرِ نظر کتاب میں تقریباً ۱۱۵ ایسے مکتوبات جمع کئے گئے ہیں۔ جن میں مرزا غالب نے کبھی اپنے طور پر اور کبھی استفسار پر بعض ادبی نکات کی ایسی وضاحت کی ہے جس سے انکی معنویت روشن ہوگئی ہے۔ کسی خط میں کسی شاگرد کو فن کے نکتے سمجھائے ہیں۔ کسی میں غلطی پر ٹوکا ہے کسی میں اپنی انا کو تسکین دینے کیلئے فارسی دانی کا ذکر چھیڑ دیا ہے۔ کسی میں اپنے کلام کی داد چاہی ہے کسی میں کسی فارسی شاعر یا لغت نویس کا مذاق اڑایا ہے، کسی میں جی کھول کر تعریف کی ہے۔ اسی طرح یہ خطوط ان کی نجی زندگی اور تاریخی حقائق کے علاوہ ادبی معلومات کا بھی خزانہ بن گئے ہیں۔ اخلاق حسین عارف صاحب نے ان چیزوں کو یکجا کر کے ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

اس کتاب میں نواب زین العابدین عارف اور منشی نبی بخش حقیر کے بارے میں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں مختصر تعارف

کے بعد انکا نمونہ کلام بھی درج کر دیا گیا ہے۔مرزا غالب کی ایک ایسی نادر تصویر بھی شائع کی گئی ہے جس میں وہ اپنے کمرہ مطالعہ میں بیٹھے فکر فرماتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تصویر انور سلمہ نے دستیاب کی ہے۔کتاب کے شروع میں غالب کا شجرہ نسب بھی دیا گیا ہے۔

(۴) اخلاق حسین عارف غالب اورفنِ تنقید

غالب اکیڈمی-نئی دہلی، اشاعت اول دسمبر ۱۹۷۷ء، صفحات ۲۹۵۔

فہرست

(۱)مرزا ہرگوپال تفتہ (۲)منشی نبی بخش حقیر (۳)غلام حسنین قدر بلگرامی (۴)منشی جواہر سنگھ جوہر (۵)منشی شیونرائن آرام (۶)میر مہدی حسن مجروح (۷) قاضی عبدالجلیل جنوں (۸) چوہدری عبدالغفور سرور (۹) مولوی عبدالرزاق شاکر (۱۰) مرزا حاتم علی مہر (۱۱) ماسٹر پیارے لال آشوب (۱۲) نواب انورالدولہ خان بہادر شفق (۱۳) نواب مرزا علاؤ الدین خان علائی نسیم (۱۴) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (۱۵) مرزا یوسف علی خان عزیز (۱۶) ابوالقاسم خان (۱۷) امراؤ سنگھ (۱۸) مولوی عبدالغفور خاں نساخ (۱۹) مرزا شہاب الدین احمد خان ثاقب دہلوی (۲۰) مروان علی خان رعنا (۲۱) مرزا رحیم بیگ مصنف قاطع برہان (۲۲) مفتی سید محمد عباسی (۲۳) خواجہ غلام غوث بےخبر (۲۴) نواب قلب علی خان والیٔ رام پور (۲۵) صاحبزادہ سید محمد عباس بیتاب (۲۶) متفرقات۔

اخلاق حسین عارف علی گڑھ کے رہائشی تھے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب کی ہی نگارشات کے حوالے سے فن شعر کے مختلف پہلوؤں پر کی جانے والی مباحث کو یکجا کر کے ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔جس سے غالب کے فن شعر کے بارے میں نظریات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر اچھے شاعر نے کسی نہ کسی شکل میں اپنے نظریہ شعر کی طرف اشارے کئے ہیں اور اپنے طریق کار پر روشنی ڈالی ہے۔ غالب نے نہ صرف اپنی شاعری میں اس کے دھندلے نقوش پیش کئے ہیں بلکہ اپنے سینکڑوں فارسی، اردو خطوط اور متعدد نگارشات میں فن شعر کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے۔لغت، قواعد، صنائع، محاورہ اور روزمرہ کے علاوہ انھوں نے کبھی خود اپنے اشعار کی تشریح کر کے کبھی دوسروں کے کلام کی وضاحت یا کسی شاگرد کے کلام پر اصلاح دے کر اپنی تنقیدی نظر کا مظاہرہ کیا ہے۔ زیرِنظر کتاب میں ایسے تمام مقامات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ غالب کی اکثر نگارشات کو کھنگال کر وہ چیزیں یکجا کر دی گئی ہیں جن سے انکی فنکاری کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ زیرِنظر کتاب میں غالب کے شاگردوں کے مکتوبات ہیں جن میں غالب نے اصلاح شعر سے فنِ تنقید کو رواج دیا ہے۔

(۵) اسد علی انوری فرید آبادی، سید، قتیل اور غالب

مکتبہ جامعہ لکھنؤ، اشاعت اوّل ۱۹۳۹ء، صفحات ۱۳۰۔

فہرست

(۱) غالب اردو شاعری کے ہیرو ہیں (۲) ہیرو کو ہیرو بنائے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسکی سوانح حیات میں جزوی تحقیقات نہ کی جائیں (۳) سوانح حیات میں ضرورت سے زیادہ تحقیق نے غالب کی عظمت کم کردی (۴) نئی تحقیقات کے سلسلے میں چند ایسی بھی باتیں منظر عام پر آ گئی ہیں جن پر اب پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اور جن کو انصاف بالائے طاعت کے اصول پر پرکھنا لازم ہو گیا ہے (۵) غالب اور قتیل دشمنی (۶) غالب کا پسِ منظر (۷) غالب پہ اعتراض (۸) مرزا غالب کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ غدر سے پہلے انکو اتنا اطمینان نہ مل سکا کہ وہ قتیل وغیرہ سے پورا پورا انتقام لے سکیں (۹) برہان قاطع کا ہنگامہ قتیل دشمنی کا شاخسانہ تھا (۱۰) مرزا قتیل پر اعتراضات (۱۱) اعتراضات کے جواب (۱۲) غلطی سے تو غالب بھی بچے ہوئے نہیں ہیں (۱۳) کیا مرزا غالب کا علم فارسی الہامی تھا (۱۴) کیا اور ہندوستانیوں کو صحیح فارسی آ ہی نہیں سکتی (۱۵) غالب نے زبان دانی اور معانی آفرینی کے بیان میں خلط مبحث کردیا (۱۶) غالب کا بتایا ہوا معیار (۱۷) مرزا قتیل کا بتایا ہوا معیار (۱۸) مرزا قتیل کی فارسی دانی (۱۹) زباندانی میں سماطی اور قیاسی علم کی بحث (۲۰) حاصل کلام (۲۱) خاتمہ۔

سید اسد علی انوری (علیگ) نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم پائی۔ زیرِ نظر کتاب ''قتیل اور غالب'' میں غالب اور قتیل دشمنی، مرزا غالب پر قتیل مرحوم کی مخالفت اور اس افسوسناک قصے کی اصلیت بیان کی گئی ہے۔ جب غالب اپنی پینشن کے سلسلے میں کلکتہ گئے تو وہاں ان دنوں ہر ماہ ایک بزم مشاعرہ ہوا کرتی تھی جب مرزا وہاں پہنچے تو ان کے اعزاز میں ایک خاص مشاعرہ منعقد ہوا پانچ ہزار کا مجمع تھا اس میں غالب نے اپنی وہ غزل پڑھی جس میں ہمہ عالم کی ترکیب تھی اس پر اعتراض کیا گیا کہ یہ اجتہادِ قتیل بہ ترکیب ممنوع ہے اس پر غالب کے کئی مخالفین پیدا ہو گئے اس سارے واقعے پر تنقیدی تبصرہ دیا گیا۔

(۶) اسلوب احمد انصاری نقش غالب

غالب اکیڈمی نئی دہلی، اشاعت اول اکتوبر ۱۹۷۰ء، صفحات ۱۴۲۔

فہرست مضامین

(۱) کلام غالب کا ایک رخ (۲) غالب کا فن (۳) غالب اور قبال (۴) غالب کی فارسی غزل (۵) ابر گہربار کا ایک پہلو (۶) خطوط غالب میں نفس کی پرچھائیاں۔

تجزیہ

زیرِنظر کتاب غالب کے فکروفن کے بعض پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے یہ کتاب چھ مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۴۲صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ان چند مضامین کے ذریعے غالب کی شاعری اور نثر کے بعض گوشوں پر ایک چھ چھلتی سی نظر ڈالی گئی ہے اس کتاب میں ایک مضمون غالب اور اقبال کے عنوان سے ہے جس میں غالب اور اقبال کی فکری بلندیوں سے بحث کی گئی ہے بانگ درا میں اقبال نے غالب کو جو خراج عقیدت پیش کیا ہے اشعار کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

(۷) اسلوب احمد انصاری غالب کا فن

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،اشاعت ۱۹۷۰ء،صفحات ۵۶۔

تجزیہ

زیرِ نظر کتاب سلسلہ مطبوعات غالب صدی کی ایک کڑی ہے۔یہ غالب کے فکروفن پر ایک طویل مضمون ہے جس میں غالب کی اردو اور فارسی شاعری کے بنیادی فرق کو زیرِ بحث لایا گیا۔غالب کی شاعری کا پس منظر ایک زوال آمادہ تہذیب اور اس سے متعلق سماجی اور فکری نظام کو بتایا گیا۔غالب کی تمناؤں،آرزؤں اور ان پیکروں سے بحث کی گئی ہے جن کی بہتات ان کے کلام میں نظر آتی ہے۔ان پیکروں کی موزونیت دلکشی اور گہری اشاریت کی طرف توجہ دلائی گی ہے۔

(۸) بجنوری،عبدالرحمٰن،ڈاکٹر محاسنِ کلام غالب

۱۔ مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ،علی گڑھ،۱۳۳۹ھ(۱۹۲۱ء)۔

۲۔ انجمن اردو پریس اردو باغ اورنگ آباد،طبع ثانی باہتمام محمد صدیق،۱۹۲۵ء،صفحات ۱۰۵۔

۳۔ مطبوعہ انجمن ترقی اردو،اورنگ آباد(دکن)طبع ثالث ۱۹۳۵ء،صفحات ۱۰۶۔

۴۔ انجمن ترقی اردو ہند،علی گڑھ،بار چہارم،مئی ۱۹۵۲ء،صفحات ۱۷۔

۵۔ // // بار پنجم،۱۹۵۸ء۔

۶۔ // // بار ششم،۱۹۶۶ء،صفحات ۹۶۔

۷۔ انجمن ترقی اردو ہند،علی گڑھ،چھٹا ایڈیشن،اشاعت ستمبر ۱۹۶۶ء،صفحات ۹۶۔

۸۔ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۱۹۶۹ء۔

۹۔ (غالب صدی فخری ایڈیشن)فخری پرنٹنگ پریس کراچی،۱۹۶۹ء۔

تجزیہ

پیشِ نظر کتاب ''محاسنِ کلام غالب'' میں عبدالرحمٰن بجنوری نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے انھوں نے ایک نئے ڈھنگ سے غالب کے کلام پر تبصرہ کیا ہے۔ مصنف نے مشرقی ومغربی ادب کے گہرے مطالعے کے بعد جدید انداز میں مرزا کے کلام کی اچھائیاں اورخوبیاں بیان کی ہیں۔ یہ مقالہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے غالب کے نسخۂ حمیدیہ کے مقدمہ کے طور پر ۱۹۲۱ء میں لکھا تھا۔ اس میں انھوں نے دیوانِ غالب کو ویدِ مقدس ہندوستان کی مقدس اورالہامی کتاب کہا ہے۔ انجمن ترقی اردو نے ۱۹۲۱ء میں اس مضمون کو ''محاسنِ کلام غالب'' کے عنوان سے رسالہ اردو میں شائع کیا بعدازاں اس کے کتابی شکل میں تین ایڈیشن شائع ہوئے لیکن اب بازار میں اسکا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوتا اس لئے اس کتابچہ کو ایک دفعہ طبع کرایا گیا۔ پیشِ نظر ایڈیشن میں بعض خوشگوار اضافے ہوئے ہیں اس میں مرزا کی تصویر بجنوری مرحوم کا فوٹو اوران کے ایک اہم خط کا عکس بھی شامل ہے۔ اس کتابچے کے مطالعے کے بعد ہمیں بجنوری کی وسعت نظر اور عالمانہ اندازِ تنقید کا وزن محسوس ہوتا ہے انھوں نے اس کتابچے میں دیوانِ غالب کی جملہ خصوصیات اپنے عالمانہ انداز میں پیش کی ہیں۔ غالب کے کلام کی فصاحت، بلاغت، لطافت، حسن وعشق کے معاملات، تشبیہات واستعارات کے استعمال، صنائع بدائع کے استعمال کو الفاظِ لعل وجواہر سے بھی گراں گردانتے ہیں۔ وہ مرزا کے کلام میں سادگی اور ہشیاری بےخودی و پرکاری کے کمالِ فن کو نئے انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس کتابچے میں بجنوری نے گوئٹے اورغالب کے زمانے اور مقام کا تقابل بھی کیا ہے۔ انہوں نے بودیر، ارسطو، شیکسپیئر، کانٹ، پالورلیں، ونیس، مام برٹ کی شاعری اور نظریہ شعر کا موازنہ کرتے ہوئے غالب کا مقام متعین کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بجنوری کا مشرقی ومغربی ادب اور خصوصاً عربی اور جرمن شاعری پر ان کا کتنا گہرا مطالعہ تھا۔ یہ کتاب تاثراتی اور تقابلی تنقید کا عمدہ نمونہ ہے۔ لطیف الزماں کے ذخیرہ غالبیات میں اس کتاب کے پانچ چھ ایڈیشن ہیں ان ایڈیشنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۹) حامدہ مسعود خطوطِ غالب کا فنی تجزیہ

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۲ء، صفحات ۲۶۳۔

فہرست

زیرِ نظر کتاب غالب کے خطوط کا فنی تجزیہ ہے۔ان خطوط کے ذریعے غالب کے نثری اسلوب کا بھی مطالعہ کیا جاتا رہا ہے اور انکی حیات کا بھی۔جس طرح شاعری نت نئے پہلو سے جانچی جا رہی ہے اس طرح نثر شناسی کے امکانات بھی ابھی ختم نہیں ہوئے۔حامد مسعود کے زیرِ نظر مقالہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔انھوں نے تاریخی اور سوانحی مطالعہ کے بجائے ان خطوط کے فنی تجزیے پر توجہ دی ہے۔موصوف نے تجربوں کے ذریعے ان کی زبان و بیان، فنی خوبیوں، ادبی محاسن، مرقع نگاری اور اثر آفرین وغیرہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔معروضی تجربوں کے بعد انھوں نے احتیاط سے نتائج اخذ کئے ہیں اور معتدل انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔گویا انھوں نے غالب کی طرف داری سے زیادہ سخن فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ان کی عبارت میں پختگی اور شگفتگی کا عمدہ امتزاج نظر آتا ہے۔

یہ خطوط بیشتر غلام رسول مہر کے مجموعہ سے ماخوذ ہیں البتہ چند خطوط جو ان میں موجود نہیں تھے مہیش پرشاد کے مرتبہ مجموعے میں سے لئے گئے۔اس طرح منشی نبی بخش حقیر کے نام خطوط آفاق حسین آفاق کی نادراتِ غالب سے منتخب کئے ہیں۔ مطبوعہ کتب اور مضامین سے استفادہ کا اعتراف کتابیات کے علاوہ حواشی میں بھی کیا گیا ہے۔غالب شناسی میں یہ مقالہ ایک قابلِ قدر اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱۰) حبیب، ایم، خاں غالب سے اقبال تک (اردو کے کلاسیکی شعراء پر تنقیدی مضامین مع ترمیم واضافہ)

انڈین بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت جدید، نومبر ۱۹۷۷ء، صفحات ۱۹۷۔

یہ کتاب ترمیم واضافہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے کتاب کے آخر میں ''کتاب نما'' کے عنوان سے شاعر پر تنقیدی کتابوں اور خاص خاص رسالوں کے نمبر اور مضامین کی مختصر فہرست بھی ناظرین کے مزید کے مطالعہ کیلئے دی گئی ہے جو مزید مطالعے کیلئے مفید اور معاون ثابت ہوگی۔

(۱۱) حبیب، ایم، خاں غالب سے اقبال تک- جلد دوم (کلاسیکی شعراء پر تنقیدی مضامین)

عبدالحق اکادمی- دلی، اشاعت ۱۹۹۱ء، صفحات ۱۶۰۔

فہرست

(۱) تعارف- پروفیسر محمد حسن (۲) حرف آغاز- ایم حبیب خاں (۳) غالب کی عظمت- پروفیسر آل احمد سرور (۴) ذوق اور انکی شاعری- فراق گورکھپوری (۵) مومن اور انکی شاعری- مولوی ضیا احمد بدایوانی (۶) انیس کی مرثیہ نگاری- شبلی نعمانی (۷) انیس و دبیر کا موازنہ- شبلی نعمانی (۸) داغ کا فن اور شخصیت- ڈاکٹر سید اعجاز حسین (۹) حالی کی شاعری- ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی (۱۰) مقدمہ شعروشاعری- پروفیسر احتشام حسین (۱۱) چکبست کی شاعری- سید فخر الدین مسعود (۱۲) شاد عظیم آبادی

کی شاعری-ایم حبیب خاں (۱۳) عظمت اللہ خاں فن اور شاعری-پروفیسر گوپی چند نارنگ (۱۴) اقبال شخصیت اور آرٹ-ڈاکٹر یوسف حسین خان (۱۵) غزل کا فن-پروفیسر مسعود حسین۔

زیرِ نظر کتاب ''غالب سے اقبال تک'' تنقیدی مجموعہ ہے جس میں شعرا کے مطالعے شامل ہیں۔ مطالعہ کرنے والے مختلف نقطۂ نظر کے لوگ ہیں۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ ان میں اکثر مضامین محض پرانے خیالات کی تکرار پر مبنی نہیں ہیں۔ ان میں سے اکثر شگفتگی، انوکھا پن اور خلوص لئے ہوئے ہیں۔ ان مضامین میں کسی شخصیت کا پورا رنگ روپ سامنے نہیں آتا بلکہ انفرادیت کو ظاہر کرتے ہیں ان نقادوں نے ان شاعروں نے اپنے دور کے آئینے میں دیکھا ہے اور پھر ان دونوں نظام اقدار کو اپنے دور کی بصریت کے روشنی میں پرکھا ہے۔ گو کہ یہ کام بہت احتیاط کا تھا ابھی تک نہ تو مستند کلام موجود ہے نہ ان کے حالات کی تفصیلات معلوم ہیں نہ ان کے دور کی تہذیبی تاریخ مرتب کی گئی ہے لیکن ان مضامین کو پڑھ کر یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ ان میں ماضی پرستی کی بجائے ماضی کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس انتخاب میں صرف غزل گو، قصیدہ گو اور گیت نگار کو پیش کیا گیا ہے اس کتاب میں ہر شاعر کے تنقیدی مضمون سے پہلے شاعر کے حالات اور ان کی شاعری کا مختصر طور پر جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے تاکہ شاعر کے فن کا اندازہ لگایا جا سکے۔ آخر میں غزل کا فن کے عنوان سے پروفیسر مسعود حسن کا مضمون شامل کیا گیا ہے جو غزل کے موضوع پر بہترین مضمون ہے۔

(۱۲) رشید احمد صدیقی، پروفیسر غالب کی شخصیت اور شاعری

شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، اشاعت اول ۱۹۶۹ء، صفحات ۹۶۔

// // اشاعت دوم ۱۹۷۰ء۔

ترتیب

ٹیگور ہال (۱) جمعرات ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء ۱/۲ ۴ بجے شام (۲) صدر: ڈاکٹر بی ان گنگولی وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی (۳) نظام لیکچر غالب کی شخصیت-۱ تا ۴۵

ٹیگور ہال (۱) جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء ساڑھے ۴ بجے شام (۲) صدر پروفیسر ڈاکٹر ان میری شمل، ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ (۳) نظام لیکچر غالب کی شاعری-۴۹ تا ۹۶

رشید احمد صدیقی مرحوم ساری عمر علی گڑھ شعبہ اُردو میں اُستاد رہے، ایم اے فارسی میں الہ آباد سے کیا مگر رہے شعبہ اُردو میں۔ زیرِ نظر کتاب ''غالب کی شخصیت اور شاعری'' رشید احمد صدیقی کے خطبات پر مبنی ہے جو انھوں نے غالب کی شخصیت اور شاعری پر الگ الگ دیئے تھے۔ پہلا خطبہ جمعرات ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء ٹیگور ہال میں ہوا جس میں غالب کی شخصیت کو موضوع

بنایا گیا۔ دوسرا خطبہ جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء میں ٹیگور ہال میں بھی ہوا۔ یہ لیکچر غالب کی شاعری پر ہے یہ کتاب غالب کی جشنِ صد سالہ کے موقع پر سلسلہ مطبوعات کی کڑی ہے۔ ان خطبات میں غالب کی شخصیت اور فن پر عہد بہ عہد بحث کرتے ہوئے غالب کی پوری زندگی کا نقشہ تنقیدی انداز میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سلسلہ غالبیات میں اہم اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے اور غالب شناسوں کیلئے کسی دلچسپی سے کم نہیں۔

(۱۳) رشید احمد صدیقی، پروفیسر، (متعارفہ) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، غزل غالب اور حسرت

الوقار پبلی کیشنز لاہور، اشاعت ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۵۹۔

فہرست:

(۱) عرضِ مرتب (۲) جدید غزل (۳) غالب کی شاعری (۴) حسرت اور ان کی شاعری (۵) ضمیمہ۔ کچھ جدید غزل کے بارے میں۔

تجزیہ

پیشِ نظر کتاب رشید احمد صدیقی کے اس معرکتہ الآراء لیکچر جو انھوں نے ''جدید غزل'' کے موضوع پر بطور خطبہ آغاز مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں دیا تھا (۱۹۵۵ء میں پہلی بار چھپا تھا) کے علاوہ غالب اور حسرت کے بارے میں رشید صاحب ہی کی دو تحریروں کے اضافے کے ساتھ پیش کی گئی ہے یہ کتاب گویا تمام تر رشید احمد صدیقی کے قلم سے ہے رشید احمد صدیقی، غزل غالب اور حسرت کے عمر بھر حامی رہے۔ ''جدید غزل'' پر رشید صاحب کا دوسرا ایڈیشن اب سے بیس برس پہلے علی گڑھ میں چھپا تھا اور پاکستان میں معین الرحمٰن کی اطلاع کے مطابق دوسرے ترمیم شدہ ایڈیشن پر مبنی اس کتاب کا متن بصورت کتاب پہلی بار شائع ہو رہا ہے۔ معین الرحمٰن کے مطابق یہ مضامین غزل کا دفاع بھی ہیں اور درمان بھی اور رشید صاحب کی فکر اور بصریت کے حامل اور امین بھی ہیں۔ یہ مضامین غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے بالعموم اور ایم۔اے (اردو) کے طلباء کیلئے بالخصوص خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱۴) رشید احمد صدیقی، پروفیسر، (متعارفہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) غزل غالب اور حسرت

الوقار پبلی کیشنز لاہور، اشاعت ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۵۹۔

ترتیب

(۱) عرضِ مرتب (۲) جدید غزل (۳) غالب کی شاعری (۴) حسرت اور ان کی شاعری (۵) ضمیمہ۔ کچھ جدید غزل کے بارے میں۔

اس کا تفصیلی تجزیہ اسی باب کے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

(۱۵) رشید احمد صدیقی، پروفیسر غالب نکتہ داں

(مرتبین) مہر الٰہی ندیم (علیگ)،لطیف الزماں خاں،

مکتبہ دانیال کراچی، اشاعت اول جنوری ۱۹۹۷ء،صفحات ۱۳۲۔

فہرست مضامین:

دوست آں باشد-م ندیم (علیگ)،لطیف الزماں خاں-ص۵ (۱) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا-ص ۱۷ (۲) غالب اور علی گڑھ-ص ۲۷ (۳) غالب، ایک عظیم صاحبِ طرز انشاء پرداز-ص۳۵ (۴) غالب کی خوش بیانی-ص۴۴ (۵) غالب مشاعرے کا افتتاحی خطبہ-ص۵۲ (۶) غالب کی شخصیت اور شاعری-ص ۵۸

اس کا تفصیلی تجزیہ اسی باب کے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

(۱۶) ذاکر حسین، ڈاکٹر خطبہ افتتاحیہ

(غالب کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریہ ہند کا خطبہ افتتاحیہ)

یونین پرنٹنگ پریس دہلی، اشاعت ۱۶ فروری ۱۹۶۹ء،صفحات ۸۔

زیرِ نظر ۸ صفحات کا کتابچہ غالب کی پہلو دار شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے یہ دراصل خطبہ افتتاحیہ ہے جو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریہ ہند نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر دیا تھا۔

(۱۷) سلطان صدیقی (علیگ) عرفانِ غالب

الحمرا اکیڈی لاہور، بار اول جنوری ۱۹۷۴ء،صفحات ۱۷۶۔

فہرست

(۱) گذارش احوال (۲) پیش لفظ -عرش صدیقی (۳) غالب اور خدا (۴) غالب کا سماجی شعور (۵) غالبِ خستہ کے بغیر (۶) خطوطِ غالب میں ظرافت (۷) انسان ہونا (۸) غالب-تہذیبی سنگم پر (۹) جہانِ غالب۔

پیشِ نظر کتاب ''عرفان غالب'' گذارش احوال اور پیش لفظ کے علاوہ سات مقالات کا مجموعہ ہے۔گذارش احوال اور پیش لفظ میں مجموعی طور پر غالب کے فن اور شخصیت پر مختصر روشنی ڈالی گئی۔ان مضامین میں غالب کی قدر ومنزلت استدلالی طور پر متعین کی ہے اور غالب کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان مضامین پر غالب کے سماجی شعور کی آگہی کے ساتھ ساتھ اس کے انسان ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے اور بتایا ہے کہ غالب ایک ایسا انسان تھا جس کا مذہب انسانی ہمدردی تھا اور اس کا ہر شخصی پیکر اس کے نظم ونثر سے واضح طور پر ہمارے تہذیبی سنگم پر پورا اترتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے غالب کی جو شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے اس کی اہم ترین خصوصیت انسان دوستی ہے۔ شاید اس کتاب کے تمام مضامین اس رائے کے گرد گھومتے ہیں۔ پہلے مضمون خدا اور مذہب کی بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ فطرت اور خدا وسیع المشرب ہیں اور اس مسلک کے تحت غالب میں ہمدردی اور خود پسندی کی خوبیاں پیدا ہوئیں ہیں۔ اس مضمون میں غالب کے اس رویے کی وضاحت کی گئی کہ تصوف میں جو انسان دوستی کا اثر ہے غالب اس سے متاثر تھے۔

''غالب خستہ کے بغیر'' میں غالب کا احساس غم مرکزی اہمیت رکھتا ہے اس مضمون میں غالب کی غزل اور اس حوالے سے اسکا احساسِ غم بھی انسان دوستی کے جذبے کے مظہر ہیں۔ اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ غالب کا انسان خدا پرست بھی ہے اور انسان دوست بھی اور یہی دو خوبیاں مصنف نے غالب کی شخصیت میں بطور خاص تلاش کی ہیں۔ مجموعی طور پر سلطان صدیقی نے غالب کا مطالعہ تہذیبی، سماجی اور سیاسی پسِ منظر میں کیا ہے اور نفسیاتی مطالعے کو اس مطالعے کے تابع رکھا ہے اس رائے کی تائید ان کے ہر مضمون سے ہوتی ہے۔

(۱۸) سید عبداللہ، ڈاکٹر اطرافِ غالب

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء۔

مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور، اشاعت جون ۱۹۷۹ء، صفحات ۲۴۳۔

کوہ نور، دہلی، سن ندارد۔

فہرست

پیش نظر کتاب ''اطراف غالب'' چوبیس مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے لئے تیرہ مضامین میں غالب کی شاعری خصوصاً غزل کے حوالے سے غالب کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تین مضامین ایسے ہیں جن میں غالب، میر، بیدل اور ناسخ کو ساتھ ساتھ رکھ کر تقابلی بحث کی گئی ہے۔ حمید احمد خان کی کتاب ''مرقع غالب'' کا دیباچہ نگار ہونے

کی حیثیت سے مصنف نے معلومات بھی شامل کی ہیں۔پیش نظر کتاب دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہے اس کی دوبارہ اشاعت کسی نئے مضمون کو سامنے نہیں لاتی نہ ہی دیباچہ میں کوئی نئی تبدیلی لائی گئی ہے۔''غالب میرا رازداں'' میں مصنف نے غالب دوستی کی روداد سنائی ہے کہ وہ غالب کی شخصیت کے کن کن فنی وفکری پہلوؤں سے متاثر ہوا۔اس میں مصنف نے غالب کی غزل کے تمام موضوع بیان کیے ہیں۔غالب کو غزل کے حوالے سے میر سے تقابل کیا ہے۔ایک مضمون ''غالب پیشرو اقبال'' کے عنوان سے ہے جس میں بلحاظ زمانہ غالب کا پیشرو اقبال ہونا تو حقیقت ہے مگر بلحاظ فکر بھی وہ ان کے پیشرو تھے یا نہیں اس بحث کو آگے بڑھایا گیا ہے۔فارسی اور اردو سے غالب کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔گیارھویں مضمون میں غالب کی اردو نثر کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کیلئے امورِ ذیل کے مطالعہ کو پیش رکھا گیا ہے۔

۱۔ مرزا غالب سے پہلے نثر اردو کی حالت

۲۔ اردو انشاء کی بعض اصناف اور ان کی اسالیب

۳۔ مرزا غالب کی حیثیت اور خصوصیات

اس کتاب کے بارھویں مضمون میں جس کے دو حصے بنائے گئے ہیں غالب کے منسوخ کلام کو فضل حق اور مرزا خائی کوتوال دہلی کے اصولوں پر تنقیدی بحث کی جنہوں نے اکثر کلام کو اس لیے منسوخ کیا کہ یہ مشکل ہے اور عام لوگوں کی ابلاغ کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔اس کتاب کا تیرھواں مضمون 'غالب اور بیدل کا تصورِ آگاہی'' کے عنوان سے ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ غالب اگرچہ بیدل کے افکار و اسالیب سے اثر پذیر ہیں مگر بعض مماثلوں کے باوجود دونوں کے یہاں آگاہی کے مطمع نظر مختلف ہیں۔''غالب اور ناسخ'' کے حوالے سے اس مضمون میں ان وجوہات کا کھوج لگایا گیا جس کی بنا پر ایک عرصے تک ناسخ کو مانتے رہے۔

''غالب کی سوانح عمریاں'' کے عنوان سے ایک مضمون شامل کتاب ہے۔اس مضمون میں غالب کی نئی اور پرانی سوانح عمریوں پر نظر ڈالی گئی ہے تاکہ ان کی قدر و قیمت متعین ہو جائے۔''دیوان غالب کا اہم نسخہ'' کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں مرزا غالب کے دیوان اردو کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کی اہمیت پر یہ مضمون قلم بند ہوا ہے۔''مہر کی کتاب غالب پر ایک نظر'' میں مصنف نے غالب پر لکھی گئی کئی سوانح عمریوں سے مقابلہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ مہر کی کتاب ''غالب'' اب تک جامع ترین سرگزشتِ غالب ہے۔خطوط نگاری کے حوالوں سے غالب کی خطوط نگاری کی ادبی حیثیت سے بحث بھی کی گئی ہے۔آخر میں مصنف نے تمام شرحوں کا جائزہ لیتے ہوئے جن اشعار کی تفہیم نامکمل تھی یا واضح نہیں تھی ان کو اپنے تجربے کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اسکا پہلا ایڈیشن ۱۹٦۸ء میں گلوب پبلشرز لاہور سے چھپا اور اب جون میں مکتب کارواں والوں نے اضافے کے ساتھ اس کو چھاپا ہے۔

(۱۹) شان الحق حقی آئینہ افکارِ غالب (کلام غالب پر نئی روشنی)
ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۱ء، صفحات ۱۶۰۔

فہرست

اس کتاب میں کلامِ غالب پر نئے انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲۰) صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، (مرتبہ) غالب (مدح وقدح کی روشنی میں) حصہ اوّل
مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبع ۱۹۷۷ء، صفحات ۴۴۲۔

فہرست

(۲۳)اپنے مولد سے غالب کی محبت (۲۴)بنارس کی تعریف (۲۵)کلکتہ کی تعریف (۲۶)دہلی سے محبت (۲۷)دہلی کی تباہی کا نوحہ (۲۸)لکھنوی تباہی پر دکھ(۲۹)ہندوؤں سے محبت (۳۰)بیخود موہانی اور غالب (۳۱)طباطبائی کی شرح تنقیص (۳۲)غالب اور سہا (۳۳)سہا کی نظر میں غالب کی امتیازی خصوصیات (۳۴)غالب کے شاعرانہ کمالات (۳۵)غالب کی قصیدہ نگاری (۳۶)غالب کی اخلاقی شاعری (۳۷)غالب کے خمریات (۳۸)غالب کا مرثیہ (۳۹)غالب کا سہرا (۴۰)غالب پر کچھ تنقیدیں (۴۱)یگانہ چنگیزی اور غالب (۴۲)غالب پرسرقہ کا الزام (۴۳)کیا سرقہ کا الزام صحیح ہے؟ (۴۴)آسی لکھنوی (۴۵)آسی اور غالب کی شوخیاں (۴۶)نیاز فتحپوری اور غالب (۴۷)آرگس اور آسی (۴۸)عبدالرحمٰن چغتائی اور غالب (۴۹)رام بابو سکسینہ اور غالب (۵۰)عبدالطیف اور غالب۔

پیش نظر کتاب ''غالب مدح اور قدح کی روشنی میں'' تقریباً ۵۰ مضامین پر مشتمل ہے۔غالب مدح وقدح کی روشنی میں دو حصوں پر مشتمل ہے۔زیرنظر کتاب میں مرزا غالب کی زندگی سے ۱۹۲۸ء تک ان کی حمایت یا مخالفت میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔جن میں غالب، معاصرین، مداح معاصرین غالب کے عقیدت مند شاگردوں کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ان پر ناقدانہ تبصرہ شامل ہے۔آج تک غالب پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ بعض اوقات کسی نئے موضوع کی تلاش مسئلہ بن جاتی ہے مگر ''غالب مدح وقدح کی روشی میں'' بالکل نیا موضوع ہے۔جو غالب کو مزید جاننے اور پڑھنے کیلئے طبیعت کو آمادہ کرتی ہے اور غالب شناسی میں اپنی اہمیت خود بناتی ہے اور غالب پر لکھنے اور پڑھنے والوں کیلئے تفہیم کی راہیں روشن کرتی ہے۔اس کتاب کی وجہ سے غالب کے فن اور شخصیت کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔اس کتاب میں مصنف کے تبصرے اچھی تنقید اور مستحکم تحقیق کی بنیاد پر کئے گئے ہیں یہ نئے انداز کا موضوع غالب کا ایک نئے انداز سے مطالعہ کرتا نظر آتا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔اس کتاب کے کچھ مضامین معارف میں بھی چھپ چکے ہیں۔

(۲۱) صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، (مرتبہ) غالب مدح وقدح کی روشنی میں (حصہ دوم)

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبع اول ۱۹۷۹ء، صفحات ۳۹۷۔

فہرست

(۱)دیباچہ از مولف (۲)مرزا عسکری اور غالب (۳)غالب اور بیخود دہلوی (۴)مہر اور غالب (۵)خطوط غالب اور مہر (۶)شیخ اکرام اور غالب (۷)عرشی اور غالب (۸)مہیش پرشاد اور غالب (۹)یحییٰ تنہا اور غالب (۱۰)مالک رام اور غالب (۱۱)آل احمد سرور اور غالب (۱۲)سید احتشام اور غالب (۱۳)شوکت سبزواری اور غالب (۱۴)ڈاکٹر یوسف حسین اور غالب (۱۵)اثر لکھنوی اور غالب (۱۶)پروفیسر کلیم الدین اور غالب (۱۷)احوالِ غالب مرتبہ مختار الدین احمد (۱۸)خلیفہ عبدالحکیم اور

غالب (۱۹) خواجہ احمد فاروقی اور غالب (۲۰) اختر اور ینوی اور غالب (۲۱) نقدِ غالب (۲۲) رشید احمد صدیقی اور غالب (۲۳) ڈاکٹر سید عبداللہ اور غالب (۲۴) اسلوب احمد انصاری اور غالب (۲۵) خلیل الرحمٰن عظمی اور غالب (۲۶) قاضی عبدالودود اور غالب (۲۷) پروفیسر سلیم چشتی اور غالب (۲۸) خورشید الاسلام اور غالب (۲۹) اردوئے معلّٰی کا غالب نمبر (۳۰) پروفیسر سید حسن اور غالب (۳۱) ڈاکٹر یان ماریک اور غالب (۳۲) ڈاکٹر محمد اشرف اور غالب (۳۳) نیاز فتح پوری اور غالب (۳۴) آئینہ غالب (۳۵) وجاہت سندیلوی اور غالب (۳۶) غلام احمد فرقت اور غالب (۳۷) جوش ملسیانی اور غالب (۳۸) ظ۔ انصاری اور غالب (۳۹) ڈاکٹر عبادت بریلوی اور غالب (۴۰) غالب کا صد سالہ یادگار سیمینار۔

''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' میں ایک ایسی کتاب ہے جس میں غالب کی شاعری کی حمایت ومخالفت میں ۱۹۲۹ء سے ۱۹۶۹ء تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک نیا موضوع ہے جس پر مصنف نے بڑی محنت اور لگن سے بحث کی ہے۔ یہ موضوع اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اس کی دو جلدیں بن گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب دوسرا حصہ ہے اس دوسری جلد میں ۳۹ نگارشات شامل ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب پر کس انداز میں تنقید ہو رہی ہے یہ تنقید کس معیار کی ہے اور عظمتِ غالب کس حد کو چھو رہی ہے۔ اس تنقید نے غالب کا کیا معیار متعین کیا ہے۔ اس کتاب میں شیخ محمد اکرام مرحوم نے غالب پر جو کچھ لکھا اس پر ایک طویل تبصرہ شامل ہے۔ یہ تبصرہ اچھی تنقید کی بنیادی پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں مولف نے اس نئے انداز میں غالب پر لکھے جانے والی تحریروں پر تبصرے کئے ہیں کہ ہر فرد غالب کی شخصیت وفن سے آشنائی حاصل کر سکتا ہے۔ خاص کر تدریسی حوالے سے یونیورسٹی کی سطح پر یہ مضامین طالب علموں کیلئے تفہیم غالب کی کئی راہیں منور کرتے ہیں۔

(۴۲) ظہیرالدین احمد علوی، سید — اشک ورشک غالب

علم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۴۱ء، صفحات ۳۰۴۔

فہرست

ظہیر الدین علوی مرحوم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ اور رہائشی تھے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب کے منتخب شعروں کو دو عنوانات 'اشک اور رشک' کے تحت جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۳۸ چھوٹے چھوٹے عنوانات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جس میں اشک کے حوالے سے ۱۵ پندرہ عنوان ہیں اور رشک کے حوالے سے سولہ (۱۶) عنوان ہیں۔ اشک اور رشک غالب کی شاعری میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور کئی جگہ غالب نے ان دو علامتوں کا ذکر کیا ہے۔ رشکِ غالب میں ایسے مختلف عنوان کے اشعار پائے گئے جن سے حضرت غالب کی افتادِ طبیعت کا نہایت صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان موضوعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قادر الکلام شاعر اپنے ایک ایک خیال کو کس کس رنگ سے نظم کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

(۲۳) ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر (مرتب) مجموعہ مضامین

غالب اکیڈمی نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔

مختلف رسالوں میں شائع شدہ مضامین کا انتخاب ہے۔ کتاب کا نام متعین ہونا باقی ہے۔ کتاب تین جلدوں میں ہوگی۔ پہلی جلد میں دنیا کے چوٹی کے محققین اور نقادوں کے تقریباً ۲۸ مضامین شامل کتاب ہیں۔

(۲۴) عبدالودود، قاضی جہانِ غالب

اُردو ادب علی گڑھ، مارچ ۱۹۵۵ء۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۲۹۴۔

فہرست

(۱) آبادی (۲) آثار غالب (۳) آذر کیواں (۴) آذری (۵) آرزو (۶) آزاد بلگرامی (۷) آشوب دہلوی (۸) آغا محمد حسین (۹) آفتاب عالم تاب (۱۰) آئینۂ عالم تاب (۱۱) ابوالقاسم خاں (۱۲) احمد حسین خاں (۱۳) احمد حسین، رسوا، سید (۱۴) احمد مرزا (۱۵) اختر، قاضی محمد صادق خان (۱۶) ارشاد حسین خان (۱۷) اسد دہلوی (۱۸) اسدی، حکیم ابونصر علی (۱۹) اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن میلنی، میں قاضی عبدالودود کا مقابلہ بادمخالف کی اولین روایت (۲۰) اسمٰعیل حسین منیر سید (۲۱) اشرف حسین خاں، نواب (۲۲) افسوں (۲۳) افصح (۲۴) افضل میر افضل علی (۲۵) اکبر بیگ مرزا (۲۶) اکبر علی سید (۲۷) اکرام الدین (۲۸) الف بیگ (۲۹) الٰہی بخش خاں معروف (۳۰) امام الدین، میر (۳۱) امداد علی خاں، دیکھئے آشوب دہلوی (۳۲) امداد علی خاں بہادر، راجہ (۳۳) امداد علی شاہ، میر (۳۴) امراؤ بیگم (۳۵) امید سنگھ (۳۶) امیر علی خاں، نواب سید (۳۷) امیر اللہ تسلیم (۳۸) امیر اللغات (۳۹) انتخاب غالب (۴۰) انتخاب یادگار (۴۱) اندرون خانہ (۴۲) انملی (۴۳) اوج عبداللہ خاں (۴۴) اوحدی (۴۵) اورنگ خاں (۴۶) اوستا (۴۷) اے کس ما بیکسی ماہبیں قافلہ شد واپسی ماہبیں (۴۸) باقر علی (۴۹) ببر علی خاں (۵۰) بحر

(۵۱) بدرالدین احمد سید (۵۲) بدری داس، پنڈت (۵۳) برق (۵۴) برکات حسن (۵۵) برگ سبز (۵۶) برواین دام مرغ دگرنہ (۵۷) بزم داغ (امن کار ہروی) (۵۸) بلوک مین (۵۹) بنارسی (۶۰) بنسی دھر، منشی (۶۱) بنو بیگم (۶۲) بولی خلد (۶۳) بہارستان اشعار (۶۴) بہروپ (۶۵) پان (۶۶) پرتوستان (۶۷) پنج آہنگ (۶۸) پیغمبر دورنو (۶۹) تاریخ ادبیات (ڈاکٹر محمد صادق) (۷۰) تخیل کا خدا (۷۱) تذکرہ عشقی عظیم آبادی (۷۲) ترجمہ غالب (۷۳) ترک شراب (۷۴) ترکمان (۷۵) تضمین گلستان (۷۶) تقریظ مثنوی مہر (۷۷) تلامذہ غالب (۷۸) تمباکو (۷۹) ثناء اللہ خاں (۸۰) ثنائی خواجہ حسین مشہدی (۸۱) جانو (۸۲) جرات (۸۳) جعفر چہارم (۸۴) جھلکیاں (۸۵) جوالا سنگھ (۸۶) جوالا سہائے (۸۷) جوالا ناتھ، پنڈت (۸۸) جواہر (۸۹) جوزف جارج (۹۰) جہان غالب (۹۱) چائے (۹۲) چراغ دہلی (۹۳) حزیں (۹۴) حسن علی (۹۵) حسن علی بیگ مرزا (۹۶) حسن علی وجان محمد (۹۷) حسین علی، خلیفہ (۹۸) حقیر، میر چھوٹے صاحب (۹۹) خاش و خماش (۱۰۰) خالق الفاظ و معانی (۱۰۱) خضر سلطان، مرزا (۱۰۲) خفائی (۱۰۳) خلیل وفوق (۱۰۴) خمستان کیفی (۱۰۵) خواجہ بخش درزی (۱۰۶) دانشمندان آزر بائیجان (۱۰۷) دبستان مذاہب (۱۰۸) درد و داغ، مثنوی (۱۰۹) دستورِ شگرف (۱۱۰) دستنبو (۱۱۱) دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے (۱۱۲) دیوانِ بیدل (۱۱۳) دیوان شوکت (۱۱۴) دیوانِ عارف (۱۱۵) دیوانِ مہدی (۱۱۶) ذوق (۱۱۷) راحت روح (۱۱۸) راحت محمود بیگ (۱۱۹) راؤ، شیوراؤ (۱۲۰) رودکی (۱۲۱) ریاض الافکار (۱۲۲) ریاض لطیف (۱۲۳) ریختی (۱۳۴) زردشت (۱۳۵) زہرہ خواہر مشتری (۱۳۶) سحابی (۱۳۷) سراپا سخن (۱۳۸) سراج الدین علی خان قاضی (۱۳۹) سراج المعرفت (۱۴۰) سرمہ سلیمانی (۱۴۱) سروری (۱۴۲) سعید نفیسی (۱۴۳) سفرنگ دساتیر (۱۴۴) سکندر بیگم (۱۴۵) سکندر زمانی بیگم (۱۴۶) سلامت علی خاں حکیم (۱۴۷) سلیمان شکوہ (۱۴۸) سمن خاں شاہ (۱۴۹) سودا (۱۵۰) سوویت جائزہ (۱۵۱) شاہرخ، مرزا (۱۵۲) شاہ صاحب (۱۵۳) شائق شاہ سردار (۱۵۴) شوق وثبات، شاہ امین احمد شاہ امیر الدین (۱۵۵) شہرت مرزا حاجی (۱۵۶) شیخ احمد (۱۵۷) شیدا (۱۵۸) شیر زماں خاں (۱۵۹) شیریں (۱۶۰) شیریں وخسرو (۱۶۱) صادق خاں اختر، قاضی محمد (۱۶۲) صدرالدین خاں آزردہ (۱۶۳) صدیق حسن خاں، نواب (۱۶۴) صرصر (۱۶۵) طالب علی میر (۱۶۶) طرہ باز خاں (۱۶۷) طلسم راز (۱۶۸) طاہر حکیم میر محمدی (۱۶۹) ظفری بیگم (۱۷۰) ظہور الدین علی (۱۷۱) عاشور بیگ، مرزا (۱۷۲) عالی، مرزا عالی (۱۷۳) عبدالجلیل بلگرامی (۱۷۴) عبدالرحمٰن ہدہد (۱۷۵) عبدالرسول استغنا (۱۷۶) عبدالقادر غمگین (۱۷۷) عبداللہ سید (۱۷۸) عبداللہ خاں علوی (۱۷۹) عزیز الدین (۱۸۰) عسکری محمد حسن (۱۸۱) علوی عبداللہ خاں (۱۸۲) علی اصغر حکمت (۱۸۳) علی بخش خاں (۱۸۴) علی حسن خاں (۱۸۵) علی گڑھ میگزین (۱۸۶) عماد (۱۸۷) عنائت علی (۱۸۷) عود ہندی (۱۸۸) عید قتلِ عمر (۱۸۹) عیش (۱۹۰) غالب مرزا (۱۹۱) غالب اور تلامذۂ غالب (۱۹۲) غالب اور تیئیں (۱۹۳) غالب اور ذال فارسی (۱۹۴) غالب اور نئی نسل (۱۹۵) غالب بلند خیال (۱۹۶) غالب خستہ کے بغیر (۱۹۷) غالب کا

اسلوب نگارش (۱۹۸) غالب کا الحاقی کلام (۱۹۹) غالب کا اندازِ بیاں (۲۰۰) غالب کی ایک عروضی غلطی (۲۰۱) غالب کی قنوطیت (۲۰۲) غالب کی یاد میں (۲۰۳) غالب لندن میں (۲۰۴) غلام زکریا شاہ (۲۰۵) غیاث الدین (۲۰۶) فاخر مکیں، مرزا (۲۰۷) فاضل (۲۰۸) فتح النسا بیگم (۲۰۹) فخر گرگانی (۲۱۰) فرزانہ (۲۱۱) فرنچ (۲۱۲) فرنگی مل (۲۱۳) فرہنگ انجمن آراء (۲۱۴) فرہنگ سروری مجمع الفرس (۲۱۵) فرہنگ فارسی محمد معین (۲۱۶) فرہنگ قطران (۲۱۷) فسوں راحت روح (۲۱۸) فصیح الدین بدایونی قاضی (۲۱۹) فقیر (۲۲۰) فوق (۲۲۱) فیروز ملا (۲۲۲) قاطع برہان (۲۲۳) قاطع القاطع (۲۲۴) قائم (۲۲۵) قتیل (۲۲۶) قیصر مرزا خدا بخش (۲۲۷) قیصر التواریخ (۲۲۸) کاشف الحقائق (۲۲۹) کرامت علی شہیدی (۲۳۰) کرامت علی صفا، میر (۲۳۱) کرار حسین (۲۳۲) کرم علی میر (۲۳۳) کرنیل برن (۲۳۴) کشف اللغات (۲۳۵) کنز تواریخ (۲۳۶) گفتہ غالب (۲۳۷) گلزار خلیل (۲۳۸) گلستان سخن (۲۳۹) گل شاہ (۲۴۰) گلشن بے خار (۲۴۱) گنجینۂ غالب (۲۴۲) گوسی خانساماں (۲۴۳) لغات متفرقہ برہان قاطع (۲۴۴) ماہ نو کراچی (۲۴۵) متایامنا (۲۴۶) مثنوع الارب (۲۴۷) منشی احمد (۲۴۸) منشی بالمکند، بے صبر (۲۴۹) منیر شکوہ آبادی (۲۵۰) مومن علی، شیخ (۲۵۱) مہہ آباد (۲۵۲) میخانہ آرزو سرانجام (۲۵۳) میکش، میر احمد حسین (۲۵۴) ناظر وحید الدین (۲۵۵) نحیف، غلام محمد خاں (۲۵۶) نسیم اللہ (۲۵۷) نصیر الدین (۲۵۸) نصیر الدین حیدر (۲۵۹) نظام الدین، حافظ (۲۶۰) نقش وفا (۲۶۱) نگارستان فارس (۲۶۲) نوادر غالب (۲۶۳) نہال چند، دیوان (۲۶۴) نیاز حسین خاں، میر (۲۶۵) نیاز علی (۲۲۶) وارث علی خاں (۲۲۷) وارث علی خاں، حکیم (۲۲۸) واصل خاں (۲۲۹) وزیر الدین، شیخ (۲۳۰) وفادار (۲۳۱) یحییٰ (۲۳۲) یک عمر ناز شوخی۔

زیر نظر کتاب ''جہان غالب'' قاضی صاحب کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے جہان غالب کے عنوان سے ۱۹۵۱ء سے ۱۹۷۳ء تک مختلف رسالوں میں اور ایک کتاب (عیارِ غالب) میں شائع کراتے رہے۔ یہ بیس سال سے اوپر زمانہ پر محیط جہانِ غالب کی تئیس قسطیں ہیں جنھیں وہ زمانی طور سے ترتیب دیتے گئے۔ یعنی یہ جیسے جیسے چھپتیں گئیں ویسے ہی چھاپ دیا گیا ہے۔ اس کیلئے کوئی اور ترتیب آسان نہ تھی البتہ ایک انصابی اشاریہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے یہ اشاریہ عام دستور کے خلاف شروع ہی میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ اشاریہ تو ہے ہی اس کے ساتھ ہی اشخاص، اصناف اور تصنیفات کی حد تک ایک قسم کی فہرست بھی ہے۔ جس طرح یہ مضامین رسائل میں چھپتے رہے اس طرح انکا عکس لیکر جوں کا توں چھاپا گیا ہے۔ طباعت کی غلطی درست کرنے کا مطلب تھا مزید چھ ماہ کی تاخیر اس لئے یہ مضامین جوں کے توں چھاپ دیئے گئے ہیں۔

(۲۵) عتیق صدیقی، (مرتبہ) غالب اور ابوالکلام

مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۲۴۸۔

فہرست

سے اعراض (۸) قدر فراموشیوں کی عبرت ناک داستان (۹) کلب علی خاں کی قدر دانیوں کی شہرت کا راز۔

نادر خاں شوخی- غالب کے ایک رامپوری شاگرد: (۱) ملکہ جان اور شوخی (۲) شعر پڑھنے کا طریقہ (۳) غدر کے چشم دید واقعات (۴) غالب کے پہلے سفر رام پور کے حالات (۵) شراب کی ضرورت (۶) غالب کا اصلاح کردہ قصیدہ

امیر نامے میں غالب کا ذکر، انتخاب دیوانِ غالب، کتابیات، اشاریہ۔

زیرِ نظر کتاب میں ابوالکلام نے غالب کے سلسلے میں جو کچھ لکھا تھا انھیں جمع کیا گیا ہے۔ان کی نوعیت متفرق یاداشتوں کی تھی جو مسلسل نہیں بلکہ دو ڈھائی سال کے عرصے میں مختلف اوقات میں لکھی گئی تھیں۔ چونکہ ان کی حیثیت غیر مربوط تھی لہٰذا حواشی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ مضامین میں تسلسل پیدا ہو جائے۔اس کتاب کے پہلے حصے میں ۱۷ جون ۱۹۱۴ء کے الہلال میں مولانا آزاد نے ''مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام'' کو ''ادبیات'' اور ''آثارِ علمیہ خطبہ'' کے عنوان سے بالاقساط الہلال اور البلاغ میں شائع کیا۔ غیر مطبوعہ کلام کی اشاعت کے ساتھ، تمہید کے طور پر ایک مقالہ بھی مولانا آزاد نے لکھا ہے جس میں غالب کی زندگی اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔سب نگارشات کو شامل کرلیا گیا ہے اور دوسرا حصہ مولانا آزاد کے ان حواشی پر مشتمل ہے جو انھوں نے غلام رسول مہر کی کتاب ''غالب'' کے دوسرے ایڈیشن کیلئے لکھے تھے۔

مولانا نے اپنی یادداشتوں میں جن کتابوں کی عبارتیں سند کے طور پر پیش کی ہیں ان کتابوں کے نام لکھ دینے پر اکتفا نہیں کیا حواشی میں ان کے پورے حوالے درج کرنے کی کوشش کی ہے۔بعض ابواب کے آغاز میں موضوع کی وضاحت کیلئے غالب یا کسی اور مصنف کے اقتباس کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۲۶) عتیق احمد صدیقی غالب بحیثیت اُردو شاعر اور مکتوب نگار

اُردو بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء۔

فہرست

مرحوم عتیق صدیقی سابق اُستاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھے۔ان مضامین میں غالب کو بحیثیت شاعر، قصیدہ گو، مکتوب نگار اور ان کے کلام اور مقبولیت کے اسباب پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

(۲۷) عزیز حسن، محمد، (علیگ) تصوّرات غالب

غالب اکیڈمی نئی دہلی، اشاعت اول جون ۱۹۸۷ء، صفحات ۲۱۲۔

فہرست

(۱) انتساب (۲) پیش لفظ - مالک رام (۳) دیباچہ - مصنف (۴) مرزا غالب کا تصورِ تمنا (۵) مرزا غالب کا تصورِ حسن (۶) مرزا غالب کا تصورِ ویرانی (۷) مرزا غالب کا تصورِ جنت (۸) مرزا غالب کا فریب ہستی۔

زیرِ نظر کتاب پانچ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ پانچوں مضامین غالب کے تصورات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مثلاً تصورِ ویرانی، تصورِ تمنا، تصورِ حسن، تصورِ جنت اور فریب ہستی کے عنوان سے غالب کے تصورات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں انھوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غالب کے معتقدات پر بحث کی ہے۔

(۲۸) مالک رام تلامذہ غالب

اُردو ادب، علی گڑھ، ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء۔

مرکز تصنیف و تالیف نکودر، بار اول ۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء، صفحات ۳۱۴۔

گلوب پبلشرز لاہور، سن اشاعت ندارد، صفحات ۳۱۴۔

فہرست

دیباچہ (۱) آرام - منشی شیونرائن اکبرآبادی (۲) آزر - نواب ذوالفقار علی خان دہلوی (۳) آگاہ - سید محمد رضا دہلوی ملقب بہ احمد مرزا خان (۴) احسان - حاجی احسان علی خان ڈیرہ دونی (۵) احسن - مفتی محمد سلطان حسن خان (۶) احسن حکیم مظہر احسن خان رام پوری (۷) اخگر - حکیم فتح یاب خان رام پوری (۸) اخگر - مولوی فرزند علی عظیم آبادی (۹) ادیب - مولوی محمد سیف الحق دہلوی (۱۰) اسمٰعیل - مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی (۱۱) انور - سید شجاع الدین عرف امراؤ مرزا دہلوی (۱۲) باقر - شاہ باقر علی بہاری (۱۳) بسمل - منشی شاکر علی (غلام بسم اللہ) میرٹھی ثم بریلوی (۱۴) بے تاب - صاحب زادہ عباس علی خان رام پوری (۱۵) بے دل - مولوی عبدالسمیع رام پوری (۱۶) بے دل - مولوی محمد حبیب الرحمٰن انصاری سہارنپوری (۱۷) بے صبر - منشی بال مکند سکندر آبادی (۱۸) بے صبر - عین الحق کاٹھوی (۱۹) بیمار - حکیم محمد مراد علی (۲۰) پیر جی - قمر الدین دہلوی (۲۱) تپش - مولوی غلام محمد خان دہلوی (۲۲) تحسین - قاضی عبدالرحمٰن پانی پتی (۲۳) تفتہ - منشی ہرگوپال سکندر آبادی (۲۴) تمنا - مولوی احمد حسین مرزاپوری (۲۵) تمنا - مولوی محمد حسین مرادآبادی (۲۶) توفیق - شاہزادہ بشیر الدین میسوری ثم کلکتوی (۲۷) ثاقب - میرزا شہاب الدین احمد خان دہلوی (۲۸) جم - سید محمد جمشید علی خان مرادآبادی (۲۹) جنوں - قاضی عبدالجمیل بریلوی

(۳۰) جوہر۔منشی جواہر سنگھ دہلوی (۳۱) جوہر۔حکیم محمد معشوق علی شاہجہانپوری (۳۲) حالی۔مولانا الطاف حسین انصاری پانی پتی (۳۳) حباب۔پنڈت امرادٔ سنگھ لاہوری (۳۴) حزیں ۔میر بہادر علی بریلوی (۳۵) حسام۔خلیفہ حسام الدین احمد الدنی (۳۶) حسین ۔ خورشید صاحب دہلوی (۳۷) حقیر۔منشی نبی بخش اکبر آبادی (۳۸) حیدر۔آغا حیدر علی بیگ دہلوی (۳۹) خاور۔میرزا محمد اکبر خان قزلباش (۴۰) خلیل دفوق۔محمد ابراہیم آردی (۴۱) خضر۔میرزا خضر سلطان دہلوی (۴۲) خورشید۔خورشید احمد دہلوی ثم لکھنوی (۴۳) درد منشی ہیرا سنگھ دہلوی۔ذکاء مولوی محمد حبیب اللہ مدراسی ثم حیدرآبادی (۴۴) ذکی۔حکیم اشفاق حسین مارہروی (۴۵) رابط۔میرزا احسن رضا خان دہلوی (۴۶) راضی۔دیوان جانی بہاری لال اکبرآبادی (۴۷) راقم۔میرزا قمر الدین خان دہلوی (۴۸) راضی۔دیوان جانی بہاری لال اکبرآبادی (۴۹) راقم ۔میرزا قمر الدین خان دہلوی (۵۰) رسوا۔شیخ محمد عبدالحمید غازی پوری (۵۱) رشکی۔نواب محمد علیخان جہانگیر آبادی (۵۲) رشکی۔قاضی محمد عنایت حسین بدایوانی (۵۳) رضواں۔ میرزا شمشاد علی بیگ دہلوی (۵۴) رضواں۔نواب محمد رضوان علی خاں مرادآباد (۵۵) رفعت وسرور۔مولانا محمد عباس شروانی (۵۶) رمز۔میرزا غلام فخر الدین عرف مرزا فخرو دہلوی (۵۷) رنج وطبیب۔حکیم محمد فصیح الدین میرٹھی (۵۸) رند۔جانی بانکے لال جی (۵۹) زکی۔سید محمد زکریا خان دہلوی (۶۰) سالک میرزا قربان علی بیگ دہلوی (۶۱) سالم۔میر احمد حسین (۶۲) سجاد۔سید سجاد مرزا دہلوی (۶۳) سخن۔خواجہ فخر الدین حسین خان دہلوی (۶۴) سرور۔دیبی پرشاد دہلوی (۶۵) سرور۔چودہری عبدالغفور مارہروی (۶۶) سرور۔محمد امیر اللہ اکبرآبادی (۶۷) سروش۔صاحبزادہ عبدالوہاب خان رامپوری (۶۸) سوزاں ۔حسیب الدین احمد انصاری سہارنپوری (۶۹) سوزاں ومداح ۔محمد صادق علی گڈھ مکتیسری (۷۰) سیاح ۔ میاں داد خاں اورنگ آبادی (۷۱) شاداں خیالی۔ میرزا حسین علی خاں دہلوی (۷۲) شاکر۔ مولوی محمد عبدالرزاق مچھلی شہری (۷۳) شاہ۔انور علی عظیم آبادی (۷۴) شایق۔سید شاہ عالم مارہروی (۷۵) شایق۔خواجہ فیض الدین عرف حیدر خان جہانگیر نگری (۷۶) شفق۔نواب محمد سعد الدین خاں بہادر (۷۷) شوخی۔نادر شاہ خاں رامپوری (۷۸) شوکت۔نواب یار محمد خاں بھوپالی (۷۹) شہاب۔شہاب الدین خاں رام پوری (۸۰) شہیر۔ حافظ خان محمد خاں رامپوری (۸۱) شیر۔سید محمد شیر خاں بہاری (۸۲) شیفتہ وحسرتی۔نواب محمد مصطفیٰ خاں دہلوی (۸۳) صاحب۔نواب شیر زماں خان دہلوی (۸۴) صاحب ۔ محمد حسین بریلوی (۸۵) صادق۔ محمد عزیز الدین بدایونی (۸۶) صفیر ۔ سید فرزند احمد بلگرامی (۸۷) صوفی۔شاہ فرزند علی منیری (۸۸) صوفی۔محمد علی نجیب آبادی (۸۹) طالب۔سردار محمد خاں (۹۰) طالب۔میرزا سعید الدین احمد خاں دہلوی (۹۱) طالب۔سید شیر محمد خاں دہلوی (۹۲) طالب۔ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ اکبرآبادی (۹۳) طالب۔محمد ریاض الدین (۹۴) طرار۔سرفراز حسین دہلوی (۹۵) طرزی۔قطب الدین دلاور علی جعفری (۹۶) ظفر۔ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ (۹۷) ظہیر۔منشی پیارے لال دہلوی (۹۸) عارف۔میرزا زین العابدین خاں دہلوی (۹۹) عاشق۔شنکر دیال اکبر

آبادی(۱۰۰) عاشق-محمد اقبال حسین دہلوی(۱۰۱) عاشق-محمد عاشق حسین خاں اکبر آبادی(۱۰۲) عاقل-سید محمد سلطان دہلوی(۱۰۳) عرشی-سید احمد حسین قنوجی (۱۰۴) عزیز-محمد ولایت علی خاں صفی پوری (۱۰۵) عزیز- میرزا یوسف علی خاں بنارسی (۱۰۶) عطا-عطا حسین مارہروی (۱۰۷) علائی-نواب علاؤ الدین احمد خاں دہلوی (۱۰۸) فدا-محمد فدا علی خاں رام پوری (۱۰۹) فگار- میر حسین دہلوی (۱۱۰) فناو جمالی- سید احمد حسین سہسوانی (۱۱۱) فوق- ڈاکٹر محمد جان اکبر آبادی (۱۱۲) قدر- غلام حسنین بلگرامی (۱۱۳) کاشف-بدرالدین احمد عرف فقیر دہلوی (۱۱۴) کوکب منشی تفضل حسین خاں دہلوی (۱۱۵) لطیف- لطیف احمد عثمانی (۱۱۶) مایل-میر عالم علی خان سہسوانی (۱۱۷) مجروح- میر مہدی حسین دہلوی (۱۱۸) محشر-عبداللہ خاں رام پوری (۱۱۹) محمود-محمد محمود الحق دہلوی (۱۲۰) محمود-محمد محمود الحق دہلوی (۱۲۱) محو-نواب غلام حسن خاں دہلوی (۱۲۲) مدہوش-سخاوت حسین خاں دہلوی (۱۲۳) مشتاق- بہاری لال دہلوی (۱۲۴) مغلوب-افتخار الدین رام پوری (۱۲۵) مفتوں-لچھمی نرائن فرخ آبادی (۱۲۶) مقصود-مقصود عالم رضوی پہانوی (۱۲۷) منصور-مصلح الدین اکبر آبادی (۱۲۸) مونس- پنڈت شیو جی رام دہلوی (۱۲۹) میکش-احمد حسین دہلوی (۱۳۰) میکش دحوی-ارشاد احمد دہلوی (۱۳۱) مینا-احمد حسین مرزا پوری (۱۳۲) نادم- فخر الدین رام پوری (۱۳۳) ناصر-ناصر الدین حیدر خاں عرف یوسف مرزا لکھنوی (۱۳۴) ناظم-نواب محمد یوسف علی خاں بہادر، رام پور (۱۳۵) نامی-محمد علی خان مونگھیری (۱۳۶) نشاط-بابو ہر گوبند سہائے اکبر آبادی (۱۳۷) نظام-نواب محمد مردان علی خان مراد آبادی (۱۳۸) نیر رخشاں-نواب ضیا الدین احمد خان بہادر دہلوی (۱۳۹) نیر-حکیم محبت علی کاکوروی (۱۴۰) وحید-وحید الدین احمد خان دہلوی (۱۴۱) وفا و طالب-میر ابراہیم علی خاں سہسوانی (۱۴۲) وفا و اختر-خواجہ عبدالغفار جہانگیر نگری (۱۴۳) وکیل-منشی شکور احمد پانی پتی (۱۴۴) ولی-مولوی امو جان دہلوی (۱۴۵) ہوشیار-کیول رام دہلوی (۱۴۶) یکتا-خواجہ معین الدین خاں دہلوی۔

فہرست حواشی

(۱) منشی کنہیا لال اکبر آبادی (۲) حضرت سید غوث علی شاہ (۳) سر شانتی سروپ بھٹنا گر (۴) ذکی-شیخ مہدی علی مراد آبادی (۵) ہزبر-فریدوں قدر مرزا محمد ہزبر علی بہادر لکھنوی (۶) تاباں-شجاع الدین احمد خاں (۷) سائل-سراج الدین احمد خاں (۸) مولوی نوازش علی (۹) آزردہ-مفتی صدر الدین خاں (۱۰) اسیر-گلزار علی اکبر آبادی (۱۱) اکبر شاہ ثانی (شاہ دہلی) (۱۲) رافت-شاہ رؤف احمد (۱۳) بینش-سید مرتضیٰ حیدر آبادی (۱۴) فیض-میر شمس الدین حیدر آبادی (۱۵) شور-جارج پیش (۱۶) مرزا الٰہی بخش دہلوی (۱۷) وزیر بیگم عرف چھوٹی بیگم (۱۸) نواب غلام بابا خاں سورتی (۱۹) بے خبر-خواجہ غلام غوث خاں (۲۰) قتیل-مرزا محمد حسن (۲۱) قلق-سید امجد علی (۲۲) وحید الہ آبادی (۲۳) رجو (۲۴) شاہ غلام علی نقشبندی (۲۵) مولانا فخر الدین چشتی (۲۶) داغ (۲۷) رسا-احمد علی (۲۸) احسن-محمد احسن (۲۹) ضیغم-حافظ اکرام الدین احمد۔

پیش نظر کتاب ''تلامذہ غالب'' غالب کے شاگردوں کے بارے میں احوال پرمبنی ہے۔اس کتاب میں فہرست حواشی کے علاوہ ۱۴۶ شاگردوں کے بارے میں احوال درج ہیں۔ان شاگردوں کے تذکرے میں ان شعراء کی تصویریں جو دستیاب ہوسکیں شائع کردی گئی ہیں۔ان شاعروں کے حالاتِ زندگی کے بارے میں پیدائش، رہائش،تعلیم،شادی اور جس حوالے سے غالب کی شاگردی میں آئے تھے تمام تفصیلات شامل ہیں بعض شاگرد خطوط کے ذریعے غالب سے تعلق رکھتے تھے بعض بالمشافہ ملاقات کا شرف رکھتے تھے۔ان شاگردوں میں بعض کے حالات تفصیلی مکمل اور مفصل نظرآئیں گے۔بعض اشخاص کے حالات جہاں تک ممکن ہوسکا معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کسی کا مکمل دیوان مل سکا۔کسی کے چند اشعار دریافت ہوسکے۔ان کے نمونہ کلام کو بھی شائع کیا ہے۔بعض شاعر ایسے بھی ہیں جن کا صرف تخلص ہی معلوم ہوسکا اور نام، کلام تک رسائی نہ ہوسکی۔شاعری میں باقاعدہ شاگردی، استادی کا سلسلہ فارسی زبان کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتا اردو نے جہاں اور کئی چیزیں فارسی سے مستعار لیں وہیں یہ رسم بھی لے لی۔اگر استاد، شاگرد کے کلام پرفنی پہلو سے اصلاح دے اسے عروض کے نقات بتائے زبان کی نزاکتوں سے آگاہ کرے فصاحت کے مدارج کی تعلیم دے، دوسرے لفظوں میں اگر وہ اپنے خیالات اور رجحانات شاگرد پر نہ ٹھونسے، بلکہ صرف اس کی ذاتی قابلیتوں کی تربیت کرے اور ان کی مخفی شاعرانہ قوتوں کو ابھانے میں اس کی مدد کرے تو وہ شاگرد استاد سے استفادہ کرنے کے بعد ماہرفن ہوجائے گا غالب اس نکتے کو خوب جانتے تھے اسی لئے غالب کے شاگردوں میں بہت کم اپنے استاد کے رنگ میں کہنے والے ہیں۔

(۲۹) مجنوں گورکھپوری غالب شخص اور شاعر

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء۔(یہ پاکستانی ایڈیشن کا عکسی ایڈیشن ہے)

مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء۔

ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، اشاعت 1995ء، صفحات ۱۲۶۔

فہرست

اس کا تفصیلی تجزیہ اسی باب کے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

(۳۰) مجنوں گورکھپوری، غالب شخص اور شاعر

۱۔ مکتبہ ارباب قلم کراچی، اشاعت اول ۱۹۴۷ء، صفحات ۱۲۶۔

۲۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۲۶۔

فہرست

(۱) گفتنی (۲) غالب کا عہد اور غالب (۳) غالب، فکر وفن (۴) غالب، انداز بیاں (۵) غالب اور ہم (۶) حق تو یہ ہے

تجزیہ

پیش نظر کتاب ''غالب شخص اور شاعر'' پانچ مضامین کا مجموعہ ہے یہ تمام مضامین بالکل نئے انداز میں غالب کو ہم سے روشناس کراتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے مضمون ''غالب کا عہد اور غالب'' میں غالب کی شخصیت کو شاعری کے حوالے سے ان کے ہم عصر شاعروں مومن، شیفتہ کے کلام اور اس عہد میں رکھتے ہوئے پرکھا ہے۔ فارسی اساتذہ کی انجمن آرائی کا حوالہ دیتے ہوئے غالب کی شاعری کو بیدل کے رنگ سے متاثر ہوتے دکھایا ہے۔ غالب کا اسلاف کی عظمت کا اعتراف اور سر سید جیسے ہونہار آدی کو ان کارناموں سے متاثر ہوتے دکھایا ہے۔ اس مضمون میں تین اقسام کے بوڑھوں کی جماعت سے ملایا گیا ہے ایک بوڑھوں کی جماعت جونئی نسل کی ترقی کی راہوں میں رکادٹ بنتے ہیں دوسری جماعت ایسے بوڑھوں کی ہے جونئی نسل کے نئے مزاج کو سمجھ نہیں پاتے۔ تیسری وہ جماعت جونئی نسل کیلئے بہت کچھ چھوڑ جاتے ہیں جس سے نئی نسل کیلئے نئی فکری راہیں روشن ہوتی ہیں۔ اس مضمون میں غالب کی استقامت، ان کے آداب واضاع، ان کی حوصلہ مندی کو سراہتے ہوئے غالب کو ایک بڑا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ اس مضمون میں غالب، خسرو اور بیدل کے تُرک ہونے پر بھی بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کے دوسرے مضمون میں وحی اور الہامی اصطلاحوں کی بحث کی ہے۔ عبدالرحمٰن بجنوری کی اس رائے سے اتفاق کرتے نظر آتے ہیں کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ ''وید مقدس'' اور ''دیوان غالب'' انھوں نے غالب کو داخلی صفت کا شاعر قرار دیا ہے۔ غالب کی شاعری میں زندگی کے حقائق اور معاملات ومسائل کے بارے میں مستقل فکری میلان ہے۔ اس مضمون میں مثنوی ''ابر گہر بار'' کے منتخب اشعار بیان کر کے کلام کی سائشسگی اور سلیقے پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کے تیسرے مضمون ''غالب اندازِ بیاں'' تشبیہ، استعارات، صنائع بدائع، حسنِ جمال، شعری صنعتیں غالب کے فارسی کلام مع مثنویات وقصائد سے مثالیں لیتے ہوئے بتایا کہ غالب ایک صاحب ہنر تھے۔ فطرت نے ان کو تخلیقی توانائی عطا کی۔ غالب اپنی فارسی شاعری میں مشاہیر کے اصول وروایات اور اسالیب وعلامات سے انحراف کئے بغیر منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ غالب پامال وفرسودہ محاورات سے اجتناب کرتے ہیں وہ لفظوں اور لفظوں کی نئی ترکیبوں سے اپنے آپ کو مختلف رکھتے ہیں۔ چوتھے مضمون میں مصنف نے انسانوں کے تین گروہ بنائے اس تناظر میں رکھ کر غالب کا دوسرے شاعروں اور اپنے شاگردوں کی جماعت کے ساتھ رویہ اپنے دوستوں سے تعلقات کو واضح کرتے ہوئے جدید شعراء کے انداز بیان اور شہرت سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے آخری مضمون میں مصنف نے اپنی روداد سنائی کہ ان کے پہلے مضمون کا کیا حشر ہوا جوانھوں نے پہلی بار

محنت سے غالب کیلئے لکھا تھا اور اب دوستوں کے کہنے پر یہ دوسری بار کچھ لکھا ہے تا کہ کتابی صورت دی جا سکے۔اس کے باوجود انھوں نے اپنی تشنگی کا ذکر کیا کہ وہ غالب کا حق ادا نہ کر سکے۔مصنف نے اس پوری کتاب میں غالب کے متقدمین اور متاخرین کے موازنے کو ساتھ ساتھ لے کر چلے ہیں۔اس کا پہلا ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا۔

(۳۱) محمد حسن،ڈاکٹر(علیگ) عرضِ ہنر

نصرت پبلشرز لکھنؤ،اشاعت اول دسمبر ۱۹۷۷ء،صفحات ۲۳۷۔

فہرست

(۱)دیباچہ (۲)دو غالب (۳)غالب کا فن (۴)غالب نئی داخلیت کی آواز (۵)غالب کا شعری آہنگ (۶)غالب کا نثری آہنگ (۷)غالب اور جدید ذہن (۸)غالب کا تشکیلی دور (۹)غالب اپنے اشعار کے آئینے میں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں انیس،اقبال اور متفرق موضوعات کے صفحات ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم اور استاد رہے۔زیرِ نظر کتاب میں ہیئت پر زور دینے والے نقادوں اور عمرانی تنقید کے رسیا نقادوں کے نقاطِ نظر میں ایک توازن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان مضامین میں روح عصر تک شاعر کے نجی اسلوب و آہنگ کے تجزیے کے ذریعے رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ کوشش اپنی نوعیت کے اعتبار سے نئی ہے۔لہٰذا زیادہ تفصیل،اسناد اور ثبوت چاہتی ہے جو ان مختصر مضامین میں سمویا جانا ممکن نہ تھا۔پھر بھی یہ مضامین عمرانی تنقید کا ایک نقطۂ اتصال ضرور فراہم کرتے ہیں۔ان مضامین میں فکر اور اسلوب کو اسی وسیع منظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳۲) مختارالدین،ڈاکٹر(مرتبہ) نقدِ غالب

انجمن ترقی اردو ہند،علی گڑھ،اشاعت جون ۱۹۵۶ء،صفحات ۵۷۲۔

فہرست

(۱)کتاب کا تعارف-پروفیسر آل احمد سرور (۲)فاضل مرتب کا سوانحی خاکہ (۳)غالب کا تفکر-پروفیسر احتشام حسین (۴)غالب معتقد میر-ڈاکٹر سید محمد عبداللہ (۵)غالب کی شاعری میں حسن و عشق-پروفیسر حمید احمد خاں (۶)غالب کی عظمت-پروفیسر آل احمد سرور (۷)غالب کی عشقیہ شاعری-ڈاکٹر عبادت بریلوی (۸)غالب کا نظریہ شعر-ڈاکٹر وحید قریشی (۹)غالب کا نظریہ شعر-پروفیسر مختار حسین (۱۰)غالب کی فن کاری-ڈاکٹر اختر اورینوی (۱۱)غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر-ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری (۱۲)غالب اور عصرِ جدید-ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی (۱۳)دیوانِ ناظم میں غالب کا حصہ-ڈاکٹر شیخ محمد اکرام (۱۴)کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا-پروفیسر رشید احمد صدیقی (۱۵)اردو شاعری میں غالب کی اہمیت

-ڈاکٹر آفتاب احمد۔

یہ مضامین مختلف محققین نے لکھے ہیں اور ان کی ترتیب مختار الدین احمد نے دی ہے۔ یہ مضامین غالب کی نظم ونثر پر تنقیدی نقطۂ نظر سے نئے انداز میں روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین میں غالب سے متعلق موجودہ تحقیق وتنقید کا معیار متعین کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

غالب کی ہمہ جہت شخصیت غالب کے ماحول کی پیداوار تھی۔ غالب ایسے دور میں پیدا ہوئے جو ہماری تہذیب کی آخری بہار کا دور تھا اور غالب نے اس دور کا عروج وزوال دونوں اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور اردو شاعری خاصے ریاض کے بعد ایک ہموار اور روانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ لیکن غالب نے مروجہ زبان اس لئے استعمال نہیں کی کہ اس میں ان کے افکار کی بےچین اور آزاد روح مقید نہیں ہوسکتی تھی۔ غالب نے ایک نئی زبان بنائی جس کیلئے انھوں نے بیدل اور دوسرے فارسی شعراء سے مدد لی۔ انھوں نے اپنے خطوط کے حوالے سے نثر میں روانی اور سلامت کی طرح ڈالی ان مضامین کے مطالعے سے غالب کی شاعری اور رنگ طبیعت کی جس طرح جھلک نظر آتی ہے اس کے نمونے بھی دیئے گئے ہیں۔ ان کی شاعری میں غالب کا رنگ جھلکتا ہے۔ ناظم جو غالب کے شاگرد تھے جنہوں نے غالب کی شاگردی سے پہلے ایک شعر موزوں نہ کیا تھا ان کے دیوان کو اگر دیکھیں تو وہی انداز غالب نظر آتا ہے جیسے غالب فارسیت کے اثر میں شعر کہتے تھے۔ ناظم کی شاعری میں بھی یہی اثر ملتا ہے۔ ناظم کی شاعری پر غالب کے علاوہ دوتین شعرا کا اثر ملتا ہے۔ ناظم کی شاعری کو تین قسموں میں منقسم کیا گیا ہے (۱) غالب کا اثر (۲) لکھنوی طرز کی شاعری (۳) ایسے اشعار جن میں ان دونوں طرزوں کی آمیزش ہے۔ اس مضمون میں وہ غزلیں، اشعار، رباعیوں اور سلاموں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن میں غالب شریک غالب نظر آتے ہیں۔ اس کے نمونے بھی مضمون میں شامل کرلئے گئے ہیں۔ علی گڑھ والے ایڈیشن میں غالب کا تفکر از سید احتشام حسین شامل ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقی ہند علی گڑھ سے شائع ہوا ہے اور خاں صاحب کے ذخیرے میں علی گڑھ والے نسخے کے دونوں ایڈیشن موجود ہیں۔

(۳۴) ممتاز حسین، پروفیسر غالب ایک مطالعہ

نصرت پبلشرز امین آباد لکھنو، اشاعت اول (ہندوستان) ۱۹۸۶ء، صفحات ۱۶۶۔

فہرست

انجمن ترقی اردو کراچی اشاعت اول ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۷۱۔

انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۳ء۔

فہرست

(۱) حرفِ چند۔جمیل الدین عالی (۲) حرفِ آغاز (۳) تاریخ کی رزم گاہ میں غالب کا موقف (۴) غالب کا ردِعمل (۵) غالب کا آئینۂ فن (۶) احساسِ طرف اور طنز (۷) احساس غم۔

پروفیسر ممتاز حسین مرحوم علی گڑھ کے رہائشی تھے۔ پیش لفظ کتاب ''غالب ایک مطالعہ'' پانچ مضامین کا مجموعہ ہے اس کتاب میں مجموعی طور پر مصنف نے غالب کی حیات سے قطع نظر غالب کے فکر وفن پر مباحث کیۓ ہیں۔ مصنف نے غالب کے فکر وفن کو اس کے ماحول ان کے سماجی اور اس زمانے کے سیاسی واقتصادی عوامل کو سامنے رکھتے ہوۓ بڑی دقت نظری سے وسیع مطالعہ کیا ہے۔ پہلے دو ابواب میں مصنف نے اس تغیر کو ابھارنے کی کوشش کی جو انگریزوں کے تسلط سے انیسویں صدی کے نصف اول میں برصغیر کے لوگوں پر رونما ہوا ساتھ ہی غالب کے کلام کے حوالے سے اس تغیر کی طرف غالب کے رویے کا تجزیہ کیا ہے۔ یہ کہانی مصنف نے اس وقت سے اُٹھائی جب آگرہ مرہٹوں کے قبضے میں تھا اور مغل سلطنت کا آخری چراغ ٹمٹا رہا تھا۔ نادر شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے حملوں سے جو تباہی مچی دلی کئی بار اُجڑی شاعروں کی محفلوں کے چراغ کتنی بار بجھے ہند وپاک کی خود کفیل معیشت کس طرح برباد ہوئی اس سارے عمل کی روداد کو ساتھ لئے ہوۓ غالب کے ردعمل کو بیان کیا۔ جس میں غالب کی سرسید احمد خاں کی آثار الصادید کے پہلے ایڈیشن کی تقریظ کا لکھنا اور سرسید کی کاوشوں کو سراہتے ہوۓ غالب کا رویہ انگریز کی ہنر مندیوں پر تعریف نہ تھا۔ یہ تصحیح غالب نے خود کی کہ انگریز کی ہنر مندی کو اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ہم اس عمل سے سبق حاصل کریں جس طرح انھوں نے کائنات تسخیر کی ہے ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے جب کہ غالب اسلاف کے کارناموں کو سراہتے تھے اور اس دکھ اور غم کو غالب کی شاعری میں ہم تعمیر حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔

آخری تین مضامین میں مصنف نے اس سیاسی، سماجی اور اقتصادی تناظر میں بتایا کہ غالب فطرت کے اسی ابدی قانون تغیر کے تحت سماجی تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں غالب کی شاعری کے چند پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے اور غالب و میر کا مقابلہ کرتے ہوۓ بتایا کہ میر قرون وسطی تک محدود تھے اور غالب قرون وسطی سے برسرِ پیکار جدید دور میں قدم رکھتے ہیں یہی واضح فرق ہے دونوں کے فلسفہ شاعری کا۔ حقیقت نگاری جو غالب کے فن کا اہم پہلو ہے وہ ظہوری کے تاثر تلے پلتا رہا۔ غالب کی شوخی نگاری غالب کے کلام کی گہرائی وگیرائی کو طرزِ ادا کے سلیقے سے تعبیر کیا گیا۔ غالب کی محرومیاں جو انسانیت کا لبادہ اوڑھ کر خود کو اس زمانے کی ستم ظریفی میں خود کو معتبر بنانا سکھا گئیں ان کو واضح کیا۔ ساتھ ہی غالب کا تصورِ غم جس نے غالب کو قنوطیت نہیں بلکہ زندگی کی طرف گامزن رہنا اور دکھوں سے مقابلہ کرنے کے راز غالب کو سکھا دیۓ۔ ان سب کو آخری تین باب میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت ہندوستان میں ہوئی۔ ان میں حرف آغاز کے علاوہ تین ابواب تھے مگر جو اشاعت کراچی

میں ۱۹۶۹ء میں ہوئی اس میں دوابواب کا اضافہ ہے، ۱-احساسِ طرب اور طنز ۲-احساسِ غم۔

(۳۴) نذرِ منظور اسلوب احمد انصاری (مرتب)

انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۰ء۔

فہرست

(۱) ایسا کہاں سے لاؤں کے تجھ سا کہیں جسے-اُسلوب احمد انصاری-ص ا تا ۱۱ (۲) غالب کی فارسی قصیدہ نگاری- نذیر احمد-ص ۲۵ تا ۶۰ (۳) غالب کا حسن فکر اور حقیقت آگہی-سید وحید الدین-ص ۶۱ تا ۸۹ (۴) غالب کا آشوب آگہی-آفتاب احمد خاں-ص ۹۰ تا ۱۰۹ (۵) اندازِ گفتگو کیا ہے-شمس الرحمٰن فاروقی-ص ۱۱۰ تا ۱۲۴ (۶) غالب کی شاعری میں استعارے کا عمل-اسلوب احمد انصاری-ص ۱۲۵ تا ۱۴۷ (۷) غزل: غالب (تجزیہ)-مقبول حسن خاں-ص ۱۴۸ تا ۱۵۴ (۸) غزل: غالب (تجزیہ)-اسلوب احمد انصاری-ص ۱۵۵ تا ۱۶۱ (۹) غزل: غالب (تجزیہ)-اسلوب احمد انصاری-ص ۱۶۲ تا ۱۶۶

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں غالب پر تنقیدی مضامین اور تین غزلوں کے تجزیئے شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں اقبال پر چھ مضامین شامل ہیں۔

(۳۵) نذیر احمد، پروفیسر غالب پر چند مقالے

غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت دسمبر ۱۹۹۱ء، صفحات ۲۲۵۔

فہرست

(۱) غالب کی فارسی نثر نگاری (۲) غالب کی فارسی قصیدہ نگاری (۳) غالب کے فارسی قصائد کا مطالعہ لسانی نقطہءِ نظر سے (۴) غالب فرہنگ نگاری کی حیثیت سے (۵) غالب نقادِ سخن کی حیثیت سے (۶) پنج آہنگ میں غالب کے منتخب الفاظ (۷) لفظ ''بیرنگ'' غالب کے ایک شعر میں (۸) غالب کے ایک خط کے بعض توضیحی امور (۹) غالب کے ایک ''نایاب'' خط کے بارے میں چند توضیحات (۱۰) غالب کے ایک اردو خط کے چند لغوی مسائل (۱۱) غالب کا ایک اہم فارسی خط۔

نذیر احمد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاد اور صدر شعبہ فارسی تھے۔ زیرِ نظر کتاب گیارہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات چند رسالوں اور انسٹی ٹیوٹ کے مجلّے غالب نامے میں شائع بھی ہو چکے ہیں یہی مقالات مصنف کی ابتدائی عمر کی کوششیں ہیں جو ابنظرِ ثانی کے بعد کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ یہ مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں ان مقالات سے تحقیق کی بعض نئی جہات سے ہم آشنائی ہوتی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں غالب کے ایک فارسی خط کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے جو انھوں نے ۱۲۷۸ھ میں لکھا تھا۔ اس کتاب میں غالب کی فارسی نثر نگاری میں اسلوب نگارش، فارسی قصیدہ، فارسی میں فرہنگ

نگاری کو موضوع بنایا ہے۔ آخری چار مضامین غالب کے خطوط کی چند توضیحات سے متعلق ہیں۔

(۳۶) نذیر احمد، پروفیسر (مرتبین) مہر الٰہی ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں، غالب آشفتہ سر

ملتان آرٹس فورم ملتان، اشاعت اول فروری ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۲۷۔

فہرست

پیش نظر کتاب ڈاکٹر نذیر احمد صدیقی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو رسائل میں شائع ہوئے لیکن انھیں کتابی شکل لطیف الزماں خاں اور مہر الٰہی ندیم (علیگ) کی کوششوں سے ملی۔ اس کتاب میں نذیر احمد صاحب کے نو (۹) مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کے پہلے تین مضامین میں غالب کی شاعری پر عرفی، ظہوری، نظیری کے اثرات کو غالب کی فارسی شاعری کے حوالے سے تلاش کیا ہے۔ ظہوری کے کلام سے غالب متاثر تھے اور جب وہ ظہوری کا کلام سنتے تو ان پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس طرح نظیری کے نظریہ تصوف سے متاثر تھے۔ نظیری حقیقت اور صداقت کی واردات کا بیان بڑے موثر انداز میں کرتے ہیں۔ عرفی سے غالب نے انانیت کا اثر قبول کیا ہے۔ اس کتاب کے چوتھے مضمون میں مصنف نے غالب کے منتخب فارسی الفاظ مع معنی درج کئے۔ اس کتاب کے ایک مضمون میں غالب کے ایک خط کے متعلق چند توضیحات کا ذکر کیا ہے اور خط کا متن بھی شامل اشاعت ہے۔ اس کتاب میں ایک مضمون ''دستنبو اور دساتیر'' شامل ہے۔ یہ ایک تحقیقی مضمون ہے دستنبو غالب کی فارسی نثر میں ایک کتاب ہے جو پندرہ ماہ کے واقعات پر مشتمل ہے اور دساتیر ایک پر فریب لیکن پر کشش تحریک تھی۔ جس نے غالب کو اپنے فریب میں لیا اور دستنبو میں دساتیری الفاظ کی نشاندھی کی گئی ہے یہ کوشش نذیر احمد صاحب سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ یہ بالغ نظری انہی کی ہے کہ انھوں نے اتنے بڑے راز سے پردہ ہٹایا ہے۔ اس کتاب کے آٹھویں مضمون میں غالب کے اردو خطوط کے حوالے سے علمی و ادبی مسائل پر گفتگو کی ہے۔ آخری مضمون میں غالب کے ایک شعر کی چار تلمیحات ترکانِ ایبک، قبچاق، خوبانِ فلّخ، خوبانِ نوشاد کی تشریح وتوضیح کو موضوع بنایا ہے۔

(۳۷) نذیر احمد، پروفیسر، (مرتبہ) تنقیدات (انتخاب مقالات غالب نامہ)

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۷ء، صفحات ۵۲۲۔

فہرست

(۱)غالب ایک آفاقی شاعر-پروفیسر ممتاز حسین (۲)غالب کے نکتہ چین نظم طباطبائی-پروفیسر مسعود حسین خان (۳)کلامِ غالب نکتہ چین-جناب نظیر صدیقی (۴)نشاط کا شاعر-جناب ظ۔انصاری (۵)غالب کی شاعری میں استعارے کا عمل-پروفیسر اسلوب احمد انصاری (۶)غالب فردوسِ گمشدہ سے گلشن ناآفریدہ تک-جناب سجاد باقر رضوی (۷)غالب کے فارسی قصائد-ڈاکٹر تنویر احمد علوی (۸)غالب،شخصیت اور شاعری-جناب باقر مہدی (۹)عندلیب گلشن ناآفریدہ-جناب علی سردار جعفری (۱۰)مہرنیمروز ایک تنقیدی جائزہ-ڈاکٹر نورالحسن انصاری (۱۱)باقیات آزردہ-ڈاکٹر نورالحسن کاندھلوی (۱۲)غالب اور جدید ذہن-ڈاکٹر وزیر آغا (۱۳)خدائے سخن،میر کہ غالب؟-جناب شمس الرحمٰن فاروقی (۱۴)غالب فرہنگ نگاری کی حیثیت سے-پروفیسر نذیر احمد (۱۵)معراج نامہ غالب-ڈاکٹر آزرمیدخت صفوی (۱۶)غالب اور جدید ذہن-جناب اصغر علی (۱۷)غالب کا تصورِ حیات-پروفیسر محمد حسن (۱۸)غالب کی بوطیقا اور عصرِ حاضر میں اس کی معنویت-پروفیسر وہاب اشرفی (۱۹)جدید اردو نثر اور غالب-پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی (۲۰)حالی اور نقدِ غالب-پروفیسر آل احمد سرور (۲۱)بجنوری اور نقدِ غالب-ڈاکٹر کمال احمد صدیقی (۲۲)مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری-جناب عبدالقوی دسنوی (۲۳)شرح دیوان غالب اور بیخود موہانی-پروفیسر محمد صدیق (۲۴)بیخود دہلوی کی مراۃ الغالب-ڈاکٹر کامل قریشی (۲۵)ہم عصر سماجی وتہذیبی مسائل کا ادراک اور غالب-ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۲۶)فنِ اصلاح سخن،غالب کے حوالے سے-پروفیسر عنوان چشتی (۲۷)غالب کے خطوط میں اظہارِ ذات-پروفیسر ابوالکلام قاسمی (۲۸)غالب پر فارسی شاعروں کے اثرات-پروفیسر وارث کرمانی (۲۹)غالب جدید دور میں-پروفیسر حامدی کاشمیری (۳۰)شرح نکاتِ غالب-جناب شان الحق حقی (۳۱)اشعارِ غالب میں زندگی کی ترجمانی-ڈاکٹر صابر سنبھلی (۳۲)فکر غالب اور اردو تنقید-پروفیسر وحید اختر (۳۳)گل رعنا،ایک جائزہ-ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔

''غالب نامہ'' غالب انسٹی ٹیوٹ کا علمی وتحقیقی ششماہی مجلّہ ہے جو جنوری اور جولائی کے دومہینوں میں پابندی سے شائع ہوتا ہے۔غالب نامہ ۱۹۷۶ء میں شائع ہونا شروع ہوا اور پہلے سال میں دوشمارے نکلے،ایک سال بعد بعض وجوہ سے یہ مجلّہ بند ہوگیا کچھ دنوں بعد اس کے دوبارہ نکالنے کا فیصلہ ہوا چنانچہ جنوری ۱۹۸۱ء میں یہ مجلّہ دوبارہ شائع ہوا اور آج تک اس مجلّے کے دونوں شمارے وقت پر ہر سال جنوری اور جولائی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

زیرنظر کتاب میں غالب نامے میں شائع شدہ مقالات کا انتخاب کتابی شکل میں پیش کیا گیا ہے تاکہ مستقل استفادے کا موقع مل سکے۔انسٹی ٹیوٹ کی پبلیکیشنز کمیٹی کی سفارش پر مجلس عاملہ نے مجلّے کے انتخاب کے دومجموعے شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ اس کے دونوں مجموعے اس کتابی شکل میں شائع ہوئے۔زیرنظر مجموعہ دوسرا مجموعہ ہے جو تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے اور تنقیدات کے نام سے شائع ہوا ہے پہلا مجموعہ تحقیقات کے نام سے شائع ہوا ہے۔اس انتخاب میں عموماً غالب سے متعلق

مضامین شامل ہوئے ہیں چند مقالے غالب کے معاصرین سے متعلق بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ ایک دو مقالے اردو زباں و ادب کے تعلق سے بھی ہیں۔

(۳۸) نورالحسن نقوی غالب شاعر و مکتوب نگار

ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۲۰۰۰ء۔

فہرست

نورالحسن نقوی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اُردو میں پڑھاتے رہے۔ غالب کے فکروفن پر یہ مختصر کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کی زندگی کے حالات، اختصار اور جامع انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں غالب کی شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی کلامِ غالب کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں غالب کی مکتوب نگاری پر گفتگو کی گئی ہے اور ساتھ ہی منتخب خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

(۳۹) یونس خالدی، محمد، (مرتبہ) مطالعہ حضرت غمگین دہلوی

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، اشاعت ۱۹۶۳ء، صفحات ۱۵۲۔

ترتیب

زیر نظر کتاب چند مضامین کا مجموعہ ہے جو حضرت غمگین دہلوی کے متعلق ہیں مگر ان مضامین میں ایک مضمون ''حضرت غمگین اور مرزا غالب'' کے عنوان سے بھی موجود ہے جس میں دونوں کے کلام کا نمونہ نقل کیا گیا ہے جس سے ظاہر کیا گیا ہے کہ مرزا غالب حضرت غمگین سے اسالیب اور موضوعات سخن میں متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ بات بھی ظاہر کی گئی ہے کہ حضرت غمگین کے کلام میں محاسن شعری کے ساتھ تقدس بھی موجود ہے جو کہ غالب کے کلام میں نظر نہیں آتا جسکا آئینہ دار غمگین کا پورا دیوان ہے۔

(۴۰) یوسف حسین خان، ڈاکٹر غالب اورآہنگ غالب

۱۔ غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اشاعت اول دسمبر ۱۹۶۸، صفحات ۴۴۷

۲۔ غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اشاعت اول دسمبر ۱۹۶۸، اشاعت دوم ستمبر ۱۹۷۱، صفحات ۴۴۷

فہرست

تجزیہ

زیرنظر کتاب میں غالب کے فن کو سمجھنے کیلئے انکی شخصیت کی اندرونی کیفیتوں کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے یہ کتاب پانچ ابواب اور ۴۴۷ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مجموعی طور پر غالب کی تخیل پرواز کے مختلف رنگوں سے بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا کہ غالب کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے تخیل کو اپنے تابع کرلیا۔ انکی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ان کا حکیمانہ طرز ادا بھی ہے۔ حکیمانہ نکتہ آفرینیاں، تشبیہ استعارہ کا استعمال اور جدت ادا کے ایسے ایسے رنگ سجائے کہ آج بھی ہم ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں غالب کی خصوصیات کلام سے بحث کی گئی اور ان کے فن کے مختلف پہلوؤں سے بڑی خوبی سے بحث کی گئی ہے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن کچھ اضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے جس سے اس کی قدرو قیمت کم وپیش ڈیڑھ گنا ہوگئی ہے۔

(۴۱) یوسف حسین خان، ڈاکٹر (مرتبہ) بین الاقوامی غالب سیمینار

صدسالہ یادگار غالب کمیٹی-نئی دہلی، اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۳۵۶۔

فہرست

(۱)پیش لفظ-ڈاکٹر یوسف حسین خان (۲) مقالۂ افتتاحیہ-قاضی عبدالودود(۳) نکتہ ای چند در بارہ اشعار فارسی اسداللہ خان غالب-پروفیسر لطیف علی صورت گر (۴) غالب کے کلام میں حیرکی (ڈای نے مک) تصورات-ڈاکٹر یوسف حسین خان (۵) غالب کے اردو کلام کی شرحیں-پروفیسر عبدالقادر سروری (۶) غالب اور محمد حسین تبریزی مولف برہان قاطع میں اتحادِ نظر-پروفیسر نذیر احمد (۷) غالب کے اردو کلام کا صوتی آہنگ-ڈاکٹر مسعود حسین خان (۸) غالب کا شعور فن-پروفیسر احتشام حسین (۹) غالب کا شعری آہنگ-ڈاکٹر محمد حسن (۱۰) غالب کی فارسی شاعری کے اہم نکتے-ظ۔انصاری (۱۱) غالب کا فلسفہ فرد-سید اختر حسین (۱۲) غالب استعارات وعلامات-سید اختر اوربنوی (۱۴) غالب، مدح وقدح کی روشنی میں-سید مصباح الدین عبدالرحمٰن (۱۵) غالب اور مقام انسانیت-مالک رام (۱۶) غالب اور جدید ذہن-پروفیسر آل احمد سرور۔

''بین الاقوامی غالب سیمینار'' فروری ۱۹۶۹ء میں دہلی میں غالب کی صد سالہ یادگار کی تقریب منائی گئی اس سلسلے میں ایک بین الاقوامی سیمینار معتقد ہوا جس میں ہندوستان اور بیرونی ملکوں کے فاضلوں نے مقالے پڑھے انہی مقالوں کو مجموعے میں پیش کیا گیا ہے ان کے پیشِ نظر غالب کی شخصیت اور ان کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا تھی۔اس میں خصوصاً غالب کی شاعری کے مختلف پہلونظر آئیں گے۔یہ کتاب انھیں مقالات کا مجموعہ ہے۔خاں صاحب کے ذخیرۂ غالبیات میں اسی کتاب کا ۱۹۶۱ء کا ایڈیشن بھی موجود ہے۔

(۴۲) یوسف حسین خان، ڈاکٹر غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات

غالب اکیڈمی-بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی، اشاعت اول اپریل ۱۹۷۹ء، صفحات ۲۰۸۔

کاروانِ ادب ملتان، اشاعت ۱۹۸۶ء، صفحات ۱۸۳۔

فہرست

(۱) پہلا خطبہ (۲) ہیئت واسلوب کی تخلیقی توانائی (۳) دوسرا خطبہ (۴) متحرک جمالیات۔

''غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات'' دوخطبوں پر منحصر ہے۔پہلا خطبہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اور دوسرا خطبہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو غالب اکادمی کے زیرِ اہتمام ہوا۔یہ کتاب مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔پہلے خطبے میں غالب اور اقبال کے کلام میں ہیئت اور اسلوب کی تخلیقی توانائی کے متعلق تفصیلی بحث کی کہ کس طرح ان دونوں استادوں نے اپنے خیالات کے اظہار کیلئے مروجہ اسلوب کو ناکافی خیال کیا اور اپنا اپنا انداز بیان اختراع کیا جس میں بلند آہنگی، جوشِ تازگی اور قدرت تازگی کے ملے جلے احساس شامل ہیں اس اسلوب کی قوت وتوانائی قاری کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

دوسرے خطبے میں غالب اور اقبال کے کلام سے متحرک جمالیات کی مثالیں پیش کی گئی ہیں اور ان استعاروں اور عالمی پیکروں کی نشاندہی کی گئی جن سے حرکت وعمل اور آرزومندی اور آزادی کی اقدار کا اظہار ہوتا ہے۔ دونوں کے نزدیک انسانی عظمت کا راز دائمی کشاکش اور اضطراب میں پوشیدہ ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہندوستان سے دوسرا لاہور سے اور تیسرا ایڈیشن ملتان سے شائع ہوا۔ لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ غالبیات میں یہ تینوں ایڈیشنز موجود ہیں۔

مجموعی جائزہ

چوتھا باب ''علی گڑھ میں نقدِ غالب کی روایت-تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے مندرجہ بالاصفحات میں راقم الحروف نے بھرپور کوشش کی ہے کہ ان نقادوں کی تحریروں کا احاطہ کیا جا سکے جنہوں نے تفہیم وتشریح غالب کے سلسلے میں نمایاں خصوصیات سرانجام دیں۔متذکرہ نقادوں کی تحریروں سے غالب شناسی کی بھرپوراور زندہ روایت کی عکاسی ہوتی ہےاوران تحریروں سے یہ بھی ظاہرہوتاہے کہ کلامِ غالب کا کوئی گوشہ یا پہلواِن کی قلمی آبیاری سے تشنہ نہیں رہا۔بنیادی طور پر کلامِ غالب کے تمام رنگ ان نقادوں کی تحریروں سے بھرپورانداز میں منعکس ہوتے ہیں۔غرض یہ کہ غالب شناسی کی بھرپور روایت ہمارے سامنے آتی ہے اور اس سلسلے میں علی گڑھ کا صحت مندانہ کردار بھی ہمارے سامنے منعکس ہوتا ہے جہاں کے متعلمین، طالب علموں اور دیگر حضرات نے غالب پرایک بھرپورتنقید کا بھرپورحق ادا کیا ہے۔

اس طرح علی گڑھ میں غالب پر تحقیقی کام کی طرح تنقیدی کاوشوں کی رفتار بھی دوچندرہی ہے۔نصف صدی میں کم و بیش چاردرجن کتب اور تین سومضامین نے غالب کے فکروفن کواُجاگر کیا ہے(یادرہے سرِ دست جتنے کی کتب ومضامین تک رسائی ہوسکی ہے)اِن اکتالیس کتب میں سے چودہ کتب علی گڑھ سے شائع ہوئیں اورستائیس اُن افراد کی خدمات ہیں جوعلی گڑھ کے رہائشی،طالب علم اورمعلم رہے ہیں۔

انتقادی تجزیے میں مجموعی طور پرغالب کےفکروفن کی خصوصیات کواُجاگرکیا گیا ہے۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ کام غالب کی اردو شاعری پر ہوا چونکہ اُن کی فکر میں تہذیبوں کی کشاکشِ زیست،شعری پیکر میں ڈھلا ہے۔اس لیے وہ برِصغیر میں فکری انقلاب کے اوّلین داعی بھی ہیں اورتبدیلی کےخُوگروخواہاں بھی۔اس لیےاُن کی شاعری اپنے عہد کےشعری رویوں کومتاثر کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ دَور کےشعری محاسن پراپنے اثرات واضح مرتب کرتی ہے۔اِسی لیے آج بھی غالب اِسی طرح تروتازہ ہےاور غالب کےفکروفن کی جہتوں کی کئی پرتیں اورگرہیں کھلنے کے باوجوداُس کےفکروفن کےکئی گوشوں کوابھی اُجاگر کرنے کی گنجائش باقی ہے۔اس لیے انتقادکی جتنی کمندیں غالب کے پُراسرار رمز کےاُفق پرڈالی جائیں غالب کے افکارکواپنی گرفت میں لانا محال ہے۔غالب کےشعری محاسن اورفنی خوبیوں کوگرفت میں کرنے کے لیے اِن کےفکروفن کی جولاں گاہ کوقدیم وجدیدشعری ادب کے تناظرمیں دیکھا گیااورغالب کےشعری محاسن کی قدروقیمت کا جائزہ لیا گیا۔

غالب کاتین ادوار کےشعراء سےانتقادی تقابل وجائزہ لیا گیا۔

(۱) قدمااورمتوسطین سےتقابل

(۲) جدیددور کےشعراء سےتقابل

(۳) مغربی شعرا،مفکرین،مصوروسنگ تراشوں سےتقابل

یعنی ایک طرف قدیم شعری ادب سے موازنہ یعنی بیدل، عرفی، نظیری، ظہوری کے غالب پر اثرات کو پرکھا گیا دوسرے مابعد کے شعرا اقبالؔ، فیضؔ، حالیؔ، حسرتؔ حتیٰ کہ ناصرؔ کو شیفتہ سے بھی تقابلی جائزہ کیا گیا۔ تیسرے مغربی مفکرین شیلے، فرائیڈ، ارسطو، دانتے، ورڈز ورتھ، گوئٹے، رفیل، مائیکل، انجیلو جیسے مصوروں، سنگ تراشوں اور شاعروں سے موازنہ کیا گیا۔ اور بعض ناقدین نے غالب کے مغربی اور سائنسی شعور کو پرکھنے کے لیے غالب کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے انتقادی تجزیے کے عالمانہ مباحث کی گراں قدر کوششیں کی ہیں۔ علی گڑھ میں غالب کی فکر کے ساتھ فن پر بھی تنقیدی روّیے سامنے آئے۔ اس بحث سے ہٹ کر کہ تنقیدی سرمایے کو کُلی طور پر سرفرازی حاصل ہے یا نہیں۔ ناقدین نے غالب کے شعری آہنگ، لفظیات، تراکیب، صنائع، بدائع، عروض، تلمیحات و اشارات، لسانی ساخت و برداخت اور دیگر پہلوؤں پر تبصرے کیے۔ اس سلسلے میں جن کاملینِ فن نے غالب کے شعری و نثری سرمایے کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا اُن میں سے مولانا الطاف حسین حالیؔ، عبدالرحمٰن بجنوری، فراق گورکھپوری، یوسف حسین خان، آل احمد سرور، اُسلوب احمد انصاری، رشید احمد صدیقی، احسن مارہروی، خلیل الرحمٰن اعظمی، ایم حبیب خان، شان الحق حقی، عتیق صدیقی، فرخ جلالی، مرتضیٰ حسین بلگرامی، ممتاز حسین، نورالحسن نقوی، صباح الدین عبدالرحمٰن، محمد عزیز حسن اور خورشید الاسلام کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اس باب میں مندرجہ بالا ناقدین میں سے جنہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ان میں عبدالرحمٰن بجنوری - محاسنِ کلام غالب (۱۹۲۱ء)، مجنوں گورکھپوری - غالب شخص و شاعر (۱۹۸۳ء)، یوسف حسین خان - غالب اور آہنگِ غالب (۱۹۶۸ء)، بین الاقوامی سیمینار (۱۹۶۹ء)، غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات (۱۹۷۹ء)، غالب نکتہ دان - رشید احمد صدیقی (۱۹۹۷ء)، غالب بحیثیت اردو شاعر و مکتوب نگار - عتیق صدیقی (۱۹۹۶ء)، نورالحسن نقوی - غالب و مکتوب نگار (۲۰۰۰ء)، صباح الدین عبدالرحمٰن - غالب مدح و قدح کی روشنی میں، جلد اوّل، دوم (۱۹۷۷ء)، شان الحق حقی - آئینۂ افکارِ غالب (۲۰۰۱ء) اہمیت کی حامل ہیں۔

اِسی طرح جشنِ صد سالہ پر سب سے زیادہ تنقیدی کتب شائع ہوئیں اور رسالوں کے خصوصی نمبر شائع ہوئے۔ جس میں غالب کے انتقادی تجزیے سامنے آئے۔ ساتھ ہی ساتھ اخباروں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ رسائل میں علی گڑھ میگزین، ہماری زبان، ادیب، اردو ادب، فکر و ادب، نقد و نظر، ہمایوں، تذکرہ مخزنِ شعرا، معارف، آجکل، فروغ اردو، ایشیا میرٹھ، ادبِ لطیف اہم ہیں۔

جشنِ صد سالہ پر شائع ہونے والی اہم کتب درج ذیل ہیں: غالب کی شخصیت و شاعری (رشید احمد صدیقی)، بین الاقوامی غالب سیمینار، مرتبہ (یوسف حسین خان)، خطبہ افتتاحیہ (ذاکر حسین)، غالب اور ابوالکلام (عتیق صدیقی)، غالب کا تنقیدی شعور (اخلاق حسین عارف)۔ مندرجہ بالا کتب تنقیدی سرمائے میں اہمیت کی حامل ہیں۔ ''آثار الصنادید'' میں تحریر کردہ سرسید کا مضمون ''ذکرِ بلبل نوایانِ سواد جنت آباد حضرت شاہ جہاں آباد'' اور حالیؔ کی ''یادگارِ غالب'' دونوں تنقیدی و تحقیقی نوعیت کی تخلیقات ہیں مگر علی گڑھ کی روایت میں نقدِ غالب کے سلسلے کی پہلی باقاعدہ کتاب عبدالرحمٰن بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' ہی کو

ٹھہرایا گیا ہے۔

''حالؔی سے حال تک'' تنقیدی سرمائے کو یک گونہ سرفرازی حاصل ہے گو کہ غالب پر لکھنے والے اہلِ قلم نے غالب کے ساتھ ساتھ اپنی علمیت کی جولانیوں سے بھی متعارف کروایا۔ اس سرمائے میں معیار کی نسبت مقدار کو مدِنظر رکھا گیا۔ اِن سب باتوں سے قطعِ نظر یہ کہ تحقیق کی طرح تنقیدی کام کی رفتار بھی تیز رہی۔ جس کی وجہ سے علیگڑھ میں تنقیدی کام کی صورتِ حال حوصلہ افزا ہے۔ خاص طور پر آزادی کے بعد لگاتار تنقیدی کتب منظرِ عام پر آئیں جنہیں ذخیرۂ غالبیات میں سرمایۂ فخر کہا جاسکتا ہے۔

اشاریہ کتب نقدِ غالب

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب:

۱۔ آل احمد سرور، (مرتبہ)، ''عرفانِ غالب'' شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اشاعت پہلا ایڈیشن ۱۹۷۳ء، صفحات ۲۹۹۔

۲۔ اسلوب احمد انصاری: ''نذرِ منظور'' (مرتب) انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۰ء۔

۳۔ اسلوب احمد انصاری، ''غالب کا فن''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اشاعت ۱۹۷۰ء، صفحات ۵۶۔

۴۔ بجنوری، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر، ''محاسنِ کلام غالب''، مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ، ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء)، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، بار چہارم، مئی ۱۹۵۲ء، صفحات ۷۱، بار پنجم، ۱۹۵۸ء، بار ششم، ۱۹۶۶ء، صفحات ۹۶، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ حامدہ مسعود، ''خطوطِ غالب کا فنی تجزیہ'' ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۲ء، صفحات ۲۶۳۔

۶۔ حبیب، ایم، خاں، ''غالب سے اقبال تک'' (اردو کے کلاسیکی شعراء پر تنقیدی مضامین مع ترمیم واضافہ) انڈین بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت جدید، نومبر ۱۹۷۷ء، صفحات ۱۹۷۔

۷۔ ظہیرالدین احمد علوی، سید، ''اشک ورشک غالب''، علم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۴۱ء، صفحات ۳۰۴۔

۸۔ مجنوں گورکھپوری، ''غالب شخص اور شاعر'' ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء۔ مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۲۶۔

۹۔ مختارالدین، ڈاکٹر (مرتبہ) ''نقدِ غالب'' انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، اشاعت جون ۱۹۵۶ء، صفحات ۵۷۲۔

۱۰۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''اطراف غالب'' ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۴ء۔

۱۱۔ عتیق احمد صدیقی، ''غالب بحیثیت اُردو شاعر اور مکتوب نگار'' اُردو بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء۔

۱۲۔ مالک رام، ''تلامذہ غالب''، اُردو ادب، علی گڑھ، ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء۔ مرکز تصنیف وتالیف نکودر، بار اول ۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء، صفحات ۳۱۴۔

۱۳۔ نورالحسن نقوی، ''غالب شاعر ومکتوب نگار'' ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۲۰۰۰ء۔

۱۴۔ یونس خالدی، محمد، (مرتبہ) ''مطالعہ حضرت غمگین دہلوی'' انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، اشاعت ۱۹۶۳ء، صفحات ۱۵۲۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کی شائع شدہ کتب:

۱۔ احمد فاروقی، خواجہ، پروفیسر، ''یادوَبُودِ غالب'' ترقی اردو بیورو-نئی دلی، اشاعت جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء، صفحات ۱۴۸۔

۲۔ اخلاق حسین عارف، (مرتب) ''غالب کا تنقیدی شعور (مکتوبات کے آئینے میں)'' ادارہ فروغ اردو امین آباد لکھنو، سن اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۶۷۔

۳۔ اخلاق حسین عارف، ''غالب اورفنِ تنقید'' غالب اکیڈمی-نئی دہلی، اشاعت اول دسمبر ۱۹۷۶ء، صفحات ۴۹۵۔

۴۔ اسدعلی انوری فرید آبادی، سید، ''قتیل اور غالب'' مکتبہ جامعہ لکھنؤ، اشاعت اوّل ۱۹۳۹ء، صفحات ۱۳۰۔

۵۔ اسلوب احمد انصاری، ''نقشِ غالب''، غالب اکیڈمی نئی دہلی، اشاعت اول اکتوبر ۱۹۷۰ء صفحات ۱۴۲۔

۶۔ حامدہ مسعود، ''خطوطِ غالب کا فنی تجزیہ'' ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، اشاعت ۱۹۸۲ء، صفحات ۲۶۳۔

۷۔ حبیب، ایم، خاں، ''غالب سے اقبال تک'' جلد دوم (کلاسیکی شعراء پر تنقیدی مضامین) عبدالحق اکادمی- دلی، اشاعت ۱۹۹۱ء، صفحات ۱۶۰۔

۸۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر، (متعارفہ: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) ''غزل غالب اور حسرت'' الوقار پبلی کیشنز لاہور، اشاعت ۱۹۷۷ء-۱۹۹۵ء، صفحات ۱۵۹۔

۹۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر، ''غالب کی شخصیت اور شاعری'' شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، اشاعت اول ۱۹۶۹ء، صفحات ۹۶۔ اشاعت دوم ۱۹۷۰ء۔

۱۰۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر ''غالب نکتہ داں'' (مرتبین) مہرالٰہی ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں، مکتبہ دانیال کراچی، اشاعت اول جنوری ۱۹۹۷ء، صفحات ۱۳۲۔

۱۱۔ ذاکرحسین، ڈاکٹر، ''خطبہ افتتاحیہ'' (غالب کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر عالی جناب ڈاکٹر ذاکرحسین صاحب صدر جمہوریہ ہند کا خطبہ افتتاحیہ) یونین پرنٹنگ پریس دہلی، اشاعت ۱۶ فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۸۔

۱۲۔ سلطان صدیقی (علیگ)، ''عرفانِ غالب'' الحمرا اکیڈمی لاہور، باراول جنوری ۱۹۷۴ء، صفحات ۱۷۶۔

۱۳۔ شان الحق حقی ''آئینہ افکارِ غالب (کلام غالب پر نئی روشنی)'' ادارہ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۱ء، صفحات ۱۶۰۔

۱۴۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، (مرتبہ) ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں'' (حصہ دوم) مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبع اول ۱۹۷۹ء، صفحات ۳۹۷۔

۱۵۔ صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، (مرتبہ) ''غالب (مدح وقدح کی روشنی میں)'' حصہ اوّل، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، طبع ۱۹۷۷ء، صفحات ۴۴۲۔

۱۶۔ ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر (مرتب) ’مجموعہ مضامین‘ غالب اکیڈمی نئی دہلی، ۱۹۹۷ء۔

۱۷۔ عبدالرحمٰن بجنوری، انجمن اردو پریس اردو باغ اورنگ آباد، طبع ثانی باہتمام محمد صدیق ۱۹۲۵ء، صفحات ۱۰۵، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن)، طبع ثالث ۱۹۳۵ء، صفحات ۱۰۶، (غالب صدی فخری ایڈیشن) فخری پرنٹنگ پریس کراچی ۱۹۶۹ء، خیابانِ ادب، لاہور ۱۹۶۹ء (مرتب ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار)

۱۸۔ عبدالودود، قاضی، ’’جہانِ غالب‘‘ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، اشاعت ۱۹۹۵ء، صفحات ۲۹۴۔

۱۹۔ عتیق صدیقی، (مرتبہ) ’’غالب اور ابوالکلام‘‘ مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء، صفحات ۲۴۸۔

۲۰۔ عزیز حسن، محمد، (علیگ)، ’’تصوّرات غالب‘‘، غالب اکیڈی نئی دہلی، اشاعت اول جون ۱۹۸۷ء، صفحات ۲۱۲۔

۲۱۔ مجنوں گورکھپوری: ’’غالب شخص اور شاعر‘‘، مکتبہ اربابِ قلم، کراچی، ۱۹۷۴ء، یزدانی آفسٹ پرنٹر، دہلی، ۱۹۷۶ء۔

۲۲۔ محمد حسن، ڈاکٹر (علیگ)، ’’عرضِ ہنر‘‘ نصرت پبلشرز لکھنؤ، اشاعت اول دسمبر ۱۹۷۷ء، صفحات ۲۳۷۔

۲۳۔ ممتاز حسین، پروفیسر، ’’غالب ایک مطالعہ‘‘ نصرت پبلشرز امین آباد لکھنو، اشاعت اول (ہندوستان) ۱۹۸۶ء، صفحات ۱۶۶۔ انجمن ترقی اردو کراچی اشاعت اول ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۷۱۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۳ء۔

۲۴۔ نذیر احمد، پروفیسر، (مرتبہ) ’’تنقیدات (انتخاب مقالات غالب نامہ)‘‘ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۷ء، صفحات ۵۲۲۔

۲۵۔ نذیر احمد، پروفیسر (مرتبین) مہر الٰہی ندیم (علیگ)، لطیف الزماں خاں، ’’غالب آشفتہ سر‘‘ ملتان آرٹس فورم ملتان، اشاعت اول فروری ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۲۷۔

۲۶۔ نذیر احمد، پروفیسر، ’’غالب پر چند مقالے‘‘ غالب انسٹیٹیوٹ نئی دہلی، اشاعت دسمبر ۱۹۹۱ء، صفحات ۲۲۵۔

۲۷۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر (مرتبہ) ’’بین الاقوامی غالب سیمینار‘‘، صد سالہ یادگار غالب کمیٹی۔نئی دہلی، اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحات ۳۵۶۔

۲۸۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، ’’غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات‘‘ غالب اکیڈمی۔بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی، اشاعت اول اپریل ۱۹۷۶ء، صفحات ۲۰۸۔ کاروانِ ادب ملتان، اشاعت ۱۹۸۶ء، صفحات ۱۸۳۔

۲۹۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، ’’غالب اور آہنگ غالب‘‘ غالب اکیڈمی، نئی دہلی، اشاعت اول دسمبر ۱۹۶۸ء، اشاعت دوم ستمبر ۱۹۷۱ء، صفحات ۴۴۷۔

کتب میں شامل تنقیدی مضامین

علی گڑھ سے شائع شدہ کتب میں شامل مضامین:

۱۔ ادبی نمونوں کے تحت غالب کی ایک غزل، مشمولہ ادب کا مطالعہ، اطہر پرویز، اُردو گھر علی گڑھ، جولائی ۱۹۲۲ء، بارسوم

۲۔ غالب کی تحریروں کے چار عکس، مختار الدین احمد (ڈاکٹر)، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۱۹۴۹ء۔

۳۔ غالب کی شاعری میں حسن وعشق، حمید احمد خان، مشمولہ نقدِ غالب، مرتبہ مختار الدین، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۴۔ غالب اور عصر جدید، خلیل الرحمٰن اعظمی، مشمولہ نقدِ غالب، ڈاکٹر مختار الدین، انجمن ترقی اُردو، ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء۔

۵۔ غالب کا نظریہ شعر، ممتاز حسین، مشمولہ نقدِ غالب، مرتب مختار الدین، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۶۔ غالب کی غزل گوئی، مشمولہ اُردو غزل، ڈاکٹر یوسف حسین خان، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۵۷ء۔

۷۔ غالب کے قصیدے، // // // //

۸۔ غالب کے ہاں غم وغیرہ، // // //

۹۔ غالب کی جدت ادا (بعض غزلیں مطلع سے مقطع تک دو، تین بار) // //

۱۰۔ غالب کی غزل میں مقابلے کے مضامین // // //

۱۱۔ گناہ کے مضامین، // // //

۱۲۔ انتخاب غزلیات غالب، // // //

۱۳۔ حضرت غمگین اور مرزا غالب، مشمولہ مطالعہ حضرت غمگین یونس خالدی، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۳ء۔

۱۴۔ غالب واقبال کی ہم طرحی وہم خیالی غزلیں، مشمولہ جگر کی غزلیہ شاعری، اشفاق علی خان، مجلس ادب وثقافت، علی گڑھ، ۱۹۶۳ء۔

۱۵۔ دیوانِ غالب اور اُردو غزل، مجنوں گورکھ پوری، مشمولہ ادب اور زندگی، اُردو گھر، علی گڑھ، بارسوم، ۱۹۶۴ء۔

۱۶۔ دیوانِ غالب اور اُردو غزل، مشمولہ ادب اور زندگی، مجنوں گورکھ پوری، اردو گھر، علی گڑھ، ۱۹۶۵ء۔

۱۷۔ خلیل الرحمٰن اعظمی، غالب اور عصر جدید، مشمولہ نقدِ غالب انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۶۵ء، ص ۲۷۵۔

۱۸۔ غزل غالب، اطہر پرویز، مشمولہ ادب کا مطالعہ، اُردو گھر، علی گڑھ، بارسوم، جولائی ۱۹۶۶ء۔

۱۹۔ غالب (شاعر)، غالب (نثر نگار)، مشمولہ اُردو ادب کی تاریخ، نسیم قریشی، فرینڈس بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۶۷ء۔

۲۰۔ غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر، مشمولہ نقدِ غالب، اُسلوب احمد انصاری، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، جون ۱۹۵۶ء۔
۲۱۔ غالب کی پانچ غزلیں، حالی کا مرثیہ غالب، مشمولہ اُردو شاعری، مرتب ڈاکٹر محمد انصار اللہ، شعبہ اُردو، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۰ء۔
۲۲۔ غالب پر ایک نظر، پروفیسر محمد مجیب، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۳۔ غالب کا فکری پس منظر، ڈاکٹر وحید اختر، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۴۔ کلامِ غالب کے قوافی ورد یف کا صوتی آہنگ، پروفیسر مسعود حسین خاں، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۵۔ عکسِ غالب، آل احمد سرور (مرتبہ)، غالب کے اُردو خطوط کا انتخاب، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۶۔ پورے غالب، آل احمد سرور، مشمولہ عرفانِ غالب، شعبہ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۷۔ کچھ خطوط غالب کے بارے میں، خلیل الرحمٰن اعظمی، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۲۸۔ غالب کی شاعری میں روایت اور اجتہاد، پروفیسر ثریا حسین، مشمولہ غزل فن اور فنکار، پروفیسر وارث کرمانی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، طبع اول، ۱۹۷۶ء۔
۲۹۔ غدر کے گرد وپیش شعرائے دلی، مشمولہ میں، ہم اور ادب، ابنِ فرید، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء۔
۳۰۔ غالب کی شاعری میں تسکینِ ضمیر، 〃 〃 〃
۳۱۔ غالب کی عظمت، ایم حبیب خان، مشمولہ غالب سے اقبال تک، اُردو کے کلاسیکی شعراء پر تنقیدی مضامین مع ترمیم، انڈین بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء۔
۳۲۔ کچھ خطوطِ غالب کے بارے میں، مشمولہ مضامینِ نو، خلیل الرحمٰن اعظمی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۷ء۔
۳۳۔ خطوطِ غالب کا اسلوبیاتی مطالعہ، مشمولہ نثر، نظر اور شعر، ڈاکٹر منظر عباس نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔
۳۴۔ غالب کے شعری اسلوب کا ایک پہلو، 〃 〃 〃
۳۵۔ غالب اور جدید کلاسیکی غزل، ڈاکٹر قمر رئیس، مشمولہ تنقیدی ادب، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، اشاعت اول ۱۹۷۸ء
۳۶۔ غالب کی خطوط نگاری، مشمولہ منتخب ادبی خطوط مرتب ڈاکٹر مغیث الدین، فریدی ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ،

۱۹۷۸ء

۳۷۔ غالب اور جدید کلاسیکی غزل، ڈاکٹر قمر رئیس، مشمولہ تنقیدی تناظر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۷۸ء۔

۳۸۔ غالب کی شاعری میں شخصیت، ابنِ فرید، مشمولہ چہرہ پسِ چہرہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء۔

۳۹۔ غالب کی شخصیت اور شاعری، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ آثار واقدار علی گڑھ، اصغر عباس، شعبہ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۴ء۔

۴۰۔ غالب کی شاعری میں روایت اور اجتہاد، پروفیسر وارث کرمانی، مشمولہ غزل-فن اور فنکار، پروفیسر ثریا حسین، شعبہ اُردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۶ء۔

۴۱۔ غالب کی شاعری میں رنگ روشنی کی تصویریں، مشمولہ زیرِ غور، ڈاکٹر ذکا الدین شایاں، لیتھو کلر پرنٹرس، علی گڑھ، ۱۹۸۸ء۔

۴۲۔ غالب کی تلخیص، // // //

۴۳۔ خطوطِ غالب کا اُسلوبیاتی مطالعہ، پروفیسر منظر عباس نقوی، مشمولہ اسلوبیاتی مطالعے (تنقیدی مضامین کا مجموعہ)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، بار اول ۱۹۸۹ء۔

۴۴۔ غالب کا آشوب آگہی، آفتاب احمد، مشمولہ نذرِ منظور، اُسلوب احمد انصاری، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔

۴۵۔ غالب کی فارسی قصیدہ نگاری، نذیر احمد، // //

۴۶۔ مرزا کے کلام پر ریویو حالی، مشمولہ کلاسیکی اُردو شاعری کی تنقید، طارق سعید، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۱ء۔

۴۷۔ غالب اور آہنگ غالب، یوسف حسین خاں، مشمولہ کلاسیکی اُردو شاعری کی تنقید، طارق سعید، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۱ء۔

۴۸۔ محاسنِ کلامِ غالب، عبدالرحمٰن بجنوری، // //

۴۹۔ جہانِ غالب، کوثر چاند پوری، // //

۵۰۔ غالب اور مطالعہ غالب، عبادت بریلوی // //

۵۱۔ غالب کی شخصیت اور شاعری، رشید احمد صدیقی // //

۵۲۔ غالب کی ایک رباعی اور زیادت حروف یعنی خزم، مشمولہ فکر وآگہی، ڈاکٹر انجم آرا انجم، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۲ء۔

۵۳۔ دکھ جی کے پسند ہوگیا ہے غالب، // // //

۵۴۔ غالب اور حدیثِ غم، // // //

۵۵۔ غالب کی اُردو شاعری کے تراجم، مشمولہ کچھ خطبے کچھ مقالے، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۲ء۔
۵۶۔ غالب اور رشید احمد صدیقی، وارث کرمانی، مشمولہ افکار وانشا، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۳ء۔
۵۷۔ غالب کی چند فارسی نظموں کا مطالعہ // // //
۵۸۔ فانی اور غالب، مشمولہ رشید احمد صدیقی کے تنقیدی مضامین، مرتب پروفیسر نعیم احمد، شعبہ اُردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء۔
۵۹۔ حالی اور نقدِ غالب، مشمولہ کچھ خطبے کچھ مقالے، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۶ء۔
۶۰۔ غالب، مشمولہ فلسفۂ جمال اور اُردو شاعری، نورالحسن نقوی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، سن ندارد۔
۶۱۔ دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ، مرزا فرحت اللہ بیگ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔
۶۲۔ حصہ نظم: غالب (اسد اللہ خاں)، مشمولہ تاریخ ادب اُردو، عظیم الحق جنیدی، مرتب محمد انصار اللہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، سن ندارد۔
۶۳۔ حصہ نثر: مرزا غالب کی نثر نگاری، // // //
۶۴۔ غالب کا لطیفہ، مشمولہ کارنامہ سروری، آغا مرزا بیگ سرور جنگ، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سن ندارد۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کے شائع شدہ کتب میں شامل مضامین:

۱۔ غالب اور نیا آدمی، ص ۱۴۰ تا ۱۷۲، مشمولہ نئے اور پرانے چراغ، آل احمد سرور، آگرہ اخبار برقی پریس، آگرہ، دسمبر ۱۹۴۶ء (یہ مضمون پہلے سہ ماہی اُردو دہلی، اپریل ۱۹۴۱ء میں چھپا تھا)۔
۲۔ خطوط میں شخصیت، غالب، ص ۶۱-۸۳، مشمولہ تنقیدی اشارے، پروفیسر آل احمد سرور، لکھنؤ، ۱۹۴۲ء۔
۳۔ غالب تنقیدی مضمون، مشمولہ نئے پرانے چراغ -چند تنقیدی مضامین کا مجموعہ، آل احمد سرور، حالی پبلشنگ ہاؤس، کتاب گھر دہلی، باراول دسمبر ۱۹۴۶ء۔
۴۔ غالب کا تفکر اور اس کا پس منظر، احتشام حسین، مشمولہ ۵۰ء کا بہترین ادب (مرتبہ)، سردار جعفری، مکتبہ شاہراہ، دہلی، پہلی بار، اپریل ۱۹۵۰ء۔
۵۔ اسد اللہ خان غالب، انتخاب، ڈاکٹر یوسف حسین، مشمولہ اُردو غزل مع انتخاب، مکتبہ جامع لمیٹڈ، دہلی، بار دوم، ۱۹۵۲ء
۶۔ غالب اور آزردہ، غالب کی عظمت، خواجہ احمد فاروقی، مشمولہ کلاسیکی ادب، آزاد کتاب گھر، کلاں محل دہلی، اشاعت اول، جولائی ۱۹۵۳ء

۷۔ غالب کا نظریۂ شعر، مشمولہ نئی قدریں، ممتاز حسین، استقلال پریس، لاہور،۱۹۵۳ء۔
۸۔ غالب کا ذہنی ارتقا، مشمولہ ادب اور نظریہ، آل احمد سرور، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ ۱۹۵۴ء۔
۹۔ اُردو غزل میر سے غالب تک، غالب کا ذہنی ارتقاء، مشمولہ ادب اور نظریہ، آل احمد سرور، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ،۱۹۵۴ء۔
۱۰۔ غالب کا تصورِ غم، مشمولہ ادبی تنقید، ڈاکٹر محمد حسن، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ،۱۹۵۴ء۔
۱۱۔ غالب، مشمولہ نئے اور پرانے چراغ، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ،۱۹۴۶ء، تیسرا ایڈیشن مع اضافہ۔
۱۲۔ شرح دیوانِ غالب مولفہ عبدالباری آسی پر تبصرہ، مشمولہ تنقیداتِ عبدالحق، بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق، خواجہ پرنٹنگ پریس، دہلی، جولائی ۱۹۵۶ء۔
۱۳۔ کلامِ غالب کا ایک رُخ، مشمولہ تنقید و تخلیق، اُسلوب احمد انصاری، ادارہ انیسِ اُردو، الہ آباد۔
۱۴۔ غالب اور عصر جدید، مشمولہ فکر و فن، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، آزاد کتاب گھر، دہلی،۱۹۵۶ء۔
۱۵۔ غالب کا محبوب ابتدائی دَور میں، مشمولہ تنقیدیں، ڈاکٹر خورشید الاسلام، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۵۷ء۔
۱۶۔ غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں از آل احمد سرور، مشمولہ تنقیدی ادب، مرتب سردار مسیح گل، نذر سنز، لاہور،۱۹۵۹ء۔
۱۷۔ نامۂ غالب (مکتوب الیہ نامعلوم) خلیق انجم، غالب کی نادر تحریریں، ۱۹۶۱ء۔
۱۸۔ غالب کی عظمت، آل احمد سرور، مشمولہ اُردو کے کلاسیکی شعرا، مرتب ایم حبیب خاں، لیتھو پریس، دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء۔
۱۹۔ غالب کی عظمت، آل احمد سرور، مشمولہ غالب اور دوسرے مضامین، سید حسنین زیدی، مسعود اکادمی، کراچی، گجرات ۱۹۶۳ء۔
۲۰۔ غالب ایک تہذیبی قوت، مشمولہ ادب اور شعور، ممتاز حسین، ایجوکیشنل پریس، کراچی، نومبر ۱۹۶۴ء۔
۲۱۔ مرزا ادیب (مرتبہ)، غالب، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ تنقیدی مقالات، لاہور اکیڈمی، لاہور، بار اول اکتوبر ۱۹۶۴ء۔
۲۲۔ غالب دو زبان شاعر، ڈاکٹر سید عبداللہ، مشمولہ نذرِ عرشی، مالک رام و مختار الدین، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، دسمبر ۱۹۶۵ء۔
۲۳۔ غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں، آل احمد سرور، مشمولہ اُردو نظم پر تنقیدی نظر، لاہور،۱۹۶۶ء۔
۲۴۔ خطوط میں شخصیت غالب، آل احمد سرور، مشمولہ جدید اُردو نثر، ۱۹۶۶ء۔
۲۵۔ غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں، آل احمد سرور، مشمولہ غالب کچھ جائزے، وقار رومانی، شعبہ اُردو فارسی لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ،۱۹۶۶ء۔
۲۶۔ کلامِ غالب، مشمولہ حاصلِ مطالعہ، سید الطاف علی بریلوی، ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس، کراچی،۱۹۶۷ء۔
۲۷۔ مکاتیب غالب میں طنز و ظرافت، مشمولہ تلاش و توازن، ڈاکٹر قمر رئیس،۱۹۶۸ء، ادارہ ندارد۔

۲۸۔ کلامِ غالب کا ایک رُخ، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ ادب اور تنقید، سنگم پبلشرز، الہ آباد، باراول ۱۹۶۸ء۔
۲۹۔ غالب اور ابوالکلام، عتیق احمد صدیقی،
۳۰۔ غالب، مشمولہ غالب نام آور، آل احمد سرور، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۶۹ء۔
۳۱۔ محاسنِ کلامِ غالب، عبدالرحمٰن بجنوری، مشمولہ غالب نام آور، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، ۱۹۶۹ء۔
۳۲۔ کبیر، میر اور غالب، مشمولہ پیغمبرانِ سخن، سردار جعفری، مکتبہ گفتگو، بمبئی، فروری ۱۹۷۰ء۔
۳۳۔ غالب کے استعارے، شرح نکاتِ غالب، شان الحق حقی، مشمولہ نکتۂ راز، منتخب مضامین، ملت پریس، کراچی، ۱۹۷۲ء۔
۳۴۔ شرح نکاتِ غالب، غالب کے استعارات کا بھید، مشمولہ نکتۂ راز، شان الحق حقی ۱۹۷۲ء، ادارہ ندارد۔
۳۵۔ محمود الٰہی، ڈاکٹر، ''متوسطین کی قصیدہ نگاری''، ذوق، مومن، غالب مشمولہ اُردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ، مکتبہ جامع لمیٹڈ، دہلی، باراول، فروری ۱۹۷۳ء۔
۳۶۔ غالب (خوف پر قابو پانے کی ایک کوشش)، باقر مہدی، مشمولہ عرفانِ غالب، ۱۹۷۳ء۔
۳۷۔ غالب کا مطالعہ جدید نفسیات کی روشنی میں، باقر مہدی، مشمولہ عرفانِ غالب، ۱۹۷۳ء۔
۳۸۔ غالب اور جدید ذہن، مشمولہ مسرت سے بصیرت تک، آل احمد سرور، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۴ء۔
۳۹۔ غالب کی شاعری کی خصوصیات، مشمولہ مسرت سے بصیرت تک، ۱۹۷۴ء۔
۴۰۔ غالب کی فارسی غزل گوئی، مشمولہ بازگشت، ڈاکٹر کبیر احمد جائسی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، نومبر ۱۹۷۵ء۔
۴۱۔ دستنبو پر ایک نظر، // // // //
۴۲۔ خطوطِ غالب اردو نثر کے آئینے میں، مشمولہ زاویے، یاور علیگ، کتاب گھر لکھنؤ، ۱۹۷۸ء۔
۴۳۔ اُردو نثر میں طنز و ظرافت کی روایت، // // //
۴۴۔ مغل تہذیب اور غالب، انجم اعظمی، مشمولہ ادب اور حقیقت، کراچی اشاعت گھر، کراچی، طبع اول جنوری ۱۹۷۹ء۔
۴۵۔ غالب اور اقبال، مشمولہ نقش غالب، اُسلوب احمد انصاری، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۹ء۔
۴۶۔ بیدل اور غالب، ڈاکٹر وحید اختر، مشمولہ نذرِ زیدی، مالک رام مجلس نذر زیدی، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء۔
۴۷۔ مرزا غالب کی حشمت خاں کے گھر دعوت، مشمولہ شکاری عورتیں، سعادت حسن منٹو، اسٹار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء۔
۴۸۔ غالب، منظور حسین خواجہ، مشمولہ اُردو غزل کا خارجی روپ بہروپ، مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور، ۱۹۸۱ء۔
۴۹۔ غالب کے ایک ممتاز کارٹونسٹ ــ وہاب حیدر، مشمولہ ظرافت اور تنقید، احمد جمال پاشا، بہار اُردو اکیڈمی، بہار، باردوم، ۱۹۸۲ء۔

۵۰۔ غالب ایک آفاقی شاعر، فارسی نظم ونثر کے حوالے سے، مرزا یگانہ کی شاعری، مشمولہ نقدِ حرف، پروفیسر ممتاز حسین، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء۔
۵۱۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب، مشمولہ معتمد دولہ آغا میر، ڈاکٹر انصار اللہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء۔
۵۲۔ جوہر اور غالب، مشمولہ محمد علی جوہر، ڈاکٹر جیدہ ریاض، شمی فائن آرٹس، ناگ پور، ۱۹۸۸ء۔
۵۳۔ یادگارِ غالب اور مولانا جوہر // //
۵۴۔ غالب اور جوہر // //
۵۵۔ غالب کی شاعری کی خصوصیات، مشمولہ پہچان اور پرکھ، مکتبہ جامع، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔
۵۶۔ غالب کا نظریہ شاعری، // //
۵۷۔ غالب اور عوارض خطوط کے آئینے میں، مشمولہ تناسب، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔
۵۸۔ غالب شناسی اور حسرت موہانی، مشمولہ مقالات ونشریات، کاظم علی خان، نظامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۹۳ء۔
۵۹۔ غالب اور محمد حسین آزاد، // // //
۶۰۔ مکاتیب غالب مرتبہ مولانا عرشی، ایک جائزہ // //
۶۱۔ خطوطِ غالب کی اہمیت وافادیت // // //
۶۲۔ عہدِ غالب کی نثر میں حقیقت پسندی، پروفیسر قمر رئیس، مشمولہ تحقیقی تصورات، پروفیسر عبدالحق، شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۹۵ء۔
۶۳۔ خطبہ افتتاحیہ یومِ غالب، مشمولہ متفرقات، خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء۔
۶۴۔ یومِ غالب، // // //
۶۵۔ سلسلہ غالب دہلوی: اسد اللہ خاں غالب دہلوی، میر مہدی مجروح، خواجہ الطاف حسین حالی، مشمولہ تذکرۃ الشعراء، حسرت موہانی، شفقت رضوی، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۲۸۸۔
۶۶۔ غالب کی تخلیقی فکر، پروفیسر یوسف حسین خاں، مشمولہ مسلک انسانیت کا سالک (پہلی جلد)۔
۶۷۔ غالب کی تخلیقی فکر، // // //
۶۸۔ غالب اور اقبال، اُسلوب احمد انصاری، // // (دوسری جلد)۔
۶۹۔ غالب کی ایک غزل کا جائزہ، // // (دوسری جلد)۔

۷۰۔ مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام، مشمولہ آئینہ ابوالکلام آزاد، مجموعہ مقالات، مکتبہ شعروادب، سمن آباد، لاہور، سن ندارد۔

۷۱۔ غالب-امیرن کی سہرا فگنی کا شعر کے ایمائی پیرائے میں ذکر سب سے پہلے غالب کی نو دریافت بیاض میں ملتا ہے، منظور حسین خواجہ، مشمولہ تحریک جدو جہد بطور موضوع سخن، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، سن ندارد۔

۷۲۔ جناب مرزا اسد اللہ خان غالب، غالب مدظلۂ العالی، خلیق انجم، مشمولہ آثار الصنادید، سرسید احمد خاں، جلد دوم، اُردو اکادمی، دہلی۔

۷۳۔ دیوانِ غالب اور اُردو غزل، مشمولہ نکاتِ مجنوں، مجنوں گورکھ پوری، سن ندارد۔

۷۴۔ غزل اور غالب، آل احمد سرور، مشمولہ ادب کی چھاؤں، بک ورلڈ، سن ندارد۔

۷۵۔ غالب کی خوش بیانی، مشمولہ نقش ہائے رنگ رنگ، رشید احمد صدیقی، کاروانِ ادب، ملتان، مرتب پروفیسر نظیر صدیقی، (مجموعہ مضامین)

۷۶۔ غالب (اسداللہ خاں)، مشمولہ انتخاب زریں، سید راس مسعود، نظامی پریس، بدایوں۔

۷۷۔ غالب کی حقیقت پسندی، مشمولہ مجاز کا المیہ اور دوسرے مضامین، سلامت اللہ خان۔

۷۸۔ اُردو شاعری کا مزاج اور غالب کی شکست کا تجزیہ، مشمولہ نقدِ حیات، ممتاز حسین، الہ آباد پبلشنگ ہاؤس، الہ آباد۔

رسائل میں شامل تنقیدی مضامین

علی گڑھ سے شائع ہونے والے رسائل میں شامل مضامین:

۱۔ سالک تلمیذِ غالب، حسرت موہانی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ، اپریل ۱۹۰۲ء۔

۲۔ کلام و متعلق کلامِ غالب، سہا علیگ، مشمولہ علی گڑھ میگزین، مئی جون ۱۹۲۱ء۔

۳۔ مرزا غالب کے سخن ہائے گفتنی، جعفر عباس علیگ، سہیل، علی گڑھ، جنوری ۱۹۲۶ء۔

۴۔ غالب کے کلام پر ناقدانہ نظر، ضیاء احمد بدایونی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، اکتوبر ۱۹۳۳ء۔

۵۔ تعبیراتِ غالب، آفتاب احمد صدیقی صحی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، دسمبر ۱۹۳۵ء۔

۶۔ غالب کا مسلک، غالب کا اقبال پر لسانی اثر، جاں نثار اختر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، مارچ ۱۹۴۱ء۔

۷۔ غالب کی راست گفتاری، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۴۸-۱۹۴۷ء۔

۸۔ غالب کا ایک فرضی استاد، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۴۸-۱۹۴۷ء۔

۹۔ باقر علی خاں، حمیدہ سلطان، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۴۹-۱۹۴۸ء۔

۱۱۔ غالب کے خطوط، مفتون احمد، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۲۔ غالب بحیثیت محقق، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۳۔ تبصرہ فرہنگِ غالب، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۴۔ ماثرِ غالب، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۵۔ کیا غالب کا کلام الہامی ہے، شہناز ہاشمی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۶۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا، رشید احمد صدیقی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۷۔ غالب کی عظمت، آل احمد سرور، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۸۔ غالب کا ایک فرضی استاد، قاضی عبدالودود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء۔

۱۹۔ نادراتِ غالب، مرتبہ آفاق حسین آفاق، اُردو ادب، علی گڑھ، ستمبر ۱۹۵۰ء۔

۲۰۔ نوادرِ غالب (تین خط)، مختارالدین احمد آرزو، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء، آج کل دہلی، جون ۱۹۵۰ء، ہمایوں لاہور، جولائی ۱۹۵۰ء۔

۲۱۔ غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں، مشمولہ اردو ادب علی گڑھ، جولائی ۱۹۵۵ء۔

۲۲۔ فردیات (۱۶اشعر) نوادرِ غالب، مختار الدین، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۱۹۴۹ء۔

۲۳۔ اُردو شاعری میں غالب کی اہمیت، آفتاب احمد، مشمولہ انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۲۴۔ غالب کا تصورِ غم، قاضی عبدالستار، مشمولہ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ، ۱۹۵۹ء۔

۲۵۔ غالب خطوط کے آئینے میں، اقرار احمد عباسی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۵۹ء۔

۲۶۔ غالب کے اُردو قصائد، ملک اسمٰعیل حسن خاں، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۴ء۔

۲۷۔ علی گڑھ، غالب اور ثلاثہ غسالہ تعقل تعشق اور تصوف، مصطفیٰ، ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ جنوری ۱۹۶۴ء۔

۲۸۔ غالب کی ایک غزل، شان الحق حقی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

۲۹۔ غالب کی ایک نامکمل غزل کی تکمیل (چند دریافت شعروں سے) از اکبر علی کا، ہماری زبان، علی گڑھ، جنوری ۱۹۶۵ء۔

۳۰۔ غالب کا ایک ادھورا خط، فرخ جلالی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء۔

۳۱۔ غالب کا نظریہ شعر، ملک اسماعیل حسن خاں، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۶۷-۱۹۶۶ء۔

۳۲۔ مرزا غالب، محمد صہیب، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۶۷-۱۹۶۶ء۔

۳۳۔ گنجینۂ معنی کے طلسم کی کلید، عتیق احمد صدیقی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۴۔ غالب کا نفسیاتی شعور، سعید احمد صدیقی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۵۔ غالب کی شاعری میں شخصیتی کش مکش، ابنِ فرید، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۶۔ غالب اور حدیث غم، انجمن آراء انجم، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۷۔ غالب کے شعری اُسلوب کا ایک پہلو، ڈاکٹر منظر عباس نقوی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۱۹۶۹ء۔

۳۸۔ دستنبو پر ایک نظر، کبیر احمد جائسی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۳۹۔ غالب استفہامیہ ذہن، بشیر بدر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۰۔ علی گڑھ میگزین اور غالب، بشیر بدر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۱۔ غالب اور جدید ذہن، آل احمد سرور، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۲۔ یک عمر ناز شوخیِ عنواں اُٹھائیے، خلیل الرحمٰن اعظمی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۳۔ غالب استادِ فن اور ادبی رہنما، آفتاب احمد شمس، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۴۔ غالب کا تصورِ محبوب، مرغوب حسن، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۵۔ کلامِ غالب فلسفہ اور تصوف، فریدہ خاں، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔

۴۶۔ غالب کی مقبولیت کے اسباب، نسیم فاطمہ، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۴۷۔ غالب شخصیت، امیر زہرا، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۴۸۔ غالب غم دیدہ، نور احمد الانی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۴۹۔ تجھے ہم ولی سمجھتے، ریاض پنجابی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۰۔ غالب اور بیگم غالب، اعجاز اختر، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۱۔ غالب کی شاعری میں رنگ وروشنی کی تصویریں، ذکاءالدین شایاں، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۲۔ غالب کی حقیقت پسندی، سلامت اللہ خاں، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۳۔ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک، افسر قریشی صاحبہ، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۴۔ غالب کی شاعری کا پسِ منظر، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۵۔ آثارِ غالب، مختار الدین احمد، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۶۔ غالب کی شاعری اور مضامینِ رشک، افتخار بیگم صدیقی، مشمولہ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۵۷۔ یک عمر ناز شوخیِ عنواں اُٹھائیے، خلیل الرحمٰن اعظمی، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۵۸۔ غالب کی شاعری کا پسِ منظر، وارث کرمانی، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۶۹ء۔
۵۹۔ نسخۂ حمیدیہ کا انتخاب، آل احمد سرور، مشمولہ فکر ونظر (غالب نمبر) علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۶۰۔ غالب اور جدید ذہن، آل احمد سرور، علی گڑھ میگزین علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۶۱۔ نسخۂ حمیدیہ کا انتخاب، آل احمد سرور، مشمولہ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۶۲۔ پورے غالب، آل احمد سرور، مشمولہ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
۶۳۔ دستنبو پر ایک نظر، کبیر احمد جائسی، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۶۹ء۔
۶۴۔ غالب کی شاعری اور مضامین رشک، بیگم افتخار صدیقی، علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، ۱۹۶۹ء۔
۶۵۔ نظم طباطبائی کی شرح دیوانِ غالب، ڈاکٹر اشرف رفیع، فکر ونظر، علی گڑھ، جلد ۱۱، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔
۶۶۔ غالب کی شخصیت اور فن، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۶۷۔ غالب کی شخصیت اور فن، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ احوالِ غالب، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۷۳ء۔
۶۸۔ خطوط غالب کا اُسلوبیاتی مطالعہ، ڈاکٹر منظر عباس، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۷۴-۱۹۷۳ء۔

۶۹۔ خطوطِ غالب کا اُسلوب، حامدہ مسعود، مشمولہ علی گڑھ میگزین، ۷۳-۱۹۷۴ء۔

۷۰۔ خطوطِ غالب، مشمولہ ادیب، علی گڑھ، اپریل ۱۹۸۱ء۔

۷۱۔ غالب کی ایک غزل کا تجزیہ، مشمولہ ادیب، علی گڑھ، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۷۲۔ غالب کی ردیف بندی، عتیق احمد صدیقی، علی گڑھ میگزین، علی گڑھ ۸۵-۱۹۸۴ء۔

۷۳۔ بجنوری بحیثیت نقادِ غالب، اُسلوب احمد انصاری، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء۔

۷۴۔ انتخابِ کلامِ غالب مرتبہ مسعود حسین خان، ظہیر احمد صدیقی، سہ ماہی اُردو ادب، علی گڑھ، شمارہ ۴، ۱۹۹۷ء۔

۷۵۔ غالب کی شاعری کی خصوصیات، خلیل احمد بیگ، مرزا (مدیر) مشمولہ مجلّہ سہ ماہی ادیب، جامعہ اُردو، علی گڑھ، جلد ۱۶، شمارہ ۳،۴، جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء۔

۷۶۔ غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز، اُسلوب احمد انصاری، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۷، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء۔

۷۷۔ غالب کے جستجوئے حقیقت، اُسلوب احمد انصاری، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۷۸۔ غالب کا شعری لہجہ، ابوالکلام قاسمی، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۷۹۔ غالب کا مطلع سرِ دیوان، قاضی افضال حسین، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۸۰۔ نقدِ غالب اور جدید ذہن کا مسئلہ، نقد ونظر علی گڑھ، قاضی جمال حسین، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۸۱۔ کلامِ غالب کا لسانیاتی تجزیہ، شان الحق حقی، نقد ونظر علی گڑھ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

علی گڑھ سے وابستہ افراد کے رسائل میں شامل مضامین:

۱۔ غالب نظم، احمد علی شوق قدوائی، مشمولہ نوبت رائے نظر کا ادیب (رسالہ الہ آباد، ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۳ء) تعارف وانتخاب۔

۲۔ مرزا غالب دہلوی- پیارے لال شاکر، عابد رضا بیدار، مشمولہ نوبت رائے نظر کا ادیب۔

۳۔ مرزا غالب دہلوی-ایڈیٹر پیارے لال شاکر، 〃 〃

۴۔ غالب کے تین خط، خلیق انجم، مشمولہ غالب کی نادر تحریریں، معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۲۲ء۔

۵۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، رسالہ ندی، گیا (پٹنہ)، بہار نمبر، ۱۹۲۵ء۔

۶۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، مشمولہ ہمایوں، مارچ ۱۹۳۲ء۔

۷۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، تذکرہ مخزن شعراء انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۳۳ء۔

۸۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، اورنگ آباد، جنوری ۱۹۳۴ء۔

۹۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، سہ ماہی ہندوستانی، الہ آباد، جنوری ۱۹۳۴ء۔

۱۰۔ خطوطِ غالب، آل احمد سرور، مشمولہ ہمارا ادب (نثر)، سری رام مہرا اینڈ کو آگرہ، ۱۹۴۶ء۔

۱۱۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، اورینٹل کالج میگزین لاہور، فروری ۱۹۴۷ء۔

۱۲۔ رختِ سفر، وارث کرمانی، آج کل فروری ۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، ۱۹۵۲ء۔

۱۴۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، مشمولہ نگار لکھنؤ، ۱۹۵۱ء۔

۱۵۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، مشمولہ، نگار لکھنؤ، جون ۱۹۵۲ء۔

۱۶۔ غالب کا قیام آگرہ اور تذکرۂ سرور، خواجہ احمد فاروقی، آج کل، فروری ۱۹۵۲ء۔

۱۷۔ غالب اور آزردہ، خواجہ احمد فاروقی، آج کل، فروری ۱۹۵۲ء۔

۱۸۔ شذرات، اردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ دوم)، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد دوم، شمارہ ۲، ۳۔

۱۹۔ غالب کی کہانی خود ان کی زبانی، مرتبہ عتیق صدیقی، آج کل، دہلی، فروری ۱۹۵۲ء۔

۲۰۔ اُردو غزل اور غالب، شجاع احمد زیبا، مجلّہ برگِ گل، اُردو کالج، کراچی۔

۲۱۔ غالب کا ذہنی ارتقا، آلِ احمد سرور، روحِ ادب، ۱۹۵۴ء۔

۲۲۔ غالب کی نادر تحریریں (غالب کے تین خط)، خلیق انجم، آج کل، دہلی، اپریل ۱۹۵۴ء۔

۲۳۔ غالب کی شاعری کے بنیادی عناصر، اُسلوب احمد انصاری، سال نامہ، ادبِ لطیف، ۱۹۵۵ء۔

۲۴۔ مرزا غالب کے چند غیر مطبوعہ اشعار، متعارفہ مختار الدین، رسالہ ایشیا، میرٹھ، ۱۹۴۰ء، ہمایوں، لاہور، جنوری ۱۹۴۱ء

۲۵۔ مرزا غالب کا کچھ نایاب کلام، متعارفہ مختار الدین، ادبی دنیا لاہور، سالنامہ ۱۹۴۱ء۔

۲۶۔ اُردو شاعری میں غالب کی اہمیت، آفتاب احمد، مشمولہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۲۷۔ غالب کی وفات معاصر اخباروں میں، خواجہ احمد فاروقی، اُردو ادب، ستمبر ۱۹۵۶ء۔

۲۸۔ غالب کے چند نایاب خطوط، مختار الدین، نگار، لکھنؤ، جولائی ۱۹۵۲ء، آج کل دہلی، اگست ۱۹۵۲ء، مشرب کراچی، مقالات نمبر، ۱۹۵۷ء۔

۲۹۔ کچھ غالب کے بارے میں، فرخ جلالی، مجلّہ آج کل، فروری ۱۹۶۱ء۔

۳۰۔ حالی اور غالب، نور الحسن ہاشمی، سید احتشام حسین رضوی (مرتبین)، مشمولہ ماہنامہ فروغ اُردو، لکھنؤ، حالی نمبر، حصہ دوم، فروغ اُردو لکھنؤ، جون ۱۹۵۹ء، شمارہ ۲ جلد ۶۔

۳۱۔ کتابیں جو زندہ ہیں 'دیوانِ غالب'، آل احمد سرور، ماہنامہ پاسبان دسمبر ۱۹۶۱ء، ص ۳۹۔

۳۲۔ غالب (مضمون)، ڈاکٹر محمد یٰسین، صبح، شمارہ ۲، ۳، ۴، ۱۹۶۲ء۔

۳۳۔ نذرِ غالب (غزل)، مجروح سلطان پوری، جائزہ، کراچی، فروری ۱۹۶۲ء۔

۳۴۔ غالب معاصرین کی نظر میں، محمد عتیق صدیقی، اُردو ادب، ۱۹۶۲ء۔

۳۵۔ رشکِ عرفی وفخر غالب مُرد، محمد عتیق صدیقی، ماہ نو، کراچی، فروری ۱۹۶۳ء۔

۳۶۔ علی گڑھ، غالب اور ثلاثہ غسالہ تعقل تعشق اور تصوف، مصطفیٰ، ہماری زبان، ۲۲ جنوری ۱۹۶۴ء۔

۳۷۔ ڈاکٹر یوسف حسین اور غالب، سعید احمد، مجلّہ راوی، لاہور، ۱۹۵۳ء۔

۳۸۔ غالب کا غم، قاضی عبدالستار، افکار (غالب نمبر)، مدیر صہبا لکھنوی، مکتبہ افکار کراچی، شمارہ ۱۷۵، ۱۷۴، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۳۹۔ دیوانِ غالب اور غزل، مجنوں گورکھ پوری، افکار غالب نمبر، مدیر صہبا لکھنوی، مکتبہ افکار کراچی، شمارہ ۱۷۵، ۱۷۶، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۴۰۔ غالب کا ذہنی ارتقا، آل احمد سرور، روزنامہ انجام، کراچی، فروری ۱۹۶۶ء۔

۴۱۔ غالب کی عظمت، آل احمد سرور، افکار کراچی، غالب نمبر، فروری مارچ، ۱۹۶۶ء۔

۴۲۔ غالب کی عشقیہ شاعری، ڈاکٹر راہی معصوم رضا، افکار کراچی غالب نمبر، فروری مارچ ۱۹۶۶ء۔

۴۳۔ جشنِ غالب، خواجہ احمد فاروقی، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، ۱۹۶۷ء۔

۴۴۔ غالب وفانی، ظہیر احمد صدیقی، آج کل، نئی دہلی، جلد ۲۶، شمارہ ۷، فروری ۱۹۶۸ء۔

۴۵۔ غالب کا تصورِ غم، ڈاکٹر محمد حسن، مجلّہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، ۱۹۶۸ء۔

۴۶۔ دھوپ چھاؤں کا شاعر، ڈاکٹر محمد حسن، نیا دور، لکھنؤ، دسمبر ۱۹۶۸ء۔

۴۷۔ دیوانِ غالب اور غزل، مجنوں گورکھ پوری، اعتمادیہ (بیادِ غالب حصہ اول) مرتبہ محمد قاسم صدیقی، اجمیری گیٹ دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔

۴۸۔ غالب کی انفرادیت، ڈاکٹر میمونہ انصاری، الزبیر، سرپرست محمد ضیاء الدین خان، اُردو اکیڈمی، بہاولپور، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۹ء۔

۴۹۔ ہیں خواب میں ہنوز، عتیق احمد صدیقی، فکرنو (غالب نمبر) نگران تنویر احمد علوی، اُردو میگزین، دلّی، ۱۹۶۹ء۔

۵۰۔ مرزا غالب اندازِ گفتگو، عتیق احمد صدیقی، شمع حیات (غالب نمبر) مدیر عظمت اللہ خاں، دلی کالج، دلّی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔

۵۱۔ غالب کا ایک شعر (مضمون)، ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، مشمولہ فروغِ اردو، لکھنؤ، فروری ۱۹۶۹ء (غالب نمبر)۔
۵۲۔ غالب کی عشقیہ شاعری، ڈاکٹر راہی معصوم رضا، الزبیر سہ ماہی، سرپرست محمد ضیاء الدین خاں، اُردو اکیڈی بہاولپور، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۹ء۔
۵۳۔ محاسنِ کلامِ غالب، عبدالرحمٰن بجنوری، افکار (غالب نمبر) مدیر صہبا لکھنوی، مشہور آفسٹ پریس، کراچی، شمارہ ۲۱۱-۲۱۰، فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔
۵۴۔ غالب، پروفیسر ممتاز حسین، مشمولہ العلم کراچی، غالب نمبر، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی، ۱۹۶۹ء۔
۵۵۔ غالب اور شعورِ حیات، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، صحیفہ (غالب نمبر جلد دوم)، رائٹرز اکیڈمی لاہور، سنتالیسواں شمارہ، اپریل ۱۹۶۹ء۔
۵۶۔ مرزا نوشہ، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، اعتادیہ (بیادِ غالب، حصہ اول) مرتبہ: محمد قاسم صدیقی، اجمیری گیٹ، دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔
۵۷۔ غالب دانشوروں کی نظر میں، ذہن غالب کا فانوسِ خیال، تنویر احمد علوی، اُردو ڈائجسٹ، غالب نمبر، نئی دہلی، مارچ ۱۹۶۹ء۔
۵۸۔ کہتے ہیں جس کو عشق، تنویر احمد علوی، فکرِ نو (غالب نمبر)، نگراں تنویر احمد علوی، اُردو میگزین، دلّی، ۱۹۶۹ء۔
۵۹۔ غالب اور جدید کلاسیکی غزل، قمر رئیس، اردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ دوم) مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، فروری ۱۹۶۹ء۔
۶۰۔ غالب کے پسندیدہ اوزان، مغیث الدین فریدی، اردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔
۶۱۔ مغیث الدین فریدی، تضمین، فروغ اُردو، غالب نمبر، مرتبین: محمد حسین علوی، سید انصار حسین رضوی، ادارہ فروغ اُردو، لکھنؤ، جلد ۱۵، شمارہ ۷-۸، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔
۶۲۔ فارسی غزل اور غالب، پروفیسر ضیا احمد بدایونی، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم)، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔
۶۳۔ غالب کی عظمت، خواجہ غلام السیدین، اُردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ سوم)، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۹ء۔
۶۴۔ غالب کا تصورِ غم، محمد حسن، الزبیر سہ ماہی، اُردو اکیڈمی، بہاولپور، شمارہ ۱۵، ۱۹۶۹ء۔
۶۵۔ رو میں ہے رخشِ عمر، ڈاکٹر محمد حسن، شمع حیات (غالب نمبر) مدیر عظمت اللہ خاں، دلی کالج دلّی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔
۶۶۔ غالب نئی داخلیت کی آواز، محمد حسن، مشمولہ مجلّہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، غالب نمبر، فروری ۱۹۶۹ء۔

۶۷۔ کلامِ غالب کے صوتی آہنگ کا ایک پہلو،مسعود حسین خان،آج کل،فروری ۱۹۶۹ء۔

۶۸۔ غالب اپنے دور سے آگے،کاظم علی خاں،نیا دور (غالب نمبر)،ایڈیٹر:خورشید احمد،اتر پردیش لکھنؤ،جلد ۲۴،شمارہ ۱۱،۱۲، فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔

۶۹۔ حیاتِ غالب ایک مطالعہ،انصاراللہ،اُردوادب وسہ ماہی،غالب نمبر،شمارہ ۱،۱۹۶۹ء۔

۷۰۔ غالب کے ہاں تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی، ڈاکٹر یوسف حسین خان، ماہ نو (غالب کی صد سالہ برسی پر خصوصی اشاعت)،مدیر:شان الحق حقی،مطبوعات پاکستان،کراچی،جلد ۲۲،فروری ۱۹۶۹ء۔

۷۱۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا، رشید احمد صدیقی، افکار (غالب نمبر) مدیر صہبا لکھنوی،مشہور آفسٹ پریس، کراچی، شمارہ ۲۱۱-۲۱۰،فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔

۷۲۔ غالب کی طنز وظرافت، رشید احمد صدیقی، العلم سہ ماہی (غالب نمبر) ایجوکیشنل کانفرنس،کراچی،جنوری مارچ اپریل تا جون ۱۹۶۹ء۔

۷۳۔ غالب ایک شان ایک قدر،آمنہ خاتون (علیگ)،ادبِ لطیف،لاہور،جلد ۶۹،شمارہ ۱۱، ۶۹ - ۱۹۶۸ء۔

۷۴۔ ایک سیمینار (حیاتِ غالب)،عابد رضا بیدار،علم وفن (غالب نمبر)،مکتبہ علم وفن،دہلی،جلد ۳،شمارہ ۴،اپریل ۱۹۶۹ء۔

۷۵۔ غالب کی شخصیت اورفن،وارث کرمانی،مشمولہ العلم کراچی،غالب نمبر،اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ،کراچی،۱۹۶۹ء۔

۷۶۔ غالب کی شاعری،مولانا حسرت موہانی،العلم سہ ماہی (غالب نمبر)،ایجوکیشنل کانفرنس کراچی،جنوی تا مارچ،اپریل تا جون ۱۹۶۹ء۔

۷۷۔ ابرِ گہر بار کا ایک پہلو،اُسلوب احمد انصاری،صحیفہ (غالب نمبر حصہ اول)،مجلس ترقی ادب، لاہور، چھیالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔

۷۸۔ غالب کی عظمت،آل احمد سرور،اُردو سہ ماہی (غالب نمبر) شمارہ ۱،۱۹۶۹ء۔

۷۹۔ غالب اور جدید ذہن،آل احمد سرور،مشمولہ مسرت سے بصیرت تک،مکتبہ جامع،نئی دہلی،۱۹۷۴ء۔

۸۰۔ غالب کی عظمت،مشمولہ مسرت سے بصیرت تک،مکتبہ جامع،نئی دہلی،۱۹۷۴ء۔

۸۱۔ پورے غالب،مشمولہ مسرت سے بصیرت تک،مکتبہ جامع،نئی دہلی،۱۹۷۴ء۔

۸۲۔ غالب کا تنقیدی شعور،آل احمد سرور،العلم (غالب نمبر)،ایجوکیشنل کانفرنس،کراچی،جنوری تا مارچ،اپریل تا جون ۱۹۶۹ء۔

۸۳۔ غالب کی شخصیت،آل احمد سرور،الزبیر سہ ماہی،اُردو اکیڈمی،بہاولپور،شمارہ ۱۵،۱۹۶۹ء۔

۸۴۔ غالب کا ذہنی ارتقا، آل احمد سرور، نگار پاکستان (غالب نمبر)، نگار پاکستان، کراچی، جنوری فروری ۱۹۶۹ء۔
۸۵۔ اُردو شعر و ادب میں غالب کا مقام، خواجہ احمد فاروقی، اعتمادیہ (بیادِ غالب- حصہ اول) مرتبہ محمد قاسم صدیقی، اجمیری گیٹ دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔
۸۶۔ غالب اور فانی کی فکر کا موازنہ، ظہیر احمد صدیقی، ہفت روزہ میگزین امروز، کراچی، ۱۹۶۹ء۔
۸۷۔ غالب کی فارسی شاعری، ظہیر احمد صدیقی، فروغِ اُردو لکھنؤ، غالب نمبر، ۱۹۶۹ء۔
۸۸۔ غالب ایک ایرانی کی نظر میں، کبیر احمد جائسی، اُردو سہ ماہی (غالب نمبر) شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔
۸۹۔ غالب کی فارسی غزل گوئی، کبیر احمد جائسی، قومی زبان، کراچی، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد ۴۷، شمارہ ۲، ۱۹۷۷ء۔
۹۰۔ غالب کا ایک کارٹونسٹ، احمد جمال پاشا، مشمولہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، غالب نمبر ۱۵، ۱۹۶۹ء۔
۹۱۔ غالب کی تفہیم، ڈاکٹر عابد رضا بیدار، صحیفہ (غالب نمبر، جلد چہارم) مرتب ڈاکٹر وحید قریشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، انچاسواں شمارہ، اکتوبر ۱۹۶۹ء۔
۹۲۔ غالب کا تصورِ عشق، حمیدہ سلطان، مشمولہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء (غالب نمبر)
۹۳۔ سلسلہ غالب، اکبر علی خاں (علیگ)، صحیفہ (غالب نمبر، جلد چہارم) مرتب ڈاکٹر وحید قریشی، مجلس ترقی ادب، لاہور، چھیالیسواں شمارہ، جنوری ۱۹۶۹ء۔
۹۴۔ کچھ غالب کے بارے میں، اکبر علی خاں، فروغِ اُردو (غالب نمبر) مرتبین: محمد حسین علوی، محمد انصار حسین رضوی، ادارہ فروغِ اُردو، لکھنؤ، جلد ۱۵، شمارہ ۷-۸، ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء۔
۹۵۔ غالب، ذاکر حسین، آج کل دہلی، اپریل ۱۹۶۹ء۔
۹۶۔ غالب کی قصیدہ نگاری، بشیر بدر، اُردو ادب سہ ماہی (غالب نمبر) شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔
۹۷۔ غالب اور اُردو غزل، جلیل قدوائی، العلم سہ ماہی (غالب نمبر) ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ایڈیٹر الطاف علی بریلوی، جنوری تا مارچ، اپریل تا جون، ۱۹۶۹ء۔
۹۸۔ غالب کی اُردو غزل، جلیل قدوائی، سورج لاہور، خصوصی شمارہ، غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، ۲۰۰۳ء۔
۹۹۔ غالب کا الحاقی کلام- ایک داستان، جلیل قدوائی، اُردو سہ ماہی (شمارہ خصوصی بیادِ غالب، حصہ اول) جلد ۴۵، جنوری فروری مارچ ۱۹۶۹ء۔

۱۰۰۔ غالب کی شخصیت اور فن، ڈاکٹر وارث کرمانی، غالب صدی میگزین، مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، غالب صدی تقریبات، لکھنؤ، ۱۹۷۰ء۔

۱۰۱۔ غالب فکر وفن، محمود الٰہی زخمی، شعبۂ اُردو گورکھ پور یونیورسٹی، نامی پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۰ء۔

۱۰۲۔ غالب کا سماجی شعور، سلطان صدیقی، صحیفہ، شمارہ ۵۴، جنوری ۱۹۷۱ء۔

۱۰۳۔ غالب کی شخصیت اور شاعری، رشید احمد صدیقی، قومی زبان، بانی مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد ۳۷، شمارہ ۲، فروری ۱۹۷۱ء۔

۱۰۴۔ غالب کی شاعری، ادارہ، پروفیسر رشید احمد صدیقی، مشمولہ نیا دور، کراچی، پاکستان کلچر سوسائٹی، کراچی، شمارہ ۵۵، ۵۶، ۱۹۷۱ء۔

۱۰۵۔ سلطان صدیقی، غالب کا مخصوص تصورِ غم، ماہِ نو، مدیر فضل قدیر، ادارہ مطبوعات، کراچی، جلد ۲۴، شمارہ ۲، فروری ۱۹۷۱ء۔

۱۰۶۔ غالب اپنے فارسی کلام کی روشنی میں، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱، شمارہ نمبر ۳،۴، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۷۱ء۔

۱۰۷۔ غالب اور سید احمد خان، ڈاکٹر یوسف حسین خان، تحریک (غالب نمبر)، دریا گنج، دہلی، جلد ۲۲، شمارہ ۷، ۱۹۷۴ء۔

۱۰۸۔ غالب کا نثری اُسلوب، محمد حسن، آج کل، نئی دہلی، فروری ۱۹۷۴ء۔

۱۰۹۔ سوویت یونین میں غالب کا مطالعہ، قمر رئیس، آج کل، نئی دہلی، جلد ۳۲، شمارہ ۷، فروری ۱۹۷۴ء۔

۱۱۰۔ خطوطِ غالب اور مولانا حالی، کاظم علی خان، ہماری زبان، دہلی، ۱۵ جنوری ۱۹۷۵ء۔

۱۱۱۔ قصائد نادر پر غالب کا دیباچہ، کاظم علی خان، ہماری زبان، دلّی، یکم ستمبر ۱۹۷۹ء۔

۱۱۲۔ غالب اور مرزا رجب علی بیگ سرور، کاظم علی خان، ہماری زبان، دلّی، ۸ ستمبر ۱۹۸۰ء۔

۱۱۳۔ غالب اور طالب، ڈاکٹر آصفہ زمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، ۱۹۸۱ء۔

۱۱۴۔ مولانا صہبائی کا انتخاب دواوین، ظہیر احمد صدیقی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، ۱۹۸۱ء۔

۱۱۵۔ غالب نقادِ سخن کی حیثیت سے، مشمولہ غالب نامہ، نذیر احمد، جلد ۲، شمارہ ۱، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جنوری ۱۹۸۱ء۔

۱۱۶۔ غالب کا شخصی اُسلوب، تنویر احمد علوی، // //

۱۱۷۔ غالب ایک آفاقی شاعر، پروفیسر ممتاز حسین، /// //

۱۱۸۔ غالب اور عہدِ غالب، ڈاکٹر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، دلّی، جلد ۲، شمارہ ۲، ۱۹۸۱ء۔

۱۱۹۔ کلامِ غالب کا ایک پہلو، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، دلّی، جلد ۲، شمارہ ۱، ۱۹۸۱ء۔

۱۲۰۔ غالب کے نکتہ چیں۔نظم طباطبائی، مسعود حسین خان، مشمولہ غالب نامہ، دتی، جلد۲، شمارہ۲، ۱۹۸۱ء۔

۱۲۱۔ غالب کی چند فارسی نظموں کا مطالعہ، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ غالب نامہ، دتی، جلد۲، شمارہ۲، ۱۹۸۱ء۔

۱۲۲۔ غالب کی ایک غزل، مشمولہ آج کل، دہلی، ۱۶دسمبر۱۹۸۲ء، آواز، دتی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۳۔ غالب کی دلی، خلیق احمد نظامی، مشمولہ غالب نامہ، دتی، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۴۔ غالب کی ردیف بندی، پروفیسر عتیق احمد صدیقی، مشمولہ غالب نامہ، دتی، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۵۔ تیغ تیز پر ایک نظر، غالب نامہ، دتی، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۶۔ غالب کی شاعری میں استعارے کا عمل، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۷۔ انتخاب غالب پر ایک نظر، کاظم علی خاں، نیا دور لکھنؤ، اپریل ۱۹۸۲ء۔

۱۲۸۔ رنگا رنگ بزم آرائیاں، ڈاکٹر خلیق انجم، مشمولہ غالب نامہ، جلد۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۲ء۔

۱۲۹۔ غالب شخصیت اور شاعری، باقر مہدی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۱۳۰۔ غالب کا تصورِ ابلاغ، ڈاکٹر ابنِ فرید، ماہنامہ اوراق، لاہور، جلد۱۸، شمارہ ۵، ۶ مئی جون ۱۹۸۳ء۔

۱۳۱۔ معراج نامہ غالب، آزرمیدخت، مشمولہ غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۱۳۲۔ تصویر شعراء، کاظم علی خان، غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۱۳۳۔ عندلیب گلشن نا آفریدہ، علی سردار جعفری، مشمولہ غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۱، ۱۹۸۳ء۔

۱۳۴۔ میر درد اور غالب، ڈاکٹر وحید اختر، ماہنامہ اوراق، لاہور، جلد۱۱۱، شمارہ ۵-۶ مئی، جون ۱۹۸۳ء۔

۱۳۵۔ خواجہ میر درد اور غالب، ڈاکٹر وحید اختر، مشمولہ غالب نامہ، جلد۴، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۳ء۔

۱۳۶۔ مرزا غالب کی بازیافت اُن کے آبائی وطن میں، پروفیسر قمر رئیس، مشمولہ غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۱۳۷۔ غالب اور جدید ذہن، ڈاکٹر وارث کرمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۴ء۔

۱۳۸۔ غالب کی خطوط نگاری، محمود الٰہی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۶، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۵ء۔

۱۳۹۔ غالب کا ایک شعر، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد۷، شمارہ۱، جنوری ۱۹۸۶ء۔

۱۴۰۔ غالب اور ذوق کا موازنہ، ممتاز حسین، مشمولہ غالب نامہ، جلد۷، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۶ء۔

۱۴۱۔ غالب اور تشکیک، باقر مہدی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۸، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۷ء۔

۱۴۲۔ غالب کا تصورِ حیات، پروفیسر محمد حسن، جلد۸، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۷ء۔

۱۴۳۔ غالب کے دو شعر، شان الحق حقی، غالب، کراچی، شمارہ۱-۲، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۷ء، جنوری تا جون ۱۹۸۸ء۔

۱۴۴۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا، رشید احمد صدیقی، فاران ماہنامہ، بانی ماہر القادری، گلشن اقبال، کراچی، جلد ۳۸، شمارہ ۵، ۶، فروری تا مارچ ۱۹۸۷ء۔

۱۴۵۔ مثنوی چراغ دیر، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۸ء۔

۱۴۶۔ حالی اور نقدِ غالب، آل احمد سرور، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۸ء۔

۱۴۷۔ حسرت موہانی کی شرح دیوانِ غالب پر مختصر تبصرہ، عابد رضا بیدار، مشمولہ نوبت رائے نظر کا ادیب، ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۳ء رسائل کے دفینوں سے اُردو ادب کی بازیافت، تعارف وانتخاب، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۸۸ء۔

۱۴۸۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں بحیثیت نقادِ غالب، مسعود حسین خان، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۸ء۔

۱۴۹۔ غالب شناسی اور مولانا حسرت موہانی، کاظم علی خاں، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۹، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء۔

۱۵۰۔ بجنوری بحیثیت نقادِ غالب، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۸۹ء۔

۱۵۱۔ دیوانِ غالب بخطِ غالب، لطیف الزماں خاں، روداد اشاعت، ماہنامہ طلوعِ افکار، آرام باغ، کراچی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۸۹ء۔

۱۵۲۔ غالب کے دو شعر، شان الحق حقی، طلوع افکار، کراچی، جلد ۲۰، شمارہ ۹، ستمبر ۱۹۸۹ء۔

۱۵۳۔ خطوطِ غالب کی اہمیت وافادیت، کاظم علی خاں، قسط اول، آج کل، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء۔

۱۵۴۔ غالب اور محمد حسین آزاد، کاظم علی خاں، غالب نامہ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۹ء۔

۱۵۵۔ غالب کے دو اور شعر، شان الحق حقی، غالب شش ماہی، کراچی، مرتبین: مختار زمن، مشفق خواجہ، ادارہ یادگارِ غالب، جنوری تا دسمبر ۱۹۸۹ء۔

۱۵۶۔ غالب کے دو شعر، شان الحق حقی، غالب ششماہی، کراچی، شمارہ ۶ تا ۱۰، ۱۹۹۲ء۔

۱۵۷۔ غالب کے دو شعر، شان الحق حقی، غالب سہ ماہی جریدہ، کراچی، مدیر اعلیٰ فیض احمد فیض، ناظم آباد، کراچی، جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری تا مارچ ۱۹۷۵ء۔

۱۵۸۔ غالب کے دو اور شعر، شان الحق حقی، غالب سہ ماہی جریدہ، کراچی، جلد ۱، شمارہ ۳، جولائی تا دسمبر ۱۹۷۵ء۔

۱۵۹۔ غالب کے انگریزی تراجم، پروفیسر آل احمد سرور، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۱، شمارہ ۱، ۱۹۹۰ء۔

۱۶۰۔ مکاتیبِ غالب مرتبہ مولانا عرشی ایک جائزہ، کاظم علی خان، نیا دور، لکھنؤ، نومبر دسمبر ۱۹۹۰ء۔

۱۶۱۔ کنز المطالب شرح دیوانِ غالب، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۱ء۔

۱۶۲۔ غالب کا فارسی کلام اور نشاۃ الثانیہ، آزری دُخت صفوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔

۱۶۳۔ غالب اور نشاۃ الثانیہ، پروفیسر ممتاز حسین، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔
۱۶۴۔ غالب کی فارسی غزل، سید حامد، اُردو ادب سہ ماہی (غالب نمبر)، شمارہ۱، ۱۹۹۱ء۔
۱۶۵۔ ہندوستانی نشاۃ الثانیہ اور غالب، پروفیسر آل احمد سرور، مشمولہ غالب نمبر، جلد۱۲، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔
۱۶۶۔ عہدِ غالب میں ہندوستان کی نشاۃ ثانیہ، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۱ء۔
۱۶۷۔ خطوطِ غالب میں طنز و مزاح، خلیق انجم، اُردو ادب سہ ماہی (غالب نمبر)، ایڈیٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو ہند، نئی دہلی، شمارہ۱-۲، ۱۹۹۱ء۔
۱۶۸۔ غالب کے فارسی قصائد کا مطالعہ لسانی نقطۂ نظر سے، نذیر احمد، اُردو ادب سہ ماہی (غالب نمبر) ایڈیٹر خلیق انجم، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، شمارہ۱، ۲، ۱۹۹۱ء۔
۱۶۹۔ غالب کی ایک غزل، شان الحق حقی، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد۶۳، شمارہ۲، ۱۹۹۱ء۔
۱۷۰۔ ہندوستانی نشاۃ ثانیہ کا نقیب غالب اسطور یا حقیقت، پروفیسر وحید اختر، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۲، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۱ء
۱۷۱۔ غالب کی ایک غزل، شان الحق حقی، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد۶۳، شمارہ۲، ۱۹۹۲ء۔
۱۷۲۔ غالب کے ایک قریبی معاصر، نذیر احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۲ء۔
۱۷۳۔ غالب اور لکھنؤ، ڈاکٹر آصفہ زمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۱۷۴۔ عہدِ غالب کی فکری صورتِ حال، عتیق احمد صدیقی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۳، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۲ء۔
۱۷۵۔ غالب کی ایہام گوئی، شان الحق حقی، ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد۶۵، شمارہ۵، فروری ۱۹۹۳ء۔
۱۷۶۔ غالب استفہام کی شاعری، اُسلوب احمد انصاری، یادگار نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، دلی، ۱۹۹۴ء۔
۱۷۷۔ غالب کے خطوط میں اظہارِ ذات کا مسئلہ، ابوالکلام قاسمی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔
۱۷۸۔ غالب کے فارسی کلام میں عہدِ غالب کے بعض فکری اور سماجی مسائل، آزرمیدخت صفوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۴ء۔
۱۷۹۔ ابر گہر بار کی ادبی قدر و قیمت، ڈاکٹر آصفہ زمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔
۱۸۰۔ غالب کے ایک شعر کی چار تلمیحات، نذیر احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔
۱۸۱۔ غالب کا ایک شعر، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۱، ۱۹۹۴ء۔
۱۸۲۔ غالب پر فارسی شاعری کے اثرات، پروفیسر وارث کرمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۵، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۴ء۔
۱۸۳۔ غالب کے شعر میں ایک دلچسپ تلمیح، نذیر احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۵ء۔

۱۸۴۔ غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۵ء۔

۱۸۵۔ غالب کی شخصیت، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۵ء۔

۱۸۶۔ عہدِ غالب کی نثر میں حقیقت پسندی کے عناصر، پروفیسر قمر رئیس، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۶، شمارہ۲، جولائی ۱۹۹۵ء۔

۱۸۷۔ غالب کی حیات معاشقہ، مسعود حسین خان، اُردو ادب، دلی، شمارہ۴، ۱۹۹۶ء۔

۱۸۸۔ غالب کی شاعری کے انگریزی تراجم، آل احمد سرور، سورج، لاہور، تدوین تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل، مئی ۱۹۹۶ء۔

۱۸۹۔ ایران اور نقدِ غالب، آزرمیدوخت صفوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۰۔ ہنس راج رہبر اور مرزا غالب، قمر رئیس، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۱۔ بجنوری بحیثیت نقادِ غالب، اُسلوب احمد انصاری، قومی زبان، بانی مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد۶۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۲۔ غالب کے دو شعر، شان الحق حقی، سہ ماہی غالب، کراچی، شمارہ۶-۱۰، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۳۔ ساز اودھی میں نغمۂ غالب-ایک جائزہ، ڈاکٹر آصفہ زمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۴۔ رنگا رنگ بزم آرائیاں، خلیق انجم، سورج، لاہور، تدوین تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل ۱۹۹۶ء۔

۱۹۵۔ غالب کے ہاں تشکیک، اُسلوب احمد انصاری، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۶۔ غالب اور غالب کی آفرینی، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۷۔ لطیف الزماں خاں کا ایک خط، سورج، لاہور، تدوین تسلیم احمد تصور، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، اپریل مئی ۱۹۹۶ء۔

۱۹۸۔ غالب کے پیش رو نظیری و بیدل وغیرہ، پروفیسر وارث کرمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۷، شمارہ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۹۹۔ غالب کی اُردو املا کی خصوصیات، خلیق انجم، اُردو ادب، ماہنامہ (دوسوسالہ سالگرہ غالب نمبر) اُردو ادب، لندن، جلد۵، شمارہ ۷، ۸، ۹، جولائی اگست ستمبر ۱۹۹۷ء۔

۲۰۰۔ غالب کے کلام میں صوتی (ڈائی نے مک) تصورات، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، اُردو ادب، لندن، ۱۹۹۷ء۔

۲۰۱۔ کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو، عابد رضا بیدار، اُردو ادب، لندن، ۱۹۹۷ء۔

۲۰۲۔ غالب کی شوخ بیانی، رشید احمد صدیقی، اُردو ادب، لندن، ۱۹۹۷ء۔

۲۰۳۔ غالب کی ایک غزل، شان الحق حقی، اُردو ادب، لندن، ۱۹۹۷ء۔

۲۰۴۔ نظامی بدایونی اور مرزا غالب، م۔ندیم علیگ، ہماری زبان، دلّی، یکم جنوری ۱۹۹۷ء۔
۲۰۵۔ غالب، سرسید احمد، اُردو ادب، لندن، ۱۹۹۷ء۔
۲۰۶۔ غالب اور سیکولرازم، ڈاکٹر آصفہ زمانی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء۔
۲۰۷۔ غالب کی شعری ترجیحات، قاضی افضال حسین، جامعہ، مدیر شمیم حنفی، دریا گنج، دہلی، جلد ۹۵، شمارہ ۱، ۲، ۳، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔
۲۰۸۔ غالب کی فارسی شاعری اور ہمارے سو سال، ظفر احمد صدیقی، جامعہ، دہلی، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔
۲۰۹۔ کچھ غالب نویسی کے بارے میں، ڈاکٹر محمد حسن، ذہنِ جدید سہ ماہی، ترتیب زبیر رضوی، ذاکر نگر، دلّی، جلد ۸، شمارہ ۲۷، دسمبر فروری ۱۹۹۸ء۔
۲۱۰۔ غالب کی فکری وشعری جہتیں، لطیف الزماں خاں، مسلک (غالب نمبر) سرپرست طاہر تونسوی، کالج آف ایجوکیشن، ملتان، ۱۹۹۸ء۔
۲۱۱۔ قرن سیزدھم میں ایران کا اہم نثری رجحان اور غالب کی فارسی نثر، آزرمیدخت صفوی، جامعہ، دہلی، جنوری فروری ۱۹۹۸ء۔
۲۱۲۔ غالب کی غزل میں نئی جہتیں، پروفیسر محمد حسن، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۹ء۔
۲۱۳۔ غالب کے اُردو دیوان کا دیباچہ، پروفیسر نذیر احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۹ء۔
۲۱۴۔ خطوطِ غالب میں زبان وادب کے مسائل، پروفیسر محمود الٰہی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۹ء۔
۲۱۵۔ سائنسی سچائیوں کا بھی آئینہ ہے غالب کی شاعری، پروفیسر اطہر صدیقی، قومی آواز لکھنؤ ہفتہ وار ضمیمہ، ۲۱ مارچ ۱۹۹۹ء۔
۲۱۶۔ غالب کا تصورِ غم، ساجدہ زیدی، مجلّہ آج کل، دلّی، جون ۱۹۹۹ء۔
۲۱۷۔ غالب اور علی گڑھ، اصغر عباس، آج کل، جلد ۷۵، شمارہ ۷، فروری ۱۹۹۹ء۔
۲۱۸۔ غالب کی ایک دلچسپ تلمیح اور اس کا تاریخی پس منظر، پروفیسر نذیر احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۹ء۔
۲۱۹۔ مثنوی ابر گہر بار کے چند اہم پہلو، آزرمیدخت صفوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۰، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۹ء۔
۲۲۰۔ غالب کا شعری لہجہ، ابوالکلام قاسمی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲، شمارہ ۱، جولائی ۱۹۹۹ء۔
۲۲۱۔ غالب کی فارسی خطوط نگاری پنج آہنگ کی روشنی میں، آزرمیدوخت صفوی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۳ء۔
۲۲۲۔ مکاتیب غالب اور عہد غالب کی معاشرت، پروفیسر قمر رئیس، مشمولہ غالب نامہ، جلد ۲۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۳ء۔
۲۲۳۔ غالب نما خنجر سخن، عابد رضا بیدار، تفہیم غالب،
۲۲۴۔ فخر عرفی ورشک غالب مُرد، اسد اللہ خاں غالب مُرد، میر مہدی مجروح، پہلی جلد، ایڈیٹر محمد عتیق صدیقی۔

۲۲۵۔ غالب، مجنوں گورکھ پوری، سیپ، کراچی، شمارہ ۱۲، سن ندارد۔

۲۲۶۔ غالبیہ سے چند نوادر، اکبر علی خان،

۲۲۷۔ خطبۂ اختتامیہ یوم غالب، ذاکر حسین خان، اردوئے معلیٰ (غالب نمبر حصہ دوم) دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد دوم، شمارہ ۲، ۳۔

۲۲۸۔ غالب کا غیر مطبوعہ شعر، متعارفہ جوہر محمد علی، بحوالہ: نقوش، لاہور، آپ بیتی حصہ اول، صفحہ ۸۰۷۔

۲۲۹۔ جانِ غالب، بیگم حمیدہ سلطان احمد، مشمولہ غالب نامہ، جلد ا، شمارہ ۳-۴، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔

۲۳۰۔ ذکر غالب ۱۸۶۲ء کے اودھ مضامین، عتیق صدیقی، مشمولہ غالب نامہ، جلد ا، شمارہ ۳-۴، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ چودھری محمد افضل، ''فنِ تنقید اور تنقیدیں''، مکتبہ عالیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۱۰ تا ۱۲۔

۲۔ زاہدہ زیدی، ''غالب کی شاعری کی ہمہ گیر معنویت کے چند پہلو اُردو غزل کے آئینے میں''، غالب نامہ، دہلی، جلد ۱۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۲۵۔

۳۔ آل احمد سرور، ''حالی اور نقدِ غالب''، غالب نامہ، دہلی، جلد ۹، شمارہ ۲، جولائی ۱۹۸۸ء، ص ۹۔

۴۔ محمد قاسم صدیقی، ''پہلا غالب پرست''، سورج ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۳۔

۵۔ پروفیسر مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد ۱۰، شمارہ ۱۰، جنوری ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۵۔

۶۔ چودھری محمد افضل خاں، ''مبادیاتِ تنقید''، مکتبہ عالیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۵۔

۷۔ مولانا حالی، ''یادگارِ غالب''، دائرہ ادبیہ لکھنؤ، ۱۹۲۴ء، ص ۱۲۷۔

۸۔ پروفیسر مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، غالب نامہ ۱۹۸۹ء، ص ۱۳۰-۱۳۹۔

۹۔ // // // ص ۱۱۵۔

۱۰۔ محمد قاسم صدیقی، ''پہلا غالب پرست''، مشمولہ سورج، ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۳۔

۱۱۔ پروفیسر مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، ص ۱۲۵۔

۱۲۔ // // ص ۱۲۶۔

۱۳۔ خلیل الرحمٰن اعظمی، ''غالب اور عصرِ جدید''، مشمولہ نقدِ غالب مرتبہ مختار الدین، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء، ص ۲۶۶۔

۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''غالب، جدید ذہن اور آل احمد سرور''، فکر ونظر، سرور نمبر، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۔

۱۵۔ مولانا حالی، ''یادگارِ غالب''، شیخ مبارک علی، لاہور، ۱۹۳۰ء، بالترتیب ص ۴۴، ۵۴، ۷۱، ۷۸، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۵۔

۱۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''غالب، جدید ذہن اور آل احمد سرور''، مشمولہ فکر ونظر، سرور نمبر، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷۔

۱۷۔ پروفیسر مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، ص ۱۲۸۔

۱۸۔ // // ص ۱۳۴۔

۱۹۔ تلامذۂ غالب، مقالہ کاظم علی خان، غالب اور علی گڑھ۔

۲۰۔ کالی داس گپتا رضا، پیش لفظ، دیوانِ غالب عکسی (مطبوعہ ۱۸۴۱ء)، ول پبلی کیشنز، بمبئی ۱۹۸۶ء، ص ز۔

۲۱۔ i۔سر سید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، مرتبہ خلیق انجم، جلد دوم، اُردو اکادمی، دلّی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۴۔
ii۔فرمان فتح پوری، ''غالب کا اولین تعارف نگار''، سورج، جلد ۲۵، ۱۹۶۶ء، ص ۱۶۲۔

۲۲۔ // // ص ۱۶۲۔

۲۳۔ رشید احمد صدیقی، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب نکتہ داں، دانیال، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۔

۲۴۔ دیوانِ غالب عکسی، دیباچہ کالی داس گپتا رضا، مطبوعہ ۱۸۴۱ء، ول پبلی کیشنز، بمبئی ۱۹۸۶ء۔

۲۵۔ تلامذۂ غالب، مالک رام، مرکز تصنیف وتالیف نکودر، ۱۹۵۷ء، ص ۲۵۳۔

۲۶۔ عبدالقوی دسنوی، ''مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین''، جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۱۲۸۔

۲۷۔ شیخ محمد اکرام، ''آثارِ غالب''، ص ۱۸۷۔

۲۸۔ محمد قاسم صدیقی، ''پہلا غالب پرست''، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، ۲۰۰۳ء، ۳۱۳۔

۲۹۔ پروفیسر مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، ص ۱۳۱۔

۳۰۔ // // ص ۱۳۲۔

۳۱۔ مولانا حالی، ''یادگارِ غالب''، ص ۴-۵۔

۳۲۔ // // ص ۵-۶۔

۳۳۔ مختار حسین ترابی، ''حالی اور نقدِ غالب''، ص ۱۳۲-۱۳۳۔

۳۴۔ // // ص ۱۳۳۔

۳۵۔ پروفیسر اُسلوب احمد انصاری، ''بجنوری بحیثیت نقادِ غالب''، ص ۱۱۔

۳۶۔ صحیفہ، غالب نمبر، حصہ چہارم، اکتوبر ۱۹۶۹ء، ص ۶۹۔

۳۷۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، ''غالب کے نقاد''، صحیفہ، لاہور، غالب نمبر، حصہ چہارم، اکتوبر ۱۹۶۹ء، ص ۷۰۔

۳۸۔ ''باقیات بجنوری''، مرتبہ محمد فاتح فرخ، تعارف، ص ب۔

۳۹۔ ''تنقید کے بنیادی مسائل''، مرتبہ پروفیسر آل احمد سرور، ص ۲۶۳۔

۴۰۔ // // ص ۲۶۵۔

۴۱۔ // // ص ۱۳۶۔

۴۲۔ مولانا حالی، ''یادگارِ غالب'' (حصہ اُردو) بہ تصحیح وترتیب مالک رام، ص ۱۴۶۔

۴۳۔ عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر، ''محاسنِ کلامِ غالب''، بار چہارم مئی ۱۹۵۲ء، ص ۱۶۔

۴۴۔ عبدالقوی دسنوی، ''مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین کا رویہ''، ص۱۳۶۔

۴۵۔ شیخ محمد اکرام، ''آثارِ غالب''، ص۱۸۷۔

۴۶۔ خورشید الاسلام، ''تنقید کے بنیادی مسائل''، مرتبہ آل احمد سرور، ص۲۵۳، ۲۶۹۔

۴۷۔ وارث علوی، ''غالب کی شاعری سے متعلق ہمارا تنقیدی رویہ''، مشمولہ عرفانِ غالب، مرتبہ آل احمد سرور، ص۱۸۲۔

۴۸۔ عبدالقوی دسنوی، ''مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین کا رویہ''، ص۱۳۸۔

۴۸۔ // // // ص۱۴۲۔

۴۹۔ ''باقیاتِ بجنوری''، مرتبہ محمد فاتح فرخ تعارف، ص ب۔

۵۰۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اُردو تنقید میں ڈاکٹر بجنوری کے دو حوالے''، قومی زبان، جلد۷۴، شمارہ۲، ۲۰۰۲ء، ۱۶-۱۷۔

۵۱۔ عبدالقوی دسنوی، ''مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین''، ص۱۴۲-۱۴۳۔

۵۲۔ عبدالحق، پروفیسر، ''تفہیم غالب آزادی کے بعد''، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۹، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۸ء، ص۵۵-۵۶۔

۵۳۔ عبدالقوی دسنوی، ''مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین''، ص۱۴۲۔

۵۴۔ رشید احمد صدیقی، ''باقیاتِ بجنوری''، مرتبہ محمد فاتح فرخ، ص ب۔

۵۵۔ وارث علوی، ''غالب کی شاعری سے متعلق ہمارا تنقیدی رویہ''، عرفانِ غالب، مرتبہ پروفیسر آل احمد سرور، ص۱۸۲۔

۵۶۔ عبدالحق، پروفیسر، ''تفہیم غالب آزادی کے بعد''، مشمولہ غالب نامہ، ۵۹۔

۵۷۔ محمد حسن، ڈاکٹر، ''غالب کے چند اہم نقاد''، مشمولہ ''احوال ونقدِ غالب''، مرتبہ پروفیسر محمد حیات خان سیال، نذر سنز، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص۸۱۸۔

۵۸۔ محمد یٰسین، ''مجنوں گورکھ پوری''، فکر ونظر، نامورانِ علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مارچ ۱۹۹۱ء، ص۳۷۷۔

۵۹۔ // // // ص۳۷۹-۳۸۰۔

۶۰۔ // // // ص۳۸۲۔

۶۱۔ شمس بدایونی، ڈاکٹر، ''مجنوں گورکھ پوری اور نقدِ غالب''، غالب نامہ، جنوری ۱۹۹۸ء، ص۳۶۔

۶۲۔ // // // ص۳۸-۳۹۔

۶۳۔ // // // ص۳۹۔

۶۴۔ // // // ص۴۴۔

۶۵۔ // // // ص۴۷۔

۶۶۔ مجنوں گورکھ پوری، ''غالب شخص اور شاعر''، مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء، ص۲۷۔

۶۷۔ شمس بدایونی، ڈاکٹر، ''مجنوں گورکھ پوری اور نقدِ غالب''، ص۴۹۔

۶۸۔ // // // ص۵۱-۵۲۔

۶۹۔ مجنوں گورکھ پوری، ''غالب شخص اور شاعر''، ص۱۰۹۔

۷۰۔ محمد ضیاء الدین انصاری، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر یوسف حسین خان اور نقدِ غالب''، مشمولہ غالب نامہ، جلد۱۰، شمارہ۲، جولائی ۱۹۸۹ء، ص۱۷۶۔

۷۱۔ مقالہ ضیاء الدین انصاری، مقالہ صباح الدین عبدالرحمٰن۔

۷۲۔ ضیاء الدین، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر یوسف حسین خان اور نقدِ غالب''، ص۱۷۷۔

۷۳۔ صباح الدین، ''یوسف حسین خان اور غالب، مدح وقدح کی روشنی میں''، جلد اول، ۱۹۷۹ء، ص۲۲۷۔

۷۴۔ // // // ص۲۲۸۔

۷۵۔ // // // ص۲۲۹۔

۷۶۔ عبدالرحمٰن بجنوری، ''محاسنِ کلامِ غالب''، ۲۰۰۱ء، ص۱۔

۷۷۔ یوسف حسین خان، ''غالب اور آہنگ غالب''، ۱۹۶۸ء، ص۲۹۵۔

۷۸۔ ضیاء الدین، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر یوسف حسین خان اور نقدِ غالب''، ص۲۰۱۔

۷۹۔ // //

۸۰۔ احوالِ غالب، طبع ۱۹۸۶ء، ص۴، مقالہ کاظم علی خان، غالب اور علی گڑھ، ص۳۶۷۔

۸۱۔ کاظم علی خان، ''غالب اور علی گڑھ''، غالب نامہ، ۱۹۹۶ء، ص۳۶۷۔

۸۲۔ فکر ونظر سرور نمبر، مقالہ پروفیسر آل احمد سرور اور علی گڑھ، سلطان احمد، سرور صاحب کے خط کا عکس جس میں انہوں نے اپنے قلم سے اپنے مختصر حالاتِ زندگی قلم بند کیے ہیں۔ ص۳۵۴-۳۵۳۔

۸۳۔ سلطان احمد، ''پروفیسر آل احمد سرور اور علی گڑھ''، فکر ونظر، سرور نمبر، ۲۰۰۳ء، ص۵۳۔

۸۴۔ // // // ص۵۳۔

۸۵۔ i۔// // // ، مدح وقدح کی روشنی میں (حصہ دوم)،
ii۔آل احمد سرور اور غالب، ۱۹۷۹ء، ص۱۷۲۔

۸۶۔ ''آل احمد سرور اور غالب''، مدح وقدح کی روشنی میں، ص۱۷۳۔

۸۷۔ // //

۸۸۔ یوسف حسین خان، ''غالب اورآہنگِ غالب''، دیباچہ ''نئے پرانے چراغ''، ۱۹۴۶۔

۸۹۔ // //

۹۰۔ آل احمد سرور اور غالب، مدح وقدح کی روشنی میں، مرتبہ، صباح الدین، ۱۹۷۹ء، ص ۱۸۰۔

۹۱۔ ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، ۱۹۷۹ء، ص ۱۸۵۔

۹۲۔ آل احمد سرور، ''غالب کا ذہنی ارتقا''، مشمولہ ''ادب اور نظریہ''، ۱۹۵۴ء، ص ۲۰۲۔

۹۳۔ // // //

۹۴۔ // // // ص ۱۱۱، ۱۱۵۔

۹۵۔ آل احمد سرور، پروفیسر، ''عرفانِ غالب'' (مرتبہ)، شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰-۱۱۔

۹۶۔ // // // ص ۱۵۔

۹۷۔ // // // ص ۲۵۶-۲۵۷۔

۹۸۔ خورشید الاسلام، ''غالب ابتدائی دَور''، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، ۱۹۷۵ء، دیباچہ۔

۹۹۔ ''غالب ابتدائی دور'' ۱۹۶۰ء، ص ۴۔

۱۰۰۔ خورشید الاسلام اور غالب، مدح وقدح کی روشنی میں، از صباح الدین، ص ۳۳۱۔

۱۰۱۔ خورشید الاسلام، ''غالب ابتدائی دور''، ۱۹۷۵ء، ص ۴۴۔

۱۰۲۔ نذیر احمد، پیش لفظ، ''نقش ہائے رنگ رنگ''، غالب اِنسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۳۔ اُسلوب احمد انصاری، پیش لفظ، ''نقشِ غالب''، غالب اکیڈمی، نئی دہلی، ۱۹۷۰ء۔

۱۰۴۔ اُسلوب احمد انصاری، ''نقشِ غالب''، ۱۹۷۰ء، ص ۷۵۔

۱۰۵۔ // // ص ۷۶، ۷۷۔

۱۰۶۔ اُسلوب احمد انصاری، ''غالب کا فن''، ۱۹۹۰ء، ص ۲۔

۱۰۷۔ // // ص ۲۔

۱۰۸۔ نذیر احمد، مقدمہ ''نقش ہائے رنگ رنگ''، غالب اِنسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۹۔ اُسلوب احمد انصاری، پیش لفظ، ''نقش ہائے رنگ رنگ''، ۱۹۹۸ء۔

۱۱۰۔ اُسلوب احمد انصاری، ''نقش ہائے رنگ رنگ''، ص ۲۵، ۲۶۔

۱۱۱۔ صباح الدین، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، رشید احمد صدیقی اور غالب، ۱۹۷۹ء، ص۲۹۹۔

۱۱۲۔ اُسلوب احمد انصاری، ''رشید احمد صدیقی کی تنقیدی تحریر''، غالب نامہ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد۱۹، شمارہ۱، جنوری ۱۹۹۸ء، ص۱۸۷۔

۱۱۳۔ // // // ص۲۵۰ تا۲۵۳۔

۱۱۴۔ // // // ص۲۵۴۔

۱۱۵۔ صباح الدین، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، رشید احمد صدیقی اور غالب، ص۲۸۰۔

۱۱۶۔ اُسلوب احمد انصاری، غالب نامہ، جلد۱۹، شمارہ۱، ۱۹۹۸ء، ص۱۸۷۔

۱۱۷۔ رشید احمد صدیقی، ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، غالب نکتہ داں، ۱۹۹۷ء۔

۱۱۸۔ صباح الدین، ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں''، رشید احمد صدیقی اور غالب، ص۱۸۔

۱۱۹۔ اُسلوب احمد انصاری، ''رشید احمد صدیقی کی تنقیدی تحریریں''، غالب نامہ، جلد۱۹، شمارہ۱، ۱۹۹۸ء، ص۱۸۷۔

۱۲۰۔ رشید احمد صدیقی، ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، مشمولہ غالب نکتہ داں، مرتب لطیف الزماں خاں، ۱۹۹۷ء، دانیال کراچی، ص۱۹۔

۱۲۱۔ // // // ص۱۸۔

۱۲۲۔ // // // ص۲۶۔

۱۲۳۔ رشید احمد صدیقی، ''احسن مارہروی مرحوم''، علی گڑھ میگزین، احسن نمبر، ص۲۰۸، ۲۰۹۔

۱۲۴۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا احسن مارہروی، مشمولہ فکر ونظر، ص۳۰۰ تا۳۰۱۔

۱۲۵۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا احسن مارہروی، مشمولہ فکر ونظر، ص۲۰۴ تا۲۰۵۔

۱۲۶۔ احسن مارہروی، ''رویو''، علی گڑھ میگزین، احسن نمبر، ص۶۳-۱۶۴۔

۱۲۷۔ خلیل الرحمٰن اعظمی، ''غالب اور عصر جدید''، مشمولہ نقدِ غالب مرتبہ مختار الدین، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۶ء۔

۱۲۸۔ // // // ص۲۶۷۔

۱۲۹۔ // // // ص۲۶۷۔

۱۳۰۔ صباح الدین، ''خلیل الرحمٰن اعظمی اور غالب''، مشمولہ ''غالب مدح وقدح کی روشنی میں، ص۳۰۳۔

۱۳۱۔ // // // ص۳۰۶۔

۱۳۲۔ ''نادر ذخیرۂ غالبیات''، فرح ذبیح، شعبۂ اُردو، زکریا یونیورسٹی، ملتان، ۲۰۰۳ء۔

تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کے ادبی جرائد کا مطالعہ

(الف) ادبی جرائد کی اہمیت وافادیت، برصغیر میں جریدہ نگاری کی ابتدا، آغاز وارتقاء اور روایت کا جائزہ

(ب) تفہیمِ غالب کے سلسلے میں جرائد کی اہمیت وافادیت

(ج) علی گڑھ میں ادبی جرائد کی روایت، علی گڑھ کے ادبی جرائد اور غالب اور علی گڑھ میں پہلا غالب نمبر

(د) غالب شناسی کی روایت میں علی گڑھ کے جرائد کا کردار، علی گڑھ میگزین، اردو ادب، فکر ونظر، نقد ونظر کا اجمالی جائزہ اور مکمل اشاریہ

اُردو زبان وادب کی ترویج وترقی میں ادبی جرائد نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ ادبی جرائد نہ صرف قارئین کی ذہنی وادبی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں بلکہ ان کو مثبت ذہنی وفکری آبیاری کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ ادبی جرائد کلاسیکی روایات کے پارکھ اور نئے رجحانات کا احوال منظرعام پر لانے کا سبب ہوتے ہیں۔ ادبی جرائد میں سماجی، معاشرتی، فکری اور تہذیبی موضوعات کو محفوظ کیا جاتا ہے جو قارئین کی ذہنی ضرورتوں کے عین مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اصلاح کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح ادبی جرائد جہاں کاملینِ فن کی فکری جولاں گاہ ہوتے ہیں وہاں ادب میں آنے والے نئے شہسواروں کی فکر کو جلا بخشنے، مناسب سمت عطا کرنے اور انہیں ادبی دنیا سے متعارف کرانے کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں۔

برصغیر میں جریدہ نگاری کی ابتدا اگرچہ انگریزی رسائل سے ہوئی تھی جو خاص تبلیغی مقاصد کے لیے لکھے گئے۔ اُردو جرائد نگاری کی روایت میں پہلا رسالہ خیرخواہِ ہند بتایا جاتا ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''اُردو کا پہلا ماہانہ رسالہ خیرخواہِ ہند ہے جو عیسائی مذہب کی تبلیغی ضرورتوں کے لیے مرزاپور سے پادری ایف۔جی برایت نے جاری کیا۔''[۱]

ڈاکٹر انور سدید کے بقول ہی اُردو میں پہلا ادبی رسالہ قران السعدین ہے جو دلّی کالج کے پرنسپل مسٹر اسپرنگر نے ۱۸۴۵ء میں جاری کیا۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ

> ''رسالہ 'قران السعدین' کے مقاصد تعلیمی تھے اس نے دلی کالج کے طلبا کے علمی وادبی ذوق کی تربیت کی، ان کے فکر ونظر کو تبدیل کرنے اور انگریزی حکومت کے بعض مخصوص مقاصد کو حاصل کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔''[۲]

ان رسائل کے ساتھ ساتھ 'گلدستوں' کی اشاعت بھی ادبی جریدہ نگاری کا ایک روشن پہلو ہے۔ اس قسم کا پہلا گلدستہ جاری کرنے کا سہرا مولوی کریم الدین پانی پتی کے سر ہے۔ یہ گلدستہ 'گلِ رعنا' کے نام سے شائع ہوا جو درحقیقت مولوی کریم الدین کے مکان پر منعقدہ مشاعروں میں پیش کیے جانے والے کلام پر مشتمل تھا۔ اس دَور میں اگرچہ اس طرح کے رسائل کی اشاعت کافی محدود تھی مگر اس کا حلقۂ اثر خاصا وسیع نظر آتا ہے اور ان رسائل نے عوام میں ادبی رسائل کی بھرپور دلچسپی پیدا کی۔

ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں کہ

''یہ کہنا درست ہے کہ اس دَور کے رسائل نے مستقبل کی ادبی صحافت کے لیے زرخیز زمین تیار کی اور ۱۸۵۷ء کے بعد جو ادبی رسائل منظرِ عام پر آنے ان کے برگ و بار اسی زمین سے پھوٹے۔'' [۳]

جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ علی گڑھ ایک وسیع تر علمی اور ادبی پس منظر کا حامل ایک تاریخی شہر ہے خاص طور پر اس کی علمی و ادبی فضا اسے ایک معتبر شہر کا درجہ دلاتی ہے۔ علی گڑھ میں علم و ادب کی شمع کو روشن کرنے میں جہاں اپنے عہد کے صاحبِ طرز اور کاملینِ فن مصنفین اور ماہرینِ تعلیم نے کوششیں کیں وہیں اس ترقی میں یہاں سے شائع ہونے والے ادبی جرائد کا کردار بھی نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ علی گڑھ کے علمی و ادبی جرائد میں سے تہذیب الاخلاق کو اولیت اور جامعیت کا اعزاز حاصل ہے۔ ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو شائع ہونے والے اس جریدے پر اگر چہ علمی خدمات کی چھاپ زیادہ ہے مگر ادبی طور پر بھی اس کی اہمیت سے قطعی انکار ممکن نہیں۔ سر سید احمد خان نے خود اس جریدے کی ادبی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اگر چہ ''تہذیب الاخلاق'' میں شائع ہونے والے ادب پر مقصدیت کی چھاپ نمایاں ہے مگر پھر بھی اس رسالے میں شائع ہونے والی تحریروں میں آنے والے ادب، ڈرامہ، ناول، انشائیہ، تاریخ، سوانح حتیٰ کہ فلسفہ تک کو متاثر کیا اور دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ادب کے پیمانے اور معیار متعین کیے۔ ساتھ ہی ساتھ ''تہذیب الاخلاق'' نے معاشرتی اصلاح اور اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے بھی بھرپور کوششیں کیں مگر پھر بھی اس جریدے پر ادب کی بجائے علم کا لیبل زیادہ لگ گیا کیونکہ تہذیب الاخلاق میں لکھنے والوں میں کئی اول درجے کے ادیب تو تھے لیکن وہ مصلح پہلے اور ادیب بعد میں تھے اور پھر اخلاقی، قومی اور اجتماعی اصلاح کے ساتھ ساتھ علمی رجحان اور علمی ترقی کے ذوق نے ادبیت کو کم کر دیا جس کے باعث اس رسالے کو ایک علمی رسالہ کہا گیا۔

علی گڑھ کی جریدہ نگاری کی تاریخ میں اہم سنگِ میل سید فضل الحسن حسرت موہانی کا جاری کردہ رسالہ ''اُردوئے معلّٰی'' ہے۔ اُردوئے معلّٰی پہلی دفعہ جولائی ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ حسرت موہانی چونکہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست دان بھی تھے اس لیے یہ رسالہ ان کے سیاسی تصورات کا نقیب ہونے کے علاوہ ان کے ادبی مزاج کا آئینہ دار بھی تھا اس پرچے میں مولانا کی سیاسی تنقید اور قدیم شعراء کے حالاتِ زندگی اور ان کے کلام کو بھی جگہ دی جاتی۔ قاضی عبدالودود اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''مجھے یاد نہیں کہ کس طرح حسرت موہانی کا رسالہ اُردوئے معلّٰی میں نے دیکھا اور اس کے کئی پرانے مجلدات منگوائے اور ان میں شعرائے اُردو سے متعلق جو مضامین تھے پڑھے۔'' [۴]

ادب کے حوالے سے اُردوئے معلیٰ کا زیادہ تر رجحان غالب اور تلامذۂ غالب کی طرف تھا اور ان کے حوالے سے مقالات بھی اس رسالے میں شائع ہوتے رہے مگر اُردو تنقید میں حق گوئی، بے باکی اور راست گوئی کی روایت کے فروغ کے لیے اس رسالے کی خدمات گراں قدر ہیں۔ یہ رسالہ سیاسی، ادبی، تاریخی اور تنقیدی معلومات کا خزینہ ہے۔

علی گڑھ میگزین علی گڑھ سے شائع ہونے والا ایک اور قابل فخر جریدہ ہے۔ اس میگزین کا اجراء ۵رمئی ۱۸۹۱ء کو انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے ضمیمہ کے طور پر ہوا۔ اس کا اولین نام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین تھا۔ بشیر بدر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۵رمئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ کی حیثیت سے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین کا اجراء ہوا، اُس وقت انگریزی اور اُردو کے حصے مشترک شائع ہوتے تھے اور مدیر اعلیٰ کالج کے پرنسپل تھیوڈر بیک تھے۔ (پروفیسر) شبلی نعمانی اُردو سیکشن کے ایڈیٹر تھے۔''[۵]

جب رشید احمد صدیقی اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے تو انہوں نے اِس کا نام اینگلو اورینٹل کالج میگزین کی بجائے علی گڑھ میگزین تجویز کیا تھا۔ رشید صاحب سے قبل اس کے ایڈیٹر اساتذہ ہوتے تھے بحیثیت طالب علم رشید صاحب علی گڑھ میگزین کے پہلے ایڈیٹر (۱۹۲۰ء-۱۹۲۲ء) تھے۔

مولانا شبلی نعمانی سے لے کر بشیر بدر تک مختلف اساتذۂ کرام اس کے مدیر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے جن میں رشید احمد صدیقی، خواجہ منظور حسین، آلِ احمد سرور، جاں نثار اختر، ابواللیث صدیقی، خلیل الرحمٰن اعظمی، ظہیر احمد صدیقی، قمر رئیس کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس رسالے میں اسد اللہ خاں غالب، علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی، فانی بدایونی، مجاز لکھنوی جیسے کاملین فن پر نمبر بھی شائع کیے۔ اس کے علاوہ طنز و مزاح نمبر، بھی اس کی خاص پہچان ہیں۔

۱۸۹۸ء تا ۱۹۶۹ء تک درج ذیل مدیران نے علی گڑھ میگزین کی ادارت سنبھالی۔

۱۸۹۸ء سے شبلی کے بعد حصہ اردو کی ادارت کا بار اس کے منیجر خواجہ محمد حسین اور نائب منیجر پر رہا۔ ۱۸۹۹ء ستمبر میں ایڈیٹر تھیوڈر بیک کا انتقال ہوگیا۔ میگزین شائع تو ہوتا رہا مگر اشاعت میں کوئی پابندی نہیں رہی۔ ۱۹۰۲ء میں ولایت حسین آنریری منیجر ہوئے۔ نام بدل کر ''علی گڑھ منتھلی'' ہوگیا۔ ۱۹۰۸ء میں پروفیسر محمد شفیع آنریری منیجر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں ڈی آکٹر لونی منیجر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء ہی میں اردو سیکشن کے اسسٹنٹ ایڈیٹر جلال الدین ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں مسٹر اے۔ ایف رحمٰن (پروفیسر) علی گڑھ منتھلی کے پبلشر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء کی اشاعت نومبر دسمبر میں رشید احمد صدیقی کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے بجائے پبلشر رحمٰن صاحب کے شائع ہوا۔ اس کے بعد سلسلہ یوں ہے:

پروفیسر رشید احمد صدیقی (۱۹۲۰ء-۱۹۲۲ء)، پروفیسر خواجہ منظور حسین (۱۹۲۲ء-۱۹۲۴ء)، اشفاق حسین بیخود (۱۹۲۵ء-۱۹۲۵ء)، بشیر احمد صدیقی (۱۹۲۵ء-۱۹۲۶ء)، پروفیسر عبدالباسط (۱۹۲۶ء-۱۹۲۷ء)، محمود الحسن صدیقی (۱۹۲۷ء-۱۹۲۸ء)، انیس الرحمٰن احمد رضوی (۱۹۲۸ء-۱۹۲۹ء)، محمد زکریا فیاضی (۱۹۲۹ء-۱۹۳۰ء)، حکیم ماجد حامدی (۱۹۳۰ء)، ممتاز احمد بسمل (۱۹۳۰ء-۱۹۳۱ء)، عبدالاحد خاں خلیل (۱۹۳۱ء-۱۹۳۲ء)، سید وحید اکبرآبادی (۱۹۳۲ء)، دلشاد نبی (۱۹۳۲ء-۱۹۳۳ء)، پروفیسر آل احمد سرور (۱۹۳۳ء-۱۹۳۴ء)، پروفیسر ظفر احمد صدیقی (۱۹۳۴ء-۱۹۳۵ء)، جاں نثار اختر (۱۹۳۵ء-۱۹۳۶ء)، محمد معین الدین دُروائی (۱۹۳۷ء)، پروفیسر ابواللیث صدیقی (۱۹۳۸ء-۱۹۳۹ء)، آفتاب احمد صحی رودلوی (۱۹۳۹ء)، سید محمد صادق صفوی، رشید احمد مودودی (۱۹۴۱ء)، سید بختیار حسن (۲-۱۹۴۱ء)، راز مراد آبادی (۱۹۴۳ء)، ملک حامد حسن (۱۹۴۴ء)، محمود فاروقی (۱۹۴۷ء)، پروفیسر مختار الدین احمد (۴۹-۱۹۴۸ء)، سید شبیہ الحسن نونہروی (۱۹۵۰ء)، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، اے۔کے آفتاب زبیری (۵۱-۱۹۵۲ء)، ظہیر احمد صدیقی (۱۹۵۳ء)، نسیم قریشی (۵۳-۱۹۵۴-۵۴-۱۹۵۵ء)، عبدالحفیظ صدیقی (۵۵-۱۹۵۶ء)، قمر رئیس (۱۹۵۷ء) انور صدیقی (۱۹۵۸ء)، حسن مثنیٰ انور (۱۹۵۹ء)، سید امین اشرف (۵۹، ۱۹۶۰ء-۶۰، ۱۹۶۱ء)، شہریار (۱۹۶۴ء)، محمد اسلم رضوی (۶۶-۱۹۶۷ء)، بشیر بدر (۶۸-۱۹۶۹ء) ☆۔

اسی طرح علی گڑھ میگزین ۱۹۰۲ء سے ۱۹۴۸ء تک مرزا غالب سے متعلق درج ذیل مضامین اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ''سالک (تلمیذ غالبؔ)''، حسرت موہانی، اپریل ۱۹۰۲ء (غالب کے شاگرد سالک کی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے)

۲۔ ''کلام و متعلق کلامِ غالبؔ''، سہا علیگ، مئی، جون ۱۹۲۱ء (کلام غالبؔ کی شرحوں سے بحث کی گئی ہے اور غالب کے چند اشعار کی شرح پیش کی گئی ہے۔

۳۔ ''حزیںؔ و غالب''، عبدالجلیل خاں، مارچ، اپریل ۱۹۲۳ء (شیخ علی حزیں اور مرزا غالب کے ہم معنی اشعار کا انتخاب)

۴۔ ''غالب کے دو شعر''، ابوالنظر رضوی، جنوری، فروری ۱۹۲۹ء (غالب کے مندرجہ ذیل دو اشعار کی تشریح: (۱) تنگی دل کا گلہ کیا؟ وہ کافر دل ہے کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا۔ (۲) قید حیات و بندغم اصل میں دونوں ایک ہیں۔ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں۔

۵۔ ''غالب اور اقبال''، اختر امام، مئی، جون، جولائی ۱۹۳۰ء۔

۶۔ ''غالب کے کلام پر ناقدانہ نظر''، ضیاء احمد بدایونی، اکتوبر ۱۹۳۳ء (غالب کے کلام پر چند اعتراضات کا جواب)

۷۔ ''تعبیرات غالب''، آفتاب احمد صدیقی صحی، دسمبر ۱۹۳۵ء (غالب کے چند اشعار کی تشریح)

۸۔ ''غالب''، آفتاب احمد صدیقی صحی، مارچ ۱۹۲۹ء (غالب کے کلام پر تبصرہ)

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، بشیر بدر، لیتھو کلر پرنٹرس، اچل تال علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۹۔ ''غالب کا مسلک''، جاں نثار اختر، مارچ ۱۹۴۱ء۔

۱۰۔ ''غالب کا اقبال پر لسانی اثر''، عبداللطیف، ۱۹۴۶ء۔

۱۱۔ ''غالب کی راست گفتاری''، قاضی عبدالودود، ۴۷-۱۹۴۸ء☆۔

''فکر و نظر'' علی گڑھ یونیورسٹی کا ایک علمی اور تحقیقی مجلّہ ہے۔ اس کا مقصد اُردو میں ایسے علمی، تحقیقی اور ادبی مضامین کی اشاعت کرنا ہے جن سے فکر و تحقیق کے نئے دریچے وا کیے جا سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس رسالے کے ذریعے سرسید تحریک کے اہم گوشوں کا جدید تحقیقات کی روشنی میں جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔ فکر و نظر کا عظیم کارنامہ ''ناموارانِ علی گڑھ'' کے عنوان سے نمبر ز شائع کیے ہے جس میں علی گڑھ سے وابستہ اہم ناموں اور شخصیات کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ علی گڑھ کے ممتاز محققین اور دانشوروں کی شخصیت اور تخلیقات کو منظرِ عام پر لانا بھی اس رسالے کا اہم منصب ہے۔

اس سلسلے میں ''فکر و نظر'' کے ناموارانِ علی گڑھ کے عنوان سے شائع ہونے والے درج ذیل تین نمبر اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ناموارانِ علی گڑھ، پہلا کارواں، مدیر: نورالحسن نقوی، جلد ۲۲، شمارہ ۱، ۲، ۳، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۸۵ء۔ جس میں ۲۴ ناموار شخصیات کا تعارف دیا گیا ہے جو کہ سرسید تحریک کے ہراوّل دستے میں شامل تھے۔ جس میں سرسید، محسن الملک، وقارالملک، علامہ شبلی نعمانی، خواجہ الطاف حسین حالی، شمس العلماء مولوی نذیر احمد، مولوی سمیع اللہ، مولوی ذکاءاللہ، مولوی چراغ علی جیسے کاملینِ فن کا تعارف شاملِ مجلّہ ہے۔

۲۔ ناموارانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں (جلد اوّل) مدیر: شہریار، جلد ۲۴، جنوری ۸۷ء تا جولائی ۱۹۸۸ء۔ جس میں ۵۰ ناموار شخصیات کا تعارف دیا گیا ہے۔ جن میں مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری، حسرت موہانی، ڈاکٹر ذاکر حسین، پروفیسر رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، مولانا احسن مارہروی، اقبال سہیل، خواجہ منظور حسین، مولانا ضیاء احمد بدایونی اور ڈاکٹر یوسف حسین خان اہمیت کے حامل ہیں۔

۳۔ ناموارانِ علی گڑھ، تیسرا کارواں (جلد دوم) مدیر: شہریار، مارچ ۱۹۹۱ء میں ۲۸ ناموار شخصیات کا تعارف دیا گیا ہے جس میں سجاد علی انصاری، رشید جہاں، خلیل الرحمٰن اعظمی، مجنوں گورکھپوری، پروفیسر محمد حبیب، پروفیسر سید بشیر الدین، اسرار الحق، مجاز، سعادت حسن منٹو جیسے کاملینِ فن کا تعارف دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا کاملینِ کے فکر و فن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو کہ معروف محققین اور ناقدین کے قلم سے ضبطِ تحریر میں آئی ہیں۔

☆ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: علی گڑھ میگزین (غالب نمبر)، بشیر بدر، لیتھوکر پرنٹرس، اچل تال، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

''ہماری زبان'' انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ کے تحت شائع ہونے والا ایک رسالہ ہے۔ اخبار نما یہ رسالہ یا میگزین ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اور اس کے ۱۵ر فروری ۱۹۶۹ء کے شمارے کو اگر چہ کہ غالب کے نام سے موصوم نہیں کیا گیا تھا لیکن یہ التزام خاص طور پر رکھا گیا کہ اس میں زیادہ تر حصہ غالب سے متعلق ہو۔ اس حوالے سے اس میں مختلف خبریں اور تبصرے شائع کیے گئے۔ علی گڑھ سے شائع ہونے والا یہ مجلّہ اب دہلی سے ڈاکٹر خلیق انجم کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ ''ہماری زبان'' علی گڑھ سے شائع ہونے والے شمارے میں ''خمسۂ غالب'' (۱۹۶۱ء)، ''غالب کی ایک غزل'' شان الحق حقی (۱۹۶۴ء)، ''غالب کا اُدھورا خط'' -فرخ جلالی (۱۹۶۷ء) سرِ دست ان کی نشاندہی ہوسکی ہے۔

متذکرہ بالا رسائل سے علی گڑھ میں جریدہ نگاری کی درخشندہ روایت کا پتہ چلتا ہے۔ انہی جرائد کی بدولت نہ صرف ادبی اقدار مستحکم ہوتی ہیں بلکہ اس سے بذاتِ خود علی گڑھ کے ادبی قد کاٹھ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اُردو ادب سہ ماہی اور ''نقد و نظر'' مرتب اُسلوب احمد انصاری، ایسے جرائد ہیں جو علی گڑھ سے شائع ہوتے رہے۔

مرزا غالب کا شمار اُردو ادب کے ان ناموراور خوش قسمت شعرا میں ہوتا ہے جن کی شخصیت اور فن پر بہت کچھ لکھا گیا ہے یہی نہیں تنقید و تحقیق کا لا متناہی سلسلہ اب بھی پورے ذوق و شوق اور جوش و خروش سے جاری و ساری ہے۔ شاید غالب کو خود بھی اس چیز کا ادراک نہ ہوگا کہ ان پر اتنا کچھ لکھا جائے گا۔ غالب پر مختلف پہلوؤں سے کام ہوتا رہا ہے۔ خاص طور پر اُن کے کلام شخصیت اور اُن کے خطوط کے حوالے سے بے پناہ مواد ملتا ہے۔ تفہیم غالب کی اس قابل قدر روایت سے غور و فکر کے نئے زاویے سامنے آئے ہیں اور غالبیات کا وسیع ذخیرہ وجود میں آچکا ہے جس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

تفہیم غالب کے سلسلے میں جہاں انفرادی سطح پر کاوشیں ملتی ہیں وہیں یہ مختلف جرائد و رسائل میں بھی غالبیات کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے میں بھر پور کردار ادا کیا ہے۔ ان جرائد میں نہ صرف مختلف قسم کے مضامین شائع ہوتے رہے بلکہ غالب نمبروں کی اشاعت سے غالب شناسی کی روایت کو بھر پور تقویت ملی ہے۔

جیسا کہ گذشتہ ابواب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ غالب پر اولین مضمون نیر ورخشاں نے ۱۸۴۶ء میں تقریظ کی صورت لکھا جو سر سید احمد خان کی کتاب ''آثار الصنادید'' میں شامل ہے جب کہ غالب کی وفات کے بعد ان پر پہلا مضمون ان کے عزیز شاگرد میر مہدی حسین مجروح نے لکھا جو کہ اکمل الاخبار دہلی میں ''فخرِ عرفی و رشکِ طالب مُرد، اسد اللہ خاں غالب مُرد'' کے عنوان سے ۷ا فروری ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ ملاحظہ فرمائیے

> ''غالب اور اصحاب 'اکمل الاخبار' کے مابین تعلق خاطر کے رشتے اور نتیجے میں غالب کے انتقال کے فوراً بعد چار شنبہ ۷ا فروری ۱۸۶۹ء کو جو پرچہ منصۂ شہود پر آیا اس میں پورے ایک صفحے پر دو کالم میں سیاہ حاشیے کے ساتھ غالب پر غالب کے انتہائی محبوب

شاگرد میر مہدی حسین مجروح کے قلم سے ایک تعزیتی مضمون شائع ہوا۔''[۶]

یہ مضمون ''اکمل الاخبار'' دہلی نمبر ۷، جلد نمبر ۴ کے صفحہ ۵۵ پر شائع ہوا ہے۔[۷]

رسائل کے حوالے سے غالب پر اولین مضمون کا انکشاف منشی بالگوبند ماتھر کے ایک ماہوار رسالے ''ذخیرۂ بالگوبند'' میں ہوتا ہے جو مارچ ۱۸۶۹ء کے پرچے میں شائع ہوا۔ سید مسعود حسن رضوی اس بات سے متفق ہیں کہ غالب پر کسی رسالے میں شائع ہونے والا اولین مضمون منشی بالگوبند ماتھر کا ہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''اس رسالے کے مارچ ۱۸۶۹ء کے پرچے میں مرزا غالب کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان ہے ''مرزا اسد اللہ خاں متوفی المتخلص بہ غالب ونوشہ'' غالب کی وفات ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء کو واقع ہوئی اس سانحہ کے صرف چند روز بعد یہ مضمون لکھا گیا اور غالباً مرزا غالب کے حالات میں یہ پہلا مضمون تھا جو کسی رسالے میں شائع ہوا۔''[۸]

سر سید احمد خاں اور علی گڑھ کا باہمی تعلق کافی گہرا ہے۔ مطالعہ غالب کے فروغ کی پہلی اینٹ رکھنے کا اعزاز بھی خانوادۂ سر سید کے ہاتھ آتا ہے اور پھر سر سید احمد خان کے مرزا اسد اللہ خان کے ساتھ ذاتی مراسم بھی تھے۔ اگرچہ تذکروں میں مرزا اسد اللہ خاں غالب کے بارے میں لکھا گیا مگر آثار الصنادید کا چوتھا باب غالب اور سر سید کے درمیان دانش ورانہ رشتہ اُستوار کرنے کا سبب ٹھہرتا ہے۔ اس باب میں سر سید احمد خان نے ایک نثری قصیدہ مرزا غالب کی شان میں لکھا جو کہ اس دَور کے مذاقِ سخن کے عین مطابق تھا۔ ڈاکٹر اصغر عباس لکھتے ہیں کہ

''آثار الصنادید کی اشاعت سے پہلے بھی بعض تذکروں میں مرزا کا ذکر آیا ہے لیکن ان کا حال پہلی رات کے چاند جیسا تھا۔ آثار الصنادید کی اشاعت سے صرف یہی نہیں ہوا کہ ملک کے علمی حلقوں میں غالب کی شہرت اور اہمیت مستحکم ہوئی بلکہ بیرونِ ملک بھی غالب کا نام ہوا۔''[۹]

غالب اور سر سید احمد خاں مختلف مواقعوں پر ایک دوسرے سے ملتے رہے اور دونوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے اور پھر غالب کے حوالے سے اہمیت کی حامل یہ بات ٹھہرتی ہے کہ علی گڑھ تحریک کے پاس کوئی اور ایسا شخص نہیں تھا جس پر تحقیق وتنقید کے دروازے وا کیے جاسکیں اس لیے مرزا غالب علی گڑھ تحریک کے پاس واحد انتخاب تھے۔ ڈاکٹر اصغر عباس علی گڑھ میں غالب کی اسی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''سر سید کی رہنمائی میں طلبا کی ذہنی گہرائیوں میں جو خیالات وقوع پذیر ہو رہے تھے

انہیں مرزا کے کلام سے مدد ملی کہ ان کا کلام علی گڑھ کی نئی نسل کی ذہنی کیفیت کا عکاس تھا حالاں کہ اُس وقت سارے ہندوستان میں امیر و داغ کا طوطی بول رہا تھا لیکن علی گڑھ کالج میں جدید تعلیم اور سرسید کے اندازِ نظر کی بدولت غالب فہمی کی بنیادیں اُستوار ہو رہی تھیں۔'' [۱۰]

علی گڑھ میں جریدہ نگاری کے حوالے سے غالب پر لکھی گئی تحریروں کا انکشاف مولانا حسرت موہانی کے رسالے اُردوئے معلٰی سے ہوتا ہے جس میں ۱۹۰۳ء میں پہلی مرتبہ غالب پر مضمون شائع ہوا۔ جب یہ رسالہ نئی دہلی سے شائع ہوا تو خواجہ احمد فاروقی کی زیرِ ادارت اس کے تین غالب نمبروں کے پہلے حصے میں غالب کی چند فارسی تحریریں کلیاتِ نظم فارسی کا ایک قدیم نسخہ غالب شناسی اور غالب کے خطوط کے حوالے سے تحقیقی اور تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ چیک زبان میں دیوانِ غالب کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ حصہ دوم میں کل سترہ موضوعات ہیں جس میں دستنبو کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس حصہ میں غالب کے غیر مطبوعہ فارسی خطوط بھی شامل ہیں۔ حصہ سوم میں ۲۹ مضامین شامل ہیں جن میں غالب کے فن اور شخصیت پر بات کی گئی ہے۔

۱۹۴۹ء سے ۲۰۰۶ء تک کے علی گڑھ سے شائع ہونے والے غالب نمبروں کا جائزہ (سرِ دست جتنے شمارے دستیاب ہو سکے) ذیل میں تفصیل کے ساتھ دیا جا رہا ہے۔

(۱) علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) مدیر: مختارالدین احمد

جلد ۲۴، شمارہ ۲، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۴۹-۱۹۴۸ء

علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا علمی اور ادبی رسالہ ہے۔ اس رسالے نے مرزا غالب پر دو نمبر شائع کیے جس میں پہلا نمبر ۴۹-۱۹۴۸ء میں شائع ہوا جس کے مدیر مختارالدین احمد تھے۔ صدرِ شعبۂ اُردو، رشید احمد صدیقی اس مجلّے کے نگران تھے۔ اس میں مدیر کے شذرات کے علاوہ علامہ نیاز فتح پوری اور مولانا عبدالماجد دریابادی کے دو خطوط بھی مدیر کے نام شاملِ اشاعت ہیں۔ رسالے کے اختتام پر قاضی عبدالودود کا تحریر کردہ تبصرۂ فرہنگ غالب شامل ہے۔ مآثر غالب کے عنوان سے ایک ضمیمہ بھی اس رسالے کا اختتامی حصہ ہے۔ اس کے علاوہ غالب کی شخصیت، فن وغیرہ کے حوالے سے کل ۱۹ مقالات شامل ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

فہرست:

(۱) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا - رشید احمد صدیقی (۲) غالب کی عظمت - آل احمد سرور (۳) مرزا غالب - مالک رام (۴) غالب کی خاندانی پنشن - غلام رسول مہر (۵) غالب کا مقدمہ - غلام رسول مہر (۶) دہلی سوسائٹی اور مرزا غالب - ڈاکٹر

عبدالستار صدیقی (۷) غالب کا ایک فرضی استاد- قاضی عبدالودود (۸) امراؤ بیگم- پروفیسر حمید احمد خاں (۹) باقر علی خاں کامل- مس حمیدہ سلطان (۱۰) نوادرِ غالب- مختار الدین احمد (۱۱) غالب کی شعر گوئی- امتیاز علی عرشی (۱۲) لطائف غیبی اور غالب عبدالمجید سالک (۱۳) برہان قاطع کا قضیہ- مولوی مہیش پرشاد (۱۴) غالب کی شخصیت- پروفیسر شوکت سبزواری (۱۵) غالب کے خطوط- معنون احمد (۱۶) غالب کا الہام شعر و ادب- عبدالمالک آروی (۱۷) کیا غالب کا کلام الہامی ہے- مس شہناز ہاشمی (۱۸) غالب بحیثیت محقق- قاضی عبدالودود (۱۹) غالب کی عشقیہ شاعری- پروفیسر عبادت بریلوی

تجزیہ

''کوئی بتلاؤ کیا ہم بتلائیں کیا'' میں رشید احمد صدیقی نے سات صفحات میں غالب کی شخصیت اور فنی خوبیوں کو کمال انداز میں سمیٹا ہے۔ شاعری اور خطوط کے فنی محاسن اُجاگر کیے ہیں۔ رشید احمد صدیقی نے پہلی دو سطور میں ہی غالب سے قلبی لگاؤ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ'' کچھ لوگ جو اِس جہاں سے اُٹھ گئے ان میں سے کچھ کے لیے جی چاہتا ہے کہ کاش میں ان سے ملا ہوتا تو ان میں غالب ایک ہیں۔'' وہ کہتے ہیں کہ غالب محض شاعر نہیں بلکہ ایک عہد تھا جس نے ہندوستان کی پوری تاریخ اپنے فن میں رقم کر دی۔ چند جملے پورے مضمون میں غالب کی اہمیت کو سمیٹے ہوئے ہیں مثلاً رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ''مجھ سے اگر یہ پوچھا جائے کہ ہندوستان کو مغلیہ سلطنت نے کیا دیا تو میں بے تکلف
> یہ تین نام لوں گا۔ غالب، اردو اور تاج محل۔''

اس کے بعد غالب کی فارسیت، انشا پردازی کی خوبیاں، غالب کی مشکل پسندی، طنز و ظرافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غالب نے اپنی طبعی زندہ دلی سے غزل کے مایوس اور حُزنیہ لہجے کو پُر اُمید اور عزم آفریں بنایا۔

''غالب کی عظمت'' کے عنوان سے آل احمد سرور نے ساڑھے دس صفحوں میں غالب کے حالات، فن اور فن کا موازنہ بیدل، نظیری، فیضی کے فن سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غالب کے فن کی عظمت کا راز یہ ہے کہ ان کا شاعرانہ تخیل بلند اور خلاق تھا، اِسی لیے انہوں نے لفظوں کے ذریعے رنگین تصویریں بنائی اور فارسی تراکیب سے کم لفظوں میں بڑی سے بڑی تصاویر بنا کر فن کو زندگی سے مربوط کیا اور یہی بڑے شاعر کی خوبی ہے جو اُسے قد آور بناتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اگر غالب نہ ہوتے تو اقبال کیسے ہوتے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب کے آرٹ کی وجہ سے غزل حدیث دلبراں سے بڑھ کر حدیثِ زندگی بنتی ہے۔''

اِنہیں خوبیوں کے آئینے میں وہ غالب کو اردو میں پہلی بھرپور اور جاندار ادبی شخصیت کہتے ہیں۔

مالک رام نے اپنے مضمون ''مرزا غالب'' میں غالب کے حالات، عادات اور خصائل پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ مضمون ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں ہلکے پھلکے شگفتہ انداز میں غالب کی زندگی کو واقعات پر روشنی ڈالی ہے اس کا مطالعہ قاری نہایت

دلچسپی سے کرتے ہوئے غالب کے محاسنِ کلام اور زندگی کے کئی گوشوں سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔

غلام رسول مہر ''غالب کی خاندانی پنشن'' پر لکھ کر جو غلط فہمیاں فرحت اللہ بیگ کے مضمون سے پیدا ہونے کا خطرہ تھا اُنہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔

قاضی عبدالستار نے ''دہلی سوسائٹی اور مرزا غالب'' دہلی سوسائٹی اور اس کے رسالے پر معلوماتی مضمون ضبطِ تحریر میں لائے ہیں اور غالب کے تین نایاب اشعار کو بھی موضوع بنایا۔

قاضی عبدالودود نے ''غالب کا ایک فرضی استاد'' پر ۱۱ صفحات پر مشتمل پُر از معلوماتی مضمون لکھا ہے۔ غالب کے فرضی استاد ''ہرمزد ثم عبدالصمد'' سے متعلق تنقیدی نوعیت کا مضمون لکھا جس میں اس استاد کو حالات و واقعات کی روشنی میں فرضی استاد ثابت کر کے تشکک کے دروازے بند کر دیئے۔

پروفیسر حمید احمد خاں ''امراؤ بیگم'' کے عنوان سے سات صفحے کا مضمون ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جس میں مرزا غالب اور اُن کی زوجہ امراؤ بیگم کے ازدواجی تعلقات پر روشنی ڈالی جس میں یہ بتایا کہ میاں بیوی میں نوک جھونک ہوتی تھی مگر دونوں نے شرفاء کی طرح ایک دوسرے کا بھرم رکھا۔ ساتھ نبھایا جہاں تک ممکن ہوتا مرزا غالب بیوی کو ہر سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کرتے۔ حمید احمد خاں کا مضمون ''باقر علی خاں'' پر اُز معلوماتی مضمون رقم کیا ہے۔ مختار الدین احمد نے ''نوادر غالب'' کے عنوان سے نظم و نثر کی وہ تحریریں جمع کی ہیں جو دیوان یا نثر کے مجموعوں میں نہیں ہیں۔ اسی طرح امتیاز علی عرشی، عبدالمجید سالک، مہیش پرشاد، شوکت سبزواری، مفتون احمد عبدالمالک، شہناز ہاشمی، عبادت بریلوی نے بالترتیب غالب کے الہام لطائف غیبی کا مصنف، غالب کی فارسیت، کلام کی خوبیوں پر سیر حاصل مضامین لکھتے ہیں۔

(۲) علی گڑھ میگزین (غالب نمبر) مدیر: بشیر بدر

شمارہ ۱، ۲، لیتھو پریس، اَچل تال علی گڑھ، ۱۹۶۹ء

علی گڑھ میگزین کا دوسرا غالب نمبر ۱۹۶۹ء میں بشیر بدر کی زیرِ ادارت شائع ہوا، اس کے نگران پروفیسر آلِ احمد سُرور تھے اس شمارے میں مدیر کا تحریر کردہ ابتدائیہ ''ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے'' کے عنوان سے شامل ہے۔ آخری دو صفحات پر اس شمارے میں لکھنے والوں کا تعارف شامل ہے۔ اس کے علاوہ کل مضامین کی تعداد ۲۷ ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

فہرست

(۱) ہر رنگ میں بہار کا ثبات چاہیے- ایڈیٹر بشیر بدر (۲) غالب اور جدید ذہن- پروفیسر آل احمد سرور (۳) غالب کے نانا- پروفیسر مسعود حسین خاں (۴) ایک عمر ناز شوخی عنوان اٹھایئے- خلیل الرحمٰن عظمی (۵) آثارِ غالب- مختار الدین احمد

(۶) غالب کے شعری اسلوب کا ایک پہلو- ڈاکٹر منظر عباس نقوی (۷) گنجینۂ معنی کے طلسم کی کلید- عتیق احمد صدیقی (۸) غالب کی شاعری کا پسِ منظر- ڈاکٹر وارث کرمانی (۹) دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک- افسر قریشی (۱۰) غالب کی شاعری اور مضامین رشک- بیگم افتخار احمد صدیقی (۱۱) غالب کی شاعری میں رنگ و روشنی کی تصویریں- ذکاالدین شایان (۱۲) غالب کی شاعری میں شخصی کش مکش- ابنِ فرید (۱۳) دستنبو پہ ایک نظر- کبیر احمد جائسی (۱۴) غالب استادِ فن اور ادبی رہنما- آفتاب احمد شمسی (۱۵) غالب اور حدیثِ غم- انجمن آرا انجم (۱۶) غالب کا نفسیاتی شعور- سعید احمد صدیقی (۱۷) غالب کا تصورِ محبوب- مرغوب حسین (۱۸) غالب اور بیگم غالب- اعجاز اختر (۱۹) تجھے ہم ولی سمجھتے- ریاض پنجابی (۲۰) غالب اور سرسید- فرخ جلالی (۲۱) غالب غم دیدہ- نور احمد (۲۲) کلام غالب فلسفہ اور تصوف- فریدہ خانم (۲۳) غالب کی مقبولیت کے اسباب- نسیم فاطمہ (۲۴) غالب شخصیت- امیر زہرا (۲۵) غالب کا استفہامیہ ذہن- بشیر بدر (۲۶) حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں- محمد ضیاء الدین انصاری (۲۷) علی گڑھ میگزین اور غالب- بشیر بدر۔

تجزیہ

میگزین کے ایڈیٹر بشیر بدر نے چھ صفحات پر مشتمل ابتدائیہ ''ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے'' کے عنوان سے شامل ہے جس میں اس غالب نمبر کی اہمیت اور اس میں لکھنے والوں کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس مجلے کا پہلا مضمون آل احمد سرور کا ''غالب اور جدید ذہن'' کے عنوان سے ہے یہ ۱۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں غالب کے چار ایسے اشعار کا ذکر کیا ہے جو نسخۂ حمیدیہ میں ہیں اور متداول دیوان میں نہیں ہیں۔ ان اشعار کے فنی محاسن کو واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی غالب کے دس بہترین اشعار کی نشاندہی کے لیے اردو کے ادیب شاعر اور سکالر سے فرمائش کی۔ یہ تجربہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ کئی نئے پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے جس کی تفصیل اس مضمون میں شامل ہے۔ غالب کی شاعری کی ارتقائی منازل کا سفر کیسے طے ہوا۔ ہر بات کرتے ہوئے غالب کی شاعری اور خطوط کی عظمت پر سیر حال بحث ہے۔ غالب کی شخصیت کے دو پہلوؤں کو یوں بیان کرتے ہیں۔

> ''غالب کی اردو شاعری اور غالب کے اردو خطوط، ایک بڑی بیدار شخصیت کے دو پہلو ہیں۔ شاعری میں غالب کی فکر کا وہ رقص نظر آتا ہے جو آنسوئے افلاک تک جا سکتی ہے۔ غالب کے خطوط میں وہ آدمی نظر آتا ہے جو اس فکر کی وجہ سے تنہائی محسوس کرتا ہے اور اس تنہائی کو دُور کرنے کے لیے اپنے گرد ایک انجمن بنالیتا ہے۔''

اس مجلّہ کا دوسرا مضمون ''غالب کے نانا'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب کے نانا خواجہ غلام حسین کُمیدان کی ثروت و امارت کا جائزہ لیا گیا۔

تیسرا مضمون خلیل الرحمٰن اعظمی کا ''یک عمر نازِ شوخیِ عنواں اُٹھائیے'' کے عنوان سے ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ

غالب نے درست کہا تھا۔ میری شاعری اسی شراب سے تعبیر ہے جس کا کوئی خریدار نہیں۔ خریداروں کے قحط کی وجہ سے یہ پرانی ہو جائے گی پھر اس کے جوہر کھلیں گے اس کا نشہ تیز ہو جائے گا اور قدر و قیمت بڑھے گی مثلاً

نازد دیوانم کہ سرمست سخن خواہد شدن
ایں مے از قحط خریداری کہن خواہد شدن

اس کے بعد دو سو ایسی کتب کے ناموں کی نشاندہی کی ہے جن کے عنوانات غالب کے مرہونِ منت ہیں۔ عنوان کے ساتھ نشاندہی کے لیے غالب کے وہ مکمل اشعار بھی دیئے گئے جن سے یہ عنوان حاصل کیے گئے تھے۔ مضمون لائق تحسین اور نہایت نہایت معلوماتی ہے۔

مختارالدین احمد کا مضمون ''آثار غالب'' تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں غالب کے فارسی مکتوب، تصاویر اور دوسرے نوادر مع عکس شامل کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر منظر عباس، عتیق صدیقی، وارث کرمانی، افسر قریشی صاحبہ، افتخار بیگم صدیقہ، ذکاء الدین شایاں، ابنِ فرید نے غالب کے فکر و فن پر بسیط مضامین لکھے ہیں جن میں غالب کے اُسلوب، تصورِ محبوب، تصورِ رشک، شخصیتی کش مکش اور شاعری کے پس منظر جیسے عنوانات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کبیر احمد جائسی کے مضمون ''دستنبو پر ایک نظر'' میں دستنبو کی تحریر کا محرک بیان کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ماہرانہ انداز میں تصویر کشی کر دی ہے۔ آفتاب شمسی کے ''غالب، استادِ فن اور ادبی رہنما کی حیثیت سے'' میں بتایا ہے کہ شعر کی اصلاح کے دوران کن اُصولوں کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں اصلاح کا طریقہ کیا ہے اور غالب کس طرح اصلاح دیا کرتے تھے۔ بڑا وقیع مضمون ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ انجمن آراء انجم نے ''غالب اور حدیثِ غم'' یہ مضمون تحریر کیا ہے جس میں میرؔ اور غالبؔ کا موازنہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ غالب، میرؔ کی طرح قنوطی نہیں رجائی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتی ہیں:

''وہ میرؔ کی طرح یاسیات کا شکار نہیں نہ فانیؔ کی طرح غمِ حیات کو متاعِ حیات سمجھنے کا قائل۔ اس کا لہجہ حزینہ بھی نہیں جو میرؔ اور فانیؔ کا ہے۔ اس کے علام کا سوز و گداز بھی میرؔ کے سوز و گداز سے مختلف ہے۔ اس میدان میں اس کا اپنا ایک مخصوص رنگ اور انداز ہے جس میں ان کی انفرادیت اور اس کی شخصیت کا بانکپن، ہزار شیوۂ ہائے حسن لیے ہوئے ہے۔''

سعید احمد صدیقی نے ''غالب کا نفسیاتی شعور'' پہ آٹھ صفحے کا مضمون لکھا جس میں شیکسپیئر اور غالب کا نظریۂ انسانی فطرت پر بات کرتے ہوئے وضاحت کی کہ شیکسپیئر کا مطالعہ عام انسانی فطرت کا مطالعہ ہے جبکہ غالب نے عام انسانی فطرت کے ساتھ ساتھ لاشعور کی گہرائیوں سے واقفیت کا اظہار کیا ہے۔

مرغوب حسن نے ''غالب کا تصورِ محبوب'' پر بات کی کہ فارسی غزل گوئی سے پہلے بھی محبوب کے خط وخال اور اعادات واطوار ملتے ہیں اسی طرح غالب کے ہاں محبوب کا رنگا رنگ تصور ملتا ہے۔ جس میں محبوب کے خط وخال، اُفتاد، گفتار، انداز واداء، ناز وغمزہ کے مختلف روپ ملتے ہیں۔

اعجاز اختر ''غالب اور بیگم غالب'' کے موضوع کو ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جس میں غالب کے خطوں کی روشنی میں اُن کی نجی زندگی کی وضاحت کی کہ غالب بیوی کو ''پاؤں کی بیڑی'' شادی کو ''دوامِ حبس'' پیدائش کو ''حوالات'' سے تعبیر کرتے اور ایک جگہ تو مزاحیہ انداز میں بیوی کو کہہ دیا۔ ''دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی بلا ہے'' ریاض پنجابی کا مضمون ''تجھے ہم ولی سمجھتے'' ہے جس میں مشرقی اور مغربی سوانح نگاروں کے درمیاں فرق کو واضح کیا کہ مشرقی سوانح نگاروں سے جانبداری سے کام لیتے ہیں جبکہ مغربی سوانح نگار غیر جانبداری سے کام لیتا ہے اور غالب کی بعض عادات کو تنقیدی نظر سے منعکس کیا ہے۔

فرخ جلالی نے ''سرسید اور غالب'' پر مضمون تحریر کیا ہے جس میں سرسید اور غالب کے مراسم پر روشنی ڈالی ہے کہ غالب اور سرسید کی عمروں کے ۲۰ سال کے تفاوت کو بیان کیا اور بتایا ہے غالب سرسید سے ۲۰ برس بڑے تھے۔ سرسید نے غالب کی تعریف ''آثار الصنادید'' میں کی ہے۔ سرسید نے غالب سے آئینِ اکبری کے لیے تقریظ کی فرمائش کی اور غالب کے انکار پر تبصرہ اور ۱۸۵۷ء کے حالات کا تذکرہ شاملِ مقالہ ہے۔

''غالبِ غم دیدہ نور احمد الدنی'' کا ۲۰ صفحات پر پھیلا مبسوط انداز میں لکھا بسیط مضمون بڑا معلوماتی ہے۔ غالب کا نظریۂ غم کی وضاحت کرتے ہوئے فرائیڈ، ارسطو کے نظریۂ غم سے موازنہ بھی کیا ہے۔

''کلامِ غالب میں فلسفۂ تصوف'' فریدہ خان کا مضمون ۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اُنہوں نے وضاحت کی ہے کہ عملاً غالب صوفی نہیں مگر مذہبیت کا احترام کرتے ہیں۔ غالب کا کلام دینی تصورات وافکار سے مستثنیٰ نہیں۔ ان کے ہاں دین کا احترام اور تمسخر رندی وشاہد بازی، عشقِ حقیقی او مجازی دونوں کا بیان ملتا ہے۔

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

نسیم فاطمہ نے غالب کی مقبولیت کے اسباب، امیر زہرہ نے غالب کی شخصیت، بشیر بدر نے غالب کا استفہامیہ ذہن، میں غالب کی شخصیت اور فن پر سیر حاصل وضاحتیں ملتی ہیں۔ ''غالب کا استفہامیہ ذہن'' میں بشیر بدر نے غالب کے اُسلوب واظہار کو سوالیہ انداز سے منسوب کیا جو کہ متجسس ذہن کی علامت ہے جس سے کیسے کیسے متنوع رنگوں کے Shades پھوٹتے ہیں۔

محمد ضیاء الدین انصاری نے ''حیاتِ غالب کی چند اہم تاریخیں'' کے عنوان سے ۱۷۹۷ سے ۱۸۶۹ء تک غالب کی ولادت، شادی، سفر اور تالیفات کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی صورت میں کاظم علی خان کی کتاب ''توقیتِ غالب'' انجمن ترقی اردو نئی

دہلی (۱۹۹۹ء) چھپ چکی ہے جو کہ ۱۴۲ صفحات پر مبنی ہے۔

آخر میں علی گڑھ میگزین میں غالب سے متعلق مضامین کا اشاریہ علی گڑھ کے مدیران کا تذکرہ، خصوصی شماروں کی تفصیل کے ساتھ شعروں کا انتخاب بھی شامل ہے۔

(۳) ''فکر ونظر'' (غالب نمبر) مدیر: پروفیسر آل احمد سرور

جلد ۹، شمارہ ۳، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایک اور سہ ماہی علمی اور ادبی مجلّہ ''فکر ونظر'' کے نام سے جاری ہوا جس نے ۱۹۶۹ء میں اپنا غالب نمبر شائع کیا اس میں کل ۹ مضامین شامل ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

فہرست:

(۱) اداریہ- پروفیسر آل احمد سرور (۲) غالب اپنے نفسیاتی پس منظر میں- ڈاکٹر معزز علی بیگ (۳) غالب کی فارسی غزل گوئی- جناب کبیر احمد جائسی (۴) مثنوی ابر گہر بار کا تنقیدی مطالعہ- ڈاکٹر سید وحید اشرف (۵) لکھنؤ کی شاعری پر غالب کا اثر- جناب رحم الہاشمی (۶) مرزا غالب کا بچپن- پروفیسر واقف مراد آبادی (۷) نسخہ حمیدیہ کا انتخاب- پروفیسر آل احمد سرور (۸) آبِ حیات میں مرزا غالب کے ذاتی حالات- ڈاکٹر محمد انصار اللہ (۹) پورے غالب- پروفیسر آل احمد سرور۔

تجزیہ:

مجلہ ''فکر ونظر'' کی ابتداء پروفیسر آل احمد سرور کے چار صفحات کے اداریے سے ہوتی ہے۔ پندرہ فروری ۱۹۶۹ء کو غالب کے انتقال کو سو سال پورے ہوئے غالب کی دفات کے بعد سے اُن کی اہمیت اور عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے آل احمد سرور فرماتے ہیں ''وہ واقعی 'عندلیب گلشن ناآفریدہ' تھے''۔ غالب نمبر کے سلسلے میں درپیش مشکلات اور اس نمبر کو غالب پر لکھے گئے وقیع مضامین سے مزیّن کرنے کی بابت معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ انگلستان، امریکہ، سوویت یونین میں غالب کی یاد میں اہم تقاریب اور سلسلۂ مضامین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

اس مجلّے کا پہلا مضمون ''غالب اپنے نفسیاتی پسِ منظر میں'' کے عنوان سے معزز علی بیگ ضبطِ تحریر میں لائے جو کہ تئیس ۲۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں غالب کی اُفتادِ طبع، مزاج، احساسات اور فکر وجذبات کے نفسیاتی پسِ منظر پہ روشنی ڈالی ہے۔ موصوف نے غالب کے بچپن، ماحول اور اس کے حالات پہ روشنی ڈالتے ہوئے غالب کے اندرون جذبات کو نفسیاتی پناہ گاہ کے نام سے موسوم کیا جس میں غالب ان حالات کے تفاوت سے گھبرا کر اس میں پناہ لیتے تھے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

''انہوں نے اپنے احساسات کی شدت اور اپنے یقین کی بنا پر اپنے اندرون میں ایک

ایسی دنیا بنالی جس میں وہ نفسیاتی طور پر پناہ لیا کرتے تھے۔غم و آلام سے تھک کر وہ
ذہنی اور جذباتی طور پر اس دنیا میں خود کو محدود کر دیتے تھے۔ یہ محویت ان تکلیف دہ
باتوں کا اِزالہ کردیتی جو عالمِ حقیقت میں ان کو پیش آتے تھے۔''

آخر میں معزز علی بیگ نے غالب کی متنوع عظیم شخصیت پہ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کی وفات کے سو سال بعد اُن کے تخیل کے نقوش کے تمام تر رنگوں کو تلاش کرنا ممکن سی بات ہے ''البتہ صرف ایک لمحہ کے لیے ہمیں ایک مانوس سی آواز اس اُفق سے پَرے کسی نامعلوم سمت کی وسعتوں میں گم ہوتی سنائی دیتی ہے۔

بوئے گل ، نالۂ دل ، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دوسرا مضمون ''غالب کی فارسی غزل گوئی'' کے عنوان سے کبیر احمد جائسی ضبطِ تحریر میں لائے ہیں۔ یہ مضمون ساڑھے نو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔جس میں فارسی غزل گوئی کی تاریخ پہ روشنی ڈالتے ہوئے غالب کی فارسی شاعری کے رنگوں کی قوس وقزح کو منعکس کیا ہے۔جس میں سعدی، حافظ، بیدل کی شاعری کے نمونے بھی شاملِ مقالہ ہیں۔غالب کی فارسی وار دو کلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غالب کی شاعری جن دو رنگ کلام سے مل کر بنی ہے اِن میں دماغی یا تخیلی رنگ بہت
گہرا ہے جو یقیناً بڑے دماغ ہی کی کاوش کا نتیجہ ہوسکتا ہے اسی لیے ہمارا خیال ہے کہ
غالب کی فارسی غزل ایسے بڑے دماغ کی کاوش کا نتیجہ ہے جو روز روز پیدا نہیں ہوتا۔''

تیسرا مضمون ''مثنوی ابرِ گہر بار کا تنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر وحید اشرف نے تحریر کیا ہے جس میں مرزا غالب کی قصیدہ نگاری کو انوری، خاقانی، نظامی، فردوسی کی قصیدہ گوئی ،غزل گوئی ،عمرِ خیام کی رباعیات کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کی کہ اِن کو صرف اسی رِزم گاہ میں مہارت تھی مگر غالب نے جس صف کو ہاتھ لگایا اس میں اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا''مثنوی ابرِ بار'' اگر مکمل ہوجاتی تو فارسی ادب میں ایک نئے باب کے اضافے کا سبب بنتی۔

چوتھا مضمون ''لکھنو کی شاعری پر غالب کا اثر'' جناب رحم علی الہاشمی ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جس میں انتزاع سلطنت مغلیہ کے بعد دلّی کے منتشر شیرازے کا تذکرہ کرتے ہوئے تین شاعروں ثاقبؔ،صفیؔ،عزیزؔ جیسے شاعروں پر غالب کے اثرات کو واضح کیا ہے اوران حضرات پر غالب کے اثر کو تقابل کی شکل میں پیش کیا ہے۔مثلاً

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے (غالب)

صفحۂ ہستی نہیں بازیچۂ اطفال ہے!!!
ایک نقش اس پر بنا اور ایک مٹ کر رہ گیا (صفیؔ)

کہاں مے خانے کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے (غالب)

یہ منہ چھپائے جاتے ہیں جو سوئے میکدہ
مجھ سے بھی ان جناب کی کچھ رسم و راہ ہے (عزیزؔ)

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے! (غالب)

نظر کر غور سے آئینہ اسرارِ ہستی پر
جسے تو زندگی سمجھا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے (ثاقبؔ)

''مرزا غالب کا بچپن'' کے عنوان سے پروفیسر واقف مراد آبادی کا مضمون نما ڈرامہ شاملِ مجلّہ ہے جس کے پانچ مناظر پیش ہوئے ہیں جس میں غالب کے دورِ طفلی کو بھرپور اور دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔

آلِ احمد سرور نے نسخۂ حمیدیہ کا انتخاب شاملِ مجلّہ کیا ہے۔''آبِ حیات'' میں مرزا کے ذاتی حالات کے عنوان سے مرتبہ ڈاکٹر انصار اللہ نظر ساڑھے ساتھ صفحات پر مشتمل مضمون ہے جس میں غالب کا نام، تخلص، جائیداد، بچپن کے حالات، دلّی کی تباہ کاریاں اور غالب کی شکستہ حالیوں اور ایامِ پیری جیسے مباحث کو ضبطِ تحریر میں لائے ہیں۔ مضمون کا اختتام یوں کیا ہے ''مرنے سے چند روز پہلے یہ شعر کہا تھا اور اکثر یہی پڑھا کرتے تھے ؎

دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

''پورے غالب'' کے عنوان سے اس مجلّے کا آخری مضمون آلِ احمد سرور نے تحریر کیا ہے جو دس صفحات پر مشتمل ہے جس میں تنقید کے بنیادی تصورات کی وضاحت کرتے ہوئے اقبال اور غالب کے خیالات کے مترادف ردّیوں کی وضاحت کی ہے۔ اقبال کی حکمت اور غالب کے فن کی ریاضت کو ایک قدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا اور جو خیالات اقبال نے غالب سے متاثر ہو کر لیے اُن گوشوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایف۔ آر لیوس کی رائے پر مضمون کا اختتام کیا ہے کہ ''زمین کے ہنگاموں کو سہل کرنے کا بیڑا اقبال نے اُٹھایا مگر غالب نے یہ دردِ سر مول نہ لیا انہیں سیر کے لیے برابر فضا درکار رہی اور اس کے نظارے میں محور ہے یہی اُن کی عظمت کا راز ہے۔''

(۴) ''اُردو ادب'' (غالب نمبر) ایڈیٹر: پروفیسر آلِ احمد سرور

سہ ماہی، شمارہ ۱، انجمنِ ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۹

اُردو ادب سہ ماہی پروفیسر آلِ احمد سرور کی ادارت میں انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ سے شائع ہوتا رہا ہے (اب یہ مجلّہ دہلی سے شائع ہوتا ہے) جس نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں غالب نمبر شائع کیا۔ ۲۰۴ صفحات پر مشتمل اس غالب نمبر میں کل چودہ مضامین شامل ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

فہرست:

(۱)غالب کی عظمت-پروفیسر آل احمد سرور (۲)ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں-ڈاکٹر گیان چند جین (۳)نسخۂ ''حمیدیہ'' چند غلط فہمیوں کا ازالہ-ڈاکٹر ابومحمد سحر (۴)حیاتِ غالب، ایک مطالعہ-ڈاکٹر نعیم احمد (۵)غالب ایک ایرانی کی نظر میں-کبیر احمد جائسی (۶)بیدل اور غالب-حسن عسکری لکھنوی (۷)غالب، تحقیق، اپریل فول- نادم سیتاپوری (۸)دیوانِ غالب (نسخہ بھوپال) کی کہانی سے گمشدگی تک-ڈاکٹر سید حامد حسین (۹)غالب کی تین غزلوں اور تضمین-محمد رضا (۱۰)مکاتیبِ غالب اور ان کی ادبی افادیت-احمد ابراہیم علوی (۱۱)غالب کی قصیدہ نگاری-بشیر بدر (۱۲)غالب کا پیکرِ غزل -ذکاءالدین شایان (۱۳)غالب (نظم)-روشن صدیقی-(غالب کی زمین میں آٹھ شعرا نے غزلیں کہی ہیں)۔

تجزیہ:

مجلّے کا پہلا مضمون ''غالب کی عظمت'' کے عنوان سے آلِ احمد سرور کا تحریر کردہ ہے۔ یہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون اُنہوں نے ادارۂ کلپنا میں غالب کی صد سالہ برسی ۱۹۶۹ء میں پیش کیا تھا۔ پہلے دو تین پیراگراف میں اس ادارے کی غالب صدی پر کوششوں کو سراہا گیا۔ ہر زبان کے ادبی سرمائے کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نسخۂ حمیدیہ کے اشعار سے مثالیں دے کر غالب کے علامتی پہلوؤں کی اہمیت واضح کی ہے۔

آخر میں غالب کی شاعری، ذہن کی شوخی اور نثر شخصیت کی شوخی کو ظاہر کرتی ہے۔ مصنف نے اسی کو غالب کی شوخیِ اندیشہ کہا ہے جو سدا بہار ہے۔

دوسرا مضمون ''ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں'' ڈاکٹر گیان چند جین ضبطِ تحریر میں لائے ہیں۔ یہ ساڑھے چودہ صفحات پر پھیلا ہوا بسیط مضمون ہے۔ ناقدین کے اندازِ نقد پہ بھی تنقید کی ہے کہ ہم ایک بڑے شاعر کو اتنا بڑا بنا دیتے ہیں کہ دوسری زبانوں کے لوگ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے چلے جاتے ہیں۔ ناقدین کے روّیے پہ یوں تنقید کرتے ہیں:

> ''غالب اکثر افراط وتفریط کے شکار رہے۔ انہیں معترض ملے یا معتقد، نقاد کم ملے اُن کی شاعری کی تنقیص ہوئی یا پرستش متوازن تنقید کم ہوئی۔ بجنوری کا یہ جملہ 'ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں مقدس وید اور دیوانِ غالب' دیوانے کے لیے 'ہُو' ثابت ہوا حالانکہ سنجیدگی سے غور کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ یہ جملہ انشائیہ ہے، داستان ہے تنقید کسی طرح نہیں اس قسم کے نعرۂ مستانہ کو تنقید کی محفل میں بار نہیں دیا جانا چاہیے۔''

مصنف صداقت نقد کے حامی ہیں اُنہیں غالب کی عظمت کا اقرار بھی ہے۔ مگر آخر میں مصنف نے غالب پر رائے زنی کی کہ ''اپنی صلاحیتوں کے باوجود وہ دنیا کو کچھ نہ دے سکے جو ان کے لیے ممکن تھا۔''

''نسخۂ حمیدیہ چند غلط فہمیوں کا ازالہ'' ڈاکٹر ابو سحر کا معلوماتی مضمون پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں نسخۂ حمیدیہ سے متعلق چند وضاحتیں دی گئی ہیں کہ یہ نسخہ پہلے بجنوری مرتب کر رہے تھے باقیات بجنوری کے سرِ ورق پر ان کے نام کے ساتھ نسخۂ حمیدیہ کیوں درج تھا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ نسخۂ بھوپال بجنوری کی زندگی میں دستیاب ہو گیا تھا اِسے وہ متداول دیوان غالب کے ساتھ ایک خاص ترتیب سے شائع کرانا چاہتے تھے، لیکن ان کا انتقال ہو گیا بعد میں مفتی انوار الحق نے اس سے مختلف انداز میں ترتیب دیا اور یہی ترتیب نسخۂ حمیدیہ کے نام سے موسوم ہو کر مفتی انوار الحق کے نام سے شائع ہوئی۔''

اسی طرح کی چند اور غلطیوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ ''حیاتِ غالب ایک مطالعہ'' انصار اللہ کا مضمون ہے ساڑھے بارہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ بتایا گیا ہے ''حیاتِ غالب'' مرتب نواب سید میرزا موج، نگارستان پریس، لکھنؤ (۱۸۹۹ء) زیادہ تر آبِ حیات سے استفادہ کیا گیا۔ جس میں مولانا غلامِ رسول مہر، وحید قریشی کی اس کتاب پر ناقدانہ رائے کی روشنی میں ''آبِ حیات'' اور ''حیاتِ غالب'' کی تحریروں کے طویل اقتباس بطور نمونہ دیتے ہوئے محمد انصار اللہ نے صداقت نقد سے کام لیتے ہوئے مصنف ''حیاتِ غالب'' کو اس الزام سے بَری کیا کہ ان کا مآخذ صرف ''آبِ حیات'' ہی تھا مثلاً مصنف نے خود اعتراف کیا کہ میں اس کتاب کا نہ مصنف ہوں نہ مؤلف بلکہ جو حالات درج میں اِدھر اُدھر سے تراش خراش کر کے قلمبند کیے ہیں اس صداقت پہ مضمون نگار یوں تبصرہ کرتے ہیں:

> ''اس تحریر کے ذریعے سید محمد میرزا موج نے صرف احوال واقعی کا بیاں ہی نہیں کیا بلکہ ادبی دیانتداری کا ایسا سبق دے گئے جو ہمارے زمانے میں اور بھی زیادہ اہم ہو گیا ہے۔''

''غالب ایک ایرانی کی نظر میں'' کبیر احمد جائسی کا تحریر کردہ مضمون ۹ صفحات پہ مشتمل ہے جس میں ایرانی ذہن کی توضیح یوں بیان کی کہ فارسی غزل کے طرزِ بیان میں انصاف نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک خسرو، فیضی کے علاوہ ہندوستان کا کوئی شاعر اہمیت کا حامل نہیں ہو سکتا مگر ''غالب'' کی عظمت کا اقرار ہر ایرانی کرتا ہے۔

''مرزا غالب ایک مطالعہ'' نعیم احمد کا مضمون ۱۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ غالب اپنے شاگردوں کو اصلاحیں کس طرز پہ، کس محبت سے دیتے تھے۔ انہی سے غالب کے شعری نظریات سمجھے جا سکتے ہیں۔ غالب کے خطوں میں ان کے فلسفیانہ ذہن کی موشگافیاں واضح نظر آتی ہیں۔ اس مضمون میں غالب کے تصورِ غم، تصورِ محبوب، تصورِ حسن سے متعلق اشعار کے نمونے بھی دیئے گئے ہیں۔

''خمخانہ جاوید اور غالب'' عبد القوی دسنوی کا مضمون ۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ لالہ سری رام کی تصنیف ''خمخانۂ جاوید'' میں غالب کے معاصرین اور تلامذہ کے سلسلے میں بعض دلچسپ باتیں تحریر ہیں۔ اِنہیں یکجا کیا جائے تو

پُر از معلومات ہوں گی۔ ''بیدل اور غالب'' از حسن عسکری لکھنوی نے غالب کے کلام کی ارتقائی منازل کا تجزیہ غالب ہی کے بیانات سے کیا ہے۔ غالب، بیدل، اقبال، شیکسپیئر کے شاعری مشترک رنگ تلاش کیے ہیں جو ایک دوسرے سے متاثر پہلو بھی تلاش کیے ہیں۔ یہ مبسوط و بسیط مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

''غالب، تحقیق، اپریل فول'' از نادم سیتاپوری ۱۲ صفحات پر مشتمل مضمون ہے جس میں ۸ر جنوری ۱۹۶۹ء کے ہماری زبان علی گڑھ میں دیوانِ غالب اپریل فول اور اہلِ تحقیق کے زیرِ عنوان بھوپال والی اِس غزل پر ابو محمد سحر نے چند تحقیقی زاویوں سے روشنی ڈالی تھی جس پر مالک رام نے رائے زنی کی اور بعد میں اصل مآخذات کی رسائی کے بعد ''اعتراف شکست'' کیا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر گیان چند جین اور ابو محمد سحر کی ناقدانہ رائے کو شامل کیا گیا ہے۔

''دیوانِ غالب نسخہ بھوپال کی کہانی کتابت سے گمشدگی تک'' از ڈاکٹر سید حامد حسین (بھوپال) میں نسخۂ بھوپال کی رُوداد درج ہے۔ ''غالب کی تین غزلوں پر تضمینیں'' از محمد رضا میں غالب کے چند گوہر ابدار تلامذہ کا تذکرہ ہے جن میں سے فخر الدین حسین خان نے غالب کی تین غزلوں پر تضمینیں لکھی ہیں۔ اس کے بعد احمد ابرہیم علوی کا مضمون ''مکاتیبِ غالب اور اُن کی ادبی اہمیت''، ''غالب کی قصیدہ نگاری'' از بشیر بدر، ''غالب کا پیکرِ غزل''، ذکاء الدین شایاں غالبیات میں اہم اضافے کا باعث ہیں، جس میں غالب کی اردو نثر میں انفرادیت اور غزل و قصیدہ میں غالب کی تجلیاتِ فکر سے بحث کی ہے۔

ششماہی ''نقد و نظر'' اُسلوب احمد انصاری کی زیرِ ادارت علی گڑھ سے شائع ہونے والا ادبی مجلّہ ہے اس کا شمارہ نمبر ۲، جلد ۱۹، ۱۹۹۷ء غالب نمبر کے طور پر شائع ہوا جس میں اُسلوب احمد انصاری کے ابتدائیہ ''حرفے چند'' کے علاوہ اِن کی کتاب ''نقش ہائے رنگ رنگ'' پر قاضی جمال حسینی کا تبصرہ بھی شامل ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قاضی افضال حسین ظفر احمد صدیقی اور اُسلوب احمد انصاری نے غالب کی تین غزلوں کے تنقیدی تجزیے بھی اس مجلّے میں شامل کیے ہیں۔ دیگر گیارہ مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۵) ''نقد و نظر'' (غالب نمبر) مدیر: اُسلوب احمد انصاری

جلد ۱۹، شمارہ ۲، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ء

فہرست

تجزیہ

دسمبر ۱۹۹۷ء کو مرزا غالب کی پیدائش کو دو سو برس پورے ہوئے جس پر ''نقد ونظر'' نے غالب نمبر میں غالب سے متعلق تحقیقی وتنقیدی مضامین کا خزینہ ہیں۔ ''غالب کا فلسفہ'' دریابادی کا مضمون ساڑھے آٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں فلسفہ کے معنی نہایت آسان اور سادہ انداز میں بیان کیے ہیں۔ فلسفہ ''نام ہے خود شناسی کا، زینہ ہے خدا شناسی کا'' غالب کی طبیعت کے مختلف رنگوں کو جوان کے حکیمانہ تجربے اور عارفانہ مشاہدے تھے۔ اُنہیں پُر اثر زبان میں بیان کر کے اپنی طبیعت کی شوخی کا رنگ جما دینا ہی ان کا فلسفہ تھا کہ جب چاہا رُلا دیا اور جب چاہا ہنسا دیا، یہ فن انہیں آتا تھا۔

دوسرا مضمون ''کلامِ غالب کی ایک دلچسپ تلمیح - پیراہنِ کاغذی'' نذیر احمد کا مضمون ہے۔ یہ ساڑھے نو صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں انہوں نے دیوانِ غالب کی پہلی غزل کے مطلع کی تفہیم کی کئی جہتیں سامنے لائے ہیں اور وضاحت کی ہے کہ وہ غالب کے کلام میں خواہ نظم ہو یا نثر کافی تاریخی وادبی اشارے ملتے ہیں۔''

''غالب کا مطلع سرِ دیوان'' قاضی افضال حسین کا مضمون ہے۔ اس مضمون میں غالب کے دیوان کے پہلے شعر کی مختلف شروح کے اختلافات پر بات کی گئی ہے اور اس شعر کی اہمیت یوں بھی دو چند ہو گئی کہ غالب نے اس شعر سے اپنے تخلیقی طریقہ کار کی وضاحت اور مثال خود ہی پیش کر دی ہے۔

''غالب کا ایک شعر'' وزیر آغا کا مضمون ہے جس میں غالب کا شعر

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

کی تفہیم بیان کی ہے اس میں تخلیقی عمل کے پانچ مراحل سامنے آتے ہیں۔ غیب، مضمون، خیال، آواز، خامہ، انہیں الفاظ کی مزید نشیب وفراز سے بحث کی گئی ہے۔

''غالب کی پہچان اور مقام'' جیلانی کامران ضبطِ تحریر میں لائے ہیں۔ جس میں بیسویں صدی کے درمیان ہونے والے مباحث کا تذکرہ کیا ہے کہ اس صدی کے ابتدائی عشرے میں غالب، شیلے کی عارفانہ محبت سے مانوس نہیں مگر اسی صدی میں ہی غالب ''دستنبو'' اور خطوط پر بہت کام ہوا اور غالب کی عظمت دو چند ہوتی گئی۔ مقالہ نگار نے غالب کی شاعری کو تہذیبی بحران کے پسِ منظر میں دیکھا ہے۔

''کلامِ غالب کا لسانی تجربہ'' شان الحق حقی کا مضمون جس میں غالب کی شاعری میں مستعمل محاورات، تشبیہات، استعارات، مرکب افعال، تخیلات جو غالب کے امیجری کے تجربے سے اخذ ہوئے ہیں اُن کی توضیحی شعری امثال بیان کی ہے۔

''غالب کا شعری لہجہ'' ابو الکلام قاسمی کا مضمون جس میں غالب کی شاعری کے بالواسطہ طرزِ تخاطب کے عمل دخل کی

وضاحت کی گئی ہے۔

''نقدِ غالب اور جدید ذہن'' قاضی جمال حسین کا مضمون ہے جس میں غالب کے شعری طریقۂ کار اور ذہنی روّیے معاصر معیاروں کی بجائے نئے معیاروں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ غالب کی فکر، کلاسیکی معیاروں کا انحراف اور ہمارے عہد کے رویوں سے ہم آہنگ ہے۔

''غالب کی فارسی شاعری اور ہمارے سوسال'' ظفر احمد صدیقی کا مضمون جس میں غالب کی فارسی شاعری کی فوقیت پر سیر حاصل بحث ملتی ہے۔

''غالب کے کلام میں تطابق بہ نفی کی صورتیں'' عتیق اللہ کا مضمون ہے جس میں غالب کے یہاں دیر وحرم اور کفرو ایمان کے تفاوت پر بات ہوئی۔ غالب کے ہی شعر سے معنی اخذ کیے کہ وہ سرشت کے اعتبار سے عجمی اور مسلک کے اعتبار سے عربی ہیں۔

''غالب کی جستجوئے حقیقت'' اُسلوب احمد انصاری کا مضمون ہے جس میں غالب کی شاعری کو محض عشقیہ شاعری کی نسبت حسیت کی شاعری گردانا گیا ہے اور غالب کے اشعار کی تراکیب سے غالب کا فلسفۂ زندگی اخذ کیا گیا ہے۔

''تجزیہ'' میں قاضی افضال حسین نے نسخۂ بھوپال کی پہلی غزل کے دو اشعار کو مختلف نسخوں کے اختلاف تشریح کا تجزیہ بیان کیا ہے۔

(۶) ''فکرونظر'' (غالب نمبر) مدیر: پروفیسر آزرمی دخت صفوی

جلد۴۳، شمارہ۱، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۶ء

فہرست

تجزیہ

زیرِ نظر مجلّہ غالب نمبر میں اداریہ مدیرہ آزرمی دُخت نے لکھا ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے۔اس مجلّہ کے اہلِ قلم کا شکریہ ادا کیا گیا ہے اور بوجوہ مجلّہ کی تاخیر کے سلسلے میں معذرت کی گئی ہے۔ساتھ ہی ساتھ یہ بتایا ہے کہ فروری غالب کی پیدائش کا مہینہ تھا اس لیے اس مجلّے کو غالب کے لیے مخصوص کیا گیا اور غالب کی عظمت پر روشنی ڈالی گئی۔

پہلا مضمون شمس الرحمٰن فاروقی کا ہے جو چودہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں غالب کے اس محبوب سے بحث کی گئی ہے جس کی تصویر ان کے اشعار میں جھلکتی ہے جس میں تخیل کو دخل ہے۔مصنف میرؔ اور غالبؔ کے کلام کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غالب کے کلام میں چونکہ ''استعارے اور لفظیات کی زرق برق اور خم و چم بھی بہت ہے'' اس لیے وہ توجہ انگیز ہے۔اپنے مضمون کا اختتام یوں کیا کہ

> ''اپنے تمام فکری پھیلاؤ اور تخیلی رسائی کے باوجود غالب میر کا سا جیتا جاگتا محبوب نہ بنا سکے اور نہ عشقیہ مثنوی لکھ سکے اور یہ صرف خیالی مضامین کے سبب نہیں جس کی طرف غالب نے اشارہ کیا ہے۔یہاں فرق شاید اٹھارویں اور انیسویں صدی نے بھی پیدا کر دیا ہو''

''کلامِ غالب میں عشق اور تصورِ عشق'' ابوالکلام قاسمی کا مضمون ہے جس میں غالب کے شعری رویے کی پیش کش سے زیادہ پیش کش کے طریقِ کار کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے جس نے غالب کو لافانی اور عظیم بنا دیا۔ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

> ''غالب کی شاعری میں تصورِ عشق سے متعلق پیچ در پیچ پہلوؤں کی پیش کش اُسی مزاج کا حصہ ہے اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالب، اپنے موضوع اور مدعا سے کہیں زیادہ اس سے پیدا ہونے والے کسی نکتے، جمالیاتی تجربے کی کسی نئی جہت، کسی عبرت انگیز منظرنامے یا بصیرت افروز صورتِ حال کو نمایاں کرنے پر پوری توجہ صرف کر دیتے ہیں۔''

''غالب کی مشکل پسندی'' میں پروفیسر قاضی جمال غالب کی لفظیات، تراکیب کے طلسم خانے کو زیرِ بحث لاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ غالب کی انفرادیت اور مشکل پسندی کے سبب سبک ہندی سے فارسی شعرا کی تجرید ممکن ہوئی۔

''غالب ایک سادہ بیان شاعر'' مرزا خلیل بیگ کی تحریر ہے جس میں انہوں نے اس موضوع سے بحث کی ہے کہ جو غالب کو مشکل پسند کہتے ہیں۔وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ عوام میں مقبول کیوں ہیں۔غالب کی سہل پسندی اور سادہ بیانی پر ناقدینِ فن کی توجہ کم رہی ہے۔ساتھ ہی ساتھ غالب کی شاعری کے تین ادوار متعین کر کے اُن کی شاعری کی ارتقائی منازل کا

جائزہ بھی لیا ہے۔

''غالب کی نثر چند گزارشات'' ظفر احمد صدیقی کا مضمون ہے جس میں غالب کے خطوط کے اقتباسات دے کر ثابت کیا ہے کہ غالب کی نثر بے محابا دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان اقتباسات کا ناقدانہ تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ از محمد سعید اس نسخے میں عرشی صاحب سے اختلافِ رائے رکھنے والوں کے جواب عرشی صاحب جب بقید حیات تھے دے چکے تھے۔ انہیں کو اس مقالے میں بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہ مقالہ عرشی صاحب کی صاحب زادی محترمہ زہرہ عرشی کی اجازت سے شائع کیا گیا ۳۲ صفحات پہ پھیلا ہوا ہے۔

''تفہیمِ غالب کے ایک متبادل روّیے کی تلاش'' امتیاز احمد کی تحریر ہے ۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے کلامِ غالب اور ''یادگارِ غالب'' سے مثالیں دے کر ناقدین کے رویے پر روشنی ڈالی ہے کہ ''حالی تا حال غالب پر جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ناقدین ادب نے کلامِ غالب کے جس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ ''ابداع'' ہے۔'' غالب کے استعمال کیے ہوئے استعارے، رمزیات، انشائیہ اُسلوب، استفہامیہ خبریہ اُسلوب قُدما سے موازنہ کرنا مقصود ہو۔ یہ سارا سلسلہ ''ابداع'' کی تلاش کا دوسرا نام ہے۔

''غالبِ خستہ کے بغیر'' غلام حسین ذوالفقار کا مضمون ۶ صفحات پر مشتمل ہے اس میں غالب کے فکری اجتہاد و اشعار میں تاریخی واقعات اور انیسویں صدی کے اجتماعی اور سیاسی محیط اور بحران کے انعکاس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

''تشکیک نئی نسل اور غالب'' سراج اجملی کا مضمون چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے غالب کے اشعار میں تشکیک کو موضوعِ سخن بنایا کہ سائنسی دور میں جدید ذہنی، نئی نسل تشکیک اور استفہام کے ذریعے منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب اپنے کلام میں استفہام و تشکیک کو اس لیے بروئے کار لاتے ہیں کہ ان کے
> وسیلے سے وہ حقیقت کا عرفان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

''غالب زندانی'' سید محمد اسد علی خورشید کا مضمون ہے۔ وہ غالب جیسے نابغۂ روزگار اور فقید المثال شاعر کی گلکاریوں کا مقابلہ ہندوستان میں فارسی شاعری کی تاریخ کی ابتدا کرنے والے شاعر سے کرتے ہیں اور گوئی بلاغت و ہمت کے حوالے کرتے ہیں۔ ''کلام غالب کے تفہیمی مسائل'' معراج رعنا کا مضمون ۷ صفحات پر مبنی ہے۔ جس میں غالب کے اشعار کے معنی آفرینی کی کئی پرتوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔

''محمد حسن مائزی کا نقدِ غالب'' دراصل ایران میں غالب کا شائع ہونے والے فارسی دیوان کا دیباچہ محمد حسن مائزی نے کیا جس کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں ''قندِ مکرر'' میں آل احمد سرور کا مضمون ''پورے غالب'' غالب کے فکر و فن پر ایک مبسوط تحریر نسخۂ حمیدیہ کے

اہمیت کے سحر انگیزی کو مسلم کیے ہوئے ہے۔

رسائل میں غالب پر چھپنے والے انفرادی مضامین

علی گڑھ کے مختلف رسائل میں غالب پر شائع ہونے والے مضامین جو مختلف اوقات میں چھپتے رہے ذیل میں اُن کی فہرست معہ جائزہ دی جاری ہے۔ ان مضامین کی تعداد ۴۱ ہے ۔ اردو ادب، علی گڑھ میگزین، علومِ اسلامیہ، فکر و نظر، ہماری زبان (علی گڑھ)، نقد و نظر میں چھپتے رہے جن میں نظیر احمد، مختار الدین، حبیب احمد صدیقی، حسن عسکری، اقرار احمد جائسی، مجنوں گورکھپوری، قاضی عبدالودود، عبدالقوی دسنوی، عتیق احمد صدیقی، غلامِ رسول مہر، اُسلوب احمد انصاری، نور الحسن نقوی، ظہیر احمد صدیقی، قاضی جمال حسین، شکیل الرحمٰن اور شمیم حنفی جیسے اہلِ قلم کے شاہکار، مضامین شامل ہیں۔

۱۔ رقعات مرزا غالب، بنام قدر بلگرامی، حسرت موہانی، ماہنامہ اُردوئے معلّٰی، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۷ء۔

۱۔ ''غالب اور ظہوری''، ڈاکٹر نذیر احمد، ایڈیٹر: آل احمد سرور، ''اردو ادب'' سہ ماہی، جولائی تا دسمبر، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۲ء۔

۲۔ ''غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی مکتوب''، ڈاکٹر مختار الدین احمد، // // ۱۹۵۲ء۔

۳۔ ''غالب کی اصلاحیں خود اپنے کلام پر'' حبیب احمد صدیقی، // // //

۴۔ ''عرفی اور اس کا اثر غالب پر'' ڈاکٹر نذیر احمد، // // // // // ۱۹۵۳ء۔

۵۔ ''برق چشم عرفی اور غالب''، حسن عسکری لکھنوی، // // // اکتوبر تا دسمبر ۱۹۵۴ء۔

۶۔ ''میر و غالب اور تاریخی حقیقتیں'' // // // // // //

۷۔ ''نظیر اور اس کا اثر غالب کی شاعری پر'' ڈاکٹر نذیر احمد ''اردو ادب''، جولائی تا دسمبر ۱۹۵۵ء۔

۸۔ ''ذوق کے ماحول میں غالب'' حسن عسکری // // ۱۹۵۵ء۔

۹۔ ''نظیر اور اس کا اثر غالب کی شاعری پر''، ڈاکٹر نذیر احمد // // ۱۹۵۶ء۔

۱۰۔ // // // ۱۹۵۷ء۔

۱۱۔ ''غالب خطوط کے آئینے میں''، اقرار احمد جائسی، ''علی گڑھ میگزین''، ۱۹۵۹ء۔

۱۲۔ ''دیوانِ غالب اور اردو غزل''، مجنوں گورکھپوری // // ۵۹-۱۹۶۰ء۔

۱۳۔ ''اقبال پر غالب کا لسانی اثر''، شیخ عبداللطیف // // ۱۹۶۰ء۔

۱۴۔ ''غالب کے کلیاتِ نظم فارسی''، قاضی عبدالودود، مجلّہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۶۰ء۔

۱۵۔ ''غالب کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ''، قاضی عبدالودود، فکر و نظر، علی گڑھ، اپریل ۱۹۶۰ء

۱۶۔ ''دیوانِ غالب نسخۂ عرشی''، مالک رام ''فکر ونظر''، جنوری ۱۹۶۱ء۔

۱۷۔ خمسۂ غالب (اُردو) نظم، ہماری زبان، علی گڑھ، ۸ اگست ۱۹۶۱ء۔

۱۸۔ غالب کی ایک غزل، شان الحق حقی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

۱۹۔ ''غالب کے ایک صاحبِ دیوان شاگرد-امام الدین اثر''، سید افضل المتین ''اردو ادب''، شمارہ ۱، ۱۹۶۴ء۔

۲۰۔ // // // شمارہ ۳، ۴، ۱۹۶۴ء۔

۲۱۔ غالب کا ایک ادھورا خط، فرخ جلالی، ہماری زبان، علی گڑھ، ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء۔

۲۲۔ ''محمد عبداللہ کلامِ غالب کا ایک ہمعصر شارح'' عبدالقوی دسنوی ''اردو ادب'' علی گڑھ، شمارہ ۳، ۱۹۷۰ء۔

۲۳۔ ''غالب اور الکحلیت''، ڈاکٹر ابومحمد سحر، ''اردو ادب''، علی گڑھ، شمارہ ۳۰ // //

۲۴۔ ''اشاریہ غالب''، غلام رسول مہر // // //

۲۵۔ ''نظم طباطبائی کی شرح دیوانِ غالب''، ڈاکٹر اشرف رفیع ''فکر ونظر'' علی گڑھ، جلد ۱۱، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔

۲۶۔ ''غالب کا ایک استعارہ''، نیر مسعود ''اردو ادب''، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۳، ۱۹۷۳ء۔

۲۷۔ خطوطِ غالب، مشمولہ ادیب، علی گڑھ، اپریل ۱۹۸۱ء۔

۲۸۔ غالب کی ایک غزل کا تجزیہ، مشمولہ ادیب، علی گڑھ، جنوری ۱۹۸۳ء۔

۲۹۔ ''غالب کی ردیف بندی''، عتیق احمد صدیقی ''علی گڑھ میگزین''، ۸۴-۱۹۸۵ء۔

۳۰۔ ''غالب کی طرف ہمارا تنقیدی رویہ''، شمیم حنفی ''نقد ونظر''، جلد ۱۰، شمارہ ۱، اُسلوب احمد انصاری، ۱۹۸۸ء۔

۳۱۔ ''بجنوری بحیثیت نقادِ غالب''، اُسلوب احمد انصاری ''فکر ونظر'' علی گڑھ، جلد ۱۰، شمارہ ۲، ۱۹۸۸ء۔

۳۲۔ ''غالب کا جمالیاتی مطالعہ''، پروفیسر نور الحسن نقوی، ''فکر ونظر'' علی گڑھ، جلد ۲۵، شمارہ ۲، ۳، ۱۹۸۸ء۔

۳۳۔ غالب کی شاعری کی خصوصیات، خلیل احمد بیگ، مرزا (مدیر) مشمولہ مجلّہ سہ ماہی ادیب، جامعہ اُردو، علی گڑھ، جلد ۱۶، شمارہ ۳، ۴، جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء۔

۳۴۔ ''غالب کی شاعری میں شعلے کا رمز''، اُسلوب احمد انصاری، ''نقد ونظر'' علی گڑھ، جلد ۱۷، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء۔

۳۵۔ ''مومن اور غالب، نکتہ سنجی کے دو انداز''، // // جلد ۱۸، شمارہ ۲، ۱۹۹۶ء۔

۳۶۔ ''انتخابِ کلامِ غالب'' مرتبہ مسعود حسین خاں، ظہیر احمد صدیقی ''اردو ادب'' علی گڑھ، شمارہ ۴، ۱۹۹۶ء۔

۳۷۔ ''غالب کا فلسفہ''، مولانا عبدالماجد دریابادی ''نقد ونظر''، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۳۸۔ ''غالب کے رویائے زیست''، نقی حسین جعفری ''نقد ونظر''، جلد ۲۲، شمارہ ۲، ۲۰۰۰ء۔

۳۹۔ ''غالب کا ذوقِ نظارہ''، قاضی جمال حسین،'' // // //

۴۰۔ ''جمالیاتِ غالب میں شوق اور اس کا تحرک''، شکیل الرحمٰن، ''نقد و نظر''، جلد ۳۹، شمارہ ۴، ۲۰۰۲ء۔

۴۱۔ ''طبی اصلاحات غالب و اقبال کے کلام میں''، پروفیسر حکیم سید مودود اشرف، ''نقد و نظر''، جلد ۴۱، شمارہ ۲، ۲۰۰۴ء۔

درج بالا مضامین بہت معلوماتی ہیں ''برق چشم عرفی و غالب'' از حسن عسکری لکھنوی میں غالب کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے اس روّیے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ غالب وجود پرست فنکار ہے مگر اسی خود پرستی میں دو متضاد کیفیتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ یعنی ایک طرف تو وہ شہرت سے مرعوب نہیں دوسری جانب کچھ ذہین فنکاروں کو انتہائی شاندار الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور ان کے فن سے متاثر ہونے کا انحراف بھی کرتے ہیں مثلاً عرفی وغیرہ۔

''غالب کے ایک صاحبِ دیوان شاگرد، امام الدین اثر''، از سید افضل المتین اور ''غالب کے ایک شاگرد'' از شیخ عبدالصمد کلیم میں اِن کے نمونۂ کلام بھی شامل از مقالہ ہے۔ ۱۰ صفحات پہ پھیلا ہوا ہے جس میں غالب کی شخصیت و شاعری کا ایسا رنگ دکھایا گیا ہے کہ محققین و نقاد کے اسالیبِ فکر اور روّیوں کی رنگا رنگی کو غالب اپنے فکر و فن اور شخصیت میں جذب کر لیتے ہیں۔ وہ ہر نوع کا تجزیہ برداشت کر لیتی ہے مگر پھر بھی گرفت میں نہیں آتی۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب کا کمال یہ ہے کہ اُن کی شاعری ہر طرح کی تنقید کو اور ان کی شخصیت ہر نوع کے تجزیے کو سہار جاتی ہے مگر نہ تو ان کی شاعری آسانی سے گرفت میں آتی ہے، نہ شخصیت۔''

آگے چل کر غالب کی انفرادیت کی کئی جہتوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ مصنف نے شیکسپیئر کی امیجری پر جو اندازِ تحقیق اپنایا۔ اُسی کو غالب پر آزمایا جس سے کئی بصیرت افروز نتائج کو سامنے لایا گیا۔

''بجنوری بہ حیثیت نقادِ غالب'' میں اُسلوب احمد انصاری نے بجنوری کی غالب پر تنقید کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے بجنوری کو کئی جگہ موردِ الزام ٹھہرایا مثلاً

> ''بجنوری کا یہ خیال صحیح ہے کہ غالب کی شاعری میں اشکال کا عنصر پایا جاتا ہے لیکن اس کی یہ توجیہہ کہ اس کا سبب فارسیت کا غلبہ ہے، مضحکہ خیز سی بات معلوم ہوتی ہے۔''

بجنوری نے شیکسپیئر، ورڈز ورتھ، گوئٹے، رافیل، مائیکل انجیلو جیسے مصوروں، سنگتراشوں اور شاعروں سے موازنوں اور مماثلتوں کی نشاندہی بجنوری کی وسعت مطالعہ کا پتہ دیتا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب ایک غنائی شاعر ہیں جو ردیف قافیے کی پابندی کے التزام کے ساتھ لکھتے ہیں۔

''مومن اور غالب، نکتہ سنجی کے دو انداز'' از اُسلوب احمد انصاری ۱۵ صفحات پر پھیلا ہوا مضمون ہے۔ دو ممتاز معاصرین کی مماثلت کرتے ہوئے نیاز فتح پوری کے دو ٹوک بیان پر ناقدانہ بحث کرتے ہیں۔ مضمون نگار لکھتے ہیں: ''نیاز فتح پوری نے تو یہ

دوٹوک فیصلہ دے دیا تھا کہ اگر انہیں اردو غزل گوشعراء کے دواوین میں سے کسی کے انتخاب کا حق دیا جاتا، تو وہ بلا تامل اور بلا تکلف دیوانِ مومن کواپنے لیے چن لیتے۔ اچھا ہی ہوا انہیں یہ اختیار نہیں دیا گیا۔''

اس مضمون کا اختتام ان نظریات سے کرتے ہیں کہ مومن کے وژن کی محدودیت تجربے کی یک رنگی دوسرے تجرباتِ زندگی سے ارتباط رکھتی ہے جبکہ غالب کی شاعری کثیر الجہت ہے جو تجربے کے متصاد پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹنا اور جذب کرنا چاہتی ہے اور غالب احساسات کے خارجی پہلو سے مطمئن نہیں ہوتے بلکہ باطن میں اُتر کر اصلیت کا کھوج لگاتے ہیں۔

''غالب کا رویائے زیست'' نقی حسین جعفری کا مضمون ۲۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مضمون میں ''رویائے زیست'' یا World view کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے غالب کو زیست کا شاعر کہا۔ ''الرّ ویا (خواب) حقیقت میں انسان کے نفسِ ناطقہ کا اپنی روحانی حیثیت میں واقعات کی تصاویر کی کسی جھلک کے مشاہدے کا نام ہے'' جس سے فلسفہ کائنات وحیات لیے جاتے ہیں۔ بڑے شاعروں کا ایک رویائے زیست تھا جس میں شیکسپیئر، دانتے، رومی، حافظ، خسرو، غالب، اقبال سرِ فہرست ہیں۔

''غالب کا تصورِ نظارہ'' قاضی جمال حسین کا تحریر کردہ ہے۔ مضمون دو سوالوں کے گرد گھومتا ہے کہ (۱) غالب کی شاعری میں تصورِ حسن کیا ہے (۲) قاری خود کلام غالب میں کن عناصر سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ غالب کا تصورِ حسن کی شعری امثال سے وضاحت کی گئی ہے اور غالب کے تصورِ حسن کے کئی متنوع رنگ سامنے لائے گئے ہیں۔

''جمالیاتِ غالب میں شوق اور اس کا تحریک'' پروفیسر شکیل الرحمٰن کا مضمون ہے ۹ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں انہوں نے غالب کے اردو فارسی کلام میں شوق کا Dynamism اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے کہ جمالیات مضمون نگار کا محبوب موضوع بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''شوق جمالیاتِ غالب کی بنیادی توانائی (Energy) ہے جو رقص کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے تحرک سے رقص کے خوبصورت شعری تجربے خلق ہوئے ہیں۔ شوق، شاعر کی بصیرت اور اُس کے جمالیاتی وژن کی دین ہے۔ اِس کی فطرت نوری بھی ہے ناری بھی، اضطراب کا پیکر ہے۔ اردو کی بوطیقا میں ایسے پیکر کی کوئی مثال نہیں۔''

یہی شوق انسان کو موت کے بعد بھی متحرک رکھتا ہے۔

''طبعی اصطلاحات غالبؔ و اقبال کے کلام میں'' پروفیسر حکیم سید مودود اشرف نے لکھا ہے۔ جنہوں نے غالب، و اقبال کی حکمت، دانش مندی اور فلسفے کی منزل سے بالاتر ہو کر ''طبابت'' کی منزل میں کیسے داخل ہوتی ہے کو موضوع بنایا ہے۔ مزید وضاحت میں مضمون نگار نے مختلف کاملینِ فن سے استفادہ کرتے ہوئے بتایا کہ لفظوں میں تصویر پوشیدہ ہوتے ہیں اور ہر

تصور کا ایک پس منظر ہوتا ہے کم سے کم لفظوں میں شعر میں تصویر بنانا ہوتی ہے لہٰذا طول بیانی سے اجتناب کرتے ہوئے برمحل و برجستہ لفظوں کا چناؤ فنی مہارت کا متقاضی ہے۔ غالب کے کلام میں طبی اصطلاحات کا بھرپور استعمال ملتا ہے مثلاً

مضمحل ہوئے قویٰ غالبؔ
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

اس شعر میں اپنی ناتوانی کا ذکر برمحل و برجستہ الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اب اقبال کا انداز دیکھئے:

خونِ دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل! نہ جلترنگ

مضمون نگار نے دونوں شعرا کے اضطراب میں بنیادی فرق یہ محسوس کیا کہ ''غالب کا اضطراب رنجوری و محرومی کے شاہکار خزینہ بیان کا ثمرہ ہے۔ اقبال کا اضطراب کچھ کھونے کی المیہ داستان اور کچھ پانے کی جستجوئے بے پایاں کے ساحرانہ بیان سے مربوط و مفہوم ہے۔''

علی گڑھ کے ادبی جرائد میں بھی غالب شناسی کی روایت مستحکم رہی ہے۔ خاص کر ادبی جرائد کے غالب نمبروں میں غالبیات پر بڑے وقیع اور معیاری مضامین شائع ہوئے ہیں۔ غالب نمبروں میں بالترتیب ''علی گڑھ میگزین''، ''اردو ادب''، ''فکر و نظر'' اور ''نقد و نظر'' کے مضامین معروف کاملینِ فن کی نگارشات ہیں۔ جو بے مثل غالبیاتی ادب کا سرمایہ ہیں۔ غالب نمبروں کے علاوہ تینتیس متفرق مضامین جو مختلف رسائل خاص کر ''ہماری زبان''، ''فکر و نظر''، ''نقد و نظر''، ''علی گڑھ میگزین''، ''علومِ اسلامیہ علی گڑھ'' اور دیگر شماروں میں شائع ہوتے رہے۔ جو غالب شناسی کی مستحکم روایت کی غمازی کرتے ہیں۔ انتہائی اختصار سے ان مضامین کا اشاریہ و تجزیہ بھی ترتیب دیا گیا ہے۔ رسالوں کے خصوصی نمبر جشنِ صد سالہ کے موقع پر کثرت سے شائع ہوئے جو غالب کے کلام اور فکری تصورات کا خزینہ ہیں۔ جن میں غالب کے کلام پر زیادہ توجہ ملتی ہے۔ اِسی طرح غالب کی دو صد سالہ جشنِ ولادت پر بھی کتب و رسائل میں کثیر تعداد میں مضامین شائع ہوئے۔

اشاریہ

۱۔ ''علی گڑھ میگزین'' (غالب نمبر)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد۲۴، شمارہ۲، ۴۹-۱۹۴۸ء۔

۲۔ ''اُردو ادب'' سہ ماہی (غالب نمبر)، انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ''علی گڑھ میگزین'' (غالب نمبر)، لیتھو پریس، اچل تال علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔

۴۔ ''فکر ونظر'' (غالب نمبر)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد۹، شمارہ مسلسل نمبر۳۴، ۱۹۶۹ء۔

۵۔ ''نقد ونظر'' (غالب نمبر)، علی گڑھ، جلد۱۹، شمارہ ۱۹۹۷،ء۔

۶۔ ''فکر ونظر'' (غالب نمبر)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، جلد۴۳، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۰۶ء۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، ''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۶، ۲۷۔

۲۔ // // // ص ۲۷۔

۳۔ // // // ص ۳۱۔

۴۔ رسالہ معاصر پٹنہ، قاضی عبدالودود نمبر، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۷۔

۵۔ بشیر بدر، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۱۹۶۹ء، ص ۳۶۰۔

۶۔ ''اکمل الاخبار'' دہلی، جلد نمبر ۴، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۷۔ // // // ص ۱۷۳۔

۸۔ مسعود حسن رضوی، سید، ''غالب کے انتقال پر پہلا مضمون''، مشمولہ سورج، لاہور، خصوصی اشاعت، جلد دوم، ۲۰۰۳ء، ص ۴۵۱۔

۹۔ اصغر عباس، ''غالب اور علی گڑھ''، مشمولہ غالب، یادگارِ غالب کراچی، شمارہ ۱۹، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۳۔

۱۰۔ // // ص ۱۴۵۔

❊

تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کا حصہ

(الف) علی گڑھ میں غالب شناسی کی روایت اور تفہیمِ غالب کے سلسلے میں علی گڑھ میں کی جانے والی کوششوں کا جائزہ اور غالب کی نظم ونثر کے فروغ میں علی گڑھ کا کردار

(ب) علی گڑھ میں تحقیقِ غالب وتنقیدِ غالب کی روایت کا جائزہ اور غالب شناسی کی روایت میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور علی گڑھ سے شائع شدہ ادبی جرائد کے کردار کا جائزہ

(ج) علی گڑھ میں ادبی روایت کی تشکیل پر غالب کے اثرات، علی گڑھ میں غالب کی اہمیت و افادیت اور مقام ومرتبے کا تعین

گزشتہ ابواب میں راقم الحروف نے علی گڑھ میں تفہیمِ غالب کی توانا روایت کا جائزہ لینے کی سعی کی ہے۔اس سلسلے میں علی گڑھ شہر، ادارہ، اس شہر کی جغرافیائی اہمیت، سماجی زندگی، تحریک اور ادبی وفکری پس منظر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ساتھ ہی ساتھ علی گڑھ میں تخلیقاتِ غالب کی اشاعت کے حوالے سے تحقیقی وتنقیدی جائزہ بھی شامل مقالہ ہے۔علی گڑھ میں تحقیقِ غالب اور نقدِ غالب کی روایات کو سمجھنے کی کوشش بھی علیحدہ علیحدہ ابواب کی صورت میں شامل مقالہ ہے۔ساتھ ہی ساتھ راقم الحروف نے علی گڑھ کے ادبی جرائد میں غالب شناسی کا بھی جائزہ لیا ہے۔ان تمام پہلوؤں سے جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ میں غالب شناسی ایک توانا روایت کی صورت میں موجود ہے اور اس کی اہمیت وافادیت سے کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں۔

جیسا کہ گزشتہ ابواب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سرسید کی ادبی تحریک کے پاس غالب کے علاوہ کوئی ایسی نابغۂ روزگار شخصیت نہیں تھی جس کو تخلیق، تحقیق اور تنقید کے حوالے سے اہمیت دی جاتی۔اگر چہ اس دَور میں نظم ونثر کے حوالے سے دوسرے باکمال لوگ بھی نظر آتے ہیں جو روایت کا حصہ ہیں مگر غالب کی سی عظمت کا حامل کوئی بھی شخص بطور متبادل علی گڑھ تحریک کے پاس نہ تھا۔یوں بھی نہیں کہ روایت بڑے ناموں سے خالی تھی کیونکہ علی گڑھ سے پہلے کی ادبی روایت میں میر تقی میر جیسا بڑا شاعر بھی موجود ہے۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غالب ہی کیوں۔اس سوال کا جواب گزشتہ ابواب میں تفصیلاً درج ہے کہ اپنے فکری اور موضوعاتی تنوع کے باعث غالب علی گڑھ تحریک سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علی گڑھ کی تخلیق وتحقیق اور تنقید کا موضوع غالب ہی بنا۔

علی گڑھ میں شائع ہونے والی تخلیقات نے تفہیمِ غالب کے سلسلے میں نئی راہوں کے دریچے وا کیے ہیں۔تفہیمِ غالب کی روایت ذکرِ علی گڑھ کے بغیر کبھی بھی مکمل و بھرپور نہیں ہو سکتی۔علی گڑھ اور غالب کی خوش قسمتی کہ علی گڑھ میں نہ صرف غالب کے فارسی واُردو کلام اور نثر کی اشاعت کی طرف توجہ دی گئی بلکہ تحقیق وتنقید کے میدان کے شہ سواروں نے غالب پر قلم کا زور صرف کیا ہے اور غالب کی ذاتی زندگی، پسند ناپسند، مشاغل اُردو و فارسی شاعری اور نثر غرض یہ کہ ہر موضوع پر علی گڑھ میں نہ صرف

اظہارِ خیال کیا گیا بلکہ ان موضوعات پر تخلیقات بھی علی گڑھ میں شائع ہوئیں۔ خاص طور پر علی گڑھ میں غالب کی شاعری کے فروغ کے حوالے سے بھرپور تحریریں سامنے آئی ہیں جن میں نہ صرف کلامِ غالب کی تفہیم کی طرف توجہ دی گئی بلکہ غالب کی شاعری کی نئی نئی معنوی پرتیں بھی کھولی گئی ہیں۔ غالب پر لکھنے کا جو سلسلہ سرسید کی آثار الصنادید سے شروع ہوا تھا وہ آج بھی اس سج دھج کے ساتھ جاری وساری ہے۔ علی گڑھ کے مختلف اساتذہ ہی نہیں بلکہ اس مادرِ علمی سے فیض حاصل کرنے والے سینکڑوں ہزاروں ایسے طالب علم بھی ہیں جنھوں نے غالب کے اوپر لکھا اور ان کی تحریروں کا احاطہ کسی طور بھی ممکن نہیں۔ غالب پر تخلیقات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور غالبیات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر تخلیقات نہ ملتی ہوں۔ گویا غالبیات کی تشنگی کو اگر کہیں ختم کیا گیا ہے تو وہ مقام علی گڑھ ہی ہے جس میں غالبیات کے مختلف پہلوؤں کی پردہ کشائی کے ساتھ ساتھ غالبیات کے محققین اور ناقدین کے لیے بھی نئی راہیں متعین ہوتی ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ غالب شناسی کے حوالے سے علی گڑھ کی خدمات لامحدود ہیں۔ علی گڑھ میں جہاں غالب پر تحقیق وتنقید کی بے شمار کتابیں لکھی گئیں وہاں پہ غالب کی شاعری اور نثر کی اشاعت اور اس کے فروغ میں علی گڑھ کی اہمیت سے کسی طور پر بھی انکار ممکن نہیں۔ علی گڑھ میں غالب کے فارسی، اُردو کلام اور نثر کی اشاعت کا ایک وسیع ذخیرہ ملتا ہے۔ اس سلسلے میں غالب کے عقیدت مندوں، شاگردوں اور کچھ کرم فرماؤں کا سراغ ملتا ہے جنھوں نے غالب یا علی گڑھ سے لگاؤ کے باعث غالب کی تخلیقات کی اشاعت کی طرف بھرپور توجہ دی۔ گزشتہ ابواب میں اس بات کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ۱۸۴۱ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک علی گڑھ سے شائع ہونے والے غالب کے دواوین کی کل تعداد ۲۰ ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں سات ایسے دواوین شامل ہیں جو علی گڑھ سے شائع ہوئے جب کہ باقی ۱۳ دواوین ان افراد کے مرتبہ یا شائع کردہ ہیں جو علی گڑھ سے بطور طالب علم اور معلّم وابستہ رہے اور ان میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو کہ علی گڑھ کے رہائشی تھے۔ علی گڑھ کی بدقسمتی کہ ابتدائی دَور میں علی گڑھ میں پریس موجود نہ ہونے کے باعث دواوین کی اشاعت کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر پریس موجود ہوتا تو یہ تعداد کہیں زیادہ ہوتی کیونکہ اسی دَور میں دلّی، آگرہ، کانپور اور لکھنؤ کے پریس سے کتب کثیر تعداد میں شائع ہوتی رہیں۔ علی گڑھ سے غالب کے جو سات دواوین شائع ہوئے ان میں ڈاکٹر ذاکر حسین کا شائع کردہ برلن جرمن ایڈیشن ۱۹۲۵ء دیوانِ غالب مرتبہ شفیع الدین نیر ۱۹۵۶ء، دیوانِ غالب نسخۂ عرشی ۱۹۵۸ء اور نورالحسن نقوی کے مقدمے سمیت شائع کردہ دیوان شامل ہیں جو کہ چار مرتبہ شائع ہوا اور ان چار دواوین کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۹۶ء کے سالوں تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں تک غالب کے فارسی کلام کا تعلق ہے تو راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق غالب کا مکمل فارسی کلام ابھی تک علی گڑھ سے شائع نہیں ہوا البتہ مرزا جعفر حسین نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۶۹ء میں غالب کی فارسی غزلیات کا انتخاب شائع کیا۔

غالب کی فارسی نثر اور اُردو خطوط اگرچہ ان کی حیات میں علی گڑھ سے شائع نہ ہو سکے مگر بعد میں ان کی اشاعت بھی عمل

میں لائی گئی مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ نثرِ غالب کی اب تک پانچ اشاعتیں علی گڑھ سے ہوئی ہیں جن میں سے عودِ ہندی علی گڑھ یونیورسٹی سے تین دفعہ (۱۹۲۷، ۱۹۲۴، ۱۹۲۰ء) میں شائع ہوا جب کہ سید شاہ علی احسن نے غالب کے خطوط کو مکاتیب الغالب کے عنوان سے ۱۹۳۱ء میں مرتب کیا۔ اس کے علاوہ مالک رام نے بھی خطوطِ غالب ۱۹۶۲ء میں انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ سے شائع کیے۔ ان تمام اشاعتوں کی مکمل تفصیل مقالہ ہٰذا کے باب دوم میں موجود ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو غالب کی تخلیقات کی اشاعت کے حوالے سے اگر علی گڑھ کی خدمات بہت زیادہ نہیں ہیں تو اتنی بھی کم نہیں کہ ان کو نظر انداز کیا جا سکے۔ تخلیقاتِ غالب کی اشاعت اور فروغ کی کوششوں میں علی گڑھ کی اہمیت سے کسی طور پر بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علی گڑھ میں ہمیں جہاں تخلیقاتِ غالب کی اشاعت کے سلسلے میں بھرپور کوششوں کا سراغ ملتا ہے وہاں پر یہ بات بھی اہم ہے کہ غالب کی شخصیت اور فن کے پوشیدہ گوشوں تک رسائی کی بھرپور کوشش بھی علی گڑھ کے حصے میں آئی ہے۔

علی گڑھ میں تحقیقِ غالب کے باب میں انفرادی کوششوں کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کی سطح پر کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں۔ تحقیقِ غالب کے سلسلے کی خشتِ اوّل سرسید احمد خان کی آثارالصنادید کو قرار دیا جاتا ہے۔ آثارالصنادید میں غالب کے حوالے سے ایک مضمون شامل ہے جو کہ ''ذکر بلبل نوایان سواد جنت آباد حضرت شاہجہاں آباد'' کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔ سرسید کے اس مضمون سے شروع ہونے والا تحقیقی سلسلہ آج بھی پوری شد و مد کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

سرسید کے بعد تحقیقِ غالب کے سلسلے کی پہلی باقاعدہ کتاب مولانا الطاف حسین حالی کی ''یادگارِ غالب'' کو قرار دیا جاتا ہے۔ مولانا حالی کے علاوہ حسرت موہانی، سہا مجددی، قاضی عبدالودود، نذیر احمد، مختارالدین، ذاکر حسین، مولانا عرشی، خلیق انجم، انصاراللہ، قاضی عبدالستار کے علاوہ محققین کی ایک طویل فہرست ہے جنھوں نے شخصیت و کلامِ غالب کی گم شدہ کڑیوں کا سراغ لگانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان محققین اور ان کی تحقیق کے بارے میں مکمل تفصیل مقالہ کے تیسرے باب میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں باب سوم میں تقریباً ۷۰ تحقیقی کتب اور ۲۰۰ مضامین کا جائزہ شامل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کوشش کی گئی ہے کہ غالب پر تحریر کیے گئے شروح، ناولوں، تراجم، ڈراموں اور مزاحیہ تحریروں کا احاطہ بھی کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں کلامِ غالب کے شارحین کا تفصیلی جائزہ بھی اسی باب کی زینت بنا۔ جہاں تک یونیورسٹی کی سطح پر ہونے والے تحقیقی کام کا تعلق ہے، ۲۰۰۰ء تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں غالب پر ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کے دس مقالہ جات تحریر کیے جا چکے ہیں اس کے علاوہ غالب کے فارسی، اُردو کلام اور نثر کے تیرہ (۱۳) انگریزی تراجم بھی علی گڑھ کے حصے میں آتے ہیں۔ تحقیقِ غالب کے سلسلے میں غالب کے گم شدہ تخلیقی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ غالب کی شخصیت، زندگی، حالات اور خاندان سے متعلق تلاش و جستجو کا عمل نہ صرف بھرپور روایت کا حامل ہے بلکہ اس پر کام کو وسعت دینے کا سہرا بھی علی گڑھ کے سر جاتا ہے۔

نقدِ غالب کے حوالے سے بھی علی گڑھ مضبوط روایات کا حامل ہے۔ راقم الحروف نے باب چہارم میں کوشش کی ہے کہ

نقدِ غالب کے سلسلے میں علی گڑھ میں کی جانے والی کوششوں کا بھرپور احاطہ کیا جا سکے۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق نقدِ غالب کے سلسلے میں اب تک ۴۱ کتب اور ۳۰۰ کے قریب مضامین علی گڑھ سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان ناقدین میں علی گڑھ کے رہائشی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے معلم و طالب علم شامل ہیں۔ آثارالصنادید میں تحریر کردہ سرسید احمد خان کا مضمون اور حالی کی یادگارِ غالب دونوں تنقیدی و تحقیقی نوعیت کی تخلیقات ہیں مگر علی گڑھ کی روایت میں نقدِ غالب کے سلسلے کی پہلی باقاعدہ کتاب عبدالرحمٰن بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' ہی ٹھہرتی ہے۔ علی گڑھ میں نقدِ غالب کی روایت اس حوالے سے بھی زرخیز ہے کہ اس میں حالی و بجنوری کے علاوہ مجنوں گورکھپوری، یوسف حسین خان، آل احمد سرور، خورشیدالاسلام، اُسلوب احمد انصاری، رشید احمد صدیقی، احسن مارہروی، خلیل الرحمٰن اعظمی اور لطیف الزماں خاں جیسے نقادوں کی بھرپور کوششیں شامل ہیں۔ راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ باب چہارم میں ان ناقدین کا مکمل احاطہ کیا جا سکے۔

علی گڑھ میں تخلیقاتِ غالب، تحقیقِ غالب اور نقدِ غالب کے ساتھ ساتھ غالب شناسی کی روایت میں رسائل و جرائد کی اہمیت سے کسی طور پر انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں سے شائع ہونے والے ادبی رسائل و جرائد میں نہ صرف وقتاً فوقتاً غالب پر تحقیقی و تنقیدی مضامین شائع کیے بلکہ غالب نمبر شائع کر کے بھی تفہیمِ غالب کی روایت کو بھرپور جلا بخشی۔ رسائل کے اس متحرک کردار کا تفصیلی جائزہ بھی مقالہ ہذا کے باب پنجم میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

مجموعی طور پر علی گڑھ کی ادبی روایات پر غالب اور غالب شناسی نے بھرپور اثرات مرتب کیے ہیں۔ گزشتہ ابواب کے تفصیلی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ علی گڑھ کی ادبی روایات پر غالب کا اثر نمایاں ہے اور غالب ہی ایسے شخص ہیں جن کو تحقیق و تنقید کا موضوع بنایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اگر غالب شناسی کی روایت میں علی گڑھ کی اہمیت کا جائزہ لینے کی کوشش کریں تو معلوم ہوگا کہ علی گڑھ اور غالب نہ صرف یہ کہ لازم و ملزوم ہیں بلکہ تفہیمِ غالب کی روایت میں علی گڑھ کے کردار سے کسی صورت بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ غالب علی گڑھ تحریک کے نظم و نثر اور تحقیق و تنقید کے ہراول دستے میں شمار ہوتے ہیں اور سرسید کی اس عقلی اور سائنسی تحریک کے معماروں اور حاشیہ نشینوں نے کبھی بھی غالب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا۔ یہ چیز نہ صرف تفہیمِ غالب کی روایت کو بھرپور انداز میں سامنے لاتی ہے بلکہ اس سے غالب شناسی کی اس روایت میں علی گڑھ کے جاندار اور پُرجوش کردار کی بھی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔

❋

کتابیات

- تحقیقی وتنقیدی کتب
- رسائل
- انگریزی کتب
- انٹرویو

کتابیات

نمبر شمار	نام مصنف رمرتب	نام کتاب	مطبع	سن اشاعت
۱۔	آفاق حسین آفاق	نادراتِ غالب	ادارۂ نادرات، کراچی، باراوّل	۱۹۴۹ء
۲۔	آفاق حسین آفاق	نادراتِ غالب	ادارۂ نادرات، کراچی، باردوم	۱۹۹۲ء
۳۔	آقائے رازی	سرگزشتِ غالب	علی بک پبلشرز، لاہور	س۔ن
۴۔	آل احمد سرور (مرتبہ)	عرفانِ غالب	مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، باراوّل	۱۹۷۳ء
۵۔	آل احمد سرور (مرتبہ)	عکس غالب (غالب کے اردو خطوط کا انتخاب)	مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، باراوّل	۱۹۷۳ء
۶۔	ابرار، عبدالاسلام	آبِ حیات (محمد حسین آزاد) مع حواشی و تعلیقات اور اختلافِ نسخ)	بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان	۲۰۰۶ء
۷۔	ابوسلیمان	اردوئے معلّٰی (اوّل ودم)	انوار المطابع لکھنؤ	۱۹۲۲ء
۸۔	احسن مارہروی، شاہ علی، سیّد	مکاتیب الغالب	بک کمپنی علی گڑھ	س۔ن
۹۔	اخلاق حسین عارف	غالب کا تنقیدی شعور	ادارۂ فروغ اردو، لکھنؤ	۱۹۶۹ء
۱۰۔	اخلاق حسین عارف	غالب اور فنِ تنقید	غالب اکیڈمی، نئی دہلی، باراوّل	۱۹۷۷
۱۱۔	ادارہ غالب کمیٹی نئی دہلی	غالب اور اس کا عہد	یادگارِ غالب، نئی دہلی	۱۹۶۹ء
۱۲۔	اکبر علی ترمذی، سیّد	نامہ ہائی فارسی غالب	غالب اکیڈمی، نئی دہلی	۱۹۶۹ء
۱۳۔	اکرام، سعید، محمد، پروفیسر	غالب کا خصوصی مطالعہ	فاروق سنز، لاہور	س۔ن
۱۴۔	اکرام، شیخ محمد	حکیم فرزانہ	ادارہ ثقافت لاہور	۱۹۵۷ء
۱۵۔	اکرام، شیخ محمد	حیاتِ غالب	جہانگیر بک ڈپو، دلّی	س۔ن
۱۶۔	اکرام، شیخ محمد	حیاتِ غالب	ادارہ ثقافت لاہور، باردوم	۱۹۸۲ء
۱۷۔	اکرام، شیخ محمد	غالب نامہ یا آثارِ غالب	تاج آفس بمبئی، بار چہارم	س۔ن
۱۸۔	اسلوب احمد انصاری	نقشِ غالب	غالب اکیڈمی، دہلی	اکتوبر ۱۹۷۷ء
۱۹۔	اسلوب احمد انصاری	غالب کا فن	مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	اکتوبر ۱۹۷۷ء
۲۰۔	اسلوب احمد انصاری	نقش ہائے رنگ رنگ (مطالعات غالب)	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی	۱۹۹۸ء
۲۱۔	اسلم فرخی	محمد حسین آزاد، حیات وتصانیف	انجمن ترقی اردو کراچی	س۔ن

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر	سال
۲۲۔	افضل، چودھری محمد	فنِ تنقید اور تنقید میں	مکتبہ عالیہ، لاہور	س۔ن
۲۳۔	افضل، چودھری محمد	مبادیاتِ تنقید	مکتبہ عالیہ، لاہور	س۔ن
۲۴۔	امتیاز علی عرشی (مرتبہ)	انتخابِ غالب	مطبع قیمہ بمبئی	۱۹۴۲ء
۲۵۔	امیر حسن نورانی	غالب کی زندگی	آزاد کتاب گھر، دہلی	۱۹۶۹ء
۲۶۔	انصار اللہ نظر، ڈاکٹر	غالب ببلیوگرافی	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بار اوّل	۱۹۷۲ء
۲۷۔	انصار اللہ نظر، ڈاکٹر	معتمد الدولہ آغا میسر	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی	اگست ۱۹۸۸ء
۲۸۔	انعام الحق کوثر، ڈاکٹر	مرزا غالب	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	۱۹۸۷ء
۲۹۔	انعام الحق کوثر، ڈاکٹر	مرزا غالب قومی و عالمی تناظر میں	ایجوکیشنل ریسرچ کوئٹہ	۱۹۸۸ء
۳۰۔	انوار الحق، مفتی (مرتبہ)	دیوانِ غالب جدید نسخۂ حمیدیہ	مفید عام پریس، لاہور	۱۹۲۰،۲۲ء
۳۱۔	انور سدید، ڈاکٹر	غالب اور عصرِ غالب	کاروانِ ادب، ملتان	۱۹۸۶ء
۳۲۔	انور سدید، ڈاکٹر	پاکستان میں ادبی جرائد کی تاریخ	اکادمی ادبیات، اسلام آباد	۱۹۹۲ء
۳۳۔	انیس ناگی	غالب اور شاعر ایک اداکار	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	جنوری ۱۹۸۷ء
۳۴۔	انیس ناگی	غالبِ پریشاں	جمالیات گنگارام، لاہور	۱۹۹۲ء
۳۵۔	ایوب قادری، محمد، ڈاکٹر	غالب اور عصرِ غالب	کاروانِ ادب، ملتان	۱۹۸۶ء
۳۶۔	بجنوری، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر	محاسنِ کلام غالب	انجمن ترقی اردو علی گڑھ، بار چہارم	۱۹۵۲ء
۳۷۔	بجنوری، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر	محاسنِ کلام غالب (مرتبہ) اشرف رشید صدیقی	فرید پبلشرز، کراچی	۲۰۰۱ء
۳۸۔	بدایونی، نظام الدین حسین نظامی، مولوی	نکاتِ غالب	نظامی پریس بدایوں، بار سوم	۱۹۵۹ء
۳۹۔	بشیر مرزا، محمد (مرتبہ)	سرگزشتِ غالب	عزیزی پریس، آگرہ	۱۹۴۲ء
۴۰۔	پرتھوی چندر (مرتبہ)	جا گیرِ غالب	جن پتھ نئی دہلی	س۔ن
۴۱۔	پرتھوی چندر	فکرِ غالب	تاج آفس دہلی، بار اوّل	۱۹۶۰ء
۴۲۔	تنویر احمد علوی، ڈاکٹر	غالب کی سوانح عمری	غالب اکیڈمی، نئی دہلی	۲۰۰۴ء
۴۳۔	تنویر بخاری	غالب کا خصوصی مطالعہ	نیو بک پیلس لاہور	س۔ن
۴۴۔	جعفر حسین، مرزا	متاعِ غالب (انتخاب غزلیات فارسی)	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۱۹۶۹ء
۴۵۔	جیلانی کامران	غالب کی تہذیبی شخصیت	کشاف پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۷۴ء
۴۶۔	حامد علی شاہ، سیّد، ڈاکٹر	غالب کا سائنسی شعور	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۹۵ء

۴۷۔	حالی، الطاف حسین	یادگارِ غالب	مطبع فیض عام علی گڑھ، بار دوم	س۔ن
۴۸۔	حالی، الطاف حسین	یادگارِ غالب	دائرۂ ادبیہ لکھنؤ	۱۹۲۴ء
۴۹۔	حالی، الطاف حسین	حیاتِ جاوید	اکادمی پنجاب، لاہور	۱۹۵۷ء
۵۰۔	حالی، الطاف حسین	حیاتِ جاوید	ترقیِ اردو بیورو، نئی دہلی، جلد دوم	۱۹۹۰ء
۵۱۔	حالی، الطاف حسین	یادگارِ غالب	تاج بک ڈپو، لاہور	س۔ن
۵۲۔	حامد مسعود	خطوطِ غالب کا فنی تجزیہ	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	۱۹۸۲ء
۵۳۔	حبیب الرحمٰن	غالب فکر وفن کے آئینے میں	مکتبہ شاہین پشاور	۱۹۷۶ء
۵۴۔	حبیب خاں، ایم	غالب اور سرور	انجمن ترقی اردو نئی دہلی	دسمبر ۱۹۷۵ء
۵۵۔	حسرت موہانی	دیوانِ غالب مع شرح	انوار المطابع لکھنؤ، بار چہارم	۱۹۱۱ء
۵۶۔	حسن، محمد، ڈاکٹر	کورے کا چاند	دہلی یونیورسٹی دہلی	فروری ۱۹۶۹ء
۵۷۔	حسن، محمد، ڈاکٹر	غرضِ ہنر	نصرت پبلشرز لکھنؤ، بار اوّل	۱۹۷۷ء
۵۸۔	حسن نظامی، خواجہ	غالب کا روزنامچہ	نیو فائن آرٹ، دہلی	۱۹۶۴ء
		(غدر کے وقت افسانچوں کا ساتواں حصہ)		
۵۹۔	حمید احمد خاں، پروفیسر (مرتبہ)	دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ)	مفید عام پریس	۱۹۶۱ء
۶۰۔	حمید احمد خاں، پروفیسر (مرتبہ)	دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ)	مجلس ترقی ادب، لاہور	۱۹۶۹ء
۶۱۔	حیات خان سیال، محمد، پروفیسر	احوال ونقدِ غالب	نذر سنز لاہور	۱۹۶۷ء
۶۲۔	حیدر عباس رضوی، سیّد	(مرتبہ) شہرت غالب بہ گیتی	سیفیہ کالج بھوپال	۱۹۷۰ء
۶۳۔	حیدر عباس رضوی، سیّد	یادگارِ غالب (ایک جائزہ)	سیفیہ کالج بھوپال، باردو	۱۹۸۸ء
۶۴۔	خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر	افکارِ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۹۹ء
۶۵۔	خلیق انجم، ڈاکٹر	غالب کی نادر تحریریں	مکتبہ شاہراہ دہلی	۱۹۶۱ء
۶۶۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	غالب اور شاہانِ تیموریہ	مکتبہ جامع لمیٹڈ دہلی، بار اوّل	دسمبر ۱۹۷۴ء
۶۷۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	انتخاب خطوطِ غالب	مونو مینٹل پبلشرز نئی دہلی	۱۹۸۹ء
۶۸۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	غالب کچھ مضامین	انجمن ترقی اردو نئی دہلی	۱۹۹۷ء
۶۹۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	غالب کے خطوط (جلد اوّل)	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی	۱۹۸۴ء
۷۰۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	غالب کے خطوط (جلد اوّل)	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۸۹ء
۷۱۔	خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ)	غالب کے خطوط (جلد دوم)	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۸۹ء

۷۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد دوم) | غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی | ۱۹۸۵ء
۷۳۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد سوم) | غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی | ۱۹۸۷ء
۷۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد سوم) | انجمن ترقی اردو، کراچی | ۱۹۹۰ء
۷۵۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد چہارم) | انجمن ترقی اردو، کراچی | ۱۹۹۵ء
۷۶۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد چہارم) | غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی | ۱۹۹۳ء
۷۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | غالب کے خطوط (جلد پنجم) | غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی | ۲۰۰۰ء
۷۸۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتبہ) | خواجہ احمد فاروقی | انجمن ترقی اردو ہند دہلی | ۲۰۰۰ء
۷۹۔ خلیل الرحمٰن داؤدی (مرتبہ) | مجموعہ نثر غالب اردو | مجلسِ ترقی ادب، لاہور | ۱۹۶۷ء
۸۰۔ خورشید الاسلام، ڈاکٹر | غالب کا ابتدائی دور | انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، باراوّل | ۱۹۶۰ء
۸۱۔ خورشید الاسلام، ڈاکٹر | غالب تقلید اور اجتہاد | ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، بارسوم | ۱۹۷۹ء
۸۲۔ ذاکر حسین خاں، ڈاکٹر | خطبہ افتتاحیہ | یونین پرنٹنگ پریس، دہلی | فروری ۱۹۶۹ء
۸۳۔ ذاکر حسین خاں، ڈاکٹر | انتخاب غالب (غالب کے فارسی کلام کا انتخاب) | دہلی یونیورسٹی دہلی، باراوّل | ۱۹۷۰ء
۸۴۔ ذوالفقار، غلام حسین | محاسنِ خطوطِ غالب | مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور | ۱۹۶۹ء
۸۵۔ رسا ہمدانی | نادر خطوطِ غالب | کاشانۂ ادب، لکھنؤ | ۱۹۳۹ء
۸۶۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر | غالب کی شخصیت اور شاعری | دہلی یونیورسٹی، دہلی | ۱۹۶۹ء
۸۷۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر | گنج ہائے گراں مایہ (حصہ دوم) (مرتبین) لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی) | مکتبۂ دانیال، کراچی | ۱۹۹۱ء
۸۸۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر | غزل، غالب اور حسرت | الوقار پبلشرز لاہور | ۱۹۹۴ء
۸۹۔ رشید احمد صدیقی، پروفیسر | غالب نکتہ داں (مرتبین) لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی) | مکتبۂ دانیال، کراچی | ۱۹۹۷ء
۹۰۔ رشید حسن خاں | آنسہ فرحت، محمد یعقوب | اشاریہ کلامِ غالب، دہلی | ۱۹۷۰ء
۹۱۔ سجاد مرزا | غالب نکتہ بیں | فروغ ادب اکادمی گوجرانوالہ، باراوّل | ۱۹۹۴ء
۹۲۔ سر سید احمد خاں | آثار الصنادید | سید الاخبار، دہلی، باراوّل | ۱۹۴۶ء
۹۳۔ سعادت علی صدیقی (مرتب) | حسبیہ غالب | ادارۂ فروغ لکھنؤ | ۱۹۷۱ء
۹۴۔ سعید الدین، قاضی | دیوانِ غالب مع شرح و مقدمہ | ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ | ۱۹۲۶ء

۹۵۔	سعید الدین، قاضی	دیوانِ غالب مع شرح	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	۱۹۳۳ء
۹۶۔	سعید الدین، قاضی	دیوانِ غالب مع شرح	ہدیہ سعدیہ علی گڑھ	۱۹۲۶ء
۹۷۔	سعید الدین، قاضی	دیوانِ غالب مع شرح	یونائٹیڈ پبلشرز لاہور	۱۹۵۲ء
۹۸۔	سلام سندیلوی، ڈاکٹر	غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ	نسیم بکڈ پو لکھنو، باراوّل	۱۹۶۹ء
۹۹۔	سلطان صدیقی	عرفانِ غالب	الحمرا اکیڈمی، لاہور، باراوّل	۱۹۷۴ء
۱۰۰۔	سلیم اختر، ڈاکٹر	اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۱ء
۱۰۱۔	سلیم اختر، ڈاکٹر (مرتب)	غالب شناسی اور نیاز و نگار	الوقار پبلی کیشنز، لاہور، باراوّل	۱۹۹۸ء
۱۰۲۔	سلیم اختر، ڈاکٹر	شعور و لاشعور کا شاعر غالب	فیروز سنز، کراچی	س۔ن
۱۰۳۔	سلیمان اطہر جاوید	غالب کے چند نقاد	غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی	۱۹۹۵ء
۱۰۴۔	سمیع اللہ قریشی، پروفیسر	غالب کی نفسیاتِ غم	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۲ء
۱۰۵۔	سیادت نقوی، محمد، ڈاکٹر	گفتۂ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی	۱۹۹۴ء
۱۰۶۔	سیّد عبداللہ، ڈاکٹر	اطرافِ غالب	مکتبۂ کاروان، لاہور	۱۹۷۹ء
۱۰۷۔	شاداں، اولاد حسین، سیّد	کنز المطالب شرح دیوانِ غالب	شیخ مبارک علی، لاہور	۱۹۶۷ء
۱۰۸۔	شکیل الرحمٰن	غالب کی جمالیات	عصمت پبلی کیشنز، کشمیر، باراول	۱۹۶۹ء
۱۰۹۔	شکیل الرحمٰن	مرزا غالب کا داستانی مزاج	ادارۂ فروغِ اردو، لاہور	۱۹۸۷ء
۱۱۰۔	شمس الرحمٰن فاروقی	تفہیمِ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی	۱۹۸۹ء
۱۱۱۔	شوکت سبزواری، ڈاکٹر	غالب فکر و فن	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۶۱ء
۱۱۲۔	شوکت سبزواری، ڈاکٹر	فلسفہ کلامِ غالب	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۶۹ء
۱۱۳۔	شمیم حنفی	غالب کی تخلیقی حسیّت	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۲۰۰۵ء
۱۱۴۔	صالحہ عابد حسین	یادگارِ حالی	انجمن ترقی اردو علی گڑھ، بارسوم	س۔ن
۱۱۵۔	صباح الدین عبدالرحمٰن (مرتبہ)	غالب (مدح و قدح کی روشنی میں)	معارف پریس، اعظم گڑھ، جلد اوّل، دوم	۱۹۷۷ء
۱۱۶۔	صوفی تبسم، غلام مصطفیٰ	روحِ غالب	گلوب پبلشرز، لاہور	۱۹۶۹ء
۱۱۷۔	ظہیر الدین علوی، سیّد	اشک و رشک غالب	ایجوکیشنل پریس علی گڑھ	۱۹۴۱ء
۱۱۸۔	طالب کاشمیری	جوہرِ آئینہ	مکتبہ جامع نئی دہلی	۱۹۷۱ء
۱۱۹۔	ظہیر صدیقی	نقش ہائے رنگ رنگ	دہلی یونیورسٹی، دہلی	۱۹۷۰ء

۱۲۰۔	عبادت بریلوی، ڈاکٹر	غالب کا فن	گلوب پبلشرز، لاہور	۱۹۶۸ء
۱۲۱۔	عبادت بریلوی، ڈاکٹر	غالب اور مطالعہ غالب	ادارۂ ادب وتنقید لاہور، بار دوم	۱۹۹۴ء
۱۲۲۔	عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر	افکارِ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۹۹ء
۱۲۳۔	عبدالرحمٰن چغتائی	مرقع چغتائی	جہانگیر بک کلب لاہور	۱۹۲۸ء
۱۲۴۔	عبدالرحمٰن چغتائی	نقشِ چغتائی	جہانگیر بک کلب لاہور	۱۹۳۵ء
۱۲۵۔	عبدالرحمٰن عباس چڑیا کوٹی	غالب اور اردو غزل	نظامی آرٹسٹ لکھنو	۱۹۹۲ء
۱۲۶۔	عبداللہ، سیّد	سرسید احمد خان اور اُن کے نامور رفقاء	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	۱۹۹۱ء
۱۲۷۔	عبداللہ، سیّد	اشاراتِ تنقید	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	۱۹۹۳ء
۱۲۸۔	عبدالرؤف عروج	بزمِ غالب	ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی	۱۹۴۹ء
۱۲۹۔	عبدالرشید، محمد	غالب فکر وفن کے آئینے میں	پریم نگر کانپور	۱۹۸۰ء
۱۳۰۔	عبدالستار، قاضی	اردو شاعری میں قنوطیت	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، باراوّل	۱۹۵۸ء
۱۳۱۔	عبدالستار، قاضی	غالب (ناول)	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۱۹۸۶ء
۱۳۲۔	عبدالشکور احسن	دستنبو	مجلسِ یادگارِ غالب، لاہور	۱۹۶۹ء
۱۳۳۔	عبدالشکور احسن	مہرِ نیم روز	مجلسِ یادگارِ غالب لاہور، باراوّل	۱۹۶۸ء
۱۳۴۔	عبدالمنان بیدل، پروفیسر	اشعارِ غالب	لالہ رام نرائن الٰہ آباد، باراوّل	۱۹۴۲ء
۱۳۵۔	عبدالقوی دسنوی	مداح غالب عبدالرحمٰن بجنوری اور ناقدین		۱۹۹۷ء
۱۳۶۔	عبدالودود، قاضی	مآثرِ غالب	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۱۹۹۵ء
۱۳۷۔	عبدالودود، قاضی	غالب بحیثیت محقق	اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ	۱۹۹۵ء
۱۳۸۔	عتیق صدیقی	غالب اور ابوالکلام	مکتبہ شاہراہ دہلی	فروری ۱۹۶۹ء
۱۳۹۔	عرشی، امتیاز علی	دیوان غالب (نسخۂ عرشی)	انجمنِ ترقی اردو، علی گڑھ	۱۹۵۸ء
۱۴۰۔	عرشی، امتیاز علی	دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)	مجلسِ ترقی ادب، لاہور	۱۹۹۲ء
۱۴۱۔	عرفان، محمد	طرزِ غالب	مکتبہ دین وادب، لکھنو	۱۹۷۲ء
۱۴۲۔	عزیز حسن (علیگ)	تصوراتِ غالب	غالب اکیڈمی نئی دہلی، باراوّل	۱۹۸۷ء
۱۴۳۔	عطاء خورشید مہر الٰہی	مختار نامہ	ہیریٹیج پبلی کیشنز، علی گڑھ	۲۰۰۲ء
۱۴۴۔	عطاالرحمٰن عطا کاکوی، محمد، سیّد	تقابلی مطالعے	عظیم الشان بکڈپو، پٹنہ	۱۹۶۶ء
۱۴۵۔	علی احمد جلیلی، ڈاکٹر	غالب ایک مطالعہ	انعم کمپوٹرس حیدرآباد، باراوّل	۱۹۹۸ء

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر	سال
۱۴۶۔	علی سردار جعفری	دیوانِ غالب کی ہندی فرہنگ	ہندوستان بک ٹرسٹ بمبئی	جولائی ۱۹۵۸ء
۱۴۷۔	علی سردار/ جابر حسین (مرتبہ)	غالب کا سومنات خیال	اردو مرکز، پٹنہ	۱۹۹۷ء
۱۴۸۔	علی فرجاد، محمد	احوال و آثار	مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان	۱۹۷۷ء
۱۴۹۔	غالب	کلیاتِ نثر (فارسی)	مطبع نول کشور، لکھنؤ	۱۲۸۴ھ
۱۵۰۔	غالب	کلیاتِ غالب	مطبع نول کشور، لکھنؤ	۱۸۶۳ء
۱۵۱۔	غالب	اردوئے معلیٰ (حصہ دوم)	غالب مجتبائی دہلی	۱۸۹۹ء
۱۵۲۔	غالب	دیوانِ غالب نظامی ایڈیشن	نظامی پریس بدایواں	۱۹۱۵ء
۱۵۳۔	غالب	دیوانِ غالب نظامی ایڈیشن	نظامی پریس بدایوں	۱۹۱۹ء
۱۵۴۔	غالب	دیوانِ غالب	نظامی پریس بدایوں	۱۹۲۲ء
۱۵۵۔	غالب	دیوانِ غالب (اردو)	مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ	۱۹۲۵ء
۱۵۶۔	غالب	عودِ ہندی	مطبع نول کشور، لکھنؤ	۱۹۴۱ء
۱۵۷۔	غالب	دیوانِ غالب	مکتبہ الفاظ علی گڑھ	۱۹۸۰،۸۸ء
۱۵۸۔	غلام رسول مہر	غالب	مسلم پرنٹنگ پریس، لاہور	۱۹۳۶ء
۱۵۹۔	غلام رسول مہر	غالب	کوہِ نور پریس، لاہور	۱۹۴۴ء
۱۶۰۔	غلام رسول مہر	خطوطِ غالب	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور بار چہارم	۱۹۶۸ء
۱۶۱۔	غلام رسول مہر	نوائے سروش	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور	س۔ن
۱۶۲۔	غیاث الدین، پروفیسر (مرتبہ)	نذرِ قاضی عبدالستار	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	۲۰۰۶ء
۱۶۳۔	فخر السلام اعظمی (مرتبہ)	غالب فکر و فن	شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ، بار اوّل	۱۹۸۶ء
۱۶۴۔	فرح ذبیح	نادر ذخیرۂ غالبیات	شعبہ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان	۲۰۰۳ء
۱۶۵۔	فرخ جلالی (مرتبہ)	دیوانِ غالب اردو	خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۶ء
۱۶۶۔	فرمان فتح پوری، ڈاکٹر	شاعر امروز و فردا	اظہار سنز، لاہور	۱۹۷۰ء
۱۶۷۔	فرمان فتح پوری، ڈاکٹر	تمنا کا دوسرا قدم اور غالب	حلقہ نیاز و نگار، کراچی	۱۹۹۵ء
۱۶۸۔	فیاض محمود، سیّد (ترجمہ)	تنقیدِ غالب کے سو سال	مجلسِ یادگارِ غالب، لاہور	۱۹۶۹ء
۱۶۹۔	کاظم علی خان	توقیتِ غالب	انجمن ترقی اردو ہند، دہلی	۱۹۹۹ء
۱۷۰۔	کاظم علی خان	خطوطِ غالب کا تحقیقی مطالعہ	کتاب نگر، لکھنؤ	۱۹۸۱ء
۱۷۱۔	کالی داس گپتا رضا	دیوانِ غالب (نسخہ رضا)	ساکار پبلی کیشنز، بمبئی	س۔ن

۱۷۲۔	کالی داس گپتا رضا (مرتبہ)	دیوانِ غالب (عکسی)	مطبع نظامی کانپور	۱۸۶۲ء
۱۷۳۔	کالی داس گپتا رضا	دعائے صباح	وِل پبلی کیشنز، بمبئی	۱۹۷۷ء
۱۷۴۔	کالی داس گپتا رضا (مرتبہ)	دیوانِ غالب (عکسی)	وِل پبلی کیشنز، بمبئی	۱۹۸۷ء
۱۷۵۔	کالی داس گپتا رضا	غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں	ساکار پبلی شرز، بمبئی، باراوّل	۱۹۹۰ء
۱۷۶۔	کالی داس گپتا رضا	دیوانِ غالب (نسخہ رضا)	ساکار پبلی کیشنز، بمبئی	۱۹۹۵ء
۱۷۷۔	کالی داس گپتا رضا	غالبیات (کچھ مطالعے کچھ مشاہدے)	ساکار پبلی شرز، بمبئی	۱۹۹۸ء
۱۷۸۔	کالی داس گپتا رضا	تفہیم غالب کے دو حرف (اور دوسرے مضامین)	ساکار پبلی شرز بمبئی	۱۹۹۹ء
۱۷۹۔	کرار حسین	غالب سب اچھا کہیں جسے	ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی	۱۹۶۹ء
۱۸۰۔	کاوش، ابو محمد، سیّد	فرہنگ عودِ ہندی	شیخ خان محمد، لاہور	۱۹۳۹ء
۱۸۱۔	کوثر چاند پوری	جہانِ غالب	حامد بدار درس لاہور، باراوّل	۱۹۶۶ء
۱۸۲۔	کلیم الدین احمد (مرتبہ)	مقالات قاضی عبدالودود	اردو اکیڈمی پٹنہ	۱۹۷۷ء
۱۸۳۔	کمال احمد صدیقی	بیاضِ غالب، تحقیقی جائزہ	ادارہ مطبوعات، سری نگر، کشمیر	۱۹۷۰ء
۱۸۴۔	گوہر نوشاہی، ڈاکٹر	مطالعہ غالب	مکتبہ عالیہ لاہور	۱۹۹۱ء
۱۸۵۔	گیان چند جین، ڈاکٹر	رموزِ غالب	ادارہ یادگارِ غالب، کراچی	۱۹۹۹ء
۱۸۶۔	قاضی عبدالودود	قاطع برہان و رسائل متعلقہ	ادارۂ تحقیقات اردو	۱۹۶۷ء
۱۸۷۔	قدرت نقوی، سیّد	غالب کون ہے؟	امروز پرنٹنگ پریس، ملتان	۱۹۶۷ء
۱۸۸۔	قدرت نقوی، سیّد	غالب آگہی	اردو اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۶ء
۱۸۹۔	لطیف الزماں خاں (ترجمہ)	مکتوباتِ غالب	الفیصل لاہور، باراوّل	۱۹۹۵ء
۱۹۰۔	لطیف الزماں خاں، مہر الٰہی ندیم علیگ (مرتبین)	میزانِ نثر (جلد پنجم)	مکتبۂ دانیال، کراچی	۲۰۰۱ء
۱۹۱۔	لطیف اللہ، پروفیسر	غالب شخصیت اور کردار	ادارۂ یادگارِ غالب، کراچی	۱۹۹۸ء
۱۹۲۔	مالک رام	ذکرِ غالب	نیشنل بک ٹرسٹ، دلی، باراوّل	۱۹۳۸ء
۱۹۳۔	مالک رام	گل رعنا	علمی مجلس دلی	۱۹۷۰ء
۱۹۴۔	مالک رام	ذکرِ غالب	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی	۱۹۷۶ء
۱۹۵۔	مالک رام	تلامذہ غالب	گلوب پبلشرز، لاہور	۱۹۸۴ء
۱۹۶۔	مجنوں گورکھپوری	غالب شخص اور شاعر	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۱۹۹۵ء

نمبر	مصنف	کتاب	ناشر	سنہ
۱۹۷۔	مجنوں گورکھپوری	غالب شخص اور شاعر	مکتبہ اربابِ قلم، کراچی	۱۹۷۴ء
۱۹۸۔	محمد صادق، ڈاکٹر	محمد حسین آزاد۔ احوال و آثار	مجلس ترقی ادب، لاہور	۱۹۷۶ء
۱۹۹۔	محمد علی جویا	ر۔ک۔ خیابان، تاریخ	مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ	۱۸۸۱ء
۲۰۰۔	محی الدین قادری	سرگزشتِ غالب	افضل برقی پریس حیدرآباد، بار دوم	۱۹۵۰ء
	زور، سیّد، ڈاکٹر			
۲۰۱۔	مختار الدین، ڈاکٹر	احوالِ غالب	انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ	۱۹۵۳ء
۲۰۲۔	مختار الدین، ڈاکٹر (مرتبہ)	نقدِ غالب	انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ	۱۹۵۶ء
۲۰۳۔	مرتضیٰ حسین فاضل	مثنوی ابرِ گہر بار	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۶۶ء
۲۰۴۔	مرتضیٰ حسین فاضل	کلیات غالب فارسی (جلد اول)	مجلسِ ترقی ادب لاہور	۱۹۶۷ء
۲۰۵۔	مرتضیٰ حسین فاضل	کلیات غالب فارسی (جلد دوم)	مجلسِ ترقی ادب، لاہور	۱۹۶۷ء
۲۰۶۔	مرتضیٰ حسین فاضل	کلیاتِ غالب فارسی (جلد سوم)	مجلسِ ترقی ادب، لاہور	۱۹۶۷ء
۲۰۷۔	مرتضیٰ حسین فاضل (مرتبہ)	اردوئے معلیٰ (حصہ دوم)	مجلسِ ترقی ادب، لاہور	۱۹۷۰ء
۲۰۸۔	مرتضیٰ حسین بلگرامی، سیّد	مکالمہ غالب (ڈرامہ خطوط کے آئینے میں)	بک سنز، علی گڑھ	۱۹۷۰ء
۲۰۹۔	مرتضیٰ حسین بلگرامی، سیّد	غالب نما	انجمن ترقی اردو، نئی دہلی	۱۹۷۰ء
۲۱۰۔	مسعود حسن رضوی ادیب	متفرقات غالب	ہندوستانی پریس، رام پور	۱۹۴۷ء
۲۱۱۔	مسعود حسن رضوی ادیب	شرح طباطبائی اور تنقید کلامِ غالب	کتاب نگر، لکھنؤ	۱۹۷۳ء
۲۱۲۔	مسعود حسن خان، ڈاکٹر (مرتبہ)	انتخاب کلامِ غالب	جامعہ اردو علی گڑھ، باراوّل	۱۹۹۱ء
۲۱۳۔	مسعود حسین خان، ڈاکٹر	اردو کا علمیہ	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	۱۹۷۳ء
۲۱۴۔	مسلم ضیائی	غالب کا منسوخ دیوان	ادارۂ یادگار غالب، کراچی	۱۹۶۹ء
۲۱۵۔	مشتاق شارق، محمد	غالب کا فنکارانہ شعور	محبوب پریس میرٹھ	۱۹۸۹ء
۲۱۶۔	مصطفیٰ حسین منظر جلیسری	علی گڑھ کے خدوخال	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	س۔ن
۲۱۷۔	مصطفیٰ صابری، محمد، سیّد	غالب اور تصوف	دارالاشاعت کلکتہ	۱۹۷۷ء
۲۱۸۔	معین الرحمٰن، سیّد، ڈاکٹر	اشاریہ غالب	مجلس یادگارِ غالب، لاہور	۱۹۶۹ء
۲۱۹۔	معین الرحمٰن، سیّد، ڈاکٹر	غالب اور انقلاب ستاون	سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، باراوّل	۱۹۷۴ء
۲۲۰۔	معین الرحمٰن، سیّد، ڈاکٹر	تحقیقِ غالب	اردو اکیڈمی، کراچی	۱۹۸۱ء
۲۲۱۔	معین الرحمٰن، سیّد، ڈاکٹر	نقوشِ غالب	الوقار پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۵ء

۲۲۲۔	معین الرحمٰن، سیّد، ڈاکٹر	(مرتبہ) دیوانِ غالب (جرمن ایڈیشن)	کلاسیک لاہور	۲۰۰۱ء
۲۲۳۔	ممتاز حسین	غالب کا مطالعہ	انجمن ترقی اردو، کراچی	۱۹۶۹ء
۲۲۴۔	مہر الٰہی ندیم (علیگ)، لطیف الزّماں خاں (مرتبہ)	غالب نکتہ داں	مکتبہ دانیال، کراچی، باراوّل	۱۹۹۷ء
۲۲۵۔	نادم سیتاپوری	غالب نام آورم	ادارہ فروغِ اردو لکھنو	۱۹۶۲ء
۲۲۶۔	نادم سیتاپوری	غالب نام آورم	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۷۰ء
۲۲۷۔	نثار احمد فاروقی، پروفیسر	تلاشِ غالب	کوہ نور پریس، دہلی	۱۹۶۹ء
۲۲۸۔	نثار احمد فاروقی، پروفیسر	تلاشِ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۹۹ء
۲۲۹۔	نریش کمار شاد	غالب اور اس کی شاعری	سٹار پبلی کیشنز، دہلی	س۔ن
۲۳۰۔	نذیر احمد	محاسنِ الفاظِ غالب	کتابیات انار کلی، لاہور	۱۹۶۹ء
۲۳۱۔	نذیر احمد، پروفیسر	نقدِ قاطع برہان مع ضمائم	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۸۵ء
۲۳۲۔	نذیر احمد، پروفیسر (مرتبہ)	تنقیدات (انتخاب مقالات غالب نامہ)	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۹۱ء
۲۳۳۔	نذیر احمد، پروفیسر (مرتبہ)	غالب پر چند مقالے	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی	دسمبر ۱۹۹۱ء
۲۳۴۔	نذیر احمد، پروفیسر (مرتبہ)	تحقیقاتِ غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی	۱۹۹۷ء
۲۳۵۔	نظامی بدایونی (مرتبہ)	دیوانِ غالب	نظامی پریس بدایوں	۱۹۱۵ء
۲۳۶۔	نظامی بدایونی (مرتبہ)	دیوانِ غالب	نظامی پریس بدایوں، بار پنجم	۱۹۲۳ء
۲۳۷۔	نظام الدین نظامی	نکاتِ غالب	نظامی پریس بدایوں، بار سوم	۱۹۵۹ء
۲۳۸۔	نظیر حسین زیدی، سیّد	غالب تاریخ کے آئینے میں اور دوسرے مضامین	مسعود اکادمی کراچی	۱۹۶۳ء
۲۳۹۔	نور الحسن نقوی (مقدمہ)	دیوانِ غالب	مکتبہ الفاظ، علی گڑھ	۱۹۸۰ء
۲۴۰۔	نور الحسن نقوی (مقدمہ)	دیوانِ غالب	مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، بار دوم	۱۹۸۳ء
۲۴۱۔	نور الحسن نقوی (مقدمہ)	دیوانِ غالب	مکتبہ الفاظ، علی گڑھ، بار سوم	۱۹۹۱ء
۲۴۲۔	نور الحسن نقوی	نذیر احمد	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۲۰۰۱ء
۲۴۳۔	نور الحسن نقوی	محمڈن کالج سے مسلم یونیورسٹی تک	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	۲۰۰۲ء
۲۴۴۔	نور الحسن ہاشمی	ساز اودھی میں نغمۂ غالب	نظامی پریس لکھنؤ	۱۹۸۵ء
۲۴۵۔	نور الحسن ہاشمی	غالب کا دیہ کا اودھی روپ	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۱۹۹۴ء

۲۴۶۔	نیاز فتح پوری	مشکلاتِ غالب	نسیم بک ڈپو لکھنؤ	س۔ن
۲۴۷۔	نیر مسعود	تعبیرِ غالب	کتاب نگر، لکھنؤ	۱۹۷۲ء
۲۴۸۔	وارث کرمانی، پروفیسر	غالب کی فارسی شاعری	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی	۲۰۰۱ء
۲۴۹۔	وحید قریشی	نذرِ غالب	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۷۰ء
۲۵۰۔	وزیر آغا، ڈاکٹر	غالب کا ذوقِ تماشہ	اقبال اکادمی لاہور، باراوّل	۱۹۹۷ء
۲۵۱۔	وزیر الحسن عابدی، سیّد	گلِ رعنا	ادارۂ تحقیقات لاہور	۱۹۶۹ء
۲۵۲۔	وزیر الحسن عابدی، سیّد	پنج آہنگ	مجلس یادگارِ غالب، لاہور	۱۹۶۹ء
۲۵۳۔	وزیر الحسن عابدی، سیّد	سبدِ چین	مجلس یادگارِ غالب لاہور	۱۹۶۹ء
۲۵۴۔	وزیر الحسن عابدی، سیّد	کلیاتِ غالب فارسی	مکتبہ میری لائبریری، لاہور	۱۹۶۹ء
۲۵۵۔	ہنس راج رہبر	غالب حقیقت کے آئینے میں	راجیت رائے دہلی، باراوّل	۱۹۷۲ء
۲۵۶۔	یگانہ چنگیزی، میرزا	غالب شکن	آرمی پریس آگرہ، باردوم	۱۹۳۵ء
۲۵۷۔	یوسف حسین خاں، ڈاکٹر	غالب اور آہنگِ غالب	غالب اکیڈمی دہلی	۱۹۵۷ء
۲۵۸۔	یوسف حسین خاں، ڈاکٹر (مرتبہ)	بین الاقوامی سیمینار	یادگارِ غالب کمیٹی، نئی دہلی	۱۹۶۹ء
۲۵۹۔	یوسف حسین خاں، ڈاکٹر	غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات	غالب اکیڈمی، نئی دہلی	۱۹۷۹ء
۲۶۰۔	یونس خالدی، محمد	مطالعہ حضرت غمگین	انجمن ترقی اردو، علی گڑھ	۱۹۶۳ء
۲۶۱۔	یونس سلیم، محمد	لغاتِ غالب	خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ	۱۹۹۵ء

رسائل

۱۔ ''آجکل''(غالب نمبر)،پبلی کیشنز ڈویژن،دہلی،جلد۱۰،شمارہ۷،فروری۱۹۵۶ء۔

۲۔ ''آجکل''(غالب نمبر)پبلی کیشنز ڈویژن،دہلی،جلد۲۵،شمارہ۷،۱۹۶۷ء۔

۳۔ ''آجکل''(غالب نمبر)پبلی کیشنز ڈویژن،دہلی،جلد۱۶،شمارہ۷،۱۹۵۸ء۔

۴۔ ''آجکل''(غالب نمبر)پبلی کیشنز ڈویژن،دہلی،جلد۱۷،شمارہ۷،۱۹۵۹ء۔

۵۔ ''ادبیات''(غالب نمبر)،فائن پرنٹنگ پریس،دکن،۱۹۶۹ء۔

۶۔ ''ادبِ لطیف''(غالب نمبر)،مکتبہ جدید پریس،لاہور،جلد۲۹،شمارہ۱۱،۱۲،۶۹،۱۹۶۸ء۔

۷۔ ''ادیب''،جامعہ اُردو،علی گڑھ،جلد۱۶،شمارہ۳،۴،جولائی ستمبر۱۹۹۲ء۔

۸۔ ''ادیب''،علی گڑھ،اپریل۱۹۸۱ء۔

۹۔ ''ادیب''،علی گڑھ،جنوری۱۹۸۳ء۔

۱۰۔ ''اردوادب''(غالب نمبر)،انجمن ترقی اردودہلی،شمارہ۱،۲،۱۹۹۱ء۔

۱۱۔ ''اردوادب''(غالب نمبر)،اردوادب لندن،جلد۵،شمارہ۷،۸،۹،۱۹۹۷ء۔

۱۲۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،۱۹۵۳ء۔

۱۴۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،۱۹۵۴ء۔

۱۵۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،۱۹۵۶ء۔

۱۶۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،۱۹۵۷ء۔

۱۷۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،،جولائی تادسمبر۱۹۵۵ء۔

۱۸۔ ''اردوادب''،علی گڑھ،شمارہ۱،۲،۱۹۶۹ء۔

۱۹۔ ''اردوادب''،علی گڑھ،شمارہ۳،۱۹۷۰ء۔

۲۰۔ ''اردوادب''،علی گڑھ،شمارہ۴،۱۹۹۶ء۔

۲۱۔ ''اردوادب''،علی گڑھ،شمارہ۲،۳،۱۹۷۴ء۔

۲۲۔ ''اردوادب''،انجمن ترقی اردوہند،علی گڑھ،شمارہ۱،۱۹۶۴ء۔

۲۳۔ ''اردو ادب''، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، شمارہ ۴،۳، ۱۹۶۴ء۔

۲۴۔ ''اردو'' (بیادِ غالب حصہ اوّل)، انجمن ترقی اردو کراچی، جلد ۴۵، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۲۵۔ ''اردو'' (بیادِ غالب حصہ دوم)، انجمن ترقی اردو کراچی، جلد ۴۵، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۲۶۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ۱، شمارہ ۱، ۱۹۶۰ء۔

۲۷۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر، حصہ دوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ۲، شمارہ ۲، س۔ن۔

۲۸۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر، حصہ سوم)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۲۹۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر) (حصہ دوم)، دہلی یونیورسٹی دہلی، جلد ۲، شمارہ ۲، س۔ن۔

۳۰۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر) (حصہ سوم)، دہلی یونیورسٹی دہلی، شمارہ ۱، ۱۹۶۹ء۔

۳۱۔ ''اردوئے معلیٰ'' (غالب نمبر)، دہلی یونیورسٹی، دہلی، جلد ۱، شمارہ ۱، ۱۹۶۰ء۔

۳۲۔ ''اردوئے معلیٰ''، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۷ء۔

۳۳۔ ''اردو''، انجمن ترقی اردو کراچی، جلد ۴۶، شمارہ ۱، ۱۹۷۰ء۔

۳۴۔ ''اعتمادیہ'' (بیادِ غالب حصہ اوّل)، سیکنڈری سکول دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔

۳۵۔ ''اعتمادیہ'' (بیادِ غالب حصہ دوم)، سیکنڈری سکول دہلی، ۶۸-۱۹۶۹ء۔

۳۶۔ ''افکار'' (غالب نمبر)، مکتبہ افکار، کراچی، شمارہ ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۹۶۶ء۔

۳۷۔ ''افکار'' (غالب نمبر)، مکتبہ افکار، مشہور آفسٹ پریس کراچی، شمارہ ۲۱۱، ۲۱۰، ۱۹۶۹ء۔

۳۸۔ ''افکار''، مکتبۂ افکار کراچی، ۱۹۸۲ء۔

۳۹۔ ''الشجاع'' (غالب نمبر)، ایس ایم شجاع الدین، کراچی، جلد ۱۷، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۶۹ء۔

۴۰۔ ''العلم'' (غالب نمبر)، ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۴۱۔ ''الماس'' (غالب نمبر)، ویمس کالج میسور، ۱۹۶۹ء۔

۴۲۔ ''اوراق'' (غالب نمبر)، انصاری مارکیٹ دہلی، جلد ۹، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۶۱ء۔

۴۳۔ ''تحریر'' (غالب نمبر)، کوہِ نور پرنٹنگ پریس دہلی، جلد ۵، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔

۴۴۔ ''تحریک'' (غالب نمبر)، انصاری مارکیٹ دہلی، جلد ۲۲، شمارہ ۱، ۱۹۷۴ء۔

۴۵۔ ''تحریک'' (غالب نمبر)، انصاری مارکیٹ دہلی، جلد ۱۶، شمارہ ۱۲، ۱۹۶۹ء۔

۴۶۔ ''تحریک'' (غالب نمبر)، انصاری مارکیٹ دہلی، جلد ۹، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۶۱ء۔

۴۷۔ ''جامعہ''(غالب نمبر)،کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی، جلد ۵۹،شمارہ ۲، ۳، ۱۹۶۹ء۔
۴۸۔ ''دبستان''(غالب نمبر)، گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، لاہور، ۱۹۶۹ء۔
۴۹۔ ''دو ماہی''، اکادمی لکھنؤ، ۱۹۸۲ء۔
۵۰۔ ''راوی''(غالب نمبر)، علیم اینڈ سنز لاہور، جلد ۸۵، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۸ء۔
۵۱۔ ''راوی''(غالب نمبر)، گورنمنٹ کالج لاہور، جلد ۶۲، شمارہ ۲، ۱۹۶۹ء۔
۵۲۔ ''زبان وادب''، پٹنہ، ۱۹۸۴ء۔
۵۳۔ ''سب رس''(غالب نمبر دوسرا حصہ)، ادبیات حیدر آباد دکن، جلد ۳۲، شمارہ ۱۲۰، دسمبر ۱۹۶۹ء۔
۵۴۔ ''سب رس''(غالب نمبر دوسرا حصہ)، ادبیات حیدر آباد دکن، جلد ۳۲، شمارہ ۹، ۱۹۶۹ء۔
۵۵۔ ''سورج''(جلد دوم)، سورج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء۔
۵۶۔ ''سورج''، القمر لاہور، جلد ۲۵، شمارہ ۴، ۵، ۱۹۹۷ء۔
۵۷۔ ''سوویت جائزہ''(غالب نمبر) قصرِ ادب بمبئی، جلد ۴۰، شمارہ ۲، ۳، ۱۹۶۹ء۔
۵۸۔ ''شمع حیات''(غالب نمبر)، دلی کالج دلی، ۶۹-۱۹۶۷ء۔
۵۹۔ ''صحیفہ''(جلد اوّل) مجلسِ ترقی ادب لاہور، جنوری ۱۹۶۹ء۔
۶۰۔ ''صحیفہ''(جلد پنجم) مجلسِ ترقی ادب لاہور، س۔ن۔
۶۱۔ ''صحیفہ''(جلد چہارم)، مجلسِ ترقی ادب لاہور، اکتوبر ۱۹۶۹ء۔
۶۲۔ ''صحیفہ''(جلد سوم)، مجلسِ ترقی ادب لاہور، جولائی ۱۹۶۹ء۔
۶۳۔ ''صحیفہ''(جلد دوم)، مجلسِ ترقی ادب لاہور، اپریل ۱۹۶۹ء۔
۶۴۔ ''صحیفہ''(چلد چہارم)، مجلسِ ترقی ادب لاہور، اکتوبر ۱۹۶۹ء۔
۶۵۔ ''عکس صادق''(غالب نمبر)، شاریکس صادق آباد، جلد ۱، شمارہ ۷، ۸، ۱۹۹۷ء۔
۶۶۔ ''علم وفن''(غالب نمبر)، مکتبہ علم وفن دہلی، جلد ۳، شمارہ ۴، ۱۹۶۹ء۔
۶۷۔ ''علوم اسلامیہ''، علی گڑھ، دسمبر ۱۹۶۰ء۔
۶۸۔ ''علی گڑھ میگزین''(غالب نمبر) ۴۸، ۱۹۴۹ء۔
۶۹۔ ''علی گڑھ میگزین''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۵۴-۱۹۵۵ء۔
۷۰۔ ''علی گڑھ میگزین''، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۸۴-۱۹۸۵ء۔

۷۱۔ ''علی گڑھ میگزین''،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۶۹ء۔
۷۲۔ ''علی گڑھ میگزین''،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۶۰ء۔
۷۳۔ ''علی گڑھ میگزین''،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۵۹ء۔
۷۴۔ ''علی گڑھ میگزین''،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۵۹-۱۹۶۰ء۔
۷۵۔ ''غالب میگزین''،شمارہ۱۹۰،۲۰۰۰ء۔
۷۶۔ ''غالب نامہ''غالب انسٹی ٹیوٹ،نئی دہلی،۱۹۹۶ء۔
۷۷۔ ''غالب نامہ''(سلور جوبلی نمبر)،غالب انسٹی ٹیوٹ،نئی دہلی،۱۹۹۱ء۔
۷۸۔ ''غالب نامہ''،جلد۱۹،شمارہ۲،جولائی ۱۹۹۸ء۔
۷۹۔ ''غالب نامہ''،جلد۱۰،شمارہ۲،۱۹۸۹ء۔
۸۰۔ ''غالب نامہ''،جلد۱۹،شمارہ۱،۱۹۹۸ء۔
۸۱۔ ''غالب نامہ''،غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی،جلد۹،شمارہ۲،۱۹۸۸ء۔
۸۲۔ ''غالب نامہ''،غالب انسٹی ٹیوٹ،نئی دہلی،جلد۱۶،شمارہ۱،۱۹۹۵ء۔
۸۳۔ ''فردہ''(غالب نمبر)،گورنمنٹ کالج مری،۱۹۹۷ء۔
۸۴۔ ''فروغِ اردو''(غالب نمبر)،ادارہ فروغِ اردو لکھنؤ،شمارہ ۷،۸،۱۹۶۹ء۔
۸۵۔ ''فکرونظر''(تیسرا کارواں)،جلد۲،۱۹۹۱ء۔
۸۶۔ ''فکرونظر''علی گڑھ،جلد۲۵،شمارہ۲،۳،۱۹۸۸ء۔
۸۷۔ ''فکرونظر''(تیسرا کارواں)،مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،جلد۲۴،۱۹۸۸ء۔
۸۸۔ ''فکرونظر''(سرسید نمبر)،علیگڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۱۹۹۲ء۔
۸۹۔ ''فکرونظر''(سرور نمبر)،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ،۲۰۰۳ء۔
۹۰۔ ''فکرونظر''(نامورانِ علی گڑھ)مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۹۱ء۔
۹۱۔ ''فکرونظر''،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۹۱ء۔
۹۲۔ ''فکرونظر''،علی گڑھ یونیورسٹی علی گڑھ،جلد۲،شمارہ۲،۱۹۶۹ء
۹۳۔ ''فکرونظر''،علی گڑھ،اپریل ۱۹۶۰ء
۹۴۔ ''فکرونظر''،علی گڑھ،جلد۱۰،شمارہ۲،۱۹۸۸ء۔

۹۵۔ ''فکر ونظر''، علی گڑھ، جلد ۱۱، شمارہ ۴، ۱۹۷۱ء۔

۹۶۔ ''فکر ونظر''، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۲۰۰۳ء۔

۹۷۔ ''فکر ونظر''، علی گڑھ، جنوری ۱۹۶۱ء۔

۹۸۔ ''فکر و آ گاہی'' (علی گڑھ نمبر) دہلی، ۲۰۰۰ء۔

۹۹۔ ''فکرِ نو'' (غالب نمبر)، اردو میگوین دلی، ۱۹۶۹ء۔

۱۰۰۔ ''فیضان'' (غالب نمبر)، فیضان لائلپور، جلد ۶، شمارہ ۶، ۷، ۱۹۶۹ء۔

۱۰۱۔ ''قومی زبان'' (غالب نمبر)، انجمن ترقی اردو کراچی، جلد ۷۰، شمارہ ۲، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۲۔ ''قومی زبان'' (غالب نمبر)، انجمن ترقی اردو کراچی، جلد ۷۱، شمارہ ۲، ۱۹۹۸ء۔

۱۰۳۔ ''قومی زبان''، انجمن ترقی اردو، کراچی، جلد ۷۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۲ء۔

۱۰۴۔ ''کاروان'' (غالب نمبر)، شفیق پریس لاہور، ۷۰-۱۹۶۹ء۔

۱۰۵۔ ''کتاب'' (غالب نمبر)، قومی کتاب مرکز، لاہور، جلد ۳، شمارہ ۲، ۱۹۶۹ء۔

۱۰۶۔ ''کتاب'' (غالب نمبر)، مکتبہ میری لائبریری لاہور، جلد ۴، شمارہ ۵، ۶، ۱۹۷۰ء۔

۱۰۷۔ ''گلفشاں'' (غالب نمبر ۱)، نکلسن روڈ لاہور، جلد ۳، شمارہ ۴، ۱۹۶۹ء۔

۱۰۸۔ ''گلفشاں'' (غالب نمبر ۲)، نکلسن روڈ لاہور، جلد ۳، شمارہ ۴، ۱۹۶۹ء۔

۱۰۹۔ ''ماہِ نو'' (غالب نمبر)، ادارہ مطبوعات کراچی، جلد ۲۲، شمارہ ۱، ۲، ۱۹۶۹ء۔

۱۱۰۔ ''ماہِ نو'' (غالب نمبر)، مطبوعات لاہور، ۱۹۹۸ء۔

۱۱۱۔ ''ماہِ نو''، ادارہ مطبوعات، کراچی، ۱۹۵۱ء۔

۱۱۲۔ ''مسلک'' (غالب نمبر)، کالج آف ایجوکیشن، ملتان، ۱۹۹۸ء۔

۱۱۳۔ ''معارف''، اعظم گڑھ، جلد اول، ۱۹۷۷ء۔

۱۱۴۔ ''معاصر'' (عبدالودود نمبر)، پٹنہ، اگست ۱۹۷۶ء۔

۱۱۵۔ ''معاصر''، پٹنہ، ۱۹۷۶ء۔

۱۱۶۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۱۷، شمارہ ۱، ۱۹۹۵ء۔

۱۱۷۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۲۲، شمارہ ۲، ۲۰۰۰ء۔

۱۱۸۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۱۸، شمارہ ۲، ۱۹۹۶ء۔

۱۱۹۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۳۹، شمارہ ۴، ۲۰۰۲ء۔

۱۲۰۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ۱۹۸۸ء۔

۱۲۱۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۴۱، شمارہ ۲، ۲۰۰۴ء۔

۱۲۲۔ ''نقد ونظر''، علی گڑھ، جلد ۱۹، شمارہ ۲، ۱۹۹۷ء۔

۱۲۳۔ ''نقوش'' (غالب نمبر حصہ دوم)، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ۱۹۸۴ء۔

۱۲۴۔ ''نگار'' (غالب نمبر)، ایجوکیشن سوسائٹی کراچی، شمارہ ۱، ۱۹۶۱ء۔

۱۲۵۔ ''نگار'' (غالب نمبر)، فتح پور ایجوکیشن سوسائٹی، کراچی، ۱۹۸۷ء۔

۱۲۶۔ ''نگار'' (غالب نمبر)، نگار پاکستان کراچی، ۱۹۶۹ء۔

۱۲۷۔ ''نگار''، لکھنؤ، ۱۹۶۰ء۔

۱۲۸۔ ''نگار''، لکھنؤ، ۱۹۳۵ء۔

۱۲۹۔ ''نیا دور'' (غالب نمبر)، اُتر پردیش لکھنؤ، جلد ۲۴، شمارہ ۱۱، ۲۱، ۱۹۶۹ء۔

۱۳۰۔ ''ہلال'' (شمارہ خصوصی)، مطبوعات کراچی، جلد ۱۶، شمارہ ۱۱، ۱۹۶۹ء۔

۱۳۱۔ ''ہماری زبان''، علی گڑھ، ۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء۔

۱۳۲۔ ''ہماری زبان''، علی گڑھ، ۸ اگست ۱۹۶۱ء۔

۱۳۳۔ ''ہماری زبان''، علی گڑھ، ۸، ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

۱۳۴۔ ''ہماری زبان''، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۱۳۵۔ ''ہماری زبان''، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء۔

۱۳۶۔ ''ہماری زبان''، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء۔

ضمیمہ جات

- تصویرِ غالب
- غالب کا تعارف (پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟)

ہیں اور بھی دُنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

انگریزی کتب

1. Akhtar Ansari: *"A Necodotes From the Life of Ghalib"*, Published by Idara Sher-o-Adab Aligarh, First edition 1972, Second edition 1976.
2. Jamal Muhammad Siddiqi, *"Aligarh District a Hisotrical SurveyI"* (From Ancient to 1803 A.D.), Munshiram Manoharlal Published (Pvt.) Ltd.
3. Noorul Hasan Naqvi, Dr. : *"Ghalib Reveals Himself"*, Pblished by Muslim University Aligarh, Published in 1972.
4. Ralph Russell & Khurshidul Islam: *"Ghalib Volume I: Life and Etters"*, Published in London, First edition 1969.
5. Ralph Russell: *"The Famous Ghalib"*, Alhamra Publishing Printing, Islamabad, 2003.
6. Ralph Russell: *"The Famous Ghalib"*, Roli Books Ltd. Delhi, 2003.
7. Ralph Russell: *"The Seeing Eye"*, Alhamra Publishing Printing, Islamabad, 2003.
8. Sardar Jafri & Qurat-ul-Ain Hyder: *"Ghalib and His Poetry"*, Bombay Popylar Prakashan, First edition in January 1970.
9. Waris Kirmani: *"Evaluation of Ghalib's Persian Poetry"*, Aligarh University Aligarh, First edition 1972.
10. Yusuf Hussain, Dr.: *"Persian Ghazals of Ghalib"*, Ghalib Institute New Delhi, Published in 1980.
11. Yusuf Hussain, Dr.: *"International Ghalib Seminar"*, All India Ghalib Centenary Committee New Delhi, First edition 1969.

انٹرویو

پروفیسر لطیف الزّماں خان، ملتان (پاکستان)۔

پوچھتے ہیں وہ کہ غالبؔ کون ہے؟

میرزا اسداللہ خان غالب عرف میرزا نوشہ

ولادت: آگرہ، ۸/رجب ۱۲۱۲ھ، ۲۷۔ دسمبر ۱۷۹۷ء

وفات: دہلی، ۲۔ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ، ۱۵۔ فروری ۱۸۶۹ء

مدفن: کھمبا سلطان جی، نظام الدین، نئی دہلی

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟

(توقیتِ غالب از ڈاکٹر کاظم علی خان مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۱۹۹۹ء سے ماخوذ)

۱۷۳۰ء (قیاساً) غالب کے دادا میرزا قوقان بیگ خان کی سمرقند میں ولادت۔

۱۷۳۶ء غالب کی دادی کی ولادت، مقامِ ولادت نامعلوم۔

۱۷۵۲-۵۳ء میرزا قوقان بیگ خان، غالب کے دادا کی سمرقند سے ہندوستان میں آمد، احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں (دسمبر ۱۷۵۱ء تا مارچ ۱۷۵۲ء) کے بعد اور معین الملک کی وفات ۳ نومبر ۱۷۵۳ء سے پہلے۔

۱۷۶۵ء (قیاساً) غالب کے والد عبداللہ بیگ خان کی دہلی میں ولادت۔

۱۷۸۸ء (قبل از ۳۰ جولائی) میرزا قوقان بیگ خان کا انتقال۔

۱۷۹۳ء (تقریباً) عبداللہ بیگ خان (غالب کے والد) کی شادی۔

۱۷۹۵ء (تقریباً) غالب کی بہن چھوٹی خانم کی ولادت۔

۱۷۹۷ء (۲۷ دسمبر) (محمد) اسد اللہ (بیگ) خان (غالب) کی آگرے میں ولادت۔ (قوقان بیگ خان کے بڑے بیٹے عبداللہ بیگ خان کا نکاح آگرہ کے خواجہ غلام حسین خاں کی بیٹی عزت النساء بیگم سے ہوا۔ عبداللہ بیگ خاں اور عزت النساء بیگم، محمد اسد اللہ بیگ خاں (غالب) کے والدین تھے)

۱۷۹۹ء اواخر یوسف علی بیگ خان (یعنی مرزا یوسف، غالب کے چھوٹے بھائی) کی ولادت (۱۲۱۵ھ، ۵ جون ۱۷۹۹ء سے شروع ہوتا ہے۔)

۱۸۰۲ء سالِ ولادت لاڈو بیگم زوجہ مرزا یوسف

۱۸۰۲ء میرزا عبداللہ بیگ خان (غالب کے والد) کا ریاست الور کی ملازمت میں انتقال۔

۱۸۰۶ء(اپریل) غالب کے چچا نصر اللہ بیگ خان کا ہاتھی سے گر کر زخمی ہونا اور انتقال۔

۱۸۰۶ء(۴مئی) احمد بخش خان کی سفارش پر انگریزوں کی طرف سے نصر اللہ بیگ خان کے پس ماندگان کا وظیفہ دس ہزار روپیہ (پہلا شقہ)۔ (اس وظیفے میں نصر اللہ بیگ خان کی والدہ، تین بہنیں، اسد اللہ بیگ خان یعنی غالب اور ان کے چھوٹے بھائی یوسف علی بیگ خان حصہ دار تھے)

۱۸۰۶ء(۷جون) وظیفہ کی رقم دس ہزار سے گھٹا کر پانچ ہزار سالانہ کر دی گئی۔ (دوسرا شقہ) غالب کا حصہ ساڑھے سات سو روپے سالانہ (اس شقہ کی رُو سے ایک شخص خواجہ حاجی بھی اس وظیفے میں دو ہزار سالانہ کا حصہ دار قرار دیا گیا تھا)۔

۱۸۰۶ء(اپریل) جلال الدین شاہ عالم ثانی کا انتقال، معین الدین اکبر شاہ ثانی کی تخت نشینی۔

۱۸۰۶ء تا ۱۸۲۵ء غالب کی دادی کا انتقال۔

۸-۱۸۰۷ء(تقریباً) شعر گوئی کا آغاز۔ اسد تخلص۔ چونکہ لوگ ایک اور شاعر میر امانی اسد تخلص کا کلام غالب (اسد) سے منسوب کرنے لگے تھے اس لیے اسد تخلص ترک کر کے (غالباً ۱۸۱۶ء میں) غالب تخلص رکھ لیا گیا۔ تاہم کبھی کبھی اسد تخلص بھی روا رکھا۔

۱۸۱۰ء(تقریباً) اسد اللہ بیگ خان (غالب) کی مولوی محمد معظم کے مکتب (آگرہ) میں تعلیم (بحوالہ عیار الشعرا از خوب چند ذکا، گلستانِ بے خزاں از قطب الدین باطن، بعد میں حالی وغیرہ)

۱۸۱۰ء(۱۹اگست) الٰہی بخش خان معروف کی چھوٹی بیٹی امراؤ بیگم سے دلی میں نکاح۔ ۷رجب ۱۲۲۵ھ تاریخِ نکاح حقیقت میں ۱۷رجب ۱۲۲۵ھ ہے۔ نکاح کے وقت غالب کی عمر تیرہ سال تھی اور امراؤ بیگم کی گیارہ سال۔

۱۳-۱۸۱۲ء غالب کی دلی میں آمد اور مستقل سکونت۔

۱۶-۱۸۱۵ء

اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ ۱۲۳۱ھ

غالب کی پہلی مہر (۱۲۳۱ھ) غالب کی عمر ۱۸-۱۹ برس کی تھی یعنی ان کے عیش ونشاط کا زمانہ تھا۔

غالب کی دوسری مہر (یہ دونوں مہریں ایک ہی سال میں بنوائی گئیں)

اسد اللہ الغالب ۱۲۳۱ھ

اس مہر کی بنا حضرت علی کا لقب ہے اور یہ بطورِ سجع ہے۔ شاید تبدیلِ تخلص کے وقت یہی سجع کام آیا اور اسی سال اسدؔ کی جگہ غالبؔ تخلص قرار پایا۔ (۱۲۳۱ھ، ۳ دسمبر ۱۸۱۵ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۱۶ء غالبؔ تخلص کا باقاعدہ استعمال۔

۲۳-۱۸۲۲ء غالبؔ کی تیسری مہر

محمد اسد اللہ خاں ۱۲۳۸ھ

۱۸۲۵ء (شاید اکتوبر) میرزا یوسف (علی بیگ خان) کی شدید بیماری، دیوانگی کا آغاز۔

۱۸۲۶ء الٰہی بخش خان معروفؔ (غالبؔ کے خسر) کا انتقال۔ (انتقال ۱۲۴۲ھ میں ہوا تھا جو ۶ اگست ۱۸۲۶ء سے شروع ہوتا ہے۔ گویا ۶ اگست ۱۸۲۶ء اور ۳۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کے درمیان کسی وقت)

۱۸۲۶ء (۱۳ اکتوبر) نواب احمد بخش خان کی فیروز پور جھرکا اور لوہارو کی حکومت سے دستبرداری (احمد بخش خاں کے اس خیال کی ایک وجہ شاید اپنے چھوٹے بھائی معروف کی وفات بھی ہو) نواب شمس الدین احمد خان والیِ ریاست۔

۲۷-۱۸۲۶ء فارسی میں شعر گوئی کا باقاعدہ آغاز (اس سے پہلے کا سرمایۂ شعرِ فارسی ناقابلِ اعتنا اور مقدار میں بہت کم ہے۔ گلِ رعنا میں شامل فارسی انتخاب اس پر شاہد ہے کہ ۱۸۲۸ء (۱۲۴۴ھ) تک ان کے پاس ۲۷ غزلوں سے زیادہ فارسی کلام نہ تھا اور وہ بھی اس سفرِ کلکتہ کے دوران کہا گیا تھا۔ غالبؔ کے قدیم ترین خطی نسخے میں بھی اُردو کا تو مکمل مردّف دیوان ہے مگر فارسی کی صرف ۱۳ رباعیاں ہیں)۔

۱۸۲۷ء (۲۳ اکتوبر تا ۲۲ اکتوبر) نواب احمد بخش خان کا انتقال۔ غالبؔ کو یہ خبر سفرِ کلکتہ کے دوران میں مرشد آباد میں ملی۔

۱۸۲۸ء (۲۸ اپریل) پنشن کے مقدمے کا آغاز۔

ایضاً پنشن کی درخواست میں مذکور ہے کہ ''میرا نام محمد اسد اللہ خاں ہے۔'' (اس کے سامنے وہ خط بنام تفتہ بھی دیکھیے جس میں غالب نے لکھا ہے کہ وہ اب 'محمد' کا لفظِ مبارک اپنے نام کے ساتھ اس لیے نہیں لگاتے کہ

لوگوں نے لکھنا ترک کر دیا تھا۔لہٰذا اُنہوں نے بھی موقوف کیا۔)

(۱۱ستمبر) گلِ رعنا کی ترتیب و تدوین مکمل۔ اُردو اور فارسی کلام کا یہ انتخاب اُنہوں نے اپنے کلکتے کے ایک دوست مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر خود اپنے قلم سے لکھا تھا۔

۱۸۲۹ء(۲۹نومبر) چار برس کی غیر حاضری کے بعد دلّی واپس آئے۔

۱۸۳۱ء(۲۷جنوری) مقدمۂ پنشن خارج۔(اس کے بعد وہ اپیل کرتے رہے جس کا سلسلہ ۱۸۴۴ء تک رہا لیکن ابتدائی فیصلہ قائم رہا۔)

۱۹۳۲ء(تقریباً) شیفتہ کی غالب سے پہلے پہل جان پہچان۔

۱۸۳۳ء(۱۶اپریل) دیوانِ متداول (اُردو) کی تاریخِ ترتیب۔

۱۸۳۵ء(۲۹اپریل) دیوانِ غالب فارسی ''میخانۂ آرزو سرانجام'' کے نام سے مرتب۔ یہ ترتیب ۱۲۵۰ھ (مطابق ۱۰مئی ۱۸۳۴ء تا ۲۹اپریل ۱۸۳۵ء) میں مکمل ہوئی۔

۱۸۳۵ء(۲۰مارچ) تا ۱۸۳۶ء(۴مارچ) سر چارلس مٹکاف، ایکٹنگ گورنر جنرل۔

۱۸۴۰ء غالب کی والدہ کی علالت اور انتقال۔(ایک فارسی تحریر کے پیش نظر وہ ۳۰جنوری ۱۸۴۰ء تک زندہ تھیں۔)

ایضاً دلّی کالج میں مدرسِ فارسی کے عہدے کی پیشکش اور غالب کا انکار۔

۱۸۴۱ء(قبل از ۱۵اگست) غالب کی، گھر پر جواخانے کے قیام میں، گرفتاری (عدالت نے سو روپیہ جرمانہ کیا۔ جرمانہ ادا کر دیا گیا۔)

۱۸۴۱ء(اکتوبر) دیوانِ اُردو کا پہلا ایڈیشن (مطبع سیّد الاخبار، دہلی)

۱۸۴۵ء دیوان (کلیاتِ نظم) فارسی کا پہلا ایڈیشن (مطبع دارالسّلام، دلّی)۔

۱۸۴۷ء زین العابدین خان عارف کے بڑے بیٹے، باقر علی خاں کا سالِ ولادت۔

۱۸۴۷ء (مئی) دیوان اُردو کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت (مطبع دار السلام دہلی)

۱۸۴۷ء (۲۵ مئی) گھر پر جوا خانہ قائم کرنے کے الزام میں غالبؔ کی دوبارہ گرفتاری۔

۱۸۴۸ء (۹ مارچ) غالبؔ کا پہلا اُردو خط (بنام نبی بخش حقیر۔ اب ایک خط بنام تفتہ کو غالبؔ کا پہلا اُردو خط تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر قیاس ہے کہ خط ۱۸۴۷ء کا لکھا ہوا ہے۔)

۱۸۴۹ء (۴ اگست) پنج آہنگ (فارسی) کا پہلا ایڈیشن (مطبع سلطانی، لال قلعہ، دہلی)

۱۸۵۰ء زین العابدین عارفؔ کے چھوٹے بیٹے، حسین علی خان کا سالِ ولادت۔

۱۸۵۰ء (۴ جولائی) تیموری خاندان کی تاریخ (مہرِ نیمروز) لکھنے پر مقرر، چھ پارچے اور تین رقم جواہر کا خلعت اور خطاب نجم الدولہ، دبیر الملک نظام جنگ عطا ہوا (تاریخ نویسی کی تنخواہ چھ سو روپیہ سالانہ مقرر ہوئی)

۱۸۵۰-۵۱ء غالبؔ کی چوتھی مہر (خطاب بہادر شاہ ظفر نے ۴ جولائی ۱۸۵۰ء کو دیا، جو ۲۳ شعبان ۱۲۶۶ھ کے مطابق ہے۔ مہر ۱۲۶۷ھ میں بنوائی گئی، جو ۶ نومبر ۱۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے۔)

نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ ۱۲۶۷ھ

۱۸۵۲ء (اگست) مثنوی شانِ نبوت وولایت کی اشاعت مولوی محمد سالم کی نثر کا غالبؔ کا کیا ہوا یہ منظوم ترجمہ بہادر شاہ ظفرؔ کے حکم سے (جو ۹ شوال ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۵۲ء کو دیا گیا تھا) مطبع سلطانی سے چھپا تھا۔

۱۸۵۳ء (اپریل) پنج آہنگ کا دوسرا ایڈیشن (مطبع دار السلام، دہلی)

۱۸۵۴-۵۵ء مہرِ نیم روز کی طباعت و اشاعت (فخر المطابع، دلّی) ۱۲۷۱ھ، ۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ (یہ اسی سال میں کم از کم تین بار چھپی۔ یہ سب ایڈیشنز پہلا ایڈیشن ہی کہلاتے ہیں۔

۱۸۵۷ء (۲۸ جنوری) غالبؔ نے مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریک پر والیِ رام پور نواب محمد یوسف علی خاں کی خدمت میں قصیدہ بھیجا۔

۱۸۵۷ء(۵فروری) غالبؔ کا تقرر بطورِ استادِ نواب یوسف علی خاں، ناظمؔ والیِ رام پور۔

۱۸۵۷ء(۱۱مئی) دیسی فوج کا دہلی میں داخلہ: انگریزی تسلط کا خاتمہ، دیسی اقتدار کا قیام؛ غالبؔ کی قلعہ کی تنخواہ اور انگریزی پنشن بند۔

۱۸۵۷ء(۲۰ستمبر) انگریزوں کی فتح اور دہلی پر دوبارہ قبضہ۔

۱۸۵۷ء(۱۸-۱۹اکتوبر) میرزا یوسف علی بیگ خاں (برادرِ غالبؔ) کی وفات۔ (وہ انگریزی فوج کی گولی کا نشانہ بنے تھے، اگرچہ غالبؔ نے مصلحتاً لکھا ہے کہ وفات بخار سے ہوئی۔)

۱۸۶۰ء(۱۹جنوری) رام پور کا پہلا سفر (۲۷جنوری کو رام پور پہنچے)۔

۱۸۶۰ء(۲۴مارچ) رام پور سے واپسی (۱۷مارچ کو رام پور سے روانہ ہوئے)

۱۸۶۰ء(مئی) انگریزی پنشن کا دوبارہ اجراء۔ (تین برس کا بقایا ساڑھے سات سو سالانہ کے حساب سے ۲۲۵۰ روپے وصول ہوا۔)

۱۸۶۱ء(۲۹جولائی) دیوانِ اُردو کا تیسرا ایڈیشن (مطبع احمدی، دہلی)

۶۲-۱۸۶۱ء غالبؔ کی چھٹی مہر (یہاں سے غالب کی زندگی کا انتہائی شہرت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مختصر علم ان کی اَنا کا نقطۂ عروج ہے۔ سات سال بعد ان کا انتقال ہوا۔ یہ ان کی آخری مہر تھی۔)

غالبؔ
۱۲۷۸ھ

۱۸۶۲ء قاطع برہان کی طبع اوّل (مطبع نولکشور، لکھنؤ)

۱۸۶۲ء(۲مارچ) انگریزی درباروں میں کرسی نشینی اور خلعت کے اعزاز کا دوبارہ اجراء۔

۱۸۶۲ء(جون) دیوانِ اُردو کا چوتھا ایڈیشن (مطبع نظامی، کان پور)

۱۸۶۳ء (مئی جون) دیوانِ فارسی (کلیاتِ نظم فارسی) کا دوسرا ایڈیشن (مطبع نولکشور، لکھنؤ)

۱۸۶۳ء (جولائی) دیوانِ اُردو کی پانچویں اور آخری اشاعت (مطبع مفید خلائق، آگرہ)

۱۸۶۴ء مثنوی ابر گہر بار کی اشاعت (اکمل المطابق، دلّی)۔ (یہ مثنوی کلیات نظم میں شامل تھی لیکن اب الگ سے شائع ہوئی)

۱۸۶۴ء قاطع برہان کے جواب میں محرقِ قاطع برہان، مصنفہ سید سعادت علی کی اشاعت، مطبع احمد، دلّی۔

۱۸۶۴ء قادر نامہ کی دوسری اشاعت (مجلس پریس، دلّی)

۱۸۶۴ء لطائفِ غیبی (اگرچہ نام میاں داد خان سیّاح کا ہے مگر اس کے اصل مصنف غالب ہی ہیں)

۱۸۶۴ء انتخاب غالب کی ترتیب (مزید کوائف ۱۸۶۶ء کے تحت دیکھئے)

۱۸۶۵ء سوالات عبدالکریم کی اشاعت، اکمل المطابع، دلّی (دوسرے کے نام سے شائع ہوئی لیکن یہ غالب کی اپنی تصنیف ہے۔

۱۸۶۵ء غالب نے حکومت سے تین مطالبے کیے کہ اُنہیں شاعرِ دربار مقرر کیا جائے، پہلے سے اونچی جگہ ملے اور دستنبو حکومت اپنے خرچ پر شائع کرے۔ حکم ہوا کہ تحقیقات کی جائے کہ غدر میں غالب کا رویہ کیا تھا۔ رپورٹ ہوئی کہ ان سے سکّہ منسوب ہے۔ سب درخواستیں رَد ہو گئیں۔ غالب پر سکّہ کا الزام ان کی زندگی میں غلط ثابت نہ ہو سکا۔

۱۸۶۵ء (اگست) غالب کے رسالے نامۂ غالب بجوابِ ساطعِ برہان کی اشاعت (مطبع محمدی، دلّی)

۱۸۶۵ء دستنبو کا دوسرا ایڈیشن (مطبع لٹریری سوسائٹی روہیل کھنڈ، بریلی)

۱۸۶۵ء (دسمبر) قاطع برہان کی طباعتِ ثانی بعنوان درفشِ کاویانی (اکمل المطابع، دلّی)

۱۸۶۵ء (دسمبر) رام پور کے دوسرے سفر سے واپسی۔ (۲۸ دسمبر کو رام پور سے روانہ ہوئے اور ۸ جنوری ۱۸۶۶ء کو دلّی پہنچے)

۱۸۶۶ء قاطع برہان کے جواب میں موید برہان مصنفہ مولوی احمد علی احمؔد جہانگیرنگری کی اشاعت، مطبع مظہر العجائب (کلکتہ)

۱۸۶۷ء دُعائے صباح۔ فارسی منظوم ترجمہ (مطبع نولکشور، لکھنؤ)

۱۸۶۷ء تیغِ تیز کی اشاعت (اکمل المطابع، دہلی)۔ (غالبؔ نے یہ مختصر رسالہ مدیدِ برہان کے جواب میں لکھا تھا)

۱۸۶۷ء (فروری) نکاتِ غالبؔ ورقعاتِ غالبؔ کی اشاعت مطبعِ سراجی، دہلی۔ (پنجاب کے محکمۂ تعلیم کے ڈائریکٹر میجر فلُر نے رائے بہادر ماسٹر پیارے لال کو حکم دیا کہ غالبؔ سے فارسی قواعد سے متعلق کتاب لکھوائی جائے۔ ماسٹر صاحب موصوف کے کہنے پر میرزؔا نے یہ دو مختصر رسالے قلم بند کیے۔)

۱۸۶۷ء (۱۱ اپریل) ہنگامۂ دل آشوب (۱) کی اشاعت، مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ (قاطع برہان کے مناقشے کے سلسلے کی منظومات)

۱۸۶۷ء (اگست) سبد چین کی اشاعت (مطبع محمدی، دلّی)

۱۸۶۷ء (۲۵ ستمبر) ہنگامۂ دل آشوب (۲) کی اشاعت۔ مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ۔

۱۸۶۸ء (جنوری) کلیاتِ نثر فارسی (غالبؔ) کی اشاعت (مطبع نولکشور، لکھنؤ)۔ (اس میں فارسی نثر کی تین کتابیں، پنج آہنگ، مہرِ نیم روز، دستنبو شامل ہیں)

۱۸۶۸ء (۲۷ اکتوبر) عودِ ہندی، مجموعۂ مکاتیبِ غالبؔ کی پہلی اشاعت (مطبع مجتبائی، میرٹھ)

۱۸۶۹ء (۱۵ فروری) غالبؔ کی وفات (بستی نظام الدین، خاندانِ لوہارو کی ہڑواڑ میں تدفین۔ اگر چہ بہت دنوں سے مختلف امراض کا شکار تھے، لیکن موت سے چند دن پہلے غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ ۱۴ فروری دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ تشخیص ہوئی کہ دماغ پر فالج گرا ہے۔ اسی حالت میں اگلے دن دوپہر ڈھلے انتقال کیا۔ آخری وظیفہ بابت جنوری ۱۸۶۹ء منجانب نواب رام پور، غالبؔ کی وفات سے صرف ایک گھنٹہ پہلے موصول ہوا تھا)

۱۸۷۰ء (۴ فروری) غالبؔ کی اہلیہ امراؤ بیگم کا انتقال (مزارِ غالبؔ کی مشرقی دیوار کے باہر کی طرف مدفون ہیں)